صدارتی ایوارڈ یافتہ

اُسوۂ حسنہ

محمد شریف قاضی

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ

درحقیقت تم لوگوں کے لیے اللہ کے رسولؐ میں ایک بہترین نمونہ ہے

صدارتی ایوارڈ یافتہ

اُسوۂ حسنہ

(قرآن کی روشنی میں)

امام الرسل و خاتم الانبیاء

حضرت محمّدؐ مُصطفیٰ

صلوٰۃ اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہ الازکیاء

مُؤلّف:

محمّد شریف قاضی

مکتبہ تعمیر انسانیت اردو بازار لاہور

موچی دروازہ

1982

Marfat.com

Marfat.com

پاکستان بھر کے تعلیمی اداروں کے لئے
محکمہ تعلیم حکومت پاکستان سے منظور شدہ بحوالہ D50/82-TEC
مؤرخہ ۳ مارچ ۱۹۸۲ء

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

83869

نام کتاب :- اسوۂ حسنہ
مؤلف :- محمد شریف قاضی
طابع :- محمد سعید اللہ صدیق بن شیخ محمد قمر الدین مرحوم
ناشر :- مکتبہ تعمیر انسانیت اُردو بازار لاہور
مطبع :- زاہد بشیر پرنٹرز۔ لاہور
طبع :- دوم
تعداد :- ایک ہزار (۱۰۰۰)
قیمت :- ۴۸ روپے

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اُسوۂ حسنہ ہی ایک ایسا روشنی کا مینارِ عظیم ہے جو تمام نوعِ انسانی کے لیے ایک ہمہ پہلو اور ہمہ گیر قابلِ تقلید نمونہ کی حیثیت رکھتا ہے

Marfat.com
Marfat.com

انتساب

اُن فدایانِ شمعِ رسالت کے نام

جنہوں نے پیغام سیرت کو سمجھا، اسے بہ دل وجان قبول کیا اور تن من دھن سب کچھ قربان کرتے ہوئے تا دمِ زیست بندگیٔ ربّ کی صراطِ مستقیم پر گامزن رہے۔ گویا انہوں نے فی الحقیقت اپنے خلوصِ ایمان اور عشق و محبت کا حق ادا کر دیا۔

محمد شریف قاضی

Marfat.com
Marfat.com

منصبِ رسالت

هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى
وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۙ
وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ﴿۳۳﴾ توبہ

وہ اللہ ہی ہے جس نے اپنے رسولؐ کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ تاکہ اس کو پوری جنسِ دین پر غالب کر دے۔ خواہ مشرکوں کو یہ کتنا ہی ناگوار ہو۔ (توبہ ۳۳)

○

Marfat.com
Marfat.com

فہرست

فہرست ۵
عرض مولف ۱۵
طبع ثانی ۲۱
اہل علم کے تبصرے ۲۲
اسوۂ حسنہ از قرآن مجید ۲۵

پہلا باب

سرور عالم ﷺ کے مختصر حالات زندگی ۲۷
ظہور قدسی کے وقت حالات عرب و عجم ۲۷
حضرت ابراہیم علیہ السلام ۲۹
حضرت اسماعیل علیہ السلام ۳۰
نسب ۳۱
والد ماجد ۳۱
والدہ ماجدہ ۳۱
اصحاب فیل کا واقعہ ۳۱
والدہ ماجدہ کا خواب ۳۲
ولادت مبارکہ ۳۲
اسم مبارک ۳۳
محمد ﷺ ۳۴
احمد ﷺ ۳۴
رضاعی ماں حلیمہ سعدیہ ۳۴
شق صدر ۳۴
کفالت ۳۵
فقر و افلاس ۳۵
بتوں اور مشرکانہ رسومات سے نفرت ۳۵
حرب فجار ۳۵
حلف الفضول ۳۶
تجارتی سفر ۳۶
سیدہ خدیجہ رض سے نکاح ۳۶
خوشحالی کا دور ۳۷
حسن اخلاق کی منفرد شہادت ۳۷
حضرت علی رض کی کفالت ۳۸
فراست و بصیرت ۳۸
ازواج مطہرات ۳۹
کثرت ازواج کی وجہ ۳۹
اولاد ۴۰
انتقال اقدس ﷺ ۴۱
صحابۂ کرام کے جذبات ۴۲
حضرت عمر رض کی حالت زار ۴۲
حضرت ابوبکر رض کا خطاب ۴۲
دعوت فکر آخرت ۴۳
حضور کی شخصیت ۴۴

دوسرا باب

بعثت ۴۵
مکی دور ۴۵
دعائے ابراہیم ۴۵
چند مخصوص صفات کے حامل ۴۶
رسول کی بعثت
بعثت حضور کی خبر و شہادت ۴۷
دلائل نبوت ۴۷
مقاصد بعثت ۴۸
حکمت دعوت و تبلیغ ۴۹
پیغام رسانی ۵۰
وحی ۵۰
آغاز نبوت ۵۰
پہلی وحی ۵۱
دوسری وحی ۵۲
اول مومنین ۵۳
خفیہ دعوت ۵۳
اہم مسائل ۵۳
مسائل کے حل کے لئے طریق کار ۵۴
کلمۂ توحید سے آغاز دعوت ۵۴
مخلص کارکنوں کی جماعت ۵۵
دعوت کے بنیادی نکات ۵۶

Marfat.com
Marfat.com

دعوتی مراحل ۵۶
پہلا مرحلہ ۵۷
دعوت کا ردعمل ۵۷
دوسرا مرحلہ ۵۷
دعوت عام کا آغاز ۵۸
دعوت کے مخالفین ۶۰
اہل ایمان کی آزمائش ۶۱
لغت میں پیش پیش ۶۱
دعوت اسلامی کو روکنے کی تدبیریں ۶۲
قرآن پڑھتے وقت شور مچانا ۶۲
ناواقف لوگوں کو غلط فہمیوں میں ڈالنا ۶۲
مداہنت و مصالحت ۶۲
ثقافتی پروگرام ۶۲
کذب وافترا کی مہم ۶۲
استہزاء و مذاق ۶۳
مطالبات ۶۴
جواب مطالبات ۶۴
حضورؐ کا اخلاقی رعب ۶۴
اراشی کی فریاد اور حضورؐ کا تعاون ۶۵
یتیم کی فریاد اور حضورؐ کی شفقت ۶۶
بنی زبید کے ایک آدمی کی حکایت ۶۶
پر حضورؐ کی ہمدردی
حضور سے مصالحت کی کوششیں ۶۷
قریش کے نمائندہ عتبہ کی ملاقات ۶۷
حضورؐ کا جواب قرآنی ۶۸
عتبہ کا سرداران قریش کو ۶۸
بہترین مشورہ
جناب ابوطالب پر دباؤ ڈالنے ۶۸
کی کوششیں
ابوطالب سے حضورؐ کے ساتھ ۶۸
عدم تعاون کرنے کا مطالبہ
حضورؐ کا سب کو دوٹوک جواب ۶۹
جناب ابوطالب کا آپؐ کی مکمل ۶۹
حمایت کا اعلان
معاشرتی مقاطعہ ۶۹
معاشرتی مقاطعہ کا خاتمہ ۷۰
آپؐ کے مخبر صادق ہونے کی ۷۰
بین شہادت
اہل طائف کا ظالمانہ سلوک ۷۱
حضورؐ کا صبر و تحمل ۷۲
طائف سے پھر مکہ کی طرف واپسی ۷۲
معراج اقدس ۷۳
شب معراج کے مشاہدات ۷۳
مجاہد فی سبیل کے لئے اجر عظیم ۷۴
دردناک عذاب کے مناظر ۷۴
بے نماز ۷۴
بخیل ۷۴
قومی مناصب اور امانتوں کا حریص ۷۴
بے لگام مقررین ۷۴
فتنہ انگیز باتیں کرنے والا ۷۴
طعنہ زنی کرنے والے ۷۴
غیبت کرنے والے ۷۵
یتیموں کا مال ہضم کرنے والے ۷۵
سود خوار ۷۵
زانی لوگ ۷۵
حرام بچوں والی عورتیں ۷۵
دوزخ کا داروغہ ۷۵
حضرت صدیقؓ کی شان ۷۶
تصدیق ۷۶
معراج کا پیغام ۷۶
اوس اور خزرج کی اسلام کی طرف ۷۷
پیش قدمی کی وجوہ
اہل کتاب سے ربط ۷۷
یہودیوں کا ایک نبی کی آمد کے
بارے میں شدید انتظار ۷۷
اپنی تباہ کن خانہ جنگی سے راہ ۷۸
نجات کی طلب
انصار مدینہ کا قبول اسلام[1] ۷۸
دوسری بیعت عقبہ ۷۹
آخری بیعت عقبہ ۸۰
بیعت عقبہ کی اہمیت ۸۲
نقیبوں کا تقرر ۸۲
حضورؐ کے قتل کا فیصلہ ۸۲
اذن ہجرت ۸۳

[1] پہلی بیعت عقبہ

Marfat.com
Marfat.com

رفیقِ سفر ۸۳
غارِ ثور میں پناہ لینے میں حکمت ۸۴
غارِ ثور میں نازک ترین لمحہ ۸۴
سراقہ کی سچی توبہ اور حضورؐ کی بشارت ۸۴
مدنی دور ۸۵
قبا میں قیام ۸۵
آمدِ مدینہ پر استقبال ۸۵
حضورؐ کی میزبانی میں مسابقت ۸۶
حضرت ابو ایوبؓ کو شرفِ میزبانی حضورِ اکرمؐ ۸۶
مسجدِ نبویؐ کی تعمیر ۸۷
حضورؐ کے حجروں کی تعمیر ۸۷
اسلامی ریاست کی تشکیل ۸۸
میثاقِ مدینہ ۸۸
میثاقِ مدینہ کی افادیت ۸۸
مواخات اور جماعتی استحکام ۸۹
تیسرا مرحلہ ۸۹
غزواتِ نبویؐ ۸۹
غزوۂ بدر ۹۰
نصیحت آموز سبق ۹۰
غزوۂ احد ۹۱
عبرت آموز سبق ۹۱
غزوۂ خندق ۹۲
بہترین نصیحت ۹۳
بیعتِ رضوان ۹۳
صلح حدیبیہ کی شرائط ۹۴

فتحِ مبین ۹۴
غزوۂ خیبر ۹۴
فتحِ مکہ ۹۵
اہلِ مکہ کو خطاب ۹۵
غزوۂ حنین ۹۷
سبق آموز بات ۹۷
غزوۂ تبوک ۹۸
قابلِ تحسین کردار ۹۸
آمدِ وفود ۹۹
بین الاقوامی دعوت ۱۰۰
جھوٹی نبوت کے دعویدار ۱۰۲
حجۃ الوداع ۱۰۳
خطابِ عرفات ۱۰۵
حضورؐ کا انقلابِ عظیم ۱۰۶
شانِ صحابہ ۱۰۷
اوصافِ صحابہؓ مکی صحابہؓ ۱۰۸
مدنی صحابہؓ ۱۰۹
اسلامی نظام و معاشرہ اور ریاست ۱۱۰
خصائلِ طیبہ ۱۱۱
قابلِ تقلید نمونۂ زندگی ۱۱۱
عادات و اطوار ۱۱۳
حضورؐ کا حلیہ مبارک ۱۱۳
وضع قطع اور آرائش ۱۱۵
سات چیزوں کو ہمراہ رکھنے کا اہتمام ۱۱۵

سرمہ ۱۱۵
خوشبو ۱۱۵
رفتار ۱۱۶
تکلم ۱۱۶
لباس ۱۱۷
کرتہ (قمیص) ۱۱۷
تہ بند (لنگی) ۱۱۷
عمامہ ۱۱۸
ٹوپی ۱۱۸
چادر ۱۱۸
جبہ ۱۱۸
نیا کپڑا ۱۱۸
اعتدال کی راہ ۱۱۹
مرغوب رنگ ۱۱۹
جوتا ۱۱۹
جرابیں اور موزے ۱۱۹
انگوٹھی
عام سماجی رابطہ ۱۱۹
خالص نجی زندگی ۱۲۰
گھر کا سامان ۱۲۱
اکل و شرب ۱۲۱
نشست و برخاست ۱۲۱
بشری حاجات ۱۲۲
چھینک ۱۲۲
سفر ۱۲۲

Marfat.com
Marfat.com

جذبات ۱۲۲
حضورؐ کا مسلک ۱۲۳
اخلاقِ حسنہ ۱۲۴
احسنِ تقویم ۱۲۴
حضورؐ کی آئینی و قانونی حیثیت ۱۲۵
مقام و شخصیت ۱۲۵
ادب و احترام ۱۲۶

تیسرا باب

مقام و منصبِ رسالت ۱۲۷
ایمان بالرسالت کی اہمیت ۱۲۷
قابلِ تقلید نمونۂ زندگی ۱۲۸
قرآن کی محفوظیت ۱۲۸
قرآن کی متابعت ۱۲۸
مقامِ نبوت کی تقدیم و اہمیت ۱۲۸
قرآن میں خصوصی طور پر حضورؐ کے مقام ۱۲۹
و منصب کی محفوظیت
اہلِ کتاب کا غلو ۱۲۹
عقیدۂ الوہیتِ مسیح ۱۳۰
عقیدۂ الوہیتِ مسیح کی تردید ۱۳۱
اہلِ کتاب کی اکابر پرستی شرک ۱۳۱
فی العبادت
قبر پرستی کی وبا ۱۳۳
مقامِ عبرت ۱۳۴
خدائے مطلق کے آگے سب عاجز ۱۳۴
و بے بس بندے
رسول کی بشریت پر ایمان کی اہمیت ۱۴۰
حضورؐ بشر اور رسول ۱۴۲
احسانِ عظیم ۱۴۳
حضورؐ شارع اور واجب الاطاعت ۱۴۴
حضورؐ کا اسوۂ حسنہ ضابطۂ حیات ۱۴۵
اور ماخذِ قانون
بندگیٔ رب کا واحد ذریعہ ۱۴۷
حضورؐ پر درود و سلام ۱۵۰

چوتھا باب

خصوصیاتِ سیرتِ طیبہؐ ۱۵۱
بعثتِ حضورؐ کی خبر و اطلاع ۱۵۱
کا خصوصی اہتمام
حضورؐ دعائے ابراہیمی ۱۵۳
حضورؐ بشارتِ عیسوی ۱۵۳
دلیلِ روشن ۱۵۴
مجسم خلقِ عظیم ۱۵۵
محسنِ انسانیت ۱۵۷
حضورؐ مونس و غم خوار ۱۵۹
محفوظیت ۱۶۰
عالم گیریت ۱۶۱
کاملیت ۱۶۳
جامعیت ۱۶۳
عالمیت ۱۶۴
دائمیت ۱۶۴
حضورؐ رسولِ معظم ۱۶۵
بابِ رحمت ۱۶۶
معیارِ حق ۱۶۷
پیمانۂ محبتِ خدا ۱۶۸
مظہرِ مرضیٔ مولیٰ ۱۶۸
پیمانۂ صراطِ مستقیم ۱۶۹
ضمانتِ فوز و فلاح ۱۷۰
رفعِ ذکر کی سعادت ۱۷۱
حضورؐ حاملِ فاتحۂ کتاب ۱۷۱
و قرآنِ عظیم
حضورؐ حاملِ جوامع الکلم ۱۷۳
حضورؐ صاحبِ کوثر ۱۷۷
کمالِ عبدیت ۱۷۹
حضورؐ صاحبِ خیر القرون ۱۸۱
حضورؐ حاملِ برکاتِ ثلاثہ ۱۸۱
نصرت بالرعب ۱۸۱
مالِ غنیمت ۱۸۱
طہارتِ ارضی ۱۸۲
نبی توبہ ۱۸۲ ۱۸۲
نبی رحمت ۱۸۳
الماحی ۱۸۳
العاقب ۱۸۳
الحاشر ۱۸۵
صاحب لواء الحمد ۱۸۵
شافعِ روزِ محشر ۱۸۵
حضورؐ مفتاح الجنۃ ۱۸۹

Marfat.com
Marfat.com

پانچواں باب

خصوصیات پیغام سیرت ۱۸۷
دین خالص ۱۸۷
دین خالص سے مراد ۱۸۷
اقامت دین سے مقصود ۱۸۸
مومن کا نصب العین ۱۸۸
دین اسلام ۱۸۸
دین کامل ۱۸۸
دین قیم ۱۸۸
دین حق ۱۸۹
التسلیم ۱۸۹
حکم اللہ ۱۸۹
حکم جاہلیت سے مراد ۱۸۹
کلمۂ توحید کلمۂ قیادت عالم ۱۹۰
ایمان بالجبر کی ممانعت ۱۹۴
قابل قدر ایمان ایمان بالقلب ۱۹۶
فہم دین کی اہمیت ۱۹۷
روح قرآن سے آشنائی کا واحد طریقہ ۲۰۰
اہل ایمان کی آزمائش ۲۰۲
اعمال کا دارومدار نیت پر ۲۰۶
توبہ کے لئے در رحمت ربانی کی وسعت وکشادگی ۔ ۲۰۷
قبولیت توبہ کے لئے شرائط ۲۰۸
خدا سے براہ راست تعلق ۲۱۲
خدا کے ہاں جواب دہی کا احساس ۲۱۴
تقویٰ معیار فضیلت ۲۱۴
خدا کا قانون سب پر لاگو ۲۱۵
قابل عمل نظام زندگی ۲۱۶
خدا کی بندگی آزادی از غلامی غیر اللہ ۲۱۷
خدا مختار مطلق ۲۱۸
اسلام دین مذہب سیاست ۲۲۱
نوع انسانی کے لئے دستور حیات ۲۲۵
اتحاد امت مسلمہ ۲۲۶
حبل اللہ سے مراد ۲۲۶
اتحاد و اتفاق کی بنیادیں ۲۲۶
فرقہ بندی سے اجتناب ۲۲۷
فرقہ بندی کے اسباب ۲۲۷
اسلامی اخوت ۲۲۸
حدود اطاعت ۲۲۹
خدا کی اطاعت ۲۲۹
خدا کے رسول کی اطاعت ۲۲۹
اولی الامر کی اطاعت ۲۲۹
کتاب وسنت اصل معیار حق ۲۳۰
امت مسلمہ کی ذمہ داری ۲۳۰
جماعتی زندگی کا التزام واہتمام ۲۳۴
اسلامی قیادت (اولی الامر) کے امتیازی اوصاف ۲۳۵
اسلام میں مشاورت کی اہمیت ۲۳۷
ارکان شوریٰ کے لئے چند ضروری اوصاف ۲۳۸
نظام ملوکیت کی بجائے نظام خلافت ۲۳۹
نظام خلافت کی چند خصوصیات ۲۴۰
مسلمان حکمرانوں کے حقوق و فرائض ۲۴۲
ایک عادل مسلمان حکمرانی کے حقوق ۲۴۲
ایک مسلمان حکمران کے فرائض ۲۴۳
جہاد ۲۴۴
جہاد کا جامع مفہوم ۲۴۴
جہاد فی سبیل اللہ ۲۴۵
مدمقابل قوتیں ۲۴۵
تقرب الٰہی کا وسیلہ ۲۴۶
خدائی ہدایت ورہنمائی کی توفیق ۲۴۷
خدا کی محبت ۲۴۷
قتال (جہاد) ۲۴۷
بامقصد جنگ ۲۴۷
عقیدے اور مقصد میں کامل اتفاق ۲۴۸
ایک دوسرے کے خلوص پر اعتماد ۲۴۸
اخلاق کا ایک بلند معیار ۲۴۸
مقصد سے عشق ۲۴۸
مظلوم کی مدد کے لئے جہاد ۲۴۹
اجر عظیم ۲۴۹
مرعوب کن وسائل کی فراہمی ۲۴۹

Marfat.com
Marfat.com

دشمن کے ساتھ مصالحت ۲۵۰
خیانت کے اندیشہ پر تنسیخ معاہدہ ۲۵
کفار اور منافقین سے جہاد ۲۵۰
اجتہاد ۲۵۱
اجتہاد سے مراد ۲۵۲
حضرت معاذؓ کا اجتہاد ۲۵۲
دین اسلام میں ہجرت کی اہمیت ۲۵۳
ابلیسی چالوں سے آگاہی ۲۵۵
علم دین سے ناواقفیت ۲۵۶
کفر و شرک اور بدعت و نفاق کی اشاعت عام ۲۵۹
آخرت کی جوابدہی سے غفلت ۲۶۲
فریضہ اقامت دین سے غفلت ۲۶۳
انسان کا ابدی مقام ۲۶۶
حیات دنیوی ۲۶۹
قیامت کا دن ۲۷۰
روز محشر اور حساب و کتاب ۲۷۰
جنت ۲۷۰
دوزخ ۲۷۰
دائمی اور ابدی زندگی ۲۷۱
انسان کے لئے لمحہ فکر ۲۷۱

چھٹا باب

پیغام سیرت ۲۷۳
پیغام سیرت سے مراد ۲۷۳
کتاب اللہ ۲۷۳
سنت ۲۷۳
نوٹ ۲۷۳
کتاب و سنت ۲۷۵
اسلام ۲۷۶
دین ۲۷۷
شریعت ۲۷۷
عالمگیر اور دائمی شریعت ۲۷۷
انسان کی اصل حقیقت ۲۷۸
آزادی عمل ۲۷۸
صحیح رویۂ زندگی ۲۷۸
خلافت ارضی اور ہدایت و رہنمائی ۲۷۹
انسان کی گمراہی کا آغاز ۲۷۹
خدا کی عدم مداخلت ۲۸۰
بعثت انبیاء ۲۸۰
مقصد بعثت ۲۸۰
دعوت کا ردعمل ۲۸۱
حضورؐ کی بعثت ۲۸۱
فریضہ شہادت حق ۲۸۱
پیغام و دعوت ۲۸۲
وحدت خدا ۲۸۳
تخلیق حضرت انسان ۲۸۵
مدارج تخلیق ۲۸۶
تراب ۲۸۶
طین ۲۸۶
طین لازب ۲۸۶
حماٍ مسنون ۲۸۶
صلصال ۲۸۶
فخار ۲۸۶
احسن تقویم ۲۸۶
تنفخ روح ۲۸۶
زوج حضرت حوا ۲۸۷
آغاز نسل انسانی ۲۸۷
نطفہ ۲۸۷
مضغہ ۲۸۷
لحم ۲۸۷
طفل ۲۸۷
اجل مسمی ۲۸۷
بعث بعد الموت ۲۸۷
حساب و کتاب ۲۸۸
دائمی زندگی اور ابدی مقام ۲۸۸
ڈارون کے نظریہ ارتقاء کی تردید ۲۸۸
انسان پر خدا کے خصوصی احسانات ۲۸۹
انسان کی معجزانہ پیدائش ۲۸۹
سمیع و بصیر ۲۸۹
علم اور نطق و بیان ۲۹۰
خلافت ارضی ۲۹۰
اشرف المخلوقات ۲۹۰
تسخیر کائنات ۲۹۰
مسجود ملائکہ ۲۹۰
وحی و نبوت سے رہنمائی ۲۹۱
انسان کا مقصد زندگی ۲۹۱
میثاق روز اول ۲۹۳
بندگی رب کی دعوت ۲۹۵
عبادت کا مفہوم ۲۹۵
عبادت کی اقسام ۲۹۵
تکوینی عبادت ۲۹۶

Marfat.com
Marfat.com

تشریحی عبادات ۲۹۶
دین اسلام ۲۹۷
عقیدۂ آخرت پر یقین ۲۹۸
کلمۂ طیبہ ۲۹۹
اسلام میں داخل ہونے کا طریقہ ۳۰۰
کلمۂ توحید و رسالت ۳۰۰
انقلابی کلمہ ۳۰۱
باطل خداؤں پر ضرب کاری ۳۰۲
لا الٰہ الا اللہ ۳۱۲
محمد رسول اللہ ۳۰۲
کلمۂ طیبہ کی افادیت ۳۰۴
کلمۂ طیبہ خاتمۂ حاکمیت طاغوت ۳۰۵
مومنانہ سیرت و کردار ۳۰۶
مومن کا سودائے زندگی ۳۰۶
انصار اللہ سے مراد ۳۰۷
اہل ایمان کی ارتقائی منازل ۳۰
مومن ۳۰۸
مسلم ۳۰۸
متقی ۳۰۸
محسن ۳۰۸
انصار اللہ ۳۰۸
بندگی رب کا ایک جامع تصور ۳۰۹
رب ۳۰۹
دین ۳۰۹
شریعت ۳۰۹
انصار ۳۰۹
تشریعی عبادات ۳۰۹
اہل ایمان کی ذمہ داری ۳۱۰
قرآن کے چند اہم الفاظ کی تشریح ۳۱۲
ظالم ۳۱۲
فاسق ۳۱۳
کافر ۳۱۳
طاغوت ۳۱۴
شیطان ۳۱۵
آدمی کا اپنا نفس ۳۱۵
آدمی کے بیوی بچے ۳۱۵
آدمی کا اپنا دوست ۳۱۵
آدمی کی سوسائٹی۔ قوم ۳۱۵
آدمی کے پیشوا ۳۱۵
حکومت اور حکام ۳۱۵
پیغام سیرت کی قابل توجہ باتیں ۳۱۵
پیغام سیرت کا انسان مطلوب ۳۱
پیغام سیرت کے نزدیک اصل نیکی ۳۲۰

ساتواں باب

اسلامی معاشرہ کی تعمیر و تزئین ۳۲۱
مکارم اخلاق ۳۲۱
مقصد بعثت ۳۲۱
حسن اخلاق کی تعبیر ۳۲۳
اسوۂ رسولؐ ۳۲۳
حضرت معاذؓ کو نصیحت ۳۲۳
سادہ زندگی ۳۲۳
مکارم اخلاق کی بنیادیں ۳۲۴
اجزائے ایمان ۳۲۴
اسلامی عقائد۔ اللہ ۳۲۴
فرشتے ۳۲۷
حضرت جبرائیل ۳۲۷
حضرت میکائیل ۳۲۷
حضرت عزرائیل ۳۲۷
حضرت اسرافیل ۳۲۸
کراماً کاتبین ۳۲۸
منکر نکیر ۳۲۸
حضرت خضرؑ ۳۲۸
رسول ۳۲۹
آسمانی کتابیں ۳۳۱
یوم آخر ۳۳۳
عقائد باطلہ ۳۳۹
بہترین اسلام ۳۴۱
کامل ایمان ۳۴۱
نصف ایمان ۳۴۱
راس العقل ۳۴۱
حضورؐ کا حسن اخلاق ۳۴۱
اخلاق حسنہ ۳۴۱
عدل ۳۴۲
احسان ۳۴۲
صلہ رحمی ۳۴۲
فحشاء ۳۴۳
منکر ۳۴۳
بغی ۳۴۳
ایفائے عہد ۳۴۳

Marfat.com
Marfat.com

عفو و درگزر اور جاں بخشی ۳۴۴
شائستگی کا جواب شائستگی سے دینا ۳۴۵
ارکان اسلام ۳۴۶
کلمۂ طیبہ ۳۴۶
نماز ۳۴۷
روزہ ۳۵۰
زکوٰۃ ۳۵۱
حج ۳۵۴
اسراف کی ممانعت ۳۵۶
اکل حلال کا حکم ۳۵۶
مشرکانہ فال گیری ۳۶۰
توہم پرستانہ فال گیری ۳۶۰
قرض اور وصیت کی ادائگی ۳۶۱
پورے انصاف سے ناپ تول کرنا ۳۶۲
مکارم اخلاق پر حضورؐ کا خطاب ۳۶۳
خدا کی عطا کردہ نعمتوں پر اظہار تشکر ۳۶۶
نفع بخش تجارت ۳۶۷
آداب زندگی ۳۶۷
اللہ اور اسکے رسول کو مقدم رکھنا ۳۶۷
احترام رسولؐ ۳۶۸
والدین کے ساتھ حسن سلوک ۳۶۹
حضرت لقمان کی نصیحت ۳۶۹
اخلاقی برائیوں سے اجتناب ۳۷۰
ہنسی مذاق، طعنہ زنی ۳۷۱
بدگمانی، تجسس اور غیبت ۳۷۱
تنگ دلی ۳۷۱
انسان میں فطرتی تھڑدلاپن ۳۷۱
ناقابل اطاعت انسان ۳۷۲
معاشرتی برائیوں سے پرہیز ۳۷۲
قطع تعلقی کی مدت ۳۷۲
حقیقی مفلس اور کنگال ۳۷۲
غصہ پر قابو ۳۷۳
علامات نفاق ۳۷۳
فحش گوئی ۳۷۴
دورخاپن ۳۷۴
مومنوں میں مصالحت ۳۷۴
سب وشتم کرنے کی ممانعت ۳۷۵
اسلامی ضابطۂ اخلاق ۳۷۶
نکاح کیلئے موزوں ترین عورت ۳۷۶
نیک عورت ۳۷۷
اچھی اور نیک بیوی ۳۷۷
پاک دامن کتابیہ ۳۷۷
محرمات ۳۷۷
خاندان کا نگراں ۳۷۹
مصالحت ۳۷۹
طلاق کا مسنون طریقہ ۳۷۹
قذف کی سزا ۳۷۹
لعان ۳۸۰
شرک سے اجتناب ۳۸۰
بحیرہ ۳۸۳
سائبہ ۳۸۳
وصیلہ ۳۸۳
حام ۳۸۳
جھوٹی گواہی اور لغو چیزوں سے اجتناب ۳۸۴
کفارہ ۳۸۵
قتل خطا ۳۸۵
قسم توڑنے کا کفارہ ۳۸۵
ظہار سے رجوع ۳۸۵
ایام حج میں سر مونڈنا ۳۸۵
ایام حج میں شکار ۳۸۶
جوئے اور شراب کی ممانعت ۳۸۶
چوری کی سزا ۳۸۷
زنا کی سزا ۳۸۷
رہزنی، ڈکیتی اور باغیوں کی سزا ۳۸۸
سود کی حرمت ۳۹۰
راشی اور مرتشی پر لعنت ۳۹۰
پردے کا حکم ۳۹۱
استیذان کا حکم ۳۹۲
اسلامی معاشرے کے بنیادی حقوق ۳۹۲
انسانی جان کا تحفظ ۳۹۲
تحفظ ملکیت ۳۹۳
عزت و آبرو کی حفاظت ۳۹۵
نجی زندگی کا تحفظ ۳۹۵
شخصی آزادی ۳۹۷
عمل غیر سے برأت ۳۹۹
حصول انصاف کا حق ۳۹۹
ظلم کے خلاف صدائے احتجاج ۴۰۱
اظہار رائے کی آزادی ۴۰۱
ضمیر و اعتقاد کی آزادی ۴۰۲
اسلامی معاشرہ میں معیار فضیلت ۴۰۲
معاشی تحفظ کی ضمانت ۴۰۴

Marfat.com
Marfat.com

معاشی تحفظ اور خوشحالی … ۴۰۵
اسلامی ریاست کی ذمہ داریاں ۴۰۶
امر معصیت سے اجتناب ۴۰۷
آزادی تنظیم و اجتماع ۴۰۷
سیاسی زندگی میں شرکت ۴۰۸
آزادی نقل و حرکت و سکونت ۴۰۸
حق اجرت و معاوضہ ۴۰۹
ذمیوں کے حقوق کا تحفظ ۴۱۰
خدا کے ہاں بازپرس کا احساس ۴۱۱
یوم حساب ۴۱۱
حضرت ابوبکر صدیق رضؓ ۴۱۳
حضرت عمر رضؓ ۴۱۳
حضرت عمر بن عبدالعزیز ۴۱۴
داخلی احتساب ۴۱۵
ایک صالح معاشرہ ۴۱۶
دنیا کی زینتیں اور پاکیزہ چیزیں ۴۱۶
خلافت ارضی کا وعدہ ۴۱۷
دشمن پر غلبہ و برتری ۴۱۸
سکون قلب اور کشادہ معاش ۴۱۹
روشن مستقبل کی ضمانت ۴۲۱
دور حاضر میں اسلامی نظام ۴۲۶
انسان کا برپا کردہ فتنہ و فساد ۴۲۶
باطل نظام حکومت ۴۲۶
دین بادشاہی ۴۲۷
دین جمہوری ۴۲۷
دین اشتراکی ۴۲۷
اصلاح کی واحد صورت ۴۲۸
امت مسلمہ کی خوش قسمتی ۴۲۹
اسلامی نظام کے قیام میں حائل رکاوٹیں ۴۲۹
اسلامی نظام کیلئے صحیح طریق کار ۴۳۱
قائد تحریک اسلامی کے اوصاف ۴۳۲
پاکیزہ سیرت و کردار ۴۳۲
مالی ایثار ۴۳۳
مستقل مزاجی ۴۳۳
عالی ظرفی ۴۳۴
قول و فعل میں کامل مطابقت ۴۳۵
اسلامی مساوات ۴۳۵
خالص بندگی رب کی دعوت ۴۳۶
ایک صالح جماعت کی تشکیل ۴۴۰
انسانی معاشرہ کی تعمیر و اصلاح ۴۴۲
ملک کی زمام کار … ۴۴۳

آٹھواں باب

اسوۂ حسنہ سے مستفید ہونے والوں کی چند خصوصیات ۴۴۵
اللہ مرکز امید مومن ۴۴۶
خدا سے مدد ۴۴۶
خدا کی پناہ ۴۴۶
عذاب سے بچنے کی دعا ۴۴۷
سیاسی قوت و طاقت کیلئے دعا ۴۴۷
حضورؐ کی رقت آمیز دعا ۴۴۸
خدا کی معیت و رفاقت ۴۴۹
مشرک کی بدنصیبی ۴۵۰
مدد مانگنے کا طریقہ ۴۵۲
تقرب الٰہی ۴۵۵
تقرب الٰہی کا مسنون طریقہ ۴۵۸
صحابہ کرامؓ کا مرکز امید ۴۶۰
حضرت کعبؓ بن مالک ۴۶۱
حکم ماننے میں تساہل ۴۶۱
مدینہ میں پیچھے رہ جانیوالے ۴۶۱
غزوہ تبوک سے واپسی پر بازپرس ۴۶۱
حضرت کعب کی صدق بیانی ۴۶۲
صدق بیانی پر استقامت ۴۶۲
حضور کی تادیبی کاروائی ۴۶۲
حضورؐ کی نگاہ التفات ۴۶۲
دوست کی بے رخی ۴۶۳
شاہ غسان کی پیشکش ۴۶۳
بیوی سے علیحدگی ۴۶۳
توبہ قبول ہونے کی بشارت ۴۶۳
اسلامی اخوت کا منظر ۴۶۴
راہ خدا میں صدقہ ۴۶۴
خدا سے عہد ۴۶۴
سبق آموز باتیں ۴۶۴
مومن اور منافق کا فرق ۴۶۴
جہاد میں عدم شرکت ۴۶۵
فرض کی ادائیگی میں تساہل ۴۶۵
معاشرہ کا بہترین عملی مظاہرہ ۴۶۵
لیڈر ۴۶۵
پیرو ۴۶۶
پوری جماعت ۴۶۶
خدا پرستی کا مومنانہ کردار ۴۶۷

Marfat.com
Marfat.com

خدائے واحد پناہ گاہِ مومن ۴۶۷
بشری کمزوری ا.... ۴۶۸
خدا سے پرامید رہنے کا صلہ ۴۶۸
تمام برگزیدہ ہستیوں کی امید ۴۶۸
انبیاء علیہم السلام کی دعائیں ۴۶۹
دعائے آدمؑ و حواؑ ۴۶۹
دعائے نوحؑ ۴۶۹
دعائے ابراہیمؑ ۴۷۰
دعائے موسیٰؑ ۴۷۱
دعائے یوسف ۴۷۲
دعائے داؤدؑ و سلیمانؑ ۴۷۳
دعائے ایوبؑ ۴۷۴
دعائے زکریاؑ ۴۷۴
دعائے حضورؐ اکرم ۴۷۵
اہل ایمان کی دعائیں ۴۷۵
ذاتِ انبیاءؑ میں حکمت ۴۷۶
انبیاءؑ پر خدا کا خصوصی فضل و کرم ۴۷۷
فلاحِ اخروی ۴۸۰
یوم آخرت پر یقین محکم ۴۸۰
جوابدہی کا احساس ۴۸۰
رسولوں اور انکی امتوں سے بازپرس ۴۸۱
خدا کی گرفت کا خوف ۴۸۲
خدا کے ہاں دوہری سزا کا خوف ۴۸۲
تمام پیغمبروں سے جواب طلبی ۴۸۴
حضرت عیسیٰؑ سے جواب طلبی ۴۸۴
بدعتیوں سے اظہار نفرت ۴۸۵
قیامت میں حسب و نسب کی بے بسی ۴۸۶
آخرت کی کامیابی ۴۸۸
باشعور مومنوں کی آخرت پر ۴۹۱
جادو سے توبہ کرنیوالے ۴۹۲
کلمۂ حق کہنے والا مومن ۴۹۲
سبق آموز باتیں ۴۹۴
شہادتِ حق ۴۹۵
نصیحت آموز باتیں ۴۹۶
اللہ کا ذکر کثیر ۴۹۷
ذکر سے مراد ۴۹۷
قرآن ۴۹۷
رسول ۴۹۷
یاد ۴۹۸
اعمال صالحہ ۴۹۸
نصیحت ۴۹۸
خطبہ و نماز جمعہ ۴۹۸
اذکار مسنونہ ۴۹۸
خدا قادرِ مطلق ۴۹۹
سیدالاستغفار ۵۰۰
ہر چیز سے بچنے کی دعا ۵۰۰
کلمۂ رضا ۵۰۰
جب کسی دشمن سے خطرہ ہو ۵۰۰
غم و الم اور بے چینی کی حالت ۵۰۱
شفائے مرض و تکلیف ۵۰۱
قرض سے بچنے کی دعا ۵۰۱
غیر نافع چیزوں سے بچنے کیلئے ۵۰۱
نعمت و عافیت کیلئے ۵۰۲
حسن عبادت کے لئے ۵۰۲
نومسلم کی دعا ۵۰۲
اسمائے حسنیٰ ۵۰۲
ذکر کثیر کا مطلب ۵۱۲
ذکر الٰہی میں شفاء ۵۱۳
ذکر اکبر ۵۱۴
نماز ۵۱۴
خدا کی یاد ۵۱۴
ذکر کثیر ۵۱۵
ذکر الٰہی کا ایک جامع تصور ۵۱۵
اسوۂ حسنہ اور ذکر کثیر ۵۱۷
لمحۂ فکریہ ۵۱۹
نصیحت آموز سبق ۵۲۰
یوم حشر کی بازپرس ۵۲۱
یوم حساب ۵۲۴
اتباعِ اسوۂ حسنہ ضمانت فوز و فلاح ۵۲۵
کتابیات ۵۲۷

Marfat.com
Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرضِ مؤلّف

حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلّم کی سیرت طیبہ ایک بحرِ بیکراں اور ایک لامتناہی سمندر کی حیثیت رکھتی ہے۔ آپؐ کی سیرت لکھنے والے بیشمار انسان ہیں کچھ تو وُہ ہیں جنہوں نے عقیدت کی نگاہ اور محبت کے جذبے سے آپؐ کی سیرتِ طیبہ کو قلم بند کیا ہے۔ کچھ وُہ ہیں جنہوں نے آپؐ کی سیرتِ طیبہ کو دنیائے انسانیت کے لیے آبِ حیات اور فلاحِ اُخروی خیال کرتے ہُوئے تحریر کیا ہے۔ کچھ وُہ ہیں جنہوں نے آپؐ کی سیرت کو اِس لیے لکھا کہ انسان کو اپنا وُہ اصل مقصدِ زندگی معلوم ہو سکے۔ جس کے لیے وُہ دُنیا میں آیا ہے اور یہ حقیقت ہے کہ آج دُنیائے انسانیت کو اگر صحیح مقصدِ زندگی معلوم ہو سکتا ہے تو وُہ صرف اور صرف آپؐ ہی کی سیرتِ طیّبہ سے معلوم ہو سکتا ہے

۲۔ آپؐ کی سیرتِ طیّبہ ہی وُہ اصل نظامِ زندگی ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک بندے کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ صحیح اور مضبوط تعلق کیا ہے اور کیسے ہونا چاہیے۔ انسان دُنیا میں کس مقصد کے لیے آیا ہے۔ وُہ مقصد کیسے حاصل کر سکتا ہے اور اگر وُہ مقصد حاصل نہیں کرتا تو پھر اُسے کیا نقصان ہوگا اور وُہ کن مشکلات سے دوچار ہوگا پھر آپؐ کی سیرتِ طیبہ اس بات کی بھی نشاندہی کرتی ہے کہ یہ دُنیا انسان کے لیے سیر گاہ نہیں بلکہ امتحان گاہ ہے اور انسان کو جو یہاں زندگی گذارنے کا وقت ملا ہے۔ وُہ بطورِ تفریح نہیں بلکہ وُہ اس کے لیے مدّتِ امتحان ہے اور انسان کو دُنیا میں جو اختیارات، قوتیں اور صلاحیتیں دی گئی ہیں۔ اور جو نعمتیں اُسے مختلف شکلوں میں دی گئی ہیں۔ وُہ اس کے لیے پرچہ ہائے امتحان ہیں۔ امتحان کے ان پرچوں کو حل کرنے کا صحیح طریقہ بھی آپؐ ہی کی سیرتِ طیّبہ سے معلوم ہو سکتا ہے۔

۳۔ میرے پیشِ نظر بھی یہی مقصد ہے کہ رسولِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی سیرتِ طیّبہ نے

Marfat.com
Marfat.com

انسان کا جو مقصدِ زندگی متعین کیا ہے اسے سمجھا جائے اور صرف اُسی کو اپنی پوری زندگی کا نصب العین بنایا جائے تاکہ دُنیا میں بھی خُدا کی رضا حاصل ہو سکے۔ اور آخرت میں بھی اس کی رضا کا ابدی مقام جنّت الفردوس کی شکل میں مل سکے۔

۴۔ "اُسوۂ حسنہ" سے مُراد حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم کی وُہ حیاتِ طیّبہ ہے۔ جو آپؐ نے بعثت کے بعد بحیثیت رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) بسر کی۔ آپؐ کی اس زندگی کو اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان کے لیے اسوۂ حسنہ اور بہترین نمونۂ زندگی قرار دیا ہے، جیسا کہ قرآن میں ذکر کیا گیا ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَ الْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَ ذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ۝ (الاحزاب۔ ۲۱)

درحقیقت تم لوگوں کے لیے اللہ کے رسُولؐ میں ایک بہترین نمونہ ہے۔ ہر اس شخص کے لیے جو اللہ اور یوم آخرت کا اُمیدوار ہو۔ اور کثرت سے اللہ کو یاد کرے۔

اگرچہ یہ آیت جنگ احزاب کے موقع پر نازل ہوئی تھی مگر اس آیت کا مفہوم عام ہے اور اس کے منشاء کو کسی ایک معنی کے لیے محدود رکھنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ رسولؐ کی زندگی کو مسلمانوں کے لیے مطلقاً نمونہ قرار دیتا ہے۔ لہٰذا اس آیت کا مقتضیٰ یہ ہے کہ مسلمان ہر معاملہ میں آپؐ کی زندگی کو اپنے لیے نمونے کی زندگی سمجھیں اور اس کے مطابق اپنی سیرت و کردار کو ڈھالیں۔ اگر اس آیت میں تدبّر اور غور و خوض کیا جائے تو یہ پورے قرآن کا خلاصہ معلوم ہوتی ہے اور پورا قرآن اس کی تفسیر و تشریح معلوم ہوتا ہے۔

۵۔ حضورِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی سیرتِ طیّبہ کے موضوع پر اس سے قبل بیشمار تصانیف منظرِ عام پر آچکی ہیں۔ اب میرے پیشِ نظر محض ان میں ایک مزید تصنیف کا اضافہ کر دینا نہیں ہے۔ بلکہ میں نے اسے چند وُجوہ کی بنا پر لکھا ہے۔ جن میں سے ایک کا ذکر تو میں نے پہلے کر دیا ہے۔ دُوسری وجہ یہ ہے کہ قرآن کی روشنی میں سیرت کے چند اُن پہلوؤں کی

Marfat.com
Marfat.com

وضاحت کی جائے جن کی طرف یہ آیت اشارہ کر رہی ہے اور ایک تیسری وجہ یہ بھی ہے کہ مجھے خدا کے فضل سے پاکستان کے ایک پسماندہ ضلع کی دیہاتی اور ناخواندہ آبادی میں گزشتہ دس بارہ سال سے تحریکِ اسلامی کا کام کرنے کا موقع ملا ہے۔ تحریکِ اسلامی کا یہ کام زیادہ تر وعظ و تبلیغ اور درسِ قرآن و حدیث کے ذریعہ ہوتا تھا۔ جس سے مقصد عوام کو خدا کے دین سے رُوشناس کرانا اور اُنہیں عمل پر اُبھارنا تھا۔ اِس دوران مجھے محسوس ہوا کہ ہمارے عوام خصوصاً دیہاتی بھائی حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیدت و محبت تو بہت زیادہ رکھتے ہیں۔ مگر اُن کی اکثریت آپؐ کے اُسوۂ حسنہ کے اُن قابلِ تقلید پہلوؤں سے بالکل ہی نابلد اور ناآشنا ہے جن کے بارے میں ایک مسلمان کو شب و روز ضرورت پڑتی ہے اور جن پر عمل کیے بغیر کوئی شخص سچا مومن نہیں ہوسکتا۔ اور وُہ یہ ہیں:

(۱) حضورؐ کا اسوۂ حسنہ

(۲) بعثت کا مقصد

(۳) مقام و منصب رسالت

(۴) خصوصیات سیرت طیبہ

(۵) خصوصیات پیغام سیرت

(۶) پیغام سیرت

(۷) پیغام سیرت کے آئینہ میں ایک اسلامی معاشرہ کی تعمیر و تزئین

(۸) اسوۂ حسنہ سے استفادہ کرنیوالوں کی خصوصیات

۶۔ اس کتاب کے لکھنے کی چوتھی وجہ یہ بھی ہے کہ جب سے ہمارے مُلک میں اسلامی نظام کی پیش رفت ہوئی ہے۔ اس کے ساتھ ہی سیرتِ طیبہ خصوصاً اس کے محولہ بالا پہلوؤں کی تو اور بھی زیادہ ضرورت محسوس ہونے لگی ہے۔ کیونکہ اب تو عوام میں بھی یہ تمنا پیدا ہونے لگی ہے کہ وُہ اُس داعیٔ حق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ سے اچھی طرح متعارف

Marfat.com
Marfat.com

آگاہ ہوں۔ جس نے آج سے چودہ سو سال قبل اسلامی نظام قائم و نافذ کر کے دُنیائے انسانیت کے سامنے اس کے قابلِ عمل ہونے کا بہترین ثبوت دیا تھا اور اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق ایک ایسی ریاست کی تشکیل کی تھی۔ جس میں اسلام کا مکمل ضابطۂ حیات نافذ تھا۔ یہ ریاست اسلامی نظام کے لیے ایک ایسی تجربہ گاہ بنی۔ جس کے بہترین نتائج و اثرات صدیوں تک قلوبِ انسانی کے لیے باعثِ کشش بنے رہے۔ اور یہ امر واقعہ ہے کہ آپؐ کے ہاتھوں قائم کردہ اسلامی نظام کی مثال آج تک کسی دوسرے نظام نے پیش نہیں کی۔

۷۔ پانچویں وجہ یہ بھی ہے کہ اب تو حضورِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلّم کا یومِ ولادت بھی بڑے عزت واحترام کے جذبے سے نہ صرف عوام بلکہ خود حکومت کی سطح پر بھی منایا جانے لگا ہے۔ یہ درست ہے کہ اس طرح آپؐ کے ساتھ عقیدت و محبت کا اظہار ایک جذبے کی حد تک تو ضرور ہو جاتا ہے۔ مگر اس کے ساتھ ساتھ جو کچھ ریڈیو ٹیلیویژن اور دیگر تقریبات سیرت میں پیش کیا جاتا ہے۔ اُسمیں حضورؐ کے اُس دعوتی و عملی کردار پر بہت کم روشنی ڈالی جاتی ہے۔ جس کا تعلق عوام کی عملی زندگی کے ساتھ بڑا ہی گہرا ہے حالانکہ اگر اُسے اِن پروگراموں میں پُورے خلوص کے ساتھ اُجاگر کیا جائے تو یقیناً ہمارے عوام اور دیہاتی بھائیوں میں بھی وُہ جذبہ فداکاری اور اتباعِ اُسوۂ حسنہ پیدا ہونے لگے جو آپؐ کی عقیدت و محبت کے سلسلہ میں ایسی تقریبات منانے سے اصل مقصود ہے۔ چنانچہ اسی مقصد کو پُورا کرنے کے لیے یہ کتاب مرتب کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

۸۔ اس کتاب کے لکھنے کی ایک وجہ یہ بھی پیشِ نظر رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اب پندرھویں صدی کا آغاز ہو چکا ہے۔ ہماری دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے عالمِ اسلام کے اتحاد و اتفاق اور اسلامی نظام کے غلبہ و نفاذ کی صدی بنائے اور فی الواقع یہ صدی علامہ اقبالؒ کے اِس شعر کی مصداق ثابت ہو ؎

شب گریزاں ہو گی آخر جلوۂ خورشید سے
یہ چمن معمور ہو گا نغمۂ توحید سے

Marfat.com
Marfat.com

اس پندرھویں صدی کے ساتھ ہی اب اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اِس اُمتِ مُسلمہ کی افرادی قوت میں بھی کافی اضافہ ہو چکا ہے۔ دُنیا میں اب اِس کی تعداد تقریباً ایک ارب تک پہنچ چکی ہے اِس کی تقریباً چالیس سے بھی زیادہ حکومتیں معرضِ وجود میں آچکی ہیں۔ اور مادّی لحاظ سے بھی یہ تقریباً خودکفیل ہو چکی ہے۔ اسلیے اب اس پر فریضۂ شہادتِ حق کا ادا کرنا پہلے سے بھی کہیں زیادہ ضروری ہو گیا ہے کہ یہ ایک طرف تو اپنے اندر اتحاد و اتّفاق پیدا کر کے عالمِ اسلام کا ایک مضبوط حزبِ اسلامی (اسلامی بلاک) بنائے۔ دُوسری طرف یہ اپنے اخلاق و اطوار اُسوۂ حسنہ کے مطابق بناتے ہُوئے اپنی آزاد حکومتوں میں فوری طور پہ اسلامی نظام کا نفاذ کرے اور تیسری طرف یہ حضورؐ کے اُسوۂ حسنہ کے عالمگیر علمی و انقلابی پہلوؤں کو تمام نوعِ انسانی کے سامنے پیش کر کے اتمامِ حجّت کا فریضہ سرانجام دے۔ چنانچہ اس مقصد کے پیشِ نظر اور پندرھویں صدی کا خیر مقدم کرتے ہُوئے، میں تمام دُنیائے انسانیت کی خدمت میں ایک ایسا پُرخلوص ہدیہ تبریک پیش کر رہا ہُوں۔ جس میں ان کی تمام فکری و اعتقادی اور قولی و فعلی اور رُوحانی و اخلاقی امراض کا ایک شفا بخش تریاق موجود ہے اور وُہ ہے حضورِ اکرم صلّے اللہ علیہ وسلّم کا "اُسوۂ حَسَنَہ" جس کے بعض پہلوؤں کو اس کتاب میں اختصار کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ میرا ایمان و یقین ہے کہ اگر وُہ اسے صدقِ دل سے قبول کریں۔ اور اسے اپنی تمام اخلاقی و رُوحانی امراض پر آزمائیں تو اللہ تعالیٰ ضرور اُنہیں شفائے کاملہ عطا فرمائے گا کیونکہ یہ ایک ایسا مجرّب نسخہ ہے کہ اسے جب بھی کسی فرد، گروہ اور قوم و ملّت نے پُورے خلوص کے ساتھ استعمال کیا ہے تو اُسے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ایک صحت مند زندگی نصیب ہوئی ہے اور اس کے ساتھ ہی اُسے سکونِ قلب کی لازوال دولت بھی حاصل ہوئی ہے۔

۹۔ یہ ہیں وُہ چند بڑی بڑی وجوہ جو اس کتاب کی تصنیف کا باعث بنی ہیں۔ یہاں ان وُجوہ کی روشنی میں پُوری تفصیل سے آپؐ کے اُسوۂ حسنہ کے تمام پہلوؤں کو واضح کرنا۔ اور وُہ بھی ایک مختصر سی کتاب میں بہت مُشکل تھا۔ البتّہ اس کتاب "اُسوۂ حَسَنَہ" میں سیرتِ طیّبہ

Marfat.com
Marfat.com

کے بعض اُن اہم اور ضروری پہلوؤں کو اختصار کے ساتھ پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ جن کی ہر مسلمان کو بالعموم اور تحریکِ اسلامی کے کارکنوں کو بالخصوص شب و روز ضرورت پڑتی رہتی ہے۔ میری یہ کوشش کہاں تک بار آور ہوئی ہے۔ اس بارے میں صحیح اور درست رائے تو وُہی حضرات قائم کر سکیں گے جن کے زیرِ مطالعہ یہ کتاب آئے گی۔ البتہ اُن سے میری گزارش ہے کہ اگر وُہ اس میں کوئی کمی محسوس کریں یا اُن کے پاس کوئی مفید مشورہ یا تجویز ہو تو اس عاجز کو اس سے ضرور آگاہ فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت کے وقت اُسے مدِ نظر رکھا جائے۔

۱۰۔ میں اپنے اُن رفقائے گرامی خصوصاً جناب سید اسعد گیلانی ایم۔ اے، مولٰینا نصر اللہ خاں خازن، سید فیاض احمد شیرازی ایڈووکیٹ اور علامہ محمد شفیع منیر کا بے حد ممنون ہوں۔ جن کے قابلِ قدر تعاون اور پرخلوص مشوروں سے یہ کتاب قابلِ اشاعت ہو سکی۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالٰی ان سب کو اجرِ عظیم سے نوازے اور ہم سب کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا کرے اور اسے ہماری اخروی زندگی کے لئے بہترین زادِ راہ بنائے۔ آمین ثم آمین

وَمَا تَوْفِيْقِيْ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ

محمد شریف قاضی

۱۴ شعبان ۱۴۰۱ھ

Marfat.com
Marfat.com

طبعِ ثانی

۱۔ اس کتاب کا پہلا ایڈیشن بہت جلد ختم ہو گیا ہے۔ الحمد للہ عام پڑھے لکھے طبقہ میں اس کی مانگ روز بروز بڑھتی جا رہی ہے۔ خصوصاً اقامت دین کا فریضہ سر انجام دینے والوں میں تو اسے بے حد پذیرائی ہو رہی ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے اپنی بارگاہ میں بھی شرف قبولیت بخشے۔

۲۔ اس طبع ثانی میں حسب ذیل چند امور کی طرف خصوصی توجہ دی گئی ہے۔

(۱) اس کتاب کے ٹائٹیل پر "صدارتی انعام یافتہ کتاب" کے الفاظ لکھ دیئے گئے ہیں

(۲) اس کے پہلے ایڈیشن پر نظر ثانی کر کے بعض مقامات پر ضروری ترمیم و اضافہ بھی کر دیا گیا ہے۔

(۳) اس دفعہ کاغذ، طباعت اور جلد بندی کا خاص خیال رکھا گیا ہے۔

(۴) اہل علم حضرات کی طرف سے وصول کردہ تبصروں کا خلاصہ بھی شائع کر دیا گیا ہے۔ تاکہ قارئین کرام ان کی رائے سے آگاہ ہو سکیں۔

۳۔ قارئین حضرات سے گزارش ہے کہ اگر انھیں اس نظر ثانی شدہ ایڈیشن کے بارے میں بھی کوئی خلا یا سقم محسوس ہو تو وہ ضرور اس سے بھی آگاہ فرمائیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اسے دور کیا جا سکے۔

محمد شریف قاضی

۲۲ شعبان ۱۴۰۳ھ

Marfat.com
Marfat.com

اہلِ علم کے تبصرے

۱۔ نہایت مسرت سے تصدیق کی جاتی ہے کہ جناب راجہ محمد شریف قاضی صاحب کی تالیف کردہ کتاب اسوۂ حسنہ برزبان اردو کتب سیرت النبی ﷺ کے قومی مقابلے برائے سال ۱۴۰۳ھ / ۱۹۸۲ء میں انعام کی مستحق قرار پائی ہے اور مؤلف موصوف کو مبلغ پندرہ ہزار روپے حکومت پاکستان کی طرف سے بطور انعام دیئے گئے۔ بحوالہ چٹھی ......

وزارتِ امور مذہبی حکومتِ پاکستان اسلام آباد نمبر ۱ (۱۲) اے ڈی ایس، آر اینڈ آر / ۸۲ مورخہ ۱۲ ربیع الاول ۱۴۰۳ھ

۲۔ کتاب "اسوۂ حسنہ" مرتب کردہ از محمد شریف قاضی بہت مفید ہے۔ اس لیے اسے بھی اُن کتابوں کی فہرست میں شامل کر لیا جائے جو تعلیمی اداروں اور کالجوں کی لائبریریوں میں اساتذہ کی طلبہ کی تعلیم و تربیت کے لیے خریدی جاتی ہیں۔ گورنمنٹ آف پاکستان منسٹری آف ایجوکیشن اسلام آباد مراسلہ نمبر TE-۸۲/۵۵۰ مورخہ ۳ رمارچ ۱۹۸۲ء

۳۔ یہ کتاب حضور ﷺ کی سیرت کو دعوتی اور تحریکی انداز میں پیش کرنے کی ایک اچھی کوشش ہے۔ تحریک اسلامی کے کارکنوں کے لیئے یہ ایک مفید کتاب ہے۔

قاضی حسین احمد صاحب قیم تحریک اسلامی پاکستان منصورہ ـــ لاہور

۴۔ میرے نزدیک یہ کتاب تحریک اسلامی کے کارکنوں اور عامۃ المسلمین کے لیئے نہایت مفید ہے۔ اسے تحریک اسلامی کے لٹریچر کا ایک حد تک خلاصہ کہا جا سکتا ہے۔ اور تحریک اسلامی کے کارکنوں کے لیئے اسے گائیڈ بک کی حیثیت حاصل ہے۔ مولانا فتح محمد صاحب مہتمم مرکز علوم اسلامیہ منصورہ ـــ لاہور

۵۔ کتاب "اسوۂ حسنہ" ایک مخلصانہ کوشش اور قاضی صاحب کے علمی ذوق اور حضور اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ سے گہری محبت اور عقیدت کی مظہر ہونے کے ساتھ ساتھ اسلام کے ادبی سرمائے میں بھی ایک گراں قدر اضافہ ہے۔ سید اسعد گیلانی صاحب منصورہ ـــ لاہور

۶۔ قاضی صاحب نے کتاب "اسوۂ حسنہ" تالیف کر کے اپنے عام پڑھے لکھے بھائیوں کے لیئے بڑا بے نظیر

83869

Marfat.com
Marfat.com

تحفہ تیار کر دیا ہے۔ آنحضورؐ نے لوگوں کے عقائد اور سیرت و کردار میں کیا تبدیلی پیدا کی اور خود اپنی زندگی کا کیا نمونہ پیش فرمایا۔ یہ سب باتیں بڑی شرح و بسط کے ساتھ اس میں بیان کر دی گئی ہیں اور کمال یہ ہے کہ قرآن و حدیث کی روشنی میں پیش کی گئی ہیں۔ میں عام پڑھے لکھے بھائیوں سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ خود بھی اسے پڑھیں اور اپنے احباب کو بھی پڑھنے کیلئے دیں۔ مولینا محمد نصراللہ خاں صاحب خازن۔ گجرات

۷۔ یہ کتاب انسانی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر اسلامی نظریات کی روشنی میں بڑی گراں قدر معلومات مہیا کرتی ہے اس سے ایک عام مسلمان بھی استفادہ کر سکتا ہے جب کہ اس کی جامعیت تحریک اسلامی کے کارکنوں اور داعیان حق کے لئے بہترین گائیڈ بک ثابت ہو سکتی ہے۔ حافظ محمد ادریس صاحب ڈائریکٹر اسلامک مشن افریقہ نیروبی

۸۔ اس کتاب میں قاضی صاحب نے کارکنانِ تحریکِ اسلامی، داعیانِ حق اور متلاشیانِ مقصدِ حیات کے لئے بہت کچھ جمع کر دیا ہے۔ یہ کتاب ان کے جذبۂ دینی، خلوص، محبت اور لگن کی سچی آئینہ دار ہے۔

علامہ عنایت اللہ گجراتی خطیب پاکستان۔ منڈی بہاؤالدین گجرات

۹۔ قاضی صاحب نے کتاب "اسوۂ حسنہ" کو جس انداز سے تدوین و تالیف کیا ہے۔ وہ بہت ہی مفید اور موثر ہے۔ مجھے تو ہر صفحہ پر قاضی صاحب کا اخلاص اور دینی جذبہ جھلکتا ہوا نظر آ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے مسلمانوں کیلئے ہدایت اور حضورؐ کے اسوۂ حسنہ کی پیروی کا ذریعہ بنائے اور قاضی صاحب کو اس علمی اور ادبی خدمت کا بہترین ہدیہ دارین عطا فرمائے۔ مولینا مفتی سید سیاح الدین صاحب کاکاخیل رکن اسلامی مشاورتی کونسل

۱۰۔ کتاب "اسوۂ حسنہ" میری نظر میں جامع بھی ہے مدلل اور تحقیقی بھی ہے۔ آسان و سلیس زبان کی وجہ سے عام فہم بھی ہے۔ امید ہے کہ کالجوں کے طلبہ، اساتذہ اور عام پڑھے لکھے مسلمان اس سے بھرپور استفادہ کریں گے۔ عربی مدارس کے طلبہ اور اساتذہ کیلئے بھی یہ مفید ثابت ہو گی۔

مولانا گوہر رحمان صاحب مہتمم و شیخ الحدیث دارالعلوم تفہیم القرآن مردان

۱۱۔ محترم قاضی صاحب نے کتاب "اسوۂ حسنہ" میں قرآن مجید کی روشنی میں سیرت طیبہ کے مختلف پہلوؤں کی وضاحت بڑے خوبصورت انداز میں فرمائی ہے جس کے لئے وہ مبارکباد کے مستحق ہیں۔ یہ کتاب سیرت اور مقام سیرت کو سمجھنے کے لئے بہترین مواد مہیا کرتی ہے۔ کلمہ طیبہ جو کہ حضورؐ کے پیغام کا مرکز و محور ہے کی تشریح کتاب کے قریباً ہر باب میں بڑے دل نشین انداز میں کی گئی ہے۔ عام پڑھے لکھے مسلمانوں اور خاص طور پر اسلامی انقلاب کی تڑپ رکھنے والے نوجوانوں کیلئے اس کا مطالعہ کرنا انتہائی مفید ہے

چوہدری نثار احمد صاحب ایڈووکیٹ ــــ گجرات

Marfat.com
Marfat.com

۱۲۔ اردو زبان میں سیرت پر بہت کچھ لکھا گیا ہے اور زیر نظر کتاب اس میں ایک خوشگوار اضافہ ہے۔ زبان بے حد سادہ اور سلیس ہے۔ مؤلف نے بیجا موشگافیوں، متنازعہ مسائل اور غیر ضروری نکتہ آفرینی سے احتراز کیا ہے اور عملی زندگی کے متعلق سیدھی سیدھی باتیں بیان کی ہیں۔ عام پڑھے لکھے لوگوں کیلئے سیرت کی یہ کتاب ایک انمول تحفہ ہے۔ اردو ڈائجسٹ شمارہ اپریل ۱۹۸۲ء از محسن فارانی

۱۳۔ کتاب "اسوۂ حسنہ" میں حضورؐ کے منصب کا صحیح تصور دلایا گیا ہے اس میں واقعات واحوال کے ساتھ ساتھ دینی احکام اور شرعی کاروائیوں کو بھی نمایاں کیا گیا ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ عیسائیوں نے جس غلو سے کام لیا تھا اور جس کے اثرات مسلمانوں میں بھی پھیلے ہیں۔ اس سے یہ کتاب بالکل محفوظ ہے۔

ماہنامہ ترجمان القرآن شمارہ اپریل ۱۹۸۲ء از نعیم صدیقی صاحب

۱۴۔ اس کتاب میں تحریک اسلامی کے ایک کارکن کی تمام دعوتی ضروریات کو مدنظر رکھا گیا ہے اور سیرت کے ذریعے سے اسلامی زندگی کے مختلف پہلوؤں کی خصوصیات کو اس طرح اجاگر کیا گیا ہے۔ کہ عام قاری اور تحریک اسلامی کے کارکن کے سامنے اُس مطلوبہ زندگی کی تصویر ابھر آئے جس کیلئے حضورؐ کی بعثت ہوئی تھی

مدیر ہفت روزہ ایشیا مارچ ۱۹۸۲ء چوہدری غلام جیلانی صاحب

۱۵۔ کتاب "اسوۂ حسنہ" میں مضامین کی جدت اور ترتیب کا حسن بعض پہلوؤں سے نہایت عمدہ اور قابل تحسین ہے۔ اس میں عقیدہ اور عقیدت، محبت اور اطاعت دونوں شانہ بشانہ نظر آتی ہیں۔

سید خورشید احمد گیلانی جامع الفتح حافظ آباد گوجرانوالہ

۱۶۔ کتاب ماشاءاللہ تفہیم القرآن کا کامیاب عکس ہے

مولٰنا خلیل احمد حامدی صاحب مجمع المعارف اسلامیہ۔ منصورہ۔ لاہور

۱۷۔ یہ کتاب سیرت طیبہ کے موضوع پر عام فہم اور اچھوتے انداز میں مرتب کی گئی گراں قدر کوشش ہے جو عام پڑھے لکھے حضرات کے لئے نعمت غیر مترقبہ ہے۔ جناب قاضی صاحب نے بکھرے ہوئے موتی یکجا کر کے پرو دیئے ہیں اور نہایت خوبی کے ساتھ مہکتے پھولوں کا ایک گلدستہ سجا دیا ہے۔ بحیثیت مجموعی کتاب بہت خوب ہے اور اس قابل ہے کہ اُسے بار بار پڑھا جائے۔ مولٰنا محمد سلطان عاصم نعمانی صاحب منصورہ لاہور

ان کے علاوہ اور بھی کئی اہم تبصرے وصول ہوئے ہیں جو کتاب میں جگہ کی کمی کی وجہ سے شائع ہونے سے رہ گئے ہیں۔ انشاءاللہ آئندہ ایڈیشن میں ان کو بھی شائع کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

Marfat.com
Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضورؐ کا اسوۂ حسنہ از قرآن

۱۔ اسم مبارک مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰہِ (الفتح - ۲۹)

حضرت محمد رسول اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں[1]

۲۔ خلق عظیم وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ (ن - ۴)

اور بے شک تم اخلاق کے بڑے مرتبے پر ہو۔

۳۔ مقصد زندگی قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (الانعام ۱۶۳)

کہو، میری نماز، میرے تمام مراسم عبودیت، میرا جینا اور میرا مرنا سب کچھ اللہ رب العالمین کے لیے ہے۔

۴۔ معیارِ حق فَلَا وَرَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَهُمْ ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ وَیُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا - (النساء - ۶۵)

نہیں اے محمدؐ، تمہارے رب کی قسم یہ کبھی مومن نہیں ہو سکتے جب تک اپنے باہمی اختلاف میں یہ تم کو فیصلہ کرنے والا نہ مان لیں، پھر جو کچھ تم فیصلہ کرو۔ اس پر اپنے دلوں میں کوئی تنگی نہ محسوس کریں۔ بلکہ سربسر تسلیم کر لیں۔

۵۔ اُسوۂ حسنہ واجب الاطاعت لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ لِّمَنْ کَانَ یَرْجُوا اللّٰہَ وَالْیَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَکَرَ اللّٰہَ کَثِیْرًا ط (الاحزاب - ۲۱)

درحقیقت تم لوگوں کے لیے اللہ کے رسول میں ایک بہترین نمونہ ہے۔ ہر اُس شخص کے لئے جو اللہ اور یوم آخر کا امیدوار ہو اور کثرت سے اللہ کو یاد کرے۔

۶۔ مقام و منصب (۱) قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یُوْحٰٓی اِلَیَّ اَنَّمَآ اِلٰهُکُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ج فَمَنْ کَانَ یَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْیَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا یُشْرِکْ بِعِبَادَۃِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا (الکہف)

اے نبیؐ، کہو کہ میں تو ایک انسان ہوں تم ہی جیسا، میری طرف وحی کی جاتی ہے۔ کہ تمہارا خدا بس ایک ہی خدا ہے، پس جو کوئی اپنے رب کی ملاقات کا امیدوار ہو اُسے چاہیے کہ نیک عمل کرے اور بندگی میں اپنے رب کے ساتھ کسی اور کو شریک نہ کرے۔

---

[1] اس کتاب کے اکثر مقامات پر قرآنی آیات کا اردو ترجمہ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کے ترجمۂ قرآن مجید سے نقل کیا گیا ہے۔ جو بامحاورہ ہونے کے علاوہ عام فہم بھی ہے

Marfat.com
Marfat.com

(۲) مَاكَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ط وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا (الاحزاب - ۴۰)

(لوگو، محمدؐ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں بلکہ وہ اللہ کے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں اور اللہ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔

(۳) هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ (التوبۃ - ۳۳)

وہ اللہ ہی ہے جس نے اپنے رسول (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تاکہ اُسے پوری جنس دین پر غالب کر دے۔ خواہ مشرکوں کو یہ کتنا ہی ناگوار ہو۔

۷۔ ادب واحترام

۱۔ اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ (الاحزاب)

بلاشبہ نبیؐ تو اہل ایمان کے لئے اُن کی اپنی ذات پر مقدم ہے اور نبی کی بیویاں ان کی مائیں ہیں

۲۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ (الحجرات -- ۲۰)

اے لوگو! جو ایمان لائے، اپنی آوازوں کو نبی کی آواز سے بلند نہ کرو اور نہ نبی کے ساتھ اونچی آواز سے بات کرو۔ جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے سے کرتے ہو کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارا کیا کرایا سب غارت ہو جائے۔ اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔

۳۔ اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ (الحجرات - ۴)

اے نبیؐ، جو لوگ تمہیں حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں۔ ان میں سے اکثر بے عقل ہیں۔

۸ حکم درود وسلام

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ط يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا (۵۶ الاحزاب)

اللہ اور اُس کے فرشتے نبیؐ پر درود بھیجتے ہیں، اے لوگو جو ایمان لائے ہو۔ تم بھی اُن پر درود وسلام بھیجو۔

۹ حضورؐ کے لئے دعائے رحمت وسلامتی

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ (الحدیث)

اے اللہ ہمارے سردار حضرت محمدؐ اور آپؐ کی آل اور صحابہ کرام پر رحمت وسلامتی اور برکت نازل فرما۔

Marfat.com
Marfat.com

پہلا باب

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مختصر حالاتِ زندگی

اِس باب میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مختصر حالاتِ زندگی بیان کیے جاتے ہیں۔ تاکہ وُہ خیر البشر، سید الرسل اور خاتم الانبیاء جنہیں اللہ تعالیٰ نے تمام نوعِ انسانی کے لئے رسُول، ہادی، راہنما، قابلِ تقلید اور بہترین نمونۂ انسانیت بنا کر بھیجا تھا اور جن کے اُسوۂ حسنہ کے بعض پہلو اس کتاب کی زینت بنے ہیں، اُن کے مختصر حالاتِ زندگی اور بعثت کے متعلق چنداں آگاہی ہو جائے۔

۱۔ ظہورِ قُدسی کے وقت حالاتِ عرب و عجم:

حضورِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا ظہورِ قُدسی ایسے حالات میں ہُوا جب کہ پُوری دُنیائے انسانیت مختلف تاریکیوں میں ڈوبی ہوئی تھی۔ ایک طرف وحشت و بربریت کا دَور دورہ تھا تو دُوسری طرف شرک و بُت پرستی کی سڑانڈ[۱] سے فضائے عالم متعفّن اور بدبُودار ہو چکی تھی۔ مصر اور ہندوستان، بابل اور نینوا، یونان اور چین جہاں کبھی تہذیب و تمدّن کی شمعیں فروزاں تھیں مگر اب وُہ گُل ہو چکی تھیں اگرچہ رُومی اور ایرانی تمدّنوں کا طوطی بول رہا تھا اور اُن کی ظاہری چمک دمک نے بظاہر آنکھوں کو خیرہ کر رکھا تھا مگر درحقیقت وہاں بھی جنگل ہی کا قانون نافذ تھا۔ حکمران لوگوں کے خدا بنے بیٹھے تھے۔ پھر ایک طرف اگر اُن کے ساتھ جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کا گٹھ جوڑ تھا تو دُوسری طرف اُن کے ساتھ مذہب کے اجارہ داروں نے اپنی ملی بھگت قائم کر رکھی تھی۔ اس تِگڈم[۲] نے عوام کا گلا اس طرح دبوچ رکھا تھا کہ یہ ایک طرف

---

[۱] ۔ بدبو، گندگی۔ [۲] ۔ تین چیزوں یا آدمیوں کا میل۔ ملی بھگت یا گٹھ جوڑ۔

Marfat.com
Marfat.com

اُن سے خراج، رشوتیں اور نذرانے وصول کرتے تھے تو دوسری طرف اُن سے جانوروں کی طرح کام لیتے تھے۔ یہ سب اپنی اپنی حرص و ہوا کی پیاس تو اُن کے خون چوس چوس کر بجھا رہے تھے۔ مگر اُن کے پاس اُن کے مسائل حل کرنے کا کوئی طریقہ اور اُن کی تکالیف و مصائب کو رفع کرنے کا کوئی کارگر نسخہ نہ تھا بلکہ انہوں نے اس طرف ایک لمحہ بھر بھی تو کبھی ہمدردانہ توجہ مبذول کی۔ اور نہ ہی اس کی کبھی اُنہیں ضرورت تک محسوس ہوئی۔

(۲) ۔ خود عرب کی صورتِ حال بھی ایسی ہی تھی اگرچہ اسکا تہذیب و تمدن کبھی عاد و ثمود کے ادوار میں اور سبا، عدن اور یمن کی سلطنتوں کے سائے میں بام عروج تک پہنچ چکا تھا مگر اب وہاں پر بھی وحشت و بربریت کی شبِ دیجور طاری تھی۔ یہی حالت باقی عرب کی بھی تھی گویا ہر طرف انتشار و افتراق تھا۔ اور لوگ جنگ و جدال، لوٹ مار، شراب و قمار اور زنا و بدکاری کے عادی ہو چکے تھے۔ یہاں بھی طبقاتی کشمکش برپا تھی۔ ایک طرف قریش نے اپنی مشرکانہ اور بُت پرستانہ مذہبیت کے ساتھ کعبہ کی مجاوری کا کاروبار چلا رکھا تھا تو دوسری طرف یہود نے کلامی اور فقہی موشگافیوں کی دکانیں سجا رکھی تھیں۔ تیسری طرف مکّہ اور طائف کے مہاجنوں نے سُود خوری کے جال پھیلا رکھے تھے اور چوتھی طرف غلام سازی کا منحوس کاروبار بھی دھوم دھڑلّے سے ہو رہا تھا۔ الغرض انسان اور حیوان میں کوئی فرق باقی نہ رہا تھا۔ بلکہ انسان مقامِ انسانیت سے گر کر سطحِ حیوانیت سے بھی نیچے جا پڑا تھا۔ عدل و انصاف کی بجائے "جس کی لاٹھی اُس کی بھینس" کا استبدادی نظام جاری و ساری تھا۔ اس طرح خدا کی زمین میں ہر طرف فساد ہی فساد برپا ہو چکا تھا[۱] جسکی منظر کشی قرآن میں اس طرح کی گئی ہے:۔

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُم بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ۝ قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِن قَبْلُ ۚ كَانَ أَكْثَرُهُم مُّشْرِكِينَ ۝ الرّوم

---

[۱] تلخیص محسنِ انسانیت ص۱۹ تا ص۲۱

Marfat.com
Marfat.com

"خشکی اور تری میں فساد برپا ہو گیا ہے۔ لوگوں کے اپنے ہاتھوں کی کمائی سے تاکہ مزا چکھائے اُن کو اُن کے بعض اعمال کا، شاید کہ وہ باز آجائیں۔ (اے نبیؐ) اُن سے کہو کہ "زمین میں چل پھر کر دیکھو۔ پہلے گزرے ہوئے لوگوں کا کیا انجام ہو چکا ہے۔ ان میں اکثر مشرک ہی تھے۔"

(۳) ۔ الغرض جب لوگ اپنے خدا سے غافل ہو چکے تھے۔ اُن کے ضمیر مُردہ ہو چکے تھے۔ فطرت کا حُسن حقیقی عصیانِ عالم کی تاریکی میں چھپ گیا تھا۔ انسانوں کے تمرّد و سرکشی کے سیلاب خشکی و تری میں اُمڈے ہوئے تھے اور اُن میں خدا کے رسولوں کی بنی ہوئی عمارتیں بہہ رہی تھیں۔ تو اُس وقت حجاز کے ریگستانوں اور مکّہ کے نخلستانوں سے ایک مقدّس ہستی نے تختِ نبوت پر جلوہ افروز ہو کر صدائے توحید بلند کی جو کوہِ صفا اور فاران کی گھاٹیوں میں سنائی دی۔ ریگستانِ حجاز سے اُٹھی اور چار دانگ عالم میں پھیلنے لگی وہ دلنواز آواز یہ تھی:۔

"اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ" (آلِ عمران۔ ۱)

اللہ وہ زندہ جاوید ہستی جو نظامِ کائنات کو سنبھالے ہوئے ہے۔ حقیقت میں اس کے سوا کوئی خدا نہیں ہے۔

(۴) ۔ اس صدائے حق کی گرج سے شرک و بدعت، کفر و عصیان اور فسق و فجور کے بادل چھٹ گئے اور فضائے عالم میں آوازۂ حق اور نعرۂ تکبیر بلند ہوا اور نغمۂ توحید گونج اُٹھا۔ جس سے چمنِ عالم ایسا معمور ہوا کہ گویا خزاں میں بہار آگئی اور آفتابِ اسلام کے طلوع ہوتے ہی وحشت و بربریت کی شبِ تاریک کافور ہو گئی اور مظلوم انسانیت کو نہ صرف ظلم و استبداد سے نجات ملی۔ بلکہ وہ اپنی حقیقی آزادی کی نعمت سے بھی لطف اندوز ہونے لگی۔

۲۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام:

یہ بات تاریخی طور پر مسلّم ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کا تعلق حضرت

Marfat.com
Marfat.com

ابراہیم علیہ السلام کی اس شاخ سے تھا جو اُن کے بڑے صاحبزادے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام سے چلی ہے اور جو بنی اسمٰعیل کہلاتی ہے۔ حضرت ابراہیمؑ عراق کے شہر اُر میں ۲۱۶۰ قبل مسیح پیدا ہوئے۔ یہ شہر نہ صرف نمرود کے خاندان کا دارالسلطنت تھا۔ بلکہ مرکز تجارت و تمدن اور کفر و شرک کا گڑھ بھی تھا۔ اور اسی شہر سے اللہ تعالیٰ نے انہیں مبعوث بھی فرمایا تھا۔

۲۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام:

حضرت ابراہیمؑ جب اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آتش نمرود سے بچ نکلے اور آپ نے قوم سے مایوس ہو کر اپنے وطن سے ہجرت کی تو اللہ تعالیٰ سے اپنے لیے صالح اولاد کی دعا کی۔ اس نے دعا قبول فرمائی اور انہیں حضرت اسمٰعیلؑ کی شکل میں حلیم و بردبار لڑکے کی بشارت دی۔ فَبَشَّرۡنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيۡمٍ (صٰفّٰت - ۱۰۱)

پس ہم نے اُس کو ایک بردبار لڑکے کی بشارت دی۔

حضرت ابراہیمؑ حضرت اسمٰعیلؑ کو (جو ابھی شیر خوارگی کی حالت میں تھے) اُن کی والدہ حضرت ہاجرہؑ کے ساتھ مکہ کے سنسان جنگل اور بے آب و گیاہ وادی میں چھوڑ کر واپس تشریف لے گئے۔ اور جاتی دفعہ اُن دونوں ماں بیٹے کے لیے یہ دعا بھی فرما گئے:

"پروردگار! میں نے ایک بے آب و گیاہ وادی میں اپنی اولاد کے ایک حصے کو تیرے محترم گھر کے پاس لا بسایا ہے تاکہ اے پروردگار! یہ نماز قائم کریں لہٰذا لوگوں کے دلوں کو اُن کا مشتاق بنا اور انہیں کھانے کو پھل دے۔ شاید شکر گزار بنیں۔"

(ابراہیم - ۳۷)

یاد کرو وہ وقت جب ابراہیم نے دعا کی تھی کہ "پروردگار! اس شہر (مکہ) کو امن کا شہر بنا اور مجھے اور میری اولاد کو بت پرستی سے بچا۔"

(ابراہیم - ۳۵)

Marfat.com
Marfat.com

۴۔ نسب

صحیحین میں مروی ہے کہ حضورؐ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے بنی اسمٰعیل میں سے کنانہ اور بنی کنانہ میں سے قریش اور قریش میں سے بنی ہاشم اور بنی ہاشم میں سے میرا انتخاب فرمایا۔ (مشکوٰۃ)

یہ روایت اس بات کی طرف دلالت کرتی ہے کہ آپؐ کا سلسلۂ نسب براہِ راست اپنے جدِّ امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بڑے بیٹے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے ساتھ جا ملتا ہے۔

ابنِ ہشام نے بیان کیا ہے کہ حضورِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ابوبکرؓ، ابنِ عباسؓ، ابنِ عمرؓ اور تابعین کی ایک جماعت کا قول ہے کہ آپؐ نے فرمایا "میں دو ذبیحوں کا بیٹا ہوں" ان میں سے ایک تو جدِّ امجد اسمٰعیلؑ ہیں اور دوسرے والدِ ماجد جناب عبداللہ بن عبدالمطلب ہیں

۵۔ والدِ ماجد

آپؐ کے والدِ ماجد کا اسمِ گرامی جناب عبداللہ تھا۔ روایات کے مطابق آپؐ کا سلسلۂ نسب اس طرح ہے:-

محمدؐ بن عبداللہ بن عبدالمطلب[1] بن ہاشم، بن عبدمناف، بن قُصیّ، بن کلاب، بن مُرّہ، بن کعب، بن لُوی، بن غالب، بن فہر (قریش)، بن مالک، بن النضیر، بن کنانہ، بن خُزیمہ، بن مُدرکہ، بن الیاس، بن مُضر، بن نزار بن معدّ، بن عدنان (سیرت ابن ہشام جلد-۱۔ صفحہ ۴)

۶۔ والدہ ماجدہ

آپؐ کی والدہ ماجدہ کا نام سیدہ آمنہ بنت وہبؓ بن مناف، بن زہرہ، بن کلاب تھا۔ گویا آپؐ کی والدہ کا سلسلہ نسب آپؐ کے والد کے ساتھ چوتھی جگہ بنی کلاب سے جا ملتا ہے۔

۷۔ اصحاب فیل کا واقعہ

حضورؐ کی ولادت سے تھوڑی ہی مدت پہلے یمن کی حبشی حکومت کا عیسائی بادشاہ اَبرہہ مکّہ میں ساٹھ ہزار فوج لے کر

---

[1] یہ آپؐ کے دادا کا نام ... [illegible]

Marfat.com
Marfat.com

بیتُ اللہ کو منہدم کرنے آیا تھا۔ مگر وُہ ساٹھ ہزار نہیں بلکہ ساٹھ لاکھ بھی لے آتا تو اُس کا وہی انجام ہوتا جو ہُوا۔ جہاں اللہ تعالیٰ کا اتنا بڑا منصوبہ کام کر رہا ہو۔ کہ اس مقام پر وُہ ہستی وجود میں لائی جائے جو دُنیا کی تاریخ بدل ڈالنے والی تھی جو تمام نبوّتوں کی آخری اور سب سے بڑی نبوّت تھی۔ اور جس کے لیے ہزاروں برس پہلے سے تیاری کی جارہی تھی۔ وہاں اگر کوئی بڑی سے بڑی انسانی طاقت بھی سامنے آتی تو وہ بھی اللہ تعالیٰ کی طاقت سے ٹکرا کر پاش پاش ہو جاتی[1]۔ قرآن میں اصحاب فیل کا ذکر اس طرح آتا ہے:

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ ۝ اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ ۝ وَّ اَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ ۝ تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ ۝ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ ۝

تُم نے دیکھا نہیں کہ تمہارے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا؟ کیا اُس نے اُن کی تدبیر کو اکارت نہیں کر دیا؟ اور اُن پر پرندوں کے جُھنڈ کے جُھنڈ بھیج دیئے۔ جو اُن کے اُوپر پکی ہوئی مٹی کے پتھر پھینک رہے تھے۔ پھر اُن کا یہ حال کر دیا۔ جیسے (جانوروں کا) کھایا ہُوا بھُوسہ۔ (الفیل۔ ۱ تا ۵)

۸۔ والدہ ماجدہ کا خواب

زمانہ حمل میں سیدہ آمنہ نے خواب میں دیکھا کہ ان کے اندر سے ایک نور نکلا ہے جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے ہیں۔ ایک اور مرتبہ خواب میں ان سے کہا گیا کہ تمہارے پیٹ میں اس اُمّت کا سردار ہے۔ جب وُہ پیدا ہو تو اس کا نام محمدؐ رکھنا۔ ابن سعد نے ایک روایت نقل کی ہے کہ خواب میں آپؐ کا نام احمدؐ رکھنے کی ہدایت کی گئی تھی۔

۹۔ ولادت مُبارکہ

اصحاب فیل کا واقعہ ماہِ محرم میں پیش آیا تھا اور ابھی اُسے پچاس دن ہی گزرے تھے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ۹ ربیع الاول[2] دوشنبہ

[1] محسن انسانیت تلخیص سرورِ عالم جلد دوم [2] قمری حساب سے سوموار کا دن۔

Marfat.com
Marfat.com

بیتُ اللہ کو منہدم کرنے آیا تھا۔ مگر وُہ ساٹھ ہزار نہیں بلکہ ساٹھ لاکھ بھی لے آتا تو اُس کا وہی انجام ہوتا جو ہُوا۔ جہاں اللہ تعالیٰ کا اتنا بڑا منصوبہ کام کر رہا ہو۔ کہ اس مقام پر وُہ ہستی وجود میں لائی جائے جو دُنیا کی تاریخ بدل ڈالنے والی تھی جو تمام نبوّتوں کی آخری اور سب سے بڑی نبوّت تھی۔ اور جس کے لیے ہزاروں برس پہلے سے تیاری کی جارہی تھی۔ وہاں اگر کوئی بڑی سے بڑی انسانی طاقت بھی سامنے آتی تو وہ بھی اللہ تعالیٰ کی طاقت سے ٹکرا کر پاش پاش ہو جاتی۔ قرآن میں اصحاب فیل کا ذکر اس طرح آتا ہے:

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ ۝ اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ ۝ وَّاَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ ۝ تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ ۝ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ ۝

تُم نے دیکھا نہیں کہ تمہارے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا؟ کیا اُس نے اُن کی تدبیر کو اکارت نہیں کر دیا؟ اور اُن پر پرندوں کے جُھنڈ کے جُھنڈ بھیج دیئے۔ جو اُن کے اُوپر پکی ہوئی مٹی کے پتھر پھینک رہے تھے۔ پھر اُن کا یہ حال کر دیا۔ جیسے (جانوروں کا) کھایا ہُوا بھُوسہ۔ (الفیل۔ ۱ تا ۵)

۸۔ والدہ ماجدہ کا خواب

زمانہ حمل میں سیدہ آمنہ نے خواب میں دیکھا کہ ان کے اندر سے ایک نور نکلا ہے جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے ہیں۔ ایک اور مرتبہ خواب میں ان سے کہا گیا کہ تمہارے پیٹ میں اس اُمت کا سردار ہے۔ جب وُہ پیدا ہو تو اس کا نام محمدؐ رکھنا۔ ابن سعد نے ایک روایت نقل کی ہے کہ خواب میں آپؐ کا نام احمدؐ رکھنے کی ہدایت کی گئی تھی۔

۹۔ ولادت مبارکہ

اصحابِ فیل کا واقعہ ماہِ محرم میں پیش آیا تھا اور ابھی اُسے پچاس دن ہی گزرے تھے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ۹ ربیع الاول (دوشنبہ) کو

۱؎ محسنِ انسانیت تلخیص سرورِ عالم جلد دوم ۲؎ قمری حساب سے سوموار کا دن۔

Marfat.com
Marfat.com

میں عام مشہور ۱۲؎ ربیع الاول) ہے۔ سوموار کی صبح صادق طلوع ہوتے ہی عرب کے مشہور شہر مکہ معظمہ میں ۲۰ راپریل ۵۷۱ء کو جلوہ افروز ہوئے ؎

اَبَانَ مَوْلِدُهٗ عَنْ طِيْبِ عُنْصُرِهٖ
يَا طِيْبَ مُبْتَدَءٍ مِّنْهُ وَمُخْتَتَمِ
وَبَاتَ اِيْوَانُ كِسْرٰى وَهُوَ مُنْصَدِعٌ
كَشَمْلِ اَصْحَابِ كِسْرٰى غَيْرَ مُلْتَئِمِ

مبارک اوّل وآخر نمایاں خوبیاں اُس کی
ہوئیں روزِ ولادت خوبیاں ساری عیاں اُس کی
گرے ایوانِ کسریٰ کے کنگورے ان کو گرنا تھا!
وفاداروں کو شاہوں کی وفاداری سے پھرنا تھا!
(نوائے بُردہ)

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ بَارِكْ وَسَلِّمْ ؏

۱۰۔ اِسمِ مُبارک

ساتویں روز جناب عبدالمطّلب نے آپؐ کا عقیقہ سُنّتِ ابراہیمی کے مطابق کیا۔ ایک روایت میں ساتھ ہی ختنہ کرنے کا ذکر بھی آتا ہے۔ اور یہ بھی روایت ہے کہ آپؐ پہلے ہی سے مختون پیدا ہوئے تھے۔ جناب عبدالمطّلب نے اُس دن قریش کے لوگوں کو دعوتِ طعام بھی دی تھی۔ لوگوں نے حضورؐ کے نام کے بارے میں دریافت کیا تو جناب عبدالمطّلب نے فرمایا "ان کا نام مُحَمَّدٌ رکھا گیا ہے" لوگ کہنے لگے "آپ نے اپنے خاندان کے دوسرے لوگوں کے ناموں سے یہ مختلف نام کیسے رکھ دیا؟" اُنہوں نے فرمایا "میں چاہتا ہوں کہ آسمان میں اللہ تعالیٰ اور زمین میں خلقِ خدا اُس کی تعریف کرے" ؎

وَ شَقَّ لَهٗ مِنِ اسْمِهٖ لِيُجِلَّهٗ
فَذُوالْعَرْشِ مَحْمُوْدٌ وَّهٰذَا مُحَمَّدٌ

"خدا نے اُس (محمدؐ) کی عظمت ظاہر کرنے کے لیے اُس کا نام اپنے نام سے مشتق کیا۔ رَبُّ العرش تو محمود ہے اور حضورؐ محمدؐ ہیں۔" گویا آپؐ کو حمد سے خاص مناسبت ہے کہ

؎ قمری حساب سے جمعہ کا دن

Marfat.com
Marfat.com

آپؐ کے اسمائے گرامی محمدؐ اور احمدؐ ہیں، آپؐ کے مقامِ شفاعت کا نام محمود ہے، آپؐ کی اس اُمتِ مسلمہ کا نام حمَّادُونَ (یعنی اللہ تعالیٰ کی بہت زیادہ حمد و ثنا اور تعریف کرنے والی امت) ہے اور آپؐ کے جھنڈے کا نام لِوَاءُ الحمد ہے۔ (سیرت رحمۃ للعالمینؐ)

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی ذٰلِكَ حَمْدًا كَثِيْرًا ط[۱]

۱۱۔ محمدؐ آپؐ کے اسمائے گرامی محمدؐ و احمدؐ کا ذکر قرآن میں بھی آیا ہے:

۱۔ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ (آل عمران۔۱۴۴) محمدؐ اسکے سوا کچھ نہیں کہ بس ایک رسول ہیں۔

۲۔ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ط (الفتح۔۲۹) محمدؐ اللہ کے رسول ہیں۔

۱۲۔ احمدؐ وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ ط (الصف۔۶)

اور بشارت دینے والا ہُوں ایک رسول کی جو میرے (عیسیٰؑ کے) بعد آئیگا۔ جس کا نام احمدؐ ہوگا۔

۱۳۔ رضاعی ماں حلیمہ سعدیہ شرفائے مکہ کا قاعدہ تھا کہ وہ اپنے بچوں کو دُودھ پلانے کیلئے صحرائی علاقوں کے اچھے قبائل میں بھیج دیتے تھے تاکہ عُمدہ آب و ہوا میں پرورش پائیں۔ اور خالص عربی سیکھ لیں۔ اس غرض کیلئے باہر کے قبیلوں کی عورتیں وقتاً فوقتاً مکہ آتی تھیں اور سرداروں کے بچے لے جاتی تھیں جن سے معقول معاوضے ملتے تھے اور اُن سے بعد میں بھی حُسنِ سلوک کی توقع ہوتی تھی۔ اس سلسلہ میں حضورؐ کی ولادت کے کچھ مدت بعد بنی سعد بن بکر (قبیلۂ ہوازن کی ایک شاخ) کی کچھ عورتیں بچے لینے کے لیے مکہ گئیں۔ جن میں حلیمہ بنت ذُویب بھی اپنے شوہر حارث بن عبداللہ کے ساتھ تھیں اس دُرِّ یتیم کو انہوں نے اپنی رضاعت میں لے لیا جو چار سال اور کچھ مدت اُوپر ان کے پاس رہے۔

۱۴۔ شقِ صدر جب آپؐ کی عمر چار سال کی ہُوئی تو ایک دن جب آپؐ اپنے رضاعی بھائی کے ساتھ بکریاں چرا رہے تھے۔ آپؐ کا رضاعی بھائی دَوڑتا ہُوا گھر آیا اور کہا کہ "میرے قریشی بھائی کے پاس دو سفید پوش آدمی آئے۔ اور اُنہوں نے اُس کا پیٹ چاک کر دیا۔" اسکے والدین فوراً آپؐ کے پاس وہاں پہنچے۔ آپؐ کو دیکھا کہ کھڑے ہیں اور رنگ فق ہُو چکا ہے۔ پُوری صُورتِ حال معلوم ہو جانے کے بعد وہ بچے کو فوراً اُسکی والدہ صاحبہ کے پاس واپس مکہ لے گئے اور جو واقعہ پیش آیا تھا وہ بھی بیان کر دیا۔ یہ

۱۔ اور سب حمدِ کثیر اللہ ہی کے لیے ہے

Marfat.com
Marfat.com

سب ماجرا سُن کر آپؐ کی والدہ ماجدہ فرمانے لگیں۔ "کیا تمہیں اس بچے کے معاملہ میں شیطان کا خوف ہے"؟ سیدہ حلیمہ سعدیہؓ نے جواب دیا "ہاں" اُنہوں نے فرمایا "خدا کی قسم شیطان کے لیے اِس پر کوئی راہ نہیں میرے بچے کی بڑی شان ہے"۔ پھر اُنہوں نے حلیمہؓ کو زمانۂ حمل کے واقعات اور پیدائش کے حالات بتلائے۔ (تلخیص سیرت سرور عالم۔ جلد۔۲ صفحہ ۹۶، ۹۷، ۹۸)

۱۵۔ کفالت حضورؐ ابھی اپنی ماں کے پیٹ ہی میں تھے کہ آپؐ کے والد رحلت فرما گئے تھے۔ چھ سال تک آپؐ اپنی والدہ ماجدہ کی کفالت میں رہے پھر اُن کی وفات کے بعد آپؐ کی کفالت کی ذمہ داری آپؐ کے دادا جناب عبدالمطلب نے لے لی۔ ابھی آپؐ آٹھ برس کے ہُوئے تھے کہ آپؐ کے دادا جان بھی وفات پا گئے۔ اس کے بعد آپؐ کی کفالت آپؐ کے چچا ابوطالب کو سونپی گئی تھی۔ اللہ تعالیٰ کا یہ خاص فضل وکرم ہی تھا کہ اُس نے اس دُرِ یتیم کی کفالت کا بہترین طریقہ سے اہتمام فرمایا تھا جیسا کہ قرآن میں آیا ہے:

اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيمًا فَآوٰى (الضحیٰ۔۶)

"کیا اُس نے تم کو یتیم نہیں پایا۔ اور پھر ٹھکانا فراہم کیا"

۱۶۔ فقر و افلاس آپؐ کی زندگی کا آغاز فقر و افلاس سے ہُوا تھا۔ آپؐ کے چچا ابوطالب کی حالت بھی مالی لحاظ سے بہت کمزور تھی۔ اس لیے آپؐ اہلِ مکہ کی بکریاں اُجرت پر چرانے لگے تاکہ چچا کا مالی بوجھ کچھ ہلکا ہو سکے۔

۱۷۔ بُتوں اور مشرکانہ رسُومات سے نفرت بُخاری ابواب المناقب میں حدیث زید بن عمر بن نفیل کے زیر عنوان حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے بُتوں کے چڑھاوے کا کھانا اور گوشت پیش کیا گیا تو آپؐ نے اُسے کھانے سے انکار کر دیا۔ کیونکہ آپؐ کو شروع ہی سے مُشرکانہ رسُومات اور خلافِ فطرت طریقوں سے نفرت تھی۔

۱۸۔ حربِ فجار ابنِ ہشام کا بیان ہے کہ حضورؐ چودہ پندرہ سال کے تھے۔ جب حربِ فجار

Marfat.com
Marfat.com

بیچ ہوئی۔ اس جنگ میں ایک فریق بنی کنانہ تھے (جن میں قریش بھی شامل تھے) اور دوسری طرف قیس عیلان تھے (جن میں ثقیف اور ہوازن وغیرہ شامل تھے) یہ چاروں جنگیں ماہ حرام (جس میں صریحاً خدا کی نافرمانی ہوئی تھی) میں ہونے کی وجہ سے حرب فجار کہلاتی ہیں۔ آپؐ اس میں جزوی طور پر شریک تو ہوئے مگر عملاً سب سے کم حصّہ لیا۔ صرف اتنا کہ جو تیر دشمن کی طرف سے آتے تھے۔ وُہ آپؐ اپنے چچاؤں کو دے دیا کرتے تھے۔ ابنِ سعد کا بیان ہے کہ بعد میں حضورؐ فرمایا کرتے تھے کہ "میں اتنا بھی حصہ نہ لیتا تو اچھا ہوتا۔"

۱۹۔ حلف الفضول حضورؐ بیس سال کے تھے کہ قریش کے چند قبائل نے ایک معاہدہ کیا جس کو حلف الفضول کہا جاتا ہے۔ حافظ ابنِ کثیرؒ نے حمیدی کے حوالے سے حضرت ابوبکرؓ کے دو صاحبزادوں محمدؒ اور عبدالرحمٰنؓ سے نقل کیا ہے۔ وُہ بیان کرتے ہیں کہ رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ میں عبداللہ بن جُدعان کے گھر میں ایک ایسے حلف (معاہدہ) میں شریک ہُوا کہ اگر مجھے اسلام کے زمانے میں بھی ایسی دعوت دی جائے تو میں اُسے پسند کروں گا۔ پھر آپؐ نے اُس معاہدہ کی تشریح فرمائی کہ یہ باہمی معاہدہ اس مقصد کے لیے ہُوا تھا کہ فضول (غصب شدہ حق) واپس کیا جائے گا اور ظالم مظلوم پر زیادتی نہیں کرے گا۔ (البدایہ والنہایہ جلد ۲، ص ۲۹۱)

۲۰۔ تجارتی سفر جب حضرت خد... ہو گیا تو انہوں نے اپنے غلام میسرہ کو آپؐ کے ساتھ اس تجارتی سفر پر بھیج دیا۔ یہ سفر پندرہ یا سولہ ذی الحجہ ۲۵ عام الفیل کو شروع ہُوا۔ راستہ میں میسرہ نے حضورؐ کے اخلاق و عادات اور خصائل کی ایسی بہترین خوبیاں دیکھیں جن سے وُہ آپؐ کا گرویدہ ہو گیا۔ واپس آکر اُس نے حضرت خدیجہؓ کو تفصیل کے ساتھ بتایا کہ اُس نے آپؐ کو کیسا پایا اور تجارت میں جو حضورؐ نے بہترین کامیابی حاصل کی تھی اُس کے بارے میں بھی انہیں پُوری طرح آگاہ کیا۔ چنانچہ وُہ اپنے غلام سے آپؐ کے بارے میں تفصیلی حالات سُن کر بڑی متاثر ہوئیں۔

۲۱۔ سیّدہ خدیجہؓ سے نکاح ابن اسحٰق کی یہ روایت ہے کہ حضرت خدیجہؓ نے خود حضورؐ سے

Marfat.com
Marfat.com

براہِ راست بات کی اور کہا "اے ابن عم آپ سے میری قرابت بھی ہے اور میں آپ کی امانت اور صداقت اور حُسنِ سلوک اور شرافتِ نسبی اور اوصافِ حمیدہ کی وجہ سے بھی یہ چاہتی ہوں کہ آپ سے شادی کر لوں۔ اس پر جب آپ اپنے چچا ابوطالب کے ایماء پر آمادہ ہوئے تو سیدہ خدیجہؓ کا نکاح اُنکے چچا عمر ابن اسد نے بیس اُونٹ حق مہر کے عوض آپ سے کر دیا خطبۂ نکاح جناب ابوطالب ہی نے پڑھا۔ آپ کی عُمر اس وقت پچیس سال اور سیدہ خدیجہؓ کی عمر چالیس سال تھی۔

۲۲۔ خوشحالی کا دَور حضرت خدیجہؓ حضور اکرمؐ کے ساتھ شادی کرنے سے قبل دوسروں کے ذریعہ سے تجارت کرتی تھیں۔ جس میں ان کو فائدہ کم ملتا تھا۔ کیونکہ دُوسرے لوگ جس قسم کی اخلاقی حالت میں مُبتلا تھے۔ اُس میں یہ اَمر کم متوقع ہو سکتا تھا کہ وُہ غیر کے مال میں پُوری دیانت داری اور خیر خواہی سے کام لیں گے مگر جب اُن کی تجارت رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم جیسے امانت دار اور فرزانہ شخص کے ہاتھ میں آئی۔ جو فطری خیر خواہی کے ساتھ شوہر ہونے کے باعث بھی اپنی اہلیہ کے حق میں کمال درجہ کے خیر خواہ تھے تو آپ کے ذریعہ اُن کی تجارت چمک اُٹھی۔ بعض روایات کے مطابق حضرت خدیجہؓ نے اپنا تمام مال آپ کے نام پر ہبہ کر دیا تھا۔ اِس طرح آپؐ کی خوشحالی کا دَور شروع ہو گیا جیسا کہ قرآن میں مذکور ہے:

وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَأَغْنَىٰ (الضحیٰ۔ ۸)

اور تمہیں نادار پایا۔ اور پھر مال دار کر دیا۔

۲۳۔ حُسنِ اخلاق کی منفرد شہادت آپ کے بہترین حُسن سلوک اور حُسن اخلاق پر واضح اور منفرد شہادت یہ بھی ہے کہ جب حضرت زید بن حارثہؓ کے والدین آپ کے پاس اپنے اُس بیٹے کو لینے آئے۔ جو اُس وقت آپ کے پاس بحیثیت غلام رہ رہا تھا اور جس کی عُمر تقریباً ۱۵ سال تھی تو آپ نے زیدؓ کو اختیار دیا کہ وُہ چاہے تو یہاں آپ کے پاس رہے اور چاہے تو وُہ اپنے والدین کے ساتھ چلا جائے۔ اُس کے والدین کو آپ کی یہ بات بہت پسند آئی مگر حضرت زیدؓ آپ کے حُسنِ اخلاق سے اس قدر متاثر ہو چکے تھے کہ اُنہوں نے اپنے

Marfat.com
Marfat.com

ماں باپ پر آپؐ کو ترجیح دی۔ اِس کے بعد آپؐ نے حرم میں جاکر اعلان کر دیا کہ آج سے زیدؓ آزاد ہے اور یہ میرا بیٹا ہے۔ یہ مجھ سے میراث پائے گا۔ اور میں اُس سے اِسی بنا پر لوگ اُسے زید بن محمدؐ کہنے لگے۔

(تلخیص سیرت سرورِ عالم جلد ۲۔ صفحہ: ۱۱۹، ۱۲۰)

۲۴۔ حضرت علیؓ کی کفالت

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا ابو طالب کا بوجھ ہلکا کرنے کے لیے حضرت علیؓ کو اپنی کفالت میں لے لیا۔ اُن کی اُس وقت عمر چار یا پانچ سال سے زیادہ نہ تھی۔ اُن کو آپؐ نے اپنی اولاد کی طرح پرورش کیا۔

۲۵۔ فراست و بصیرت

ابھی آپؐ ۳۵ سال کے تھے کہ قریش نے کعبہ کی تعمیرِ نو کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ جب حجرِ اسود کو اپنے صحیح مقام پر رکھنے لگے تو اُن کے درمیان جھگڑا پیدا ہو گیا۔ ہر قبیلہ کا سردار چاہتا تھا کہ یہ سعادت اُسے حاصل ہو۔ آخر کار ابُو اُمیّہ بن المغیرہ (ولید بن مغیرہ کے بھائی) نے جو اُس وقت سب سے زیادہ سن رسیدہ تھا۔ اُٹھ کر تجویز پیش کی کہ "اے قریش کے لوگو! تمہیں اپنے اختلافات کا فیصلہ کرنے کے لئے اس بات پر اتفاق کر لینا چاہیئے کہ سب سے پہلے کل صبح جو شخص مسجدِ حرام کے اس دروازہ (باب بنی شیبہ) سے داخل ہو وہ اس کا فیصلہ کر دے"۔ اس تجویز کو سب نے مان لیا۔ حُسنِ اتفاق ایسا ہُوا کہ صُبح سب سے پہلے باب بنی شیبہ سے داخل ہونے والے حضورؐ ہی تھے۔ لوگوں نے آپؐ کو دیکھتے ہی کہا هٰذَا الْاَمِیْنُ رَضِیْنَا هٰذَا مُحَمَّدٌ "یہ امین ہیں۔ ہم راضی ہو گئے یہ تو محمدؐ ہیں"۔ مُسندِ احمد کی روایت ہے کہ لوگوں نے دیکھتے ہی کہا اَتَاكُمُ الْاَمِیْنُ "تمہارے پاس امین آگئے"۔ آپؐ نے تمام صُورتِ حال کا جائزہ لے کر اُس قضیّہ کو اِس طرح طے کیا کہ ایک چادر لی اور اُس میں حجرِ اسود کو اپنے ہاتھ سے رکھ کر تمام قبائل کے سرداروں سے کہا کہ چادر کے کونے پکڑ لو اور حجرِ اسود کو اصل مقام پر لے چلو۔ جب وُہ وہاں لے گئے تو آپؐ نے اُسے اُٹھا کر اپنے اصل مقام پر رکھ دیا۔ جس پر سب مطمئن ہو گئے۔ اس طرح پُوری قوم کے سامنے آپؐ نے اپنی فراست و بصیرت کی ایک واضح مثال پیش کر دی۔

(تلخیص سیرت سرورِ عالم جلد دوم صفحہ ۱۲۲)

Marfat.com
Marfat.com

۲۷۔ ازواجِ مُطہرات

(۱) آپؐ کی پہلی شریکِ زندگی حضرت سیدہ خدیجۃ الکبریٰؓ تھیں یہ پچیس سال آپؐ کے حرم شریف میں رہیں دس بعثت کو وفات پا گئیں

ان کے بعد آپؐ نے جن خواتین کے ساتھ نکاح کیا تھا وہ یہ تھیں :

(۲)۔ حضرت سیدہ سودہؓ بنت زمعہ بن قیس

(۳)۔ حضرت سیدہ عائشہؓ بنتِ ابوبکرؓ (ان کے ساتھ قبل ہجرت نکاح ہوا اور ۹ سال کی عمر میں شوال ۱ھ کو رخصتی ہوئی۔

(۴)۔ حضرت سیدہ زینب بنت خزیمہ الحارث (یہ چند ماہ آپؐ کے حرم میں رہنے کے بعد وفات پا گئیں)

(۵)۔ حضرت سیدہ اُم سلمہؓ بنتِ ابو اُمیہ مخزومی۔

(۶)۔ حضرت سیدہ حفصہؓ بنت عمر بن الخطاب

(۷)۔ حضرت زینبؓ بنت جحش

(۸)۔ حضرت سیدہ جویریہؓ بنت الحارث بن ابی ضرار بن المصطلق

(۹)۔ حضرت ریحانہؓ بنت زید بن عمرو بن خنافہ بن سمعون بن زید قبیلہ بنو نضیر و بنو قریظہ

(۱۰)۔ حضرت اُم حبیبہؓ بنت ابوسفیان

(۱۱)۔ حضرت سیدہ میمونہؓ بنت الحارث

(۱۲)۔ حضرت صفیہؓ بنت حُیَیّ بن اخطب

(۱۳)۔ حضرت ماریہ قبطیہؓ بنت شمعون (یہ ۶ھ میں آپؐ کی ملک میں آئیں)

۲۸۔ کثرتِ ازواج کی وجہ

عام مسلمانوں کو ایک وقت میں زیادہ سے زیادہ چار خواتین کے ساتھ شادی کرنے کی اجازت ہے (النساء ۳)۔ مگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے خصوصی طور پر چار سے بھی زیادہ خواتین کے ساتھ نکاح کرنے کی اجازت عطا فرمائی۔ (الاحزاب۔ ۵۰) اس کی کئی وجوہ ہیں۔ ان میں سے بعض یہاں بیان کی جاتی ہیں:

Marfat.com
Marfat.com

(۱)۔ عورتوں میں دین کی عام اشاعت کرنے ، انہیں علم دین سکھانے اور اخلاق و تہذیب کے نئے اصول سمجھانے کے لئے آپؐ کو مختلف عمروں اور ذہنی صلاحیتوں کی متعدد خواتین سے نکاح کرنے کی ضرورت پیش آئی۔

(۲)۔ آپؐ نے مختلف خانوادوں میں نکاح کر کے بہت سی دوستیوں کو پختہ کیا اور بہت سی عداوتوں کو ختم کر دیا۔

۲۹۔ اولاد

آپؐ کی تمام اولاد آپؐ کی پہلی بیوی حضرت خدیجہؓ کے بطن سے پیدا ہوئی تھی۔ صرف ایک بیٹا حضرت ماریہ قبطیہؓ کے بطن سے پیدا ہُوا تھا۔ ان سب کی تفصیل یہ ہے:۔

ا۔ بیٹے: (۱) القاسم (اس نام کی وجہ سے آپؐ کی کنیت ابوالقاسم مشہور ہو گئی تھی)

(۲) عبداللہ: (اسے طیب اور طاہر بھی کہا جاتا ہے)

(۳) ابراہیم۔ (آپؐ کا یہ صاحبزادہ حضرت ماریہ قبطیہؓ کے بطن سے پیدا ہُوا تھا)

آپؐ کے یہ سب بیٹے چھوٹی عمر ہی میں وفات پا گئے تھے۔ اسی وجہ سے آپؐ کے مخالفین کہتے تھے کہ محمدؐ لاولد ہو گیا ہے یعنی نرینہ اولاد سے محروم ہو گیا ہے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ سُورت نازل فرمائی:

اِنَّآ اَعۡطَيۡنٰكَ الۡكَوۡثَرَ ۝۱ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانۡحَرۡ ۝۲ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الۡاَبۡتَرُ (الکوثر: ۱تا۳)

اے نبیؐ ہم نے تم کو کوثر عطا کر دیا۔ پس تم اپنے رب ہی کے لئے نماز پڑھو اور قربانی کرو۔ تمہارا دشمن ہی جڑ کٹا ہے (کوثر کی وضاحت چوتھے باب میں کی گئی ہے)۔

ب۔ بیٹیاں: (۱) حضرت زینبؓ: اُن کی شادی مکہ میں ابوالعاصؓ بن رُبیع کے ساتھ ہجرت سے پہلے ہو چکی تھی۔ آپؐ اپنے شوہر کو شرک کی حالت میں چھوڑ کر ہجرت کر کے مدینہ چلی گئی تھیں۔ کچھ عرصہ بعد ابوالعاصؓ بھی مدینہ میں آ کر اسلام لے آئے اور حضرت زینبؓ کا دوبارہ نکاح اُن سے کر دیا گیا۔ ۸ھ میں یہ انتقال فرما گئیں۔

(۲) حضرت رُقیہؓ: اعلانِ نبوت سے قبل ان کی شادی ابولہب کے بیٹے عتبہ سے ہُوئی تھی۔

(۳) حضرت اُم کلثومؓ: اعلانِ نبوت سے قبل انکی شادی بھی ابولہب کے دوسرے بیٹے عتیبہ سے ہو چکی تھی۔

Marfat.com
Marfat.com

اعلانِ نبوّت کے بعد ابولہب کے کہنے پر اُس کے دونوں بیٹوں نے اپنی بیویوں کو طلاقیں دے دیں۔ چنانچہ حضورؐ نے حضرت رُقیہؓ کی شادی حضرت عثمانؓ بن عفان سے کر دی۔ ہجرت حبشہ میں حضرت رقیہؓ کو بھی اپنے خاوند کے ساتھ ہی ہجرت کرنے کی سعادت حاصل ہوئی تھی۔ آپ غزوۂ بدر کے زمانہ میں بیمار ہوئیں اور اس کے بعد فوراً ہی ۲ھ میں انتقال فرما گئیں۔ ان کی وفات کے بعد حضورؐ نے حضرت اُمّ کلثوم کا نکاح بھی حضرت عثمانؓ ہی کے ساتھ کر دیا۔ اسی سعادت کی وجہ سے وُہ "ذوالنّورین" (دو نوروں والے) کے لقب سے مشہور ہو گئے۔

(۴)۔ حضرت فاطمۃ الزّہراؓ: یہ زمانۂ نبوّت کے ایک سال بعد پیدا ہوئیں۔ حضورؐ نے اِن کی شادی ہجرت کے بعد حضرت علیؓ سے کر دی تھی۔

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ "حضورؐ کی صرف ایک ہی اپنی بیٹی تھی باقی تین بیٹیاں جن کا ذکر اُوپر گزرا ہے وہ حضورؐ کی بیٹیاں نہ تھیں" ان لوگوں کی یہ بات تاریخی لحاظ سے درست نہیں ہے، بلکہ خود قرآن کے بھی خلاف ہے کیونکہ قرآن میں تو لفظ بنات آپؐ کی بیٹیوں کے لیے آیا ہے جو جمع کے لیے استعمال ہوتا ہے اور جو کم از کم دو سے زیادہ پر دلالت کرتا ہے:-

يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِيُّ قُل لِّأَزْوَٰجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَآءِ ٱلْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِن جَلَٰبِيبِهِنَّ (الاحزاب - ۵۹)

اے نبیؐ! اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور اہلِ ایمان کی عورتوں سے کہہ دو کہ وُہ اپنے اُوپر چادروں کے پلّو لٹکا لیا کریں۔

۳۰۔ انتقالِ اقدس

ابن کثیرؒ نے ابنِ عباسؓ کی روایت دُہرائی ہے کہ ہمارے نبیؐ دوشنبہ (سوموار) کو پیدا ہوئے۔ اُسی دن اُنہیں نبوّت کا منصب ملا۔ اُسی دن وُہ مکّہ سے مہاجر ہوئے اسی دن مدینہ میں داخل ہوئے اور اُسی دن عین زوال کے بعد ۱۲ ربیع الاوّل ۱۱ھ بمطابق ۸ جون ۶۳۲ء تریسٹھ سال کی عمر میں اِس دُنیائے فانی سے رحلت فرما گئے۔

(سیرت النبی از شبلی نعمانی ص۸۰ جلد ۲)

Marfat.com
Marfat.com

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ ؕ

"ہم سب کے سب خدا ہی کے ہیں اور خدا ہی کی طرف ہمیں پلٹ کر جانا ہے"۔

مُدتِ عُمر : بائیس ہزار تین سو تیس دن (۲۲۳۳۰)

مُدتِ تبلیغ : آٹھ ہزار ایک سو پچپن دن (۸۱۵۵) (رحمت اللعالمین[ا])

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ ۔

۳۱۔ صحابۂ کرام کے جذبات

یہ سانحہ کتنا ہی بڑا ہوگا اُن اُمتیوں کے لیے عُمر بھر کے ساتھیوں کے لیے جو حضور کو ایک نظر دیکھنے سے بھی نئی طاقت حاصل کرتے تھے اُن کی نگاہوں میں زمین و آسمان گھوم گئے ہوں گے۔ تاریخ میں زلزلہ آگیا ہوگا۔ حضرت عثمانؓ پر سکتہ طاری ہو گیا۔ حضرت علیؓ بے حس و حرکت ہو گئے۔ حضرت عبداللہؓ بن انس کا دل ایسا شق ہُوا کہ وُہ اسی صدمہ سے انتقال کر گئے۔

۳۲۔ حضرت عمرؓ کی حالتِ زار

یہ عظیم حادثہ سُن کر حضرت عمرؓ جذبات میں بے قابو ہو گئے۔ وہ حضور ہی محبت میں اس قدر جذباتی تھے کہ یہ خبر سنتے ہی ان پر ایک جنوں کی سی کیفیت طاری ہو گئی تھی۔ چنانچہ وُہ اپنی تلوار سونت کر فرمانے لگے۔ جس نے یہ کہا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے ہیں تو میں اُس کی گردن اُڑا دوں گا۔

۳۳۔ حضرت ابو بکرؓ کا خطاب

یہ کیفیت تھی کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ تشریف لائے۔ انہوں نے حضورِ اقدسؐ کا چہرہ مبارک دیکھا اور آپؐ کی پیشانی کو بوسہ دیا۔ پھر وُہ باہر مسجد میں تشریف لائے اور لوگوں سے مخاطب ہو کر سب سے پہلے یہ آیات تلاوت کیں:

(۱) اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّاِنَّھُمۡ مَّیِّتُوۡنَ (الزمر۔ ۳۱)

(اے نبیؐ) تمہیں بھی مرنا ہے اور اِن لوگوں نے بھی مرنا ہے۔

(۲) وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوۡلٌ ۚ قَدۡ خَلَتۡ مِنۡ قَبۡلِہِ الرُّسُلُ ؕ اَفَا۟ئِنۡ مَّاتَ اَوۡ قُتِلَ انۡقَلَبۡتُمۡ عَلٰۤی اَعۡقَابِکُمۡ ؕ

محمدؐ اس کے سوا کچھ نہیں کہ بس ایک رسُول ہیں۔ ان سے پہلے اور رسول بھی گزر چکے ہیں پھر اگر

[ا] علامہ محمد شفیع سدداں کلاں (گجرات)

Marfat.com
Marfat.com

وہ وفات پا جائیں یا شہید ہو جائیں تو تم لوگ اُلٹے پاؤں پھر جاؤ گے؟ (آل عمران ۱۴۴)

اس کے بعد اُنہوں نے فرمایا:

(۳)۔ مَنْ كَانَ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا فَاِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ ؕ وَمَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ حَیٌّ لَّا یَمُوْتُ۔ (ابن سعد)

جو محمدؐ کی پُوجا کرتا تھا سو وہ وفات پا گئے اور جو اللہ کی عبادت کرتا تھا سو اللہ زندہ ہے اُسے موت نہیں آئے گی۔

ابن سعد کہتے ہیں کہ ابو بکرؓ نے بات ختم کی تو عمرؓ نے بلند آواز سے پُوچھا کیا یہ آیات قرآن ہیں؟ ابو بکرؓ نے جواب دیا "ہاں یہ قرآن کی آیات ہیں" یہ سُن کر حضرت عمرؓ کا غم پہلے سے بھی کہیں فزوں ہو گیا۔ آنکھیں آنسوؤں کی ندیاں بن گئیں اور ہوش و حواس ساتھ چھوڑ گئے۔

ابن سعد نے جناب عمر فاروقؓ کے اپنے الفاظ نقل کیئے ہیں:

خَرَرْتُ اِلَی الْاَرْضِ وَ اَیْقَنْتُ اَنَّ النَّبِیَّ قَدْ مَاتَ

مَیں زمین پر گر پڑا اور مَیں نے یقین کر لیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الواقع دنیا سے تشریف لے گئے۔

۳۴۔ دعوتِ فکر آخرت

یہ عالمِ فانی دُنیائے انسانیت کو دعوتِ فکر دے رہا ہے کہ یہاں کسی چیز کو بھی دوام نہیں ہے۔ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہی باقی رہ جانیوالی ہے۔

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۝ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ۝ (الرحمٰن)

ہر چیز جو اس زمین پر ہے فنا ہو جانے والی ہے صرف تیرے رب کی جلیل و کریم ذات باقی رہنے والی ہے

اسی طرح آپؐ کا انتقالِ اقدس اور آیاتِ مذکورہ بالا تمام نوعِ انسانی کو مُتنبہ کر رہی ہیں کہ یہ دُنیا تو عارضی ہے۔ یہاں جو بھی آیا ہے۔ اُسے ایک نہ ایک دن موت کا ذائقہ چکھنا ہی پڑیگا اسلئے آج وقت ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوہ حسنہ کو اپنی زندگی کا نصب العین بنا کر امتحانِ دُنیا میں کامیابی حاصل کی جائے اور اللہ کے ہاں جوابدہی کے لئے آج ہی سے پُوری پُوری تیاری کی جائے۔

Marfat.com
Marfat.com

حضورؐ کی شخصیت

یوں تو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعدد صحابہ کرامؓ نے آپؐ کی شخصیت کے مرقعے لفظوں میں پیش کیے ہیں ۔ لیکن اُمِ معبدؓ نے جو ایک جامع لفظی تصویر مرتب کی ہے اس کا جواب نہیں ہے ۔ وہ بیان فرماتی ہیں :

"پاکیزہ رُو ، کشادہ چہرہ ، پسندیدہ خُو ، نہ پیٹ باہر نکلا ہوا ، نہ سر کے بال گرے ہوئے ، زیبا ، صاحبِ جمال ، آنکھیں سیاہ و فراخ ، بال لمبے اور گھنے ، آواز میں بھاری پن ، بلند گردن ، روشن مردمک ، سرمگیں چشم ، باریک و پیوستہ ابرو ، سیاہ گھنگریالے بال ، خاموش وقار کے ساتھ گویا دل بستگی لیے ہوئے ، دور سے دیکھنے میں زیبندہ و دلفریب ، قریب سے نہایت شیریں و کمال حسین ، شیریں کلام ، واضح الفاظ ، کلام کمی بیشی الفاظ سے معرّا ، تمام گفتگو موتیوں کی لڑی جیسی پروئی ہوئی ، میانہ قد کہ کوتاہیِ نظر سے حقیر نظر نہیں آتے ، نہ طویل کہ آنکھ اس سے نفرت کرتی ، زیبندہ نہال کی تازہ شاخ ، زیبندہ منظر والا قد ، رفیق ایسے کہ ہر وقت اس کے گرد وپیش رہتے ہیں ، جب وہ کچھ کہتے ہیں تو چُپ چاپ سنتے ہیں ، جب حکم دیتے ہیں تو تعمیل کے لیے جھپٹتے ہیں ۔ مخدوم ، مطاع ، نہ کوتاہ سخن نہ فضول گو ۔"

(سیرت رحمۃ للعلمین)

Marfat.com
Marfat.com

دوسرا باب

بعثت

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زندگی کے آخری تیئیس سال تک مسلسل فرائضِ نبوت و رسالت انجام فرماتے رہے تیرہ سال مکہ میں اور دس سال بعد از ہجرت مدینہ طیبہ میں۔ مکی دور میں تو آپ کی شدید مخالفت کی گئی، آپ اور آپ پر ایمان لانے والوں کو سخت ابتلاء و آزمائش سے دوچار ہونا پڑا۔ مگر مدنی دور میں اسلام کو ارتقاء و عروج نصیب ہوا۔ یہاں آپ نے باقاعدہ اسلامی ریاست کی تشکیل فرمائی جس کی برکاتِ کثیرہ سے پورا ماحول فیضیاب ہونے لگا اور اسلام عرب میں غالب ہو کر عجم کو بھی اپنی آغوشِ رحمت میں لینے لگا۔ یہ دونوں ادوار عالمِ انسانیت کے لیے بڑی ہی اہمیت کے حامل ہیں خصوصاً تحریکِ اسلامی کے کارکنوں کے لیے تو مشعلِ راہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ یہاں آپ کی بعثت کے مختصر حالات بیان کیے جاتے ہیں:-

ا۔ مکی دور

۱۔ دعائے ابراہیمؑ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر جب چالیس برس کی ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو منصبِ نبوت پر سرفراز فرمایا۔ آپ کی نبوت و بعثت کے بارے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا فرمائی تھی۔ اس کا ذکر قرآن میں اس طرح آتا ہے:-

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ ۚ إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (البقرہ ۱۲۹)

اور اے ہمارے رب! ان لوگوں میں خود انہی کی قوم سے ایک رسول اٹھائیو جو انہیں تیری آیات سنائے، ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دے اور ان کی زندگیاں سنوارے تو بڑا مقتدر اور حکیم ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

۲۔ چند مخصوص صفات کے حامل رسُول کی بعثت

اِس دُعا میں حضرت ابراہیمؑ نے اپنے ربّ سے حسبِ ذیل چند مخصوص صفات کے حامل رسول کی بعثت کے لیے درخواست کی ہے:

(۱) وہ رسول خانہ کعبہ (بیتُ اللہ) کی تعمیر کرنیوالے اور مکّہ مکرّمہ کو آباد کرنے والے حضرت اسمٰعیلؑ ذبیح اللہ کی نسل میں سے پیدا ہو۔ اور اس کی بعثت کا ظہورِ قدسی بھی اسی امن والے شہر مکہ مکرّمہ سے رُونما ہو۔

(۲) وہ رسُول صاحب کتاب ہو۔ وُہ اللہ کی آیات و احکام پڑھ کر سنائے اور لوگوں کو اس کی دعوت و تبلیغ کرے۔

(۳) جو لوگ اس دعوت کو قبول کریں انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دے۔

(۴) وہ ایمان لانے والوں کو منظم کرے، ان کا تزکیۂ نفس کرے۔ ان کے خیالات و نظریات اور عقائد و افکار کی تطہیر کرے۔ ان کے افعال و اعمال اور سیرت و کردار کو کفر و شرک اور بدعت و نفاق کی آلودگیوں سے پاک کر کے اسلام کی پاکیزہ تعلیمات کے مطابق سنوارے اور خود بھی اپنا عملی نمونۂ زندگی ان کے سامنے پیش کرے۔

(۵) اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسے کامل انسان اور جامع صفات کے حامل رسول کا مبعوث کیا جانا کوئی مشکل کام نہیں۔ کیونکہ وُہ عزیز و حکیم ہے اور وہ جو کام کرنا چاہے اس میں کوئی طاقت حائل نہیں ہو سکتی۔

مذکورہ بالا صفات کی حامل و مصداق شخصیّت حضورِ اقدس حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم ہی کی ذاتِ گرامی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپؐ ہی کو حضرت ابراہیمؑ کی دعا کے نتیجہ میں اُن کے بیٹے حضرت اسمٰعیل کی نسل اور اس بستی (مکہ مکرّمہ) میں سے مبعوث فرمایا تھا جہاں دونوں باپ بیٹے نے بیت اللہ کی بنیادیں کھڑی کرتے وقت اپنے رب سے آپؐ کیلئے دُعا فرمائی تھی۔

Marfat.com
Marfat.com

۳۔ بعثتِ حضورؐ کی خبر و شہادت

(۱) حضورِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلّم سے قبل دُنیا میں جو پیغمبر بھی آتا رہا ہے وُہ اپنی اپنی اُمّت سے یہ عہد و پیمان ضرور لیتا رہا ہے کہ "میرے بعد ایک رسول آنے والا ہے وہ جب تشریف لائے تو اس پر ضرور ایمان لانا ہوگا اور اس کی نصرت و مدد بھی کرنی ہوگی"۔ (آلِ عمران ۔ ...)

(۲)۔ حضورؐ کی بعثت و رسالت کا ذکر خود تورات اور انجیل میں بھی موجود ہے جو حضرت موسیٰؑ و عیسیٰؑ پر نازل کی گئی تھیں اور جنہیں اہلِ کتاب (یہود و نصاریٰ) آسمانی کتابیں مانتے تھے۔

(الاعراف ۔ ۱۵۷)

(۳)۔ اہلِ کتاب خود بھی اللہ سے حضورؐ کی بعثت کے لیے دُعائیں مانگا کرتے تھے کہ وہ جلدی تشریف لائیں تاکہ ان کے ذریعہ سے ہمیں ایک بار پھر دنیا میں باعزّت مقام حاصل ہو اور ہم دشمنوں پر غلبہ و برتری حاصل کریں۔ (البقرہ: ۸۹)

(۴)۔ آپؐ کی تشریف آوری سے قبل آپؐ کے پیشرو حضرت عیسیٰؑ تقریباً چھ سو سال قبل مبعوث ہوئے تھے وہ بھی اپنی اُمّت کو آپؐ کی آمد کی بشارت ان الفاظ میں دے چکے تھے کہ:

وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْ بَعْدِی اسْمُہٗ اَحْمَدُ (الصف ۔ ۶)

اور بشارت دینے والا ہوں ایک رسول کی جو میرے بعد آئیگا جس کا نام احمدؐ ہوگا۔

۴ ۔ دلائلِ نبوّت

حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلّم کی نبوّت کے دلائل بے شمار ہیں ۔ ان میں سے چند یہ ہیں:۔

(۱) قرآن: حضورؐ اُمّی تھے کیونکہ آپؐ نے عمر بھر کسی فردِ بشر سے پڑھنا لکھنا نہیں سیکھا تھا۔ نہ ہی آپکو قبل از نبوّت معلوم تھا کہ کتاب و ایمان کیا ہوتے ہیں (الشوریٰ ۔۵۲، العنکبوت ۔۴۸) پھر آپؐ کا چالیسؐ سال بعد اچانک اتنا بڑا کارنامہ کر دکھانا کہ ایک عظیم الشان اعجازی کلام قرآنِ حکیم کی شکل میں دُنیائے انسانیّت کے سامنے پیش کر دیا جس کی نظیر لانے میں انس و جن عاجز ہیں، آپؐ کی نبوّت کا ایک بیّن اور واضح ثبوت ہے (بنی اسرائیل ۔۸۸، ہود ۔۱۳، البقرہ ۲۳، ۲۴)

Marfat.com
Marfat.com

(۲)۔ مُصَدِّق: آپؐ دنیا میں کوئی نئے اور نرالے رسول مبعوث نہیں ہوئے بلکہ پہلے رسولوں ہی کی طرح کے ایک رسول اور ان کے مُصَدِّق (تصدیق کرنیوالے) ہیں۔ (الاحقاف: ۹،۱۲)

(۳)۔ صادق وامین: بعثت سے پہلے آپؐ کی زندگی کے بارے میں کفارِ مکہ بھی بڑے معترف تھے۔ وُہ آپؐ کو صادق و امین کے لقب سے پکارتے تھے اور آپؐ کی صداقت و امانت پر اعتماد ہونے ہی کی وجہ سے آپؐ کے پاس اپنی امانتیں رکھا کرتے تھے۔ (الانعام ۳۳، یونس ۱۶)

(۴) شقِ قمر: بعثت کے آٹھویں سال چودھویں رات کو منیٰ کے مقام پر آپؐ دعوت و تبلیغ کے لیے تشریف لے گئے تھے کہ چاند اچانک دو ٹکڑے ہوگیا۔ اس کا ایک ٹکڑا سامنے کی پہاڑی کے ایک طرف اور دُوسرا دوسری طرف نظر آیا۔ یہ کیفیت بس ایک ہی لحظہ رہی اور پھر دونوں ٹکڑے باہم مل گئے۔ اس وقت آپؐ نے لوگوں سے فرمایا دیکھو اور گواہ رہو۔ کفارِ مکہ نے کہا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہم پر جادو کر دیا ہے اسلیے ہماری آنکھوں نے دھوکا کھایا۔ دُوسرے لوگ بولے کہ محمدؐ ہم پر تو جادو کر سکتے تھے مگر تمام لوگوں پر تو نہیں کر سکتے تھے۔ باہر کے لوگوں کو آنے دو۔ اُن سے پوچھیں گے کہ یہ واقعہ انہوں نے بھی دیکھا ہے یا نہیں۔ باہر سے جب لوگ آئے تو انہوں نے شہادت دی کہ وُہ بھی یہ منظر دیکھ چکے ہیں (تخلیص سیرت سرورِ عالم جلد ۲۔ صفحہ ۶۱۶) (والقمر۔ ۱ تا ۲)

۵۔ مقاصدِ بعثت

حضورؐ کے مقاصد بعثت یہ ہیں:-

(۱)۔ لوگوں کو اللہ کی آیات پڑھ کر سنانا۔ (آل عمران ۱۶۴)
(۲) اہل ایمان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دینا۔ ״
(۳)۔ ان کا تزکیۂ نفس کرنا ״
(۴)۔ کتاب کی تشریح و تفصیل بیان کرنا (النحل۔ ۴۴)
(۵)۔ انسانی زندگی کی رہنمائی کے لئے ایک عملی اور مثالی نمونہ پیش کرنا (الاحزاب ۲۱)
(۶)۔ اصل دین کے بارے میں وُہ تمام اختلافات کی حقیقت واضح کرنا جو پہلے انبیاء کرام کی

Marfat.com
Marfat.com

امتوں کے درمیان پیدا ہو گئے تھے اور اس سلسلہ میں آمیزشوں کو الگ کرنا' الجھنوں کو دُور کرنا' گمراہی کے پردوں کو ہٹانا اور راہِ ہدایت کو واضح کرنا۔ (النحل ۶۳' ۶۴)

(۷)۔ دُنیا میں حق و صداقت کا فکری و عملی گواہ بن کر رہنا۔ (البقرہ ۱۴۳۔ النساء ۴۱)

(۸)۔ لوگوں کو غیر اللہ کی پابندیوں سے آزاد کرنا' اُن کو غلط رسم و رواج کی بوجھل زنجیروں سے نجات دلانا اور حلال و حرام کی ٹھیک ٹھیک حدبندی کرنا۔ (الاعراف ۔ ۱۵۷)

(۹)۔ لوگوں کو نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا۔ (الاعراف ۔ ۱۵۷)

(۱۰)۔ لوگوں کو مکارم اخلاق کی تعلیم دینا۔ (النحل ۔ ۹۰)

(۱۱)۔ اللہ کے دین کو انسانی زندگی کے ہر شعبے میں جاری و ساری اور غالب و نافذ کرنا۔ (الصف ۔ ۹)

(۱۲)۔ دین کی تکمیل کرنا۔ (المائدہ ۔ ۳)

۲۔ حکمتِ دعوت و تبلیغ

(۱) اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کو دعوت و تبلیغ کا جو طریقہ سکھایا تھا اس میں دو باتوں کی خاص ہدایت کی تھی۔ ایک حکمت' دُوسرے عمدہ نصیحت۔ (النحل ۔ ۱۲۵)

(۲)۔ آپؐ کو ہدایت فرمائی گئی کہ کفار' مشرکین اور دینِ اسلام کے مخالفین سے گفتگو اور مباحثے میں اہلِ ایمان تیز کلامی' مبالغے اور غلو سے کام نہ لیں۔ مخالفین خواہ کیسی ہی ناگوار باتیں کریں مسلمانوں کو بہرحال نہ تو کوئی بات خلافِ حق زبان سے نکالنی چاہیئے اور نہ ہی غصے میں آپے سے باہر ہو کر بیہودگی کا جواب بیہودگی سے دینا چاہئے انہیں ٹھنڈے دل سے وہی بات کہنی چاہیئے جو جچی تُلی ہو' برحق ہو اور اُن کی دعوت کے وقار کے مطابق ہو۔ (بنی اسرائیل ۔ ۵۳' ۵۴)

(۳) دعوت و تبلیغ عمومی رنگ میں دی جائے مگر اس سے مقصود یہ ہونا چاہیے کہ اللہ کے بندوں میں سے اُن لوگوں کو تلاش کیا جائے جو اسے قبول کر کے راہِ راست اختیار کر لیں۔ یہی لوگ نگاہِ التفات کے مستحق ہیں اور انہی کی تعلیم و تربیت پر خصوصی توجہ دینی چاہیئے۔ (الاعلیٰ ۔ ۹ ۔ ۱۰)

(۴)۔ حکمتِ تبلیغ میں مباحثہ معقول دلائل کے ساتھ مہذب و شائستہ زبان اور افہام و تفہیم کی سپرٹ

Marfat.com
Marfat.com

میں ہونا چاہئے تاکہ جس شخص سے بحث کی جا رہی ہو اس کے خیالات کی اصلاح ہو سکے۔
(العنکبوت۔۴۶، النحل۔۱۲۵، حٰم سجدہ۔۳۴، ۳۶)

(۵)۔ داعیِ حق کو نرم خو، متحمل مزاج اور عالی ظرف ہونا چاہئے۔ لوگوں کو معروف اور عام بھلائیوں کی تلقین کی جائے۔ جاہلوں سے اعراض کیا جائے اور نزغِ شیطانی (شیطانی اکساہٹ) کے وقت فوراً خدا کی پناہ مانگی جائے۔ (اعراف۔۱۹۹ تا ۲۰۲)

(۶)۔ دعوت کا آغاز اپنے قریبی ماحول اور خاندان سے کیا جائے۔ (الشعراء۔۲۱۴، ۲۱۵)

(۷)۔ داعیِ حق کے اندر انتہائی درجہ کا جذبۂ خیر خواہی ہونا چاہیئے۔ (الکہف۔۶)

۷۔ (ا) پیغام رسانی

اللہ تعالیٰ انسانوں میں سے اپنے جس بندے کو نبوت و رسالت کے منصب پر سرفراز فرماتا ہے اس کے ساتھ وُہ دنیا میں براہِ راست ہم کلام نہیں ہوتا بلکہ وہ پیغام رسانی کے لئے حسب ذیل صُورتیں اختیار فرماتا ہے:۔

(۱) وحی کے ذریعہ سے (۲) پردے کے پیچھے سے (۳) کسی رسول (فرشتہ) کے ذریعہ سے آپؐ کو ان تینوں طریقوں سے پیغام دیا گیا۔ (الشوریٰ۔۵۱، ۵۲)

(ب) وحی

وحی کے معنی ہیں اشارہ کرنا، دل میں کوئی بات ڈالنا، خفیہ طریقے سے کوئی بات کہنا۔ پیغام بھیجنا۔ بعض اوقات اس کا اطلاق الہام اور القاء پر بھی ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مخلوق کو جو تعلیم دی جاتی ہے۔ وہ چونکہ مخفی طریقہ سے ہوتی ہے۔ اس لئے مخلوق کو اس کا پتہ نہیں چلتا۔ البتہ اللہ کے پیغمبروں کو اس طرح کی تعلیم کا پورا پورا ادراک و شعور ہوتا ہے کہ یہ وحی خدا کی طرف سے آ رہی ہے۔

(ج) **آغازِ نبوت** (۱) آپؐ کی نبوّت کا آغاز سچے خوابوں سے ہُوا۔

وَ ذَاكَ حِيْنَ بُلُوْغٍ مِّنْ نُّبُوَّتِهٖ	زمانے کا تقاضا تھا کہ دورِ انقلاب آئے
فَلَيْسَ يُنْكَرُ فِيْهِ حَالُ مُحْتَلِمٖ	نبوّت کا شباب آیا تو سچے سچے خواب آئے

Marfat.com
Marfat.com

حَتّٰی غَدَا عَنْ طَرِیْقِ الْوَحْیِ مُنْهَزِمٌ	ہُوا غارِ حرا سے جب ظہورِ فکرِ یزدانی !
مِنَ الشَّیَاطِیْنِ یَقْفُوْا اِثْرَ مُنْهَزِمٖ	ہزیمت کا نمونہ بن گئی تدبیرِ شیطانی !

(نوائے بُردہ)

۸(ا) پہلی وحی جب آپؐ کی عمر چالیس برس اور چند ماہ ہوگئی تو اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو نبوّت سے سرفراز فرمایا۔ محدّثین نے آغازِ وحی کا قصہ اپنی اپنی سندوں کے ساتھ امام زہری سے اُنہوں نے حضرت عروہ بن زبیر سے اور اُنہوں نے اپنی خالہ حضرت عائشہؓ سے نقل کیا ہے۔ وُہ فرماتی ہیں کہ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم پر وحی کی ابتدا سچّے اور اچھے خوابوں کی شکل میں ہوئی۔ آپؐ جو خواب بھی دیکھتے وُہ ایسا ہوتا جیسے آپؐ دن کی روشنی میں دیکھ رہے ہیں پھر آپؐ تنہائی پسند ہوگئے اور کئی کئی روز و شب غارِ حرا میں رہ کر عبادت کرنے لگے۔ حضرت عائشہؓ نے اس کے لیے تَحَنُّث (تَعَبُّد) کا لفظ استعمال کیا ہے۔ آپؐ کھانے پینے کا سامان گھر سے لے جا کر وہاں چند روز گزارتے۔ پھر حضرت خدیجہؓ کے پاس آتے۔ اور وُہ مزید چند روز کیلئے سامان آپ کو مہیّا کر دیتیں۔ ایک روز جب کہ آپؐ غارِ حرا میں تھے۔ یکایک آپؐ پر وحی نازل ہُوئی اور فرشتے نے آکر آپؐ سے کہا۔ پڑھو۔ اس کے بعد حضرت عائشہؓ خود رسول اللہؐ کا قول نقل کرتی ہیں کہ میں نے کہا "مَیں پڑھا ہُوا نہیں ہوں"۔ اِس پر فرشتے نے مجھے پکڑ کر بھینچا۔ یہاں تک کہ میری قوّتِ برداشت جواب دینے لگی پھر اُس نے مجھے چھوڑ دیا اور کہا "پڑھو" مَیں نے کہا "مَیں تو پڑھا ہُوا نہیں ہُوں" اُس نے دوبارہ مجھے بھینچا۔ اور میری قوّتِ برداشت جواب دینے لگی۔ پھر اُس نے مجھے چھوڑ دیا اور کہا "پڑھو" مَیں نے کہا "مَیں تو پڑھا ہُوا نہیں ہوں"۔ اُس نے تیسری مرتبہ مجھے بھینچا۔ یہاں تک کہ میری قوّتِ برداشت جواب دینے لگی۔ پھر اُس نے مجھے چھوڑ دیا۔ اور کہا:

" اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ " (العلق - ۱)

پڑھو اپنے ربّ کے نام سے جس نے پیدا کیا۔ یہاں تک کہ مَا لَمْ یَعْلَمْ تک پہنچ گیا۔

Marfat.com
Marfat.com

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کانپتے لرزتے ہوئے وہاں سے پلٹے اور حضرت خدیجہؓ کے پاس پہنچ کر کہا "مجھے اڑھاؤ" "مجھے اڑھاؤ" چنانچہ آپؐ کو کمبل اڑھا دیا گیا جب آپؐ پر سے خوف زدگی کی کیفیت دُور ہو گئی تو آپؐ نے فرمایا "اے خدیجہؓ یہ مجھے کیا ہو گیا ہے" پھر سارا قصہ آپؐ نے اُن کو سُنایا۔ اور کہا "مجھے اپنی جان کا ڈر ہے"۔ اُنہوں نے کہا ہرگز نہیں۔ آپؐ خوش ہو جائیے خدا کی قسم! آپؐ کو خدا کبھی رُسوا نہیں کرے گا۔ آپؐ رشتہ داروں سے نیک سلوک کرتے ہیں سچ بولتے ہیں۔ امانتیں ادا کرتے ہیں۔ بے سہارا لوگوں کا بار برداشت کرتے ہیں۔ ناداروں کو کما کر دیتے ہیں"۔ پھر وہ حضورؐ کو ساتھ لے کر ورقہ بن نوفل کے پاس گئیں جو خدیجہؓ کے چچا زاد بھائی تھے۔ زمانہ جاہلیت میں عیسائی ہو گئے تھے۔ عربی اور عبرانی میں انجیل لکھتے تھے۔ بہت بوڑھے اور نابینا ہو گئے تھے۔ حضرت خدیجہؓ نے اُن سے کہا "بھائی جان ذرا اپنے بھتیجے کا قصہ سنئے"۔ ورقہ نے حضورؐ سے کہا "بھتیجے تم کو کیا نظر آیا ہے؟" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ دیکھا تھا وہ بیان کر دیا۔ ورقہ نے کہا "یہ وہی ناموس (عالم بالا سے وحی لانیوالا فرشتہ) ہے جو اللہ نے موسیٰ پر نازل کیا تھا۔ کاش میں آپؐ کے زمانہ نبوت میں قوی اور جوان ہوتا۔ کاش میں اُس وقت تک زندہ رہوں۔ جب آپؐ کی قوم آپؐ کو نکال دیگی"۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کیا یہ لوگ مجھے نکال دیں گے"؟ ورقہ نے کہا "ہاں کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کوئی شخص وہ چیز لے کر آیا ہو جو آپؐ لائے ہیں اور اُس سے دُشمنی نہ کی گئی ہو۔ اگر میں نے آپؐ کا وہ زمانہ پایا تو میں آپؐ کی پُرزور مدد کروں گا" مگر زیادہ مدت نہ گزری تھی کہ ورقہ کا انتقال ہو گیا۔[۱] ۵۰

(ب)۔ دُوسری وحی: دوسری وحی آپؐ پر اُس وقت نازل ہوئی جب آپؐ اپنے گھر میں چادر اوڑھ کر آرام فرما رہے تھے۔ اس میں آپؐ کو دعوت و تبلیغ کا حکم دیا گیا۔

یٰٓاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝ قُمْ فَاَنْذِرْ ۝ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۝ وَثِیَابَكَ فَطَهِّرْ ۝ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۝ وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ ۝ وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ ۝ (المدثر)

اے اوڑھ لپیٹ کر لیٹنے والے اُٹھو اور خبردار کرو اور اپنے ربّ کی بڑائی کا اعلان کرو اپنے کپڑے پاک رکھو، اور گندگی سے دُور رہو اور احسان نہ کرو زیادہ حاصل کرنے کے لیے (یعنی

[۱] (سیرت سرورِ عالمؐ جلد ۲ صفحہ ۱۳۴ تا ۱۳۵)

Marfat.com
Marfat.com

لوگوں سے مادی مفاد حاصل کرنے کے لئے احسان اور حسنِ سلوک نہ کیا جائے ۔ بلکہ ان پر محض خدا کی خوشنودی کے لئے نیکی و مروّت کی جائے) اور اپنے رب کی خاطر صبر کرو ۔

۹۔ اوّل مومنین "سب سے پہلے جو خوش نصیب انسان آپؐ کی نبوت پر ایمان لائے ۔ وہ یہ تھے : حضرت خدیجہؓ، حضرت زیدؓ بن حارثہ، حضرت ابو بکرؓ، حضرت علیؓ ۔ آپؐ کی صاحبزادیوں کے بارے میں بھی اغلب یہی ہے ۔ کہ اُنہوں نے بھی آپؐ پر فوراً ایمان لایا ہوگا کیونکہ جب انہیں معلوم ہوا ہوگا کہ آپؐ کو اللہ تعالیٰ نے منصبِ نبوت پر سرفراز فرمایا ہے اور اُن کی والدہ ماجدہ آپؐ پر ایمان لا کر مسلمان ہو گئی ہیں تو لازماً اُنہوں نے بھی آپؐ پر ایمان لانے میں اپنی ماں کا اتباع کیا ہوگا ۔"

(سیرت سرور عالمؐ جلد ۲ صفحہ ۱۴۴)

۱۰۔ خفیہ دعوت حضورؐ نے نبوت کے ابتدائی تین سالوں میں دعوتِ دین خُفیہ طریقہ سے دی ۔ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو تبلیغِ رسالت کی جو حکمت سکھائی تھی ۔ اس کے مطابق آپؐ ابتدائی تین سال تک خفیہ طریقہ سے اسلام کی دعوت کو اُن سعید رُوحوں تک پہنچاتے رہے جو محض دلیل و بُرہان اور تفہیم و تذکیر سے توحید کو قبول کرنے اور شرک چھوڑنے پر آمادہ ہو سکتی تھیں اور اس کے ساتھ جن پر یہ اعتماد بھی کیا جا سکتا تھا کہ وہ اس تحریک کو اُس وقت تک راز میں رکھیں گی جب تک اللہ تعالیٰ کے اذن سے ہادیٔ برحق اعلانِ نبوت سے دعوت الی اللہ کا کام شروع کرنے کا فیصلہ نہ فرما دیں ۔

۱۱۔ اہم مسائل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت اہلِ عرب کو جن اہم مسائل کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا وہ موٹے موٹے یہ تھے ۔

۱ ۔ عرب قومیت بے شمار قبائل میں بٹ کر اپنے اپنے قبیلہ تک ہی محدود ہو کر رہ گئی تھی ۔

۲ ۔ تمام عرب میں خانہ جنگی، قبائلی کشمکش اور ظلم و ستم کا بازار سرگرم تھا ۔

۳ ۔ جہالت، اخلاقی پستی اور لوٹ مار کا دَور دَورہ تھا ۔

۴ ۔ عام لوگ بھوک اور افلاس کا شکار ہو گئے تھے ۔

۵ ۔ عرب کی اس صورتِ حال سے بیرونی طاقتیں خوب فائدہ اُٹھا رہی تھیں، چنانچہ شمال میں حجاز

Marfat.com
Marfat.com

کی سرحد تک رُومیوں کا تسلط ہو چکا تھا مغرب کی جانب سے حبش کی عیسائی حکومت یمن پر حملہ آور ہوتی رہتی تھی، مشرقی ساحل اور اس کے اندرونی علاقوں پر ایران اپنا تسلط جما چکا تھا اور حجاز کے اکثر و بیشتر زرخیز حصّوں پر باہر سے آئے ہوئے یہودی قابض ہو چکے تھے اور انہوں نے اپنی سود خوری کے جال میں لوگوں کو خوب پھانس رکھا تھا۔

۱۲۔ مسائل کے حل کیلئے طریق کار

ان مسائل کو حل کرنے کے لیے حضورؐ نے وُہ طریقہ اختیار نہیں کیا جو عموماً ایسے وقت میں کسی قوم کا ایک مصلح قسم کا لیڈر اختیار کرتا ہے۔ اس سے ایک نبی اور ایک غیر نبی کا فرق اچھی طرح واضح ہو جاتا ہے چنانچہ آپؐ نے معاشرہ کے فاسد جسم کے ایک ایک پھوڑے کا علاج کرنے کے بجائے ایک ایسا طریقۂ علاج اختیار فرمایا جس سے جسم کے تمام فاسد مادے کی اصلاح ہو جاتی ہے اور تمام پھوڑے خود بخود اپنی اپنی جگہ بیٹھ جاتے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ آپؐ کا تعلق جنس بشریت ہی کے ساتھ تھا، آپؐ کا خاندان بنو ہاشم اور قبیلہ قریش بھی مکہ میں موجود تھا۔ بعثت سے پہلے آپؐ وہاں اپنی زندگی کا اکثر اور بیشتر حصّہ گزار چکے تھے۔ آپؐ کو بھی دیگر مصلحین کی طرح اپنے خاندان اور شہر کے ساتھ ایک فطری محبت ضرور تھی اور ان کے مسائل کو حل کرنے میں غیر معمولی دلچسپی بھی رکھتے تھے، مگر بعثت کے بعد ان مسائل کو حل کرنے کے لیے آپؐ نے وُہ طریقہ اختیار کیا جو ہمیشہ سے تحریک اسلامی کا ہر داعی اپنے اپنے زمانے میں اپنے پیشِ نظر رکھتا رہا ہے کہ اس کے مدّ نظر نہ کوئی خاص قبیلہ ہوتا ہے، نہ قوم، نہ مُلک اور نہ وطن بلکہ اس کی نگاہ میں پُوری نوعِ انسانی کی فلاح ہوتی ہے۔ وہ سب کو ایک ہی صراطِ مستقیم کی طرف دعوت دینے کے لیے اٹھتا ہے۔ چنانچہ آپؐ نے بھی سب مسائل کو چھوڑ کر جس بنیادی اصلاح پر اپنی کوشش مرکوز کر دی تھی وہ کلمۂ توحید کی طرف دعوت دینا تھا۔

۱۳۔ کلمۂ توحید سے آغازِ دعوت

چنانچہ حضورؐ نے بھی اپنی دعوت کا آغاز کلمۂ توحید (لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ[1]) ہی سے کیا۔ اس سے قبل کوئی ہیر پھیر کا راستہ اختیار نہیں کیا کہ پہلے کچھ سیاسی اور سوشل طرز کا کام کر کے لوگوں میں اثر پیدا کیا جائے پھر اُس اثر

[1] اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے

Marfat.com
Marfat.com

سے کام لیکر رفتہ رفتہ لوگوں کو کلمۂ توحید کی طرف دعوت دی جائے ۔ آپؐ نے ایسا نہیں کیا بلکہ وُہی طریقۂ دعوت اختیار کیا جو پہلے روز سے تحریکِ اسلامی کا طریق کار چلا آرہا ہے ۔ اور جسے اللہ کے ہر نبی نے اپنے اپنے زمانے میں اختیار کئے رکھا تھا، کہ

یَاقَوۡمِ اعۡبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمۡ مِنۡ اِلٰهٍ غَيۡرُهٗ (الاعراف ۔ ۵۹)

اسے برادرانِ قوم' اللہ کی بندگی کرو' اس کے سوا تمہارا کوئی خدا نہیں ہے ۔

وضاحت یعنی اس پُوری کائنات میں صرف وہی ایک بادشاہ' مالک مختارِ کُل ہے ۔ کسی دُوسرے کو نہ یہاں حُکم چلانے کا حق ہے اور نہ درحقیقت کسی کا حکم چلتا ہے اسلیے اس کے سوا تم کسی کے بندے نہ بنو' کسی کا حکم نہ مانو' کسی کے آگے سر نہ جھکاؤ' یہاں کوئی قانون ساز نہیں ہے ۔ قانون صرف اُس کا ہے اور وہی قانون بنانے کا حقدار اور سزاوار ہے ۔ یہاں کوئی سرکار نہیں ہے ۔ کوئی داتا' کوئی شاہ و شہنشاہ' کوئی ولی و کارساز' کوئی مشکل کُشا' کوئی دعائیں سننے والا اور کوئی فریادرس نہیں ہے ۔ کسی کے پاس اقتدار کی کنجیاں نہیں ہیں ۔ کسی کو برتری و بالادستی حاصل نہیں ہے ۔ زمین سے لیکر آسمان تک سب بندے ہی بندے ہیں ۔ سب کا رب اور مولیٰ صرف ایک اللہ وحدہٗ لاشریک ہے لہٰذا تم ہر غلامی' ہر اطاعت اور ہر پابندی سے انکار کر دو اور اس ایک اللہ کے غلام مطیع اور پابند حکم بن جاؤ ۔

یہ ہے تمام اصلاحات کی وہ اصل جڑ اور بُنیاد جس پر از سرِنو انفرادی سیرت اور اجتماعی نظام کی پوری عمارت ایک خاص نقشے پر بنتی ہے اور سارے مسائل جو انسانی زندگی میں آدمؑ سے لیکر اب تک پیدا ہُوئے اور آئندہ قیامت تک پیدا ہوں گے ایک نئے طریقے سے حل ہوتے ہیں ۔

۱۴ ۔ مخلص کارکنوں کی جماعت اس دعوتِ توحید سے پہلے ابتدائی سالوں کے دوران جو افراد اسلام قبول کر کے جماعتِ مسلمین میں شامل ہو چکے تھے ۔ یہ وہ صحیح الفکر اور سلیم الطبع لوگ تھے ۔ جنہوں نے محض دلیل اور افہام و تفہیم سے شرک کی برائی کو سمجھا' توحید کی حقیقت کو پایا ۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلّم کو خدا کا رسول تسلیم کیا ۔ قرآن کو کلام الٰہی

Marfat.com
Marfat.com

کی حیثیت سے اپنے لئے چشمۂ ہدایت قرار دیا۔ اور آخرت کی زندگی کو یقینی سمجھا۔ اتنے صالح اور دینی فہم رکھنے والے مخلص کارکنوں کی جماعت تیّار کر لینے کے بعد حضورؐ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے علی الاعلان دعوتِ اسلام کا کام شروع فرمایا۔ (تلخیص سیرت سرورِ عالم حصہ دوم ۔ ۴۸۰ تا ۴۸۴)

۱۵۔ دعوت کے بنیادی نکات

اس ابتدائی مرحلہ میں آپؐ کی دعوت کے بنیادی نکات یہ تھے :۔

(۱)۔ "لوگ توحید پر ایمان لائیں۔ سب کی بندگی چھوڑ کر صرف ایک اللہ کی بندگی اختیار کریں اور اُسی کے حکم کو واجب الاتباع قانون مانیں۔

(۲)۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا رسُول مانیں۔ اور اُس ہدایت تعلیم اور آئین و قانون کی اطاعت کریں جو اللہ اور اُس کے رسُولؐ کے ذریعے پہنچے۔ اس اطاعت سے خود محمدؐ بن عبداللہ بھی مستثنیٰ نہ تھے۔ کجا کہ کوئی اور ہو سکتا۔

(۳)۔ قرآن کو اللہ کا کلام مانیں۔ اور اُس کے فرمان کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے واجب الاتباع تسلیم کریں

(۴)۔ آخرت پر ایمان لائیں۔ اور یہ سمجھتے ہوئے دُنیا میں کام کریں کہ آخر کار مرنے کے بعد ہمیں اپنے خُدا کے سامنے حاضر ہونا ہے۔ اور اپنے اعمال کی جواب دہی کرنی ہے۔

(۵)۔ اخلاقی حُسن و قبح کے اُن ناقابلِ تغیّر اُصولوں کی پیروی اختیار کریں جو اللہ اور اُس کے رسُول اور اُس کی کتاب نے پیش کیے ہیں۔

(۶)۔ انسانوں میں سے جو لوگ بھی اِس دعوت کو قبول کریں وُہ ایک ایسی اُمّت بن جائیں۔ جو اس دعوت کی علمبردار بن کر اُٹھے اور اُس کو غالب کرنے کے لیے جان و مال کی بازی لگا دینے پر تیّار ہو جائے وُہ آپس میں پُوری طرح متحد ہو۔ اور اپنا ایک مستقل معاشرہ بنا کر کُفر اور کُفّار سے قلبی محبّت اور عملی معاشرت کے تعلقات توڑ لے" (سیرت سرورِ عالمؐ جلد ۲۔ صفحہ ۴۷۹)

۱۶۔ دعوتی مراحل

حضورؐ نے منصبِ نبوت و رسالت پر سرفراز ہونے کے بعد اپنی ۱۳ سالہ مکی زندگی میں جو دینِ اسلام کی دعوت دی ہے۔ وُہ "دَہ" مرحلوں پر مشتمل ہے!

Marfat.com
Marfat.com

(۱) **پہلا مرحلہ:** "نبوت کے پہلے پانچسالہ دعوتی مرحلہ میں آپؐ نے لوگوں کو بذریعہ وحی جو دعوت و تبلیغ فرمائی تھی۔ اس کا انداز بڑا ہی شستہ، نہایت شیریں، نہایت پُراثر اور مخاطب قوم کے مطابق بہترین ادبی رنگ لیئے ہوئے ہوتا تھا۔ پھر ان میں مقامی رنگ بہت زیادہ تھا۔ اگرچہ بیان تو کی جارہی تھیں عالمگیر صداقتیں مگر اُن کے لیے دلائل و شواہد اور مثالیں اُس قریب ترین ماحول سے لی گئی تھیں۔ جس سے مخاطب لوگ اچھی طرح مانوس تھے۔ اُن ہی کی تاریخ۔ اُن ہی کی روایات، اُن ہی کے روزمرّہ مشاہدہ میں آنے والے آثار اور اُن ہی کی اعتقادی او اخلاقی اور اجتماعی خرابیوں پر ساری گفتگو تھی تاکہ وہ اس سے اثر لے سکیں"۔

(۲) **دعوت کا ردِّ عمل:** "اس دعوت کا ردِّ عمل جن صورتوں میں ظاہر ہوا وہ یہ تھا کہ:

- چند صالح آدمی اس دعوت کو قبول کر کے امّت مسلمہ بننے کے لیے تیار ہو گئے
- ایک کثیر تعداد جہالت یا خود غرضی یا آبائی طریقے کی محبّت کے سبب سے مخالفت پر آمادہ ہو گئی۔
- مکّے اور قریش کی حدود سے نکل کر اس نئی دعوت کی آواز نسبتاً وسیع حلقے میں پہنچنے لگی"۔

(۳) **دوسرا مرحلہ:** "دعوت و تبلیغ کے سلسلے میں آپؐ کی نبوّت کا وہ دوسرا سات سالہ مرحلہ ہے جو مکّی زندگی کے آخر تک رہا۔" "اس مرحلے میں اسلام کی اس تحریک اور پرانی جاہلیت کے کے درمیان ایک سخت جاں گسل کشمکش برپا ہوئی۔ جس کا سلسلہ سات آٹھ سال تک چلتا رہا۔ نہ صرف مکّے میں اور نہ صرف قبیلۂ قریش میں، بلکہ عرب کے بیشتر حصّوں میں بھی جو لوگ پرانی جاہلیت کو برقرار رکھنا چاہتے تھے وہ اس تحریک کو بزور مٹا دینے پر تُل گئے۔ اُنھوں نے اسے دبانے کیلئے سارے حربے استعمال کر ڈالے۔ جھوٹا پروپیگنڈہ، الزامات، شبہات اور اعتراضات کی بوچھاڑ کر دی عوام الناس کے دلوں میں طرح طرح کی وسوسہ اندازیاں کیں۔ ناواقف لوگوں کو نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کی بات سُننے سے روکنے کی کوششیں کیں۔ اسلام قبول کرنے والوں پر نہایت وحشیانہ ظلم و ستم ڈھائے۔ اُن کا معاشی اور معاشرتی مقاطعہ کیا۔ اور ان کو اتنا تنگ کیا کہ اُن میں سے بہت سے لوگ دو دفعہ اپنے گھر چھوڑ کر حبشہ کی طرف ہجرت کر جانے پر مجبور ہوئے اور بالآخر تیسری دفعہ ان سب کو

Marfat.com
Marfat.com

مدینے کی طرف ہجرت کرنی پڑی. لیکن اِس شدید اور روز افزوں مزاحمت کے باوجود یہ تحریک پھیلتی ہی چلی گئی۔ مکّے میں کوئی خاندان اور کوئی گھر ایسا نہ رہا. جس کے کسی نہ کسی فرد نے اسلام قبول نہ کر لیا ہو۔ بیشتر مخالفینِ اسلام کی دشمنی میں شدّت اور تلخی کی وجہ یہی تھی کہ اُن کے بھائی، بھتیجے، بیٹے، بیٹیاں، بہنیں اور بہنوئی دعوتِ اسلام کے نہ صرف پیرو، بلکہ جان نثار حامی بن گئے تھے اور اُن کے دل و جگر کے ٹکڑے ہی خود اُن سے برسرِ پیکار ہونے کو تیار تھے۔ پھر لطف یہ ہے. کہ جو لوگ پُرانی جاہلیت سے ٹوٹ ٹوٹ کر اس نوخیز تحریک کی طرف آرہے تھے۔ وُہ پہلے بھی اپنی سوسائٹی کے بہترین لوگ سمجھے جاتے تھے۔ اور اس تحریک میں شامل ہونے کے بعد وہ اتنے نیک، اتنے راست باز اور اتنے پاکیزہ اخلاق انسان بن جاتے تھے کہ دُنیا اس دعوت کی برتری محسوس کیے بغیر نہیں رہ سکتی تھی. جو ایسے لوگوں کو اپنی طرف کھینچ رہی تھی۔ اور انہیں یہ کچھ بنارہی تھی"۔

(مقدمہ تفہیم القرآن صفحہ ۲۱ تا ۲۴)

۱۷. دعوتِ عام کا آغاز

حضورؐ نے دعوتِ عام کا آغاز حرم میں کھلے عام نماز پڑھ کر کیا جیسا کہ قرآن میں ذکر ہے:

وَاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا (الجن۔۱۹)

اور یہ کہ جب اللہ کا بندہ اس کو پکارنے کے لیے کھڑا ہُوا تو لوگ اُس پر ٹوٹ پڑنے کے لیے تیار ہو گئے۔

اعلانیہ نماز پڑھنے کے ساتھ آپؐ نے اپنے قریب ترین رشتہ داروں کو بھی دعوتِ حق دینی شروع کر دی جیسا کہ قرآن میں مذکور ہے:۔

وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ (الشعراء۔۲۱۴)

اور اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈراؤ۔

معتبر روایات میں آیا ہے کہ اپنے قریبی رشتہ داروں کو مدعو کر کے آپؐ نے یہ تقریر فرمائی "يَا بَنِيْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، يَا عَبَّاسُ، يَا صَفِيَّةُ عَمَّةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ، يَا فَاطِمَةُ بِنْتَ مُحَمَّدٍ، اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ فَاِنِّيْ لَا اَمْلِكُ لَكُمْ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا، سَلُوْنِيْ مِنْ مَالِيْ،

Marfat.com
Marfat.com

مَاشِئْتُمْ۔"

(اے اولادِ عبدالمطلب' اے عباس' اے صفیہؓ رسول اللہ کی پھوپھی' اے فاطمہؓ محمدؐ کی بیٹی تم لوگ اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے بچاؤ' کیونکہ میں اللہ کی پکڑ سے تم کو بچانے کا کوئی اختیار نہیں رکھتا' البتہ میرے مال میں سے تم جو چاہو مجھ سے مانگ سکتے ہو)

اگرچہ اُس وقت آپکی بیٹی کی عمر چند برس سے زیادہ نہ تھی اور وُہ ابھی اسلام پر عمل کرنے میں مکلف بھی نہ تھی مگر حضورؐ نے اپنی اس کم سن بیٹی کو بھی مخاطب فرما کر اس حقیقت سے آگاہ فرمادیا کہ خُدا کا دین بے لاگ ہے۔ اس میں نبی تک کی ذات اور اس کے قریب ترین عزیزوں کے لیے بھی رعایت کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ یہاں جس کے ساتھ بھی معاملہ ہے اس کے اوصاف کے لحاظ سے ہے کسی کا نسب اور کسی کے ساتھ آدمی کا تعلق کوئی نفع نہیں پہنچا سکتا۔ گمراہی اور بدعملی پر خدا کے عذاب کا خوف سب کے لیے یکساں ہے۔

اس کے بعد قریش کے تمام خاندانوں کو دعوت دی گئی۔ آپؐ نے ایک روز صبح سویرے کوہِ صفا کے سب سے اُونچے مقام پر کھڑے ہو کر بلند آواز سے پکارا یا صباحاہ (ہائے صبح کا خطرہ) اے قریش کے لوگو' اے بنی کعب بن لوُیؔ' اے بنی مُرَّہ' اے آلِ قُصیؔ' اے بنی عبدمناف' اے بنی عبدشمس' اے بنی ہاشم' اے آلِ عبدالمطلب! اسی طرح آپؐ نے قریش کے ایک ایک خاندان کا نام لے کر آواز دی۔ جب سب لوگ گھروں سے نکل آئے اور وہاں جمع ہو گئے تو آپؐ نے فرمایا:

"لوگو! اگر میں تمہیں بتاؤں کہ اس پہاڑ کے دُوسری طرف ایک بھاری لشکر ہے جو تم پر ٹوٹ پڑنا چاہتا ہے تو تم میری بات کو سچ مانو گے؟" سب نے کہا! "ہاں' ہمارے تجربے میں تم کبھی جھوٹ بولنے والے نہیں رہے ہو۔" اچھا تو میں خدا کا سخت عذاب آنے سے پہلے تم کو خبردار کرتا ہُوں اپنی جانوں کو اس کی پکڑ سے بچانے کی فکر کرو۔ میں خدا کے مقابلے میں تمہارے کسی کام نہیں آسکتا۔ قیامت میں میرے رشتہ دار صرف متقی ہوں گے۔ ایسا نہ ہو کہ دوسرے لوگ نیک اعمال لیکر آئیں اور تم لوگ دُنیا کا وبال سر پر اُٹھائے ہُوئے آؤ۔ اس وقت تم پکارو گے یا محمدؐ' مگر میں مجبور ہوں گا کہ تمہاری طرف سے مُنہ پھیر لوں۔ البتہ دنیا میں میرا اور تمہارا خون کا رشتہ ہے اور یہاں میں تمہارے

Marfat.com
Marfat.com

ساتھ ہر طرح کی صلہ رحمی کروں گا"۔ (بخاری و مسلم)

بعض روایات میں یہ بھی آتا ہے کہ "میں تم کو اللہ سے کچھ دلوانے اور آخرت میں تمہیں کسی حصّہ سے بہرہ ور کرانے کا اختیار نہیں رکھتا۔ اِلّا یہ کہ تم لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کے قائل ہو جاؤ۔ تب میں تمہارے رب کے ہاں تمہارے حق میں اس کی شہادت دوں گا، اور اس کلمہ کی بدولت عرب تمہارے تابع اور عجم تمہارے مطیع ہو جائیں گے"۔ اس پر ابولہب بول اٹھا "تَبًّا لَکَ اَلِھٰذَا جَمَعْتَنَا؟"

(ستیاناس جائے تیرا، کیا اس لیے تو نے ہمیں جمع کیا تھا؟)۔

قریش کے خاندانوں کو دعوتِ حق دینے کے بعد آپؐ نے مکّے اور عرب کے لوگوں میں عام تبلیغ کا سلسلہ شروع کیا اور جب تک آپؐ مکہ میں مقیم رہے، دس سال مسلسل ہر حال میں اور ہر جگہ لوگوں کو قرآن سناتے اور اللہ کا دین قبول کرنے کی دعوت دیتے رہے، نجی مجلسوں میں بھی برسرِعام بھی، حرم میں بھی، آپؐ نے یہ کام جاری رکھا اور کوئی طاقت آپؐ کو اس سے باز نہ رکھ سکی۔ باہر سے جو لوگ تجارت یا عمرہ و زیارت یا کسی اور غرض سے مکے آتے تھے ان سے بھی آپؐ ملاقاتیں کرتے رہے، عکاظ، مجنّہ اور ذی المجاز کے میلوں میں جا جا کر قبائل کے لوگوں کو دینِ حق کی طرف بلاتے رہے اور جب حج کے زمانے میں لوگ منیٰ میں قیام کرتے تو اس وقت بھی آپؐ ایک ایک قبیلے کے پڑاؤ پر جاتے اور خاص و عام سب کو پیغامِ حق پہنچانے میں اپنی طرف سے کوئی کسر نہ اٹھا رکھتے اور انہیں یہ دعوت دیتے:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قُولُوا لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ تُفْلِحُوا وَتَمْلِكُوا بِهَا الْعَرَبَ وَتَذِلَّ لَكُمُ الْعَجَمُ وَإِذَا آمَنْتُمْ كُنْتُمْ مُلُوكًا فِي الْجَنَّةِ"

لوگو! کہو لا الٰہ الا اللہ، فلاح پاؤ گے اور اس کلمے کی بدولت عرب کے حاکم بن جاؤ گے اور عجم تمہارا مطیع ہو جائے گا۔ اور جب تم ایمان لے آؤ گے تو جنت میں تم بادشاہ ہو گے۔

(تلخیص سیرت سرورِ عالم جلد ۲۔ صفحہ ۴۹۴، ۵۰۵)

۱۸۔ دعوت کے مخالفین جب حضورِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلم نے دعوتِ توحید اعلانیہ لوگوں کے

Marfat.com
Marfat.com

سامنے پیش کی جسے وُہ خود بھی اچھی طرح جانتے تھے کہ وہ کیا پیش کرنے لگے ہیں اور سننے والوں کو بھی معلوم تھا کہ اس دعوت کے تقاضے کیا ہیں۔ تو اس کا ردّ عمل یہ ہوُا کہ جس جس پر جس پہلو سے بھی اس پکار کی ضرب پڑی وہ اس آواز کو دبانے کے لیے اُٹھ کھڑا ہوُا۔ پجاریوں اور پروہتوں کو اپنی برہمنیت و پاپائیت کا خطرہ اس میں نظر آیا۔ رئیسوں کو اپنی رئیسیت کا، ساہوکاروں کو اپنی ساہوکاری کا، نسل پرستوں کو اپنے نسلی تفوق کا، رسم پرستوں کو اپنی رسموں کا، قوم پرستوں کو اپنی قومیت کا، اجداد پرستوں کو اپنے باپ دادا کے موروثی طریقے کا، غرض ہر بت کے پرستار کو اپنے بُت کے ٹوٹنے کا خطرہ بس اسی ایک آواز "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ" میں محسوس ہوُا۔ اسلیے "اَلْکُفْرُ مِلَّۃٌ وَّاحِدَۃٌ"[1] کے مصداق سب جو آپس میں لڑا کرتے تھے۔ اس نئی تحریک سے لڑنے کے لیے ایک ہو گئے۔"

(تلخیص سرورِ عالم جلد۔ دوم۔ صفحہ ۴۸۱، ۴۸۲)

۱۹۔ اہلِ ایمان کی آزمائش

جنہوں نے اس دعوتِ توحید کو شعوری طور پر قبول کیا اُن پر ہر قسم کی آزمائشیں آئیں۔ مگر ان کے استقلال میں ذرہ بھر فرق نہ آیا۔ کسی کا روزگار چھوٹا، کسی کو گھر والوں نے نکال دیا، کسی کے عزیز دوست اور آشنا چھوٹ گئے، کسی کو قید میں ڈالا گیا، کسی کو تپتی ریت میں گھسیٹا گیا۔ کسی کی سرِ بازار پتھروں اور گالیوں سے تواضع کی گئی، کسی کی آنکھ پھوڑ دی گئی، کسی کا سر پھاڑ دیا گیا، کسی کو عورت، مال، حکومت، ریاست غرض ہر ممکن چیز کا لالچ دیکر خریدنے کی کوشش کی گئی۔ یہ سب چیزیں آئیں۔ ان کا آنا ضروری تھا۔ ان کے بغیر اسلامی تحریک نہ مستحکم ہو سکتی تھی اور نہ آگے بڑھ سکتی تھی۔ اس آزمائش میں صرف وہی پورے اُترے جو ایمان میں مخلص تھے اور جنہوں نے اس دعوت کو شعوری طور پر قبول کیا تھا۔

(تلخیص سیرتِ سرورِ عالم جلد ۲ صفحہ ۴۸۲)

۲۰۔ کشمکشِ حق و باطل

جُوں ہی آپؐ نے اعلانیہ دعوت و تبلیغ کا آغاز کیا تو اس کے ساتھ ہی حق و باطل کی کشمکش بھی شروع ہو گئی۔ اس کشمکش میں باطل کی طرف سے پیش پیش آپؐ کا چچا ابو لہب، اور اُس کی بیوی اُمّ جمیل دونوں میاں بیوی تھے۔ ان دونوں کا عبرتناک انجام سورہ لہب میں مذکور ہے۔ اسی طرح آپؐ کا ایک دوسرا چچا ابو جہل بھی دعوت اسلامی کا سخت مخالف تھا۔

[1] کفر اصل میں ایک ہی ملت ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

۲۱۔ دعوتِ اسلامی کو روکنے کی تدبیریں

(۱) حضورؐ کی غیر معمولی شخصیت اور قرآن کی بے پناہ تاثیر کے بارے میں مخالفین اچھی طرح محسوس کرتے تھے کہ اگر آپؐ کی یہ دعوت و تبلیغ اسی طرح جاری رہی تو پھر اس سے کوئی فرد بشر متاثر ہونے سے نہ بچ سکے گا۔ چنانچہ اس دعوت کو روکنے کے لیے انہوں نے کئی تدابیر اختیار کیں :۔

(۱) قرآن پڑھتے وقت شور مچانا : دعوت و تبلیغ کو روکنے کے لیے ایک تدبیر یہ اختیار کی کہ جب قرآن پڑھا جائے تو اس وقت اسے سنا نہ جائے۔ اور جہاں سنایا جا رہا ہو۔ وہاں خوب شور مچایا جائے۔ (حٰمٓ السجدہ ۔ ۲۶)

(۲) ناواقف لوگوں کو غلط فہمیوں میں ڈالنا : جب باہر سے آنیوالے ناواقف لوگ کفارِ مکہ سے حضورؐ کے متعلق دریافت کرتے تو وہ ان کو اس طرح جواب دیتے۔ جس سے وہ حضورؐ کے بارے میں غلط فہمی کا شکار ہو جاتے۔ اس طرح لوگوں کو آپؐ کی دعوت سے محروم کیا جاتا۔

(النحل۔ ۲۴)

(۳) مداھنت اور مصالحت : ان کی تدبیر یہ بھی تھی کہ حضورؐ کے ساتھ مداہنت کی پالیسی اختیار کی جائے اور بعض امور میں مصالحت کر لی جائے تاکہ اس طرح دعوتِ حق کو روک دیا جائے۔

(القلم۔ ۹، یونس۔ ۱۵)

(۴)۔ ثقافتی پروگرام : ان کی ایک گھٹیا تدبیر یہ بھی تھی کہ لوگوں کو قصّوں، کہانیوں، گانے بجانے اور عیش و عشرت میں اس قدر مستغرق کر دیا جائے کہ وہ سنجیدہ مسائل اور اپنے اصل مقصدِ زندگی کی طرف توجہ ہی نہ دے سکیں۔ (لقمٰن۔ ۶)

(۵)۔ کذب وافترا کی مہم : کفارِ مکہ نے حضورؐ کی دعوت کو روکنے کے لیے آپؐ کے خلاف کذب و افترا اور جھوٹ کی مہم شروع کر دی کہ یہ تو ایک شاعر ہے، یہ تو کاہن ہے۔ کچھ دوسرے کہنے لگے کہ یہ تو ایک ساحر ہے کوئی کہنے لگا یہ تو ہے ہی سحر زدہ اور دوسرا یہ کہنے لگا کہ یہ تو ایک مجنون ہے۔ (الانبیاء ۳ تا ۹، الفرقان۔ ۸، الحاقہ۔ ۴۱، ۴۲)

Marfat.com
Marfat.com

۲۲۔ اِستہزاء و مذاق

(۱) جب مخالفت کا ہنگامہ برپا تھا۔ اس دوران اچانک وحی کا سلسلہ (۱۲ تا ۴۰ روز تک) رُک گیا۔ اس میں جو حکمت پوشیدہ تھی وُہ تو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے مگر مخالفین کو مذاق اڑانے کا ایک خوب موقع ہاتھ آ گیا۔ انہوں نے یہ مذاق اُڑانا شروع کر دیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو تو اُن کے ربّ نے چھوڑ دیا ہے بلکہ وُہ ناراض ہو گیا ہے۔ (الضحیٰ۔ ۱ تا ۳)

(۲)۔ اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کو معراج کی رات کئی ایک سبق آموز مشاہدات کرائے تاکہ لوگ ان سے آگاہ ہو کر راہِ راست پر آ جائیں مگر لوگ آپؐ سے یہ واقعات سُن کر اُلٹا آپؐ کا مذاق اڑانے لگے۔

(۳) اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کے ذریعے ان کو خبردار کیا کہ یہاں کی حرام خوریاں آخر کار دوزخ میں تمہیں زقوم کے نوالے کھلوا کر رہیں گی، مگر انہوں نے اُس پر ایک ٹھٹھا لگایا اور کہنے لگے "ذرا اس شخص کو دیکھو جو ایک طرف یہ کہتا ہے کہ دوزخ میں بلا کی آگ بھڑک رہی ہو گی اور دوسری طرف خبر دیتا ہے کہ وہاں اس میں زقوم کے درخت اُگیں گے اور اُس کے نوالے تمہیں کھانے پڑیں گے۔"

(بنی اسرائیل۔ ۶۰۔ الصّٰفّٰت۔ ۶۲ تا ۶۶)

۲۳۔ مُطالبات

کفارِ مکّہ نے آپؐ کی نبوّت و رسالت پر ایمان لانے کے لیے آپؐ کے سامنے بے شمار مطالبات رکھ دیے کہ جب تک ان میں سے کوئی ایک پُورا نہیں کیا جاتا اس وقت تک وہ آپؐ کو رسول ماننے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ ان مطالبات کا ذکر قرآن میں آتا ہے:۔

(۱)۔ ان کا ایک مطالبہ یہ تھا کہ حضورؐ کے ساتھ ایک فرشتہ ہونا چاہیے تھا جو لوگوں کو ڈراتا اور دھمکاتا رہتا۔ (الفرقان۔ ۷)

(۲)۔ کبھی وہ یہ مطالبہ کرتے کہ "اگر یہ رسول سچا ہے تو اللہ تعالیٰ ہم پر آسمان سے پتھروں کی بارش برسا دے اور کوئی بہت بڑا عذاب نازل کر دے"۔ (الانفال۔ ۳۲)

(۳)۔ کبھی وُہ یہ مطالبہ کرتے کہ قیامت کب آئے گی۔ (الاعراف ۱۸۷)

Marfat.com
Marfat.com

کبھی وُہ یہ مطالبے کرتے کہ "ہم تیری بات نہ مانیں گے جب تک
(۴) تو ہمارے لیے زمین کو پھاڑ کر ایک چشمہ جاری نہ کر دے۔
(۵) یا تو آسمان کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے ہمارے اُوپر گرا دے۔
(۶) یا خدا اور فرشتوں کو رُو در رُو ہمارے سامنے لے آ۔
(۷) یا تیرے لیے سونے کا گھر بن جائے۔
(۸) یا تو آسمان پر چڑھ جائے۔ اور تیرے چڑھنے کا بھی ہم یقین نہ کریں گے جب تک تو ہمارے اُوپر ایک ایسی تحریر نہ اُتار لائے جسے ہم خود پڑھیں۔" (بنی اسرائیل۔ ۹۰، ۹۳)

۲۴۔ جوابِ مطالبات

حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلّم نے ان سب مطالبات کا دو ٹوک جواب دیا کہ "مَیں تو ایک بشر اور رسُول ہُوں۔ میرے پاس خدا کے خزانے نہیں ہیں۔ نہ مَیں فرشتہ ہوں اور نہ ہی میں علمِ غیب جانتا ہُوں کہ مَیں تمہیں بتلاؤں کہ قیامت کب آئے گی۔ اِن سب مطالبات کو پُورا کرنا اللہ تعالیٰ کا کام ہے جو مختارِ کُل ہے۔ مَیں نہ خدا ہوں اور نہ ہی مَیں نے خُدائی کا دعویٰ کیا ہے اور نہ میں اس کی خُدائی میں شریک ہُوں اسلیے مجھ سے صرف وُہ سوال کرو جو میری رسالت کے ساتھ تعلّق رکھتا ہو۔ مَیں تو خدا کی اس وحی کا پابند ہوں جو مجھ پر نازل ہوتی ہے۔" (الانعام۔ ۵۰)

۲۵۔ حضُور کا اخلاقی رُعب

پُوری قوم آپؐ کے متعلق پہلے سے یہ جانتی تھی کہ یہ ایک غیر معمولی شخصیّت ہے۔ جو اُن کے ہاں پیدا ہُوئی ہے۔ اسی بنا پر نبوّت سے پہلے بھی آپؐ کا بڑا احترام مکّے میں پایا جاتا تھا اور آپؐ کا اخلاقی رُعب بھی بہت تھا اس کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں:۔

(۱) عُتیبہ کے لیے بد دُعا: آپؐ کی زبانِ مُبارک سے کبھی کوئی غلط بات نہ سُنی تھی۔ اور لوگ سمجھتے تھے کہ جو بات آپؐ کے مُنہ سے نکلتی ہے وُہ پُوری ہو کر رہتی ہے۔ اسلیے وُہ ڈرتے رہتے کہ کہیں آپؐ کی زبان سے اُن کے بارے میں کوئی ایسی بات نہ نکل جائے جو اُن کی شامت لے آئے۔ عُتیبہ جس نے سورۃ النَّجۡمِ اِذَا هَوٰی کا انکار کیا اور آپؐ کے مُنہ مبارک پر تھُوکا۔ جو

Marfat.com
Marfat.com

آپؐ کے مُنہ مُبارک پر نہیں پڑا۔ اور آپؐ نے فرمایا۔ خُدایا! اس پر اپنے کُتّوں میں سے ایک کُتّے کو مسلّط کردے۔ اس کے بعد عُتیبہ اپنے باپ کے ساتھ شام کے سفر پر روانہ ہوگیا۔ دورانِ سفر میں ایک ایسی جگہ قافلے نے پڑاؤ کیا۔ جہاں مقامی لوگوں نے بتایا کہ راتوں کو درندے آتے ہیں۔ ابولہب نے اپنے قریشی ساتھیوں سے کہا۔ کہ میرے بیٹے کی حفاظت کا کچھ انتظام کرو۔ کیونکہ مجھے محمدؐ کی بددُعا کا خوف ہے۔ اس پر قافلے والوں نے عُتیبہ کے گرد ہر طرف اُونٹ بٹھا دیئے اور پھر آرام سے سو گئے۔ رات کو ایک شیر آیا۔ اور اُونٹوں کے حلقے میں سے گزر کر اُس نے عُتیبہ کو پھاڑ کھایا۔

(۲) اراشی کی فریاد اور حضورؐ کا تعاون: آپؐ کا نہ صرف اخلاق سب سے بہتر اور اعلیٰ تھا بلکہ آپؐ کی دیانت و امانت اور صداقت کے خود دُشمن بھی معترف تھے۔ اور وُہ بھی آپؐ کی بے داغ سیرت و کردار سے بہت مرعوب تھے۔ ابنِ اسحٰق کا بیان ہے کہ ایک دفعہ اراش کا ایک شخص کچھ اُونٹ لے کر مکّہ آیا۔ ابوجہل نے اُس کے اُونٹ خرید لیے۔ اور جب اُس نے قیمت طلب کی۔ تو ٹال مٹول کرنے لگا۔ اراشی نے تنگ آکر ایک روز حرم کعبہ میں قریش کے سرداروں کو جا پکڑا۔ اور مجمع عام میں فریاد شروع کردی۔ دُوسری طرف حرم کے ایک گوشے میں نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم تشریف فرما تھے۔ سردارانِ قریش نے اُس شخص سے کہا کہ "ہم کچھ نہیں کر سکتے" دیکھو وُہ صاحب جو اُس کونے میں بیٹھے ہیں۔ اُن سے جا کر کہو وُہ تُم کو تمہارا روپیہ دِلوا دیں گے"۔ اراشی اِدھر نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کی طرف چلا۔ اُدھر قریش کے سرداروں نے آپس میں کہا۔ آج لُطف آئے گا۔ اراشی نے جا کر نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم سے اپنی شکایت بیان کی۔ آپؐ اُسی وقت اُٹھ کھڑے ہُوئے۔ اور اُسے ساتھ لیکر ابوجہل کے مکان کی طرف روانہ ہوگئے۔ سرداروں نے پیچھے ایک آدمی لگا دیا۔ کہ جو کچھ گزرے اُس کی خبر وُہ دے۔ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم سیدھے ابوجہل کے دروازے پر پہنچے اور کُنڈی کھٹکھٹائی اُس نے پُوچھا "کون؟" آپؐ نے جواب دیا "محمدؐ" وُہ حیران ہو کر باہر نکل آیا۔ آپؐ نے اُس سے کہا "اس کا حق ادا کردو" اُس نے جواب میں کوئی چُوں چرا نہ کی۔ سیدھا اندر گیا۔ اور اُس کے اُونٹوں کی قیمت لا کر اُس کے ہاتھ میں دے دی۔

Marfat.com
Marfat.com

(۳) یتیم کی فریاد اور حضورؐ کی شفقت : قاضی ابوالحسن الماوردی نے اپنی کتاب اعلام النبوۃ میں لکھا ہے۔ ابوجہل ایک یتیم کا وصی تھا۔ وہ بچہ ایک روز اس حالت میں اُس کے پاس آیا۔ کہ اُس کے بدن پر کپڑے تک نہ تھے۔ اور اُس نے التجا کی کہ اُس کے باپ کے چھوڑے ہوئے مال میں سے وُہ کچھ دے دے مگر اُس ظالم نے اُس کی طرف توجہ تک نہ کی اور وہ کھڑے کھڑے آخر کار مایوس ہو کر پلٹ گیا۔ قریش کے سرداروں نے ازراہِ شرارت اُس سے کہا کہ محمدؐ کے پاس جا کر شکایت کر۔ وُہ ابوجہل سے سفارش کر کے تجھے تیرا مال دلوا دیں گے۔ بچہ بیچارہ ناواقف تھا کہ ابوجہل کا حضورؐ سے کیا تعلق ہے اور یہ بدبخت لوگ اُسے کس غرض کے لیے یہ مشورہ دے رہے ہیں۔ وُہ سیدھا حضورؐ کے پاس پہنچا۔ اور اپنا حال آپؐ سے بیان کیا۔ آپؐ اُسی وقت اُٹھ کھڑے ہوئے اور اُسے ساتھ لیکر اپنے بدترین دشمن ابوجہل کے ہاں تشریف لیگئے آپؐ کو دیکھ کر اُس نے آپؐ کا استقبال کیا۔ اور جب آپؐ نے فرمایا کہ اس بچے کا حق اسے دے دو۔ تو وُہ دوڑا ہوا گیا۔ اور اُس کا مال لا کر دے دیا۔

(۴) بنی زبید کے ایک آدمی کی شکایت اور حضورؐ کی ہمدردی : بلاذری کا بیان ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت سعدؓ بن ابی وقاص مسجد حرام میں تشریف فرما تھے کہ بنی زُبَید کا ایک آدمی آیا اور اُس نے کہا۔ "قریش کے لوگو" تمہارے ہاں کون تجارتی مال لانے کی ہمت کرے گا جب کہ باہر سے آنیوالوں کو تم لوگ لوٹ لیتے ہو۔ حضورؐ نے پوچھا تم پر کس نے ظلم کیا ہے؟ اُس نے کہا "ابوالحکم" (یعنی ابوجہل) نے اُس نے میرے تین بہترین اُونٹ خریدنے کی خواہش ظاہر کی۔ اور اُن کی قیمت بہت کم لگائی۔ اب اُس کے مقابلے میں کوئی شخص اُونٹوں کو اس کی لگائی ہوئی قیمت سے زیادہ پر خریدنے کے لیے تیار نہیں ہے اور اس قیمت پر بیچ دُوں تو سخت نقصان اُٹھاؤں۔ حضورؐ نے اُس سے تینوں اُونٹ خود خرید لیے ابوجہل دُور بیٹھا ہُوا خاموش یہ ماجرا دیکھ رہا تھا۔ حضورؐ اُس کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا "خبردار"! اگر تُم نے پھر کسی کے ساتھ ایسی حرکت کی جو اِس غریب بدو کے ساتھ کی ہے۔ تو میں بُری طرح پیش آؤں گا"! آپؐ کی یہ بات سُن کر وُہ کہنے لگا کہ "آئندہ میں کبھی ایسا نہیں کرونگا"

Marfat.com
Marfat.com

۲۶۔ حضورؐ سے مصالحت کی کوششیں

(۱) قریش کے نمائندہ عتبہ کی ملاقات: عُتبہ بن ربیعہ سردارانِ قریش کی طرف سے نمائندہ بن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور وُہ آپؐ سے کہنے لگے "بھتیجے یہ کام جو تم نے شروع کیا ہے اس سے تمہارا مقصد اگر مال حاصل کرنا ہے تو ہم سب مل کر تم کو اتنا کچھ دے دیتے ہیں کہ تم ہم میں سب سے زیادہ مال دار ہو جاؤ گے۔ اگر اس سے اپنی بڑائی چاہتے ہو تو ہم تمہیں اپنا سردار بنائے لیتے ہیں۔ کسی معاملہ کا فیصلہ تمہارے بغیر نہ کریں گے۔ اگر بادشاہی چاہتے ہو۔ تو تمہیں اپنا بادشاہ بنالیتے ہیں اور اگر تم پر کوئی جن آتا ہے۔ جسے تم خود دفع کرنے پر قادر نہیں ہو اور تمہیں سوتے جاگتے میں واقعی کچھ نظر آنے لگتا ہے تو ہم بہترین اطبّاء بلواتے ہیں اور سب مل کر اپنے خرچ پر تمہارا علاج کراتے ہیں"۔ عُتبہ یہ باتیں کرتا رہا اور حضورؐ خاموش سنتے رہے۔

(۲) حضورؐ کا جواب قرآنی: پھر آپؐ نے فرمایا: "ابو الولید! آپ کو جو کچھ کہنا تھا کہہ چکے یا ابھی اور کچھ کہنا ہے"؟ اس نے کہا "بس مجھے جو کچھ کہنا تھا وُہ میں نے کہہ دیا" آپؐ نے فرمایا، "ابوالولید" "اچھا اب میری سنیے" اس کے بعد آپؐ نے بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ پڑھ کر سورۂ حٰم سجدہ کی تلاوت شروع کی اور عُتبہ اپنے دونوں ہاتھ پیچھے زمین پر ٹیکے غور سے سُنتا رہا۔ آیت سجدہ پر پہنچ کر آپؐ نے سجدہ کیا، پھر سر اُٹھا کر فرمایا، "ابوالولید، میرا جواب آپ نے سُن لیا۔ اب آپ جانیں اور آپ کا کام۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ جب آپؐ حٰم سجدہ کی آیت ۱۳

فَاِنۡ اَعۡرَضُوۡا فَقُلۡ اَنۡذَرۡتُكُمۡ صٰعِقَةً مِّثۡلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّثَمُوۡدَ۔

(اب اگر یہ لوگ مُنہ موڑتے ہیں تو ان سے کہہ دو کہ میں نے تم کو اسی طرح کے اچانک ٹوٹ پڑنے والے عذاب سے ڈرایا ہے۔ جیسا کہ عاد اور ثمود پر نازل ہوا تھا) پر پہنچے تو عُتبہ نے بے اختیار آپؐ کے مُنہ پر ہاتھ رکھ دیا۔ اور رشتہ داری کا واسطہ دے کر کہنے لگا کہ "ایسی بات نہ کہو" اور اپنی اس حرکت کا سبب اُس نے لوگوں کو یہ بتایا کہ "تم لوگ جانتے ہو کہ محمدؐ جب کوئی بات کہتے ہیں تو وُہ جھوٹی نہیں ہوتی۔ اس لیے مجھے عذاب کا خوف ہوا"!

Marfat.com
Marfat.com

(۴)، عُتبہ کا سردارانِ قریش کو بہترین مشورہ: عتبہ اُٹھ کر سردارانِ قریش کی مجلس کی طرف چلا تو لوگوں نے دُور سے اُس کو دیکھتے ہی کہا، خدا کی قسم، عُتبہ کا چہرہ بدلا ہؤا ہے۔ یہ وُہ صورت نہیں ہے جیسے کر وُہ گیا تھا۔ پھر وُہ جب آکر بیٹھا تو لوگوں نے کہا "کیا سُن آئے؟" اُس نے کہا، "بخدا، مَیں نے ایسا کلام سُنا کہ کبھی اس سے پہلے نہ سُنا تھا۔ خُدا کی قسم، نہ یہ شعر ہے، نہ سحر اور نہ کہانت۔ اے قریش، میری بات مانو۔ اور اس شخص کو اس کے حال پر چھوڑ دو۔ مَیں سمجھتا ہوں۔ کہ یہ کلام رنگ لا کر رہے گا۔ فرض کرو اگر عرب اس پر غالب آگئے تو اپنے بھائی کے خلاف ہاتھ اُٹھانے سے تم بچ جاؤ گے۔ اور دُوسرے اس سے ہنٹ لیں گے۔ لیکن اگر وُہ عرب پر غالب آگیا۔ تو اُس کی بادشاہی تمہاری بادشاہی ہے، اور اس کی عزّت تمہاری عزّت ہے۔ سردارانِ قریش اس کی یہ بات سُنتے ہی بول اُٹھے "ولید کے ابّا، آخر کار اس کا جادُو تم پر بھی چل گیا"۔ عُتبہ نے کہا "میری جو رائے تھی۔ وُہ میں نے تمہیں بتا دی۔ اب تمہارا جو جی چاہے کرتے رہو۔"

(تخلیص سیرتِ سرورِ عالم جلد ۲، صفحہ ۵۱۷، ۵۱۸)

جناب ابو طالب پر دباؤ ڈالنے کی کوششیں

۲۷۔ ابو طالب سے حضورؐ کے ساتھ عدم تعاون کرنیکا مطالبہ: (۱) محمد بن اسحٰق کا بیان ہے کہ قریش نے جب دیکھا کہ ابو طالب حضورؐ کی حمایت کر رہے ہیں اور آپؐ کو اُن باتوں سے نہیں روکتے جو انہیں سخت ناگوار ہیں تو اشرافِ قریش کا ایک وفد اُن کے پاس گیا اور اُس نے کہا: "ابو طالب، آپ کے بھتیجے نے ہمارے معبُودوں کی بُرائی کی۔ ہمارے دین میں عیب نکالا۔ ہماری عقلوں کو حماقت قرار دیا۔ ہمارے باپ دادا کو گمراہ ٹھہرایا۔ اب یا تو آپ اُسے ہماری دلآزاری سے روکیں یا ہمارے اور اس کے درمیان سے ہٹ جائیں کیونکہ آپ خود بھی تو ہماری طرح اس کے لائے ہوئے دین کے خلاف ہیں۔ پھر ہم اُس سے منٹ لیں گے"۔ ابو طالب نے اُن کو بہت نرم جواب دے کر اور اچھی اچھی باتیں کر کے ٹھنڈا کیا۔ د

Marfat.com
Marfat.com

وہ چلے گئے"۔ (ابنِ ہشام۔طبری۔البدایہ والنہایہ)

ابنِ ہشام، طبری، بیہقی اور بلاذری نے یہ واقعہ اس طرح نقل کیا ہے۔کہ اُن لوگوں کے جانے کے بعد ابوطالب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بُلا کر کہا "بھتیجے تیری قوم نے آکر مجھ سے باتیں کہی ہیں۔تم میرے لیے بھی اور اپنے لیے بھی جینے کی گنجائش باقی رہنے دو۔اور مجھ پر اتنا بوجھ نہ ڈالو۔کہ نہ میں اُسے اُٹھا سکوں اور نہ تم اُٹھا سکو۔لہٰذا ایسی باتیں کہنا چھوڑ دو جو اُنہیں ناگوار ہیں"۔

(۲) حضورؐ کا سب کو دوٹوک جواب

ابُوطالب کی بات سُن کر حضورؐ نے محسوس کیا کہ چچا کے لیے اب میری حمایت کرنا مشکل ہو گئی ہے اور وُہ اس سے دست بردار ہونے اور مجھے میرے حال پر چھوڑ دینے کے لیے تیار ہو رہے ہیں۔تب آپؐ نے ایک طرف اہلِ قریش کو یہ جواب دیا کہ "آپ لوگ یہ سُورج دیکھ رہے ہیں"۔ انہوں نے کہا "ہاں"۔آپؐ نے فرمایا "جس طرح یہ سُورج آپ لوگوں سے اپنے شُعلے روک دینے پر قادر نہیں اسی طرح میں بھی اس کام کو چھوڑ دینے پر قادر نہیں ہوں"۔دوسری طرف آپؐ نے بچے چچا ابوطالب کو فرمایا۔چچا جان "اگر سُورج میرے دائیں ہاتھ پہ اور چاند میرے بائیں ہاتھ پہ بھی رکھ دیا جائے تو میں یہ کام نہیں چھوڑوں گا۔یہاں تک کہ یا تو اللہ اُسے کامیاب فرمادے۔یا میں اِس راہ میں ہلاک ہو جاؤں"۔

(۳) جناب ابوطالب کا آپؐ کی مکمل حمایت کا اعلان

آپؐ کی اس بات پر ابوطالب نے کہا "اپنا کام جاری رکھو اور جو کچھ کرنا چاہو کرو۔خدا کی قسم میں کسی چیز کی وجہ سے بھی تمہیں دشمنوں کے حوالے نہ کروں گا"۔

(تلخیص از سرورِ عالم جلد دوم صفحہ ۵۲۴، ۵۲۵)

۲۸۔ معاشرتی مقاطعہ

(۱) "جب آپؐ پر ایمان لانے والوں میں روز بروز اضافہ ہونے لگا تو اِس چیز نے قریش کی جاہلیت کو اس قدر برافروختہ کر دیا کہ انہوں نے بالاِتفاق ایک دستاویز لکھی جس میں اللہ کی قسم کھا کر یہ عہد کیا گیا کہ جب تک بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب محمدؐ کو اُن کے حوالہ نہ کر دیں۔اُس وقت تک اُن سے میل جول، شادی بیاہ

Marfat.com
Marfat.com

بول چال، خرید و فروخت کا کوئی تعلق نہ رکھا جائے گا۔ قریش کے تمام خاندانوں کے سربراہوں نے اس کی توثیق کر دی اور اُسے خانہ کعبہ میں لٹکا دیا گیا۔ ابن سعد اور ابن عبد البر کا بیان ہے کہ یہ یکم محرم ۷ھ بعد بعثت ﷺ کا واقعہ ہے۔

(۲) معاشرتی مقاطعہ کا خاتمہ

موسیٰ بن عقبہ کا بیان ہے کہ تیسرے سال کے اختتام پر بنی عبد مناف، بنی قصیؔ اور دوسرے اُن لوگوں نے جن کی شادی بیاہ کے رشتے بنی ہاشم سے تھے۔ ایک دُوسرے کو ملامت کی اور صاف صاف کہنا شروع کر دیا۔ کہ یہ قطع رحمی ہے جو ہم نے کی ہے۔ یہ حرکت کر کے ہم نے خاندانی حقوق کا استخفاف کیا۔ آخر کار ہشام بن عمرو العامری اس کام کا بیڑا لے کر اُٹھا کہ وہ اس مقاطعے کا خاتمہ کرا کے چھوڑے گا۔ اس میں اس نے بنی مخزوم کے رئیس زُہیر بن ابی اُمیہ، بنی نوفل بن عبد مناف کے سردار مُطعم بن عدی، بنی اسد بن عبد العُزّیٰ کے سردار ابو البختری عاص بن ہاشم اور اسی خاندان کے ایک اور سردار زمعہ بن الاسود بن مُطلب کو بھی ساتھ ملا لیا۔ پھر یہ پانچوں آدمی رات کے وقت مکہّ کے بالائی مقام حجُون پر ملے اور آپس میں طے کیا کہ کس طرح مقاطعہ کی دستاویز کو ختم کیا جائے۔

زُہیر نے کہا کہ "میں بات کی ابتداء کروں گا اور تم لوگ میرا ساتھ دینا" دُوسرے روز صبح کو یہ لوگ قریش کی مجلسوں کی طرف گئے اور زُہیر نے کعبہ کے سات طواف کرنے کے بعد مکہّ کے لوگوں کو مخاطب کر کے کہا۔

"اے اہل مکہّ، کیا ہم کھائیں، پئیں اور کپڑے پہنیں۔ اس حال میں کہ بنی ہاشم ہلاک ہو رہے ہیں نہ اُن سے کچھ خریدا جاتا ہے اور نہ اُن کے ہاتھ کچھ فروخت کیا جاتا ہے۔ خُدا کی قسم میں ہرگز نہ بیٹھوں گا جبتک یہ ظالمانہ مقاطعہ کی دستاویز پھاڑ نہ دی جائیگی" دیگر چاروں سرداروں نے بھی زُہیر کی تائید کی۔

(۳) آپؐ کے مخبر صادق ہونے کی بیّن شہادت

"دُوسری طرف حضورؐ نے اپنے چچا ابو طالب کو فرمایا کہ "دستاویز کو دیمک چاٹ گئی ہے" چنانچہ عین اُس وقت جب زُہیر اہل مکہّ کو معاشرتی مقاطعہ ختم کرنے کے

Marfat.com
Marfat.com

بارے میں گفتگو کر رہا تھا۔ جناب ابوطالب وہاں پہنچ گئے اور اہلِ مکّہ کو مخاطب کر کے کہنے لگے کہ "اب تم مقاطعہ کی دستاویز منگوا کر دیکھو۔ اگر میرے بھتیجے کی بات سچّی ہے تو ہمارے ساتھ اپنی قطع رحمی سے باز آجاؤ۔ اور جو کچھ اس دستاویز میں لکھا تھا اُسے ختم کر دو اور اگر وُہ جھوٹا ہے۔ تو میں اُسے تمہارے حوالہ کر دوں گا" پھر تمہیں اختیار ہے، چاہو تو قتل کر دو، چاہو زندہ رہنے دو۔ انہوں نے کہا "آپ نے یہ انصاف کی بات کہی ہے۔ پھر وُہ دستاویز منگوائی گئی۔ کھول کر دیکھا تو بات وہی سچّی نکلی۔ جس کی خبر اللہ کے رسُول صلے اللہ علیہ وسلّم نے اپنے چچا کو دی تھی۔ اس پر کفارِ قریش کے ہاتھوں کے طوطے اُڑ گئے۔ اور اُن کے سر جھک گئے۔ ابوطالب نے کہا کہ "اب تم کو معلوم ہو گیا کہ ظالم کون ہے اور مظلوم کون؟ اس کے بعد وُہ اپنے ساتھیوں کو لے کر واپس اپنی شعب کی طرف روانہ ہو گئے۔ اُن کے اُٹھتے ہی قریش کے لوگوں نے اس ظلم پر سخت ملامت کی۔ جو بنی ہاشم پر کیا گیا تھا پھر یہ لوگ ہتھیار بند ہو کر شعبِ ابی طالب میں گئے اور بنی ہاشم اور بنی عبدالمطّلب سے کہا کہ اب آپ لوگ اپنے اپنے گھروں میں جا کر آباد ہوں۔ اس طرح یہ مقاطعہ ۱۰ سنہ نبوی بعد نبوّت ختم کیا گیا۔" (ابن سعد بلاذری اور ابن عبدالبرّ) (تلخیص سیرت سرورِ عالم جلد دوم صد ۶۱۳ تا صد ۶۲۱)

۲۹۔ اہلِ طائف کا ظالمانہ سلوک

(۱) ابنِ سعد اور بلاذری کی روایت کے مطابق شوّال ۱۰ سنہ بعد نبوّت آپؐ نے اہلِ مکّہ سے مایوس ہو کر طائف کا رُخ کیا۔ جو پچاس میل مکّہ سے مشرق کی سمت واقع ہے۔ وہاں آپؐ نے تقریباً ایک ماہ قیام کیا۔ اس دوران آپؐ نے عام لوگوں کے ساتھ ملاقاتیں کرنے کے علاوہ طائف کے سردار عمرو بن عمیر ابن عوف کے تین بیٹوں، عبد یالیل، مسعود اور حبیب کے ساتھ بھی ملاقات کی۔ جن کے ہاں قریش کی ایک عورت صفیہ بنت مُعمَر جُمحی بھی بیاہی ہوئی تھی۔ آپؐ نے اُن تینوں بیٹوں کو اللہ کی طرف دعوت دی۔ اور اُن سے فرمایا کہ میں آپ لوگوں کے پاس اسلیے آیا ہوں کہ "آپ اسلام کے کام میں میری مدد کریں۔ مگر انہوں نے تعاون کرنے کے بجائے اپنے لُچّوں لفنگوں اور غلاموں کو آپؐ کے خلاف ہُشکار دیا اور وُہ آپؐ کو گالیاں دینے اور آپؐ پر آوازے کسنے لگے، یہاں تک کہ لوگ اکٹھے ہو گئے۔ مُوسیٰ بن عُقبہ کہتے ہیں کہ ان لوگوں نے تاک تاک

Marfat.com
Marfat.com

کہ آپؐ کے ٹخنوں اور ایڑیوں پر پتھر مارے۔ راستے کے دونوں جانب وہ صفیں بنائے کھڑے ہو گئے اور جیسے جیسے آپؐ قدم اٹھا کر چلتے جاتے تھے، وہ سنگباری کیے چلے جاتے تھے، یہاں تک کہ آپؐ کی جوتیاں خون سے بھر گئیں۔ سلیمان التیمی کا بیان ہے کہ چوٹوں کی تکلیف سے جب آپؐ بیٹھ جاتے تو وہ آپؐ کو پکڑ کر کھڑا کر دیتے تاکہ آپؐ پر پھر پتھر برسائیں۔ چنانچہ جب آپؐ مجبوراً چلنا شروع کرتے تو وہ پتھر مارنے لگتے اور ٹھٹھے لگاتے چلے جاتے تھے۔ واقدی کی روایت ابنِ سعد نے نقل کی ہے کہ اس موقع پر حضرت زیدؓ بن حارثہ آپؐ کو پتھروں سے بچانے کے لیے خود پتھروں کی بارش اپنے اُوپر لیتے رہے یہاں تک کہ ان کا سر پھٹ گیا۔" (واقدی، ابنِ سعد)

(۲) حضورؐ کا صبر و تحمّل: "صحیحین کی روایت کے مطابق آپؐ ابھی اسی غم زدہ حالت میں تھے کہ حضرت جبریلؑ نے آپؐ سے کہا: "اللہ نے وُہ سب کچھ سُن لیا ہے جو آپؐ کی قوم نے آپؐ سے کہا اور آپؐ کی دعوت کا جو جواب آپؐ کو دیا۔ یہ پہاڑوں کا فرشتہ اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے تاکہ آپؐ جو چاہیں اُسے حکم دیں۔" مگر نبیٔ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا جواب یہ دیا کہ "نہیں" میں اُمید رکھتا ہوں۔ کہ اللہ ان کی پشتوں سے ایسے لوگ پیدا کرے گا جو اللہ وحدہٗ لاشریک کی عبادت کریں گے"۔ چنانچہ فتح مکہ کے بعد زیادہ مدت نہیں گزری تھی کہ طائف کے لوگ حلقہ بگوشِ اسلام ہو گئے۔

(۳) طائف سے پھر مکّہ کی طرف واپسی: "ابنِ سعد نے واقدی کی روایت نقل کی ہے کہ طائف سے آپؐ وادیٔ نخلہ میں جہاں جنّوں کی ایک جماعت قرآن سُن کر آپؐ پر ایمان لے آئی تھی، قیام فرمایا اور پھر جب وہاں سے آپؐ نے مکّہ تشریف لے جانے کا ارادہ فرمایا تو حضرت زیدؓ بن حارثہ نے عرض کیا کہ آپؐ وہاں کیسے داخل ہوں گے جب کہ قریش آپؐ کو نکال چکے ہیں؟ حضورؐ نے فرمایا کہ "اے زیدؓ جو حالات تم دیکھ رہے ہو، ان سے نکلنے کے لیے اللہ کوئی راستہ پیدا کر دے گا۔ وُہ اپنے دین کا خود ہی حامی و ناصر ہے اور وہی اپنے نبیؐ کو غالب کرنیوالا ہے"۔ چنانچہ آپؐ نے ابنِ اُرَیقط کو اَخنس بن شَرِیق کے پاس بھیجا۔ تاکہ وُہ آپؐ کو اپنی پناہ میں لے لے اُس نے کہا میں تو حلیف ہوں اور حلیف قریش کے اصل قبیلوں کے مقابلہ میں پناہ نہیں دے سکتا۔

Marfat.com
Marfat.com

پھر اُسے سُہیل بن عمرو کے پاس بھیجا۔ اُس نے کہا بنی عامر بن لُوئیؑ کے لوگ بنی کعب کے مقابلہ میں پناہ نہیں دے سکتے۔ اِس کے بعد آپؐ نے اُس کو مُطعِم بن عدی کے پاس بھیجا جو بنی عبدِ مناف کی شاخ بنی نوفل میں سے تھا۔ اُس نے مان لیا۔ تو پھر آپؐ مکّہ میں اُس کی پناہ میں رہنے لگے"۔ [1]

۳۰۔ معراج اقدسؐ ابن عبدالبرؒ اور ابن قتیبہ کا بیان ہے کہ معراج کا واقعہ عام مشہور روایت کے مطابق ۲۷ رجب ۱۲ھ بعد نبوت پیش آیا تھا۔ یہ معراج آپؐ کو روح مع الجسم اور حالتِ بیداری میں ہوئی تھی۔ سدرۃ المنتہیٰ تک جبریلؑ امین آپؐ کے ساتھ گئے۔ پھر آگے آپؐ تنہا تشریف لے گئے۔ جب آپؐ ایک بلند ہموار سطح پر پہنچے تو بارگاہِ جلال سامنے تھی۔ ہم کلامی کا شرف بخشا گیا جو باتیں ارشاد ہوئیں۔ اُن میں سے چند یہ ہیں:۔

(۱) پانچ نمازوں کی فرضیت

(۲) سورۂ بقرہ کی آخری دو آیتیں تعلیم فرمائی گئیں۔

(۳) شرک کے سوا دوسرے سب گناہوں کی بخشش کا امکان ظاہر کیا گیا۔

(۴) ارشاد ہُوا کہ جو شخص نیکی کا ارادہ کرتا ہے۔ اُس کے حق میں ایک نیکی لکھ لی جاتی ہے۔ اور جب وُہ اس پر عمل کرتا ہے تو دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ مگر جو برائی کا ارادہ کرتا ہے۔ اُس کے خلاف اُس وقت تک کچھ نہیں لکھا جاتا، جب تک وُہ اس پر عمل نہیں کر لیتا، اور اُس پر بھی صرف ایک ہی بُرائی لکھی جاتی ہے۔

معراج کا ذکر قرآن میں اس طرح آتا ہے:۔

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَى الَّذِیْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ۝ (بنی اسرائیل۔۱)

"پاک ہے وہ جو لے گیا ایک رات اپنے بندے کو مسجدِ حرام سے دُور کی اُس مسجد تک جس کے ماحول کو اُس نے برکت دی ہے تاکہ اُسے اپنی کچھ نشانیوں کا مشاہدہ کرائے حقیقت میں وہی ہے سب کچھ سننے والا اور دیکھنے والا"۔

۳۱۔ شبِ معراج کے مشاہدات شبِ معراج آپؐ کو جنت اور دوزخ اور بعض لوگوں

---

[1] تلخیص سیرت سرورِ عالم صفحہ ۶۳۱ تا ۶۳۹

Marfat.com
Marfat.com

کے حالات کا مشاہدہ کرایا گیا۔ اور وہ یہ ہیں:۔

(۱) مجاھد فی سبیل اللہ کیلئے اجر عظیم: ایک جگہ آپؐ نے دیکھا کہ کچھ لوگ کھیتی کاٹ رہے ہیں اور جتنی کاٹتے جاتے ہیں۔ اُتنی ہی بڑھتی جاتی ہے۔ پوچھا یہ کون ہیں؟ کہا گیا یہ خُدا کی راہ میں جہاد کرنیوالے ہیں۔

(۲) دردناک عذاب کے مناظر: بعض لوگوں کو جو دردناک عذاب دیا جارہا تھا ان کے مناظر بھی آپؐ کو دکھائے گئے۔

(۳) بے نمازی: ایک جگہ دیکھا کہ کچھ لوگ ہیں جن کے سر پتھروں سے کچلے جارہے ہیں۔ پوچھا یہ کون ہیں؟ کہا گیا یہ وُہ لوگ ہیں جن کی سرگرانی انہیں نماز کے لیے اُٹھنے نہ دیتی تھی۔

(۴) بخیل: کچھ لوگ دیکھے جن کے کپڑوں میں آگے پیچھے پیوند لگے ہوئے تھے اور وُہ جانوروں کی طرح گھاس چر رہے ہیں۔ پوچھا یہ کون ہیں۔ کہا گیا یہ وُہ ہیں جو اپنے مال میں سے زکوٰۃ خیرات نہ دیتے تھے۔

(۵) قومی مناصب اور امانتوں کا حریص: پھر ایک آدمی کو دیکھا کہ لکڑیوں کا گٹھا جمع کرکے اٹھانے کی کوشش کرتا ہے اور جب وُہ نہیں اُٹھتا تو اُس میں کچھ اور لکڑیاں بڑھا لیتا ہے پوچھا یہ کون احمق ہے؟ کہا گیا یہ وُہ شخص ہے جس پر امانتوں اور ذمہ داریوں کا اتنا بوجھ تھا کہ اٹھا نہ سکتا تھا، مگر یہ اُن کو کم کرنے کے بجائے اور زیادہ ذمہ داریوں کا بار اپنے اُوپر لادے چلا جاتا تھا۔

(۶) بے لگام مقررین: پھر دیکھا کہ کچھ لوگوں کی زبانیں اور ہونٹ قینچیوں سے کترے جارہے ہیں پوچھا یہ کون ہیں؟ کہا گیا یہ غیر ذمہ دار مقررین ہیں جو بے تکلف زبان چلاتے اور فتنہ برپا کرتے تھے۔

(۷) فتنہ انگیز بات کرنیوالا: ایک اور جگہ دیکھی کہ ایک پتھر میں ذرا سا شگاف ہُوا اور اس سے ایک بڑا موٹا سا بیل نکل آیا پھر وُہ بیل اس شگاف میں واپس جانے کی کوشش کرنے لگا مگر نہ جاسکا۔ پوچھا یہ کیا معاملہ ہے؟ کہا گیا یہ اُس شخص کی مثال ہے جو غیر ذمہ داری کے ساتھ ایک فتنہ انگیز بات کر جاتا ہے پھر نادم ہو کر اس کی تلافی کرنا چاہتا ہے مگر نہیں کرسکتا۔

(۸) طعنہ زنی کرنیوالے: ایک اور مقام پر کچھ لوگ تھے جو اپنا گوشت کاٹ کاٹ کر کھاتے

Marfat.com
Marfat.com

تھے پوچھا یہ کون ہیں کہا گیا یہ دوسروں پر زبانِ طعن دراز کرتے تھے۔

(۹) **غیبت کرنیوالے**: انہی کے قریب کچھ اور لوگ تھے جن کے ناخن تانبے کے تھے اور وُہ اپنے مُنہ اور سینے نوچ رہے تھے۔ پوچھا یہ کون ہیں کہا گیا یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کے پیٹھ پیچھے اُن کی برائیاں کرتے تھے اور اُن کی عزت پر حملے کرتے تھے۔

(۱۰) **یتیموں کا مال ہضم کرنیوالے**: کچھ اور لوگ دیکھے جن کے ہونٹ اُونٹوں کے مشابہ تھے اور وُہ آگ کھا رہے تھے پوچھا یہ کون ہیں کہا گیا یہ یتیموں کا مال ہضم کرتے تھے۔

(۱۱) **سُود خوار**: پھر دیکھا کچھ لوگ ہیں جن کے پیٹ بے انتہا بڑے اور سانپوں سے بھرے ہوئے ہیں۔ آنے جانے والے ان کو روندتے ہوئے گذرتے ہیں مگر وُہ اپنی جگہ سے ہل نہیں سکتے پوچھا یہ کون ہیں۔ کہا گیا یہ سُود خوار ہیں۔

(۱۲) **زانی لوگ**: پھر کچھ اور لوگ نظر آئے جن کے ایک جانب نفیس چکنا گوشت رکھا تھا۔ اور دوسری جانب سڑا ہُوا گوشت جس سے سخت بدبو آ رہی تھی۔ وہ اچھا گوشت چھوڑ کر سڑا ہُوا گوشت کھا رہے تھے۔ پوچھا یہ کون ہیں۔ کہا گیا یہ وہ مرد اور عورتیں ہیں جنہوں نے حلال بیویں اور شوہروں کے ہوتے حرام سے اپنی خواہش نفس پوری کی۔

(۱۳) **حرام بچوں والی عورتیں**: پھر دیکھا کچھ عورتیں اپنی چھاتیوں کے بل لٹک رہی ہیں پوچھا یہ کون ہیں؟ کہا گیا یہ وُہ عورتیں ہیں جنہوں نے اپنے شوہروں کے سر ایسے بچے منڈھ دیے جو اُن کے نہ تھے۔

(۱۴) **دوزخ کا داروغہ**: انہی مشاہدات کے سلسلہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات ایک ایسے فرشتے سے ہوئی جو نہایت ترشروئی سے ملا۔ آپؐ نے جبریلؑ سے پُوچھا۔ اب تک جتنے فرشتے ملے تھے سب خندہ پیشانی اور بشاش چہروں کے ساتھ ملے۔ ان حضرت کی خشک مزاجی کا کیا سبب ہے جبریلؑ نے کہا اس کے پاس ہنسی کا کیا کام، یہ تو دوزخ کا داروغہ ہے۔ یہ سُن کر آپؐ نے دوزخ دیکھنے کی خواہش ظاہر کی۔ اس نے یکایک آپؐ کی نظر کے سامنے سے پردہ ہٹا دیا اور دوزخ اپنی تمام ہولناکیوں کے ساتھ نمودار ہو گئی۔

Marfat.com
Marfat.com

۳۲۔ حضرت صدیقؓ کی شانِ تصدیق

معراج کے واقعہ کی خبر آنا فاناً تمام مکہ میں پھیل گئی۔ بعض مسلمان اس کو سن کر اسلام سے پھر گئے۔ لوگ اس اُمید پر حضرت ابوبکرؓ کے پاس پہنچے کہ یہ محمدؐ کے دستِ راست ہیں اگر یہ پھر جائیں تو اس تحریک کی جان ہی نکل جائے۔ مگر اُنہوں نے یہ قصہ سن کر کہا کہ "اگر واقعی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ واقعہ بیان کیا ہے۔ تو وہ ضرور سچ ہوگا اس میں تعجب کی کیا بات ہے؟ میں تو روز سنتا ہوں کہ اُن کے پاس آسمان سے پیغام آتے ہیں اور اس کی تصدیق کرتا ہوں۔ پھر حضرت ابوبکر صدیقؓ کعبہ میں آئے۔ وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی موجود تھے اور ہنسی اڑانے والا مجمع بھی۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے آپؐ کو تمام مجمع کے سامنے پوچھا "کیا واقعی آپؐ نے ایسا فرمایا ہے"؟ آپؐ نے فرمایا "ہاں"۔ ابوبکرؓ نے فرمایا، بیت المقدس میں نے دیکھا ہے۔ آپؐ وہاں کا نقشہ بیان فرمائیں"۔ آپؐ نے اُن سب کے سامنے نقشہ بیان کرنا شروع کیا اور ایک ایک چیز اس طرح بیان کی۔ گویا بیت المقدس سامنے موجود ہے اور دیکھ دیکھ کر اس کی کیفیت بتا رہے ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی اس تدبیر سے جھٹلانے والوں کو ایک شدید ضرب لگی اور وہ سب اپنا سا منہ لے کر رہ گئے۔

(تلخیص سیرت سرورِ عالم جلد ۲، صفحہ ۶۵۹)

۳۳: معراج کا پیغام

اسلامی منشور: حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کی رات دُنیائے انسانیت کے لیے جو پیغام دیا گیا۔ اس میں اسلامی منشور کی ۱۴ دفعات تھیں جو سورۃ بنی اسرائیل آیت ۲۳ تا ۳۹ میں درج ہیں۔ اُن کا خلاصہ یہ ہے:

(۱) خدا کے سوا کسی کی عبادت نہ کی جائے۔

(۲) والدین کے ساتھ حُسنِ سلوک کیا جائے۔

(۳) رشتہ داروں، مساکین اور مسافروں کو اُن کا حق دیا جائے۔

(۴) فضول خرچی نہ کی جائے۔

(۵) حقداروں اور سائلین کے ساتھ نرمی سے پیش آیا جائے۔

(۶) خرچ کرنے میں اعتدال سے کام لیا جائے۔

Marfat.com
Marfat.com

(۷) اولاد کو افلاس کے اندیشے سے قتل نہ کیا جائے۔

(۸) زنا بہت بُرا فعل ہے۔ اس کے قریب نہ پھٹکا جائے۔

(۹) قتلِ نفس کا ناحق ارتکاب نہ کیا جائے۔

(۱۰) مالِ یتیم کے پاس نہ پھٹکا جائے۔

(۱۱) عہد کی پابندی کی جائے۔

(۱۲) ناپ اور تول کے پیمانے درست رکھے جائیں اور اُن کے مطابق اشیاء دی جائیں۔

(۱۳) فضول اور لایعنی باتوں میں نہ اُلجھا جائے اور نہ اُن کے پیچھے پڑ کر وقت ضائع کیا جائے۔

(۱۴) زمین پر اکڑ کر نہ چلا جائے۔

یہ ہے اسلام کا وُہ بین الاقوامی بنیادی منشور جس کے مطابق چند سال کے بعد آپؐ مدینہ طیبہ میں اسلامی ریاست کی بنیاد رکھنے والے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو یہ مکّی زندگی کے آخری دَور میں معراج کی رات کو ہجرت سے چند سال قبل ہی عنایت فرما دیا تھا تاکہ اس منشور کے مطابق آپؐ تحریکِ اسلامی کے کارکنوں کی اس حد تک تربیت کریں۔ کہ وُہ اسلامی ریاست کا انتظام سنبھالنے کے قابل ہو سکیں۔

۲۴۔ اوس اور خزرج کی اسلام کی طرف پیش قدمی کی وُجوہ عرب کے دوسرے قبائل کے برعکس

اوس اور خزرج جن وجوہ کی بنا پر اسلام قبول کرنے میں سبقت لے گئے تھے وہ یہ تھیں :

۱۔ <u>اہلِ کتاب سے ربط</u>: مدینہ میں ان دونوں بستیوں کے ایک مدت دراز سے یہودیوں کے ساتھ میل جول اور ربط ضبط رکھنے کے باعث اُن کے کان بڑی اچھی طرح نبوت، وحی، کتاب اور شریعت وغیرہ کے الفاظ اور اُن کے معانی سے آشنا ہو چکے تھے۔

۲۔ <u>یہودیوں کا ایک نبی کی آمد کے بارے میں شدید انتظار</u>: انہیں اپنے ہمسایہ یہودیوں کی باتوں سے اکثر مطلع ہوتا رہتا تھا کہ یہ لوگ بڑی بے چینی کے ساتھ ایک نبی کی آمد کے منتظر ہیں جس کے آنے کی پیش گوئیاں ان کی کتابوں میں لکھی ہوئی ہیں۔ وہ دُعا مانگا کرتے

Marfat.com
Marfat.com

تھے کہ جلدی سے وہ آئے تو غیر یہودی قوموں کا غلبہ مٹے اور ہمارے عروج کا دور شروع ہو خصوصیت کے ساتھ جب کبھی اوس اور خزرج کے ساتھ اُن کی خصومت ہوتی تو وہ یہ کہتے تھے کہ عنقریب ایک نبی آنیوالا ہے وہ جب آئے گا تو ہم اس کی پیروی کریں گے اور اس کے ساتھ ہو کر تم کو ایسا ماریں گے جیسے عاد وارم مارے گئے تھے قرآن میں اُن کی ان باتوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے :۔

وَكَانُوا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا (البقرہ - ۸۹)

اور اس سے پہلے وُہ خود کافروں کے مقابلے میں فتح و نصرت کی دُعائیں مانگا کرتے تھے۔

چنانچہ یہودیوں کی ان باتوں سے اوس اور خزرج کے لوگوں میں یہ جذبہ پیدا ہو گیا تھا کہ اگر وُہ نبی آئے تو سب سے پہلے آگے بڑھ کر وہی اس کی پیروی اختیار کریں تاکہ یہودی ان پر سبقت نہ لے جانے پائیں۔

(۳) **اپنی تباہ کن خانہ جنگی سے راہِ نجات کی طلب**: وہ دونوں قبیلے اپنی تباہ کن خانہ جنگی سے بہت تنگ آئے ہوئے تھے اور کسی ایسی قیادت کے طلبگار تھے جو ان میں وحدت و اخوت پیدا کر دے۔ قرآن میں اُن کی اس حالت کی طرف بھی اشارہ کیا گیا ہے:

وَكُنْتُمْ عَلَى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَأَنْقَذَكُمْ مِنْهَا (آل عمران ۱۰۳)

اور تم آگ سے بھرے ہوئے ایک گڑھے کے کنارے پر تھے اللہ نے اس سے تمہیں بچا لیا۔

اپنی اس مصیبت کا علاج کرنے کے لیے اہل مدینہ یہاں تک تیار ہو گئے تھے کہ خزرج کے رئیس عبداللہ بن اُبیّ کو اپنا بادشاہ بنا لیں تاکہ ان کا آپس کا یہ تفرقہ مٹے اور ایک شخص کی قیادت پر وہ سب جمع ہو جائیں۔ ان حالات میں آخر کار وُہ نعمت اُن کے سامنے آ گئی جس کے درحقیقت وہ طلبگار تھے۔ (ابن ہشام جلد ۲، صفحہ ۲۳۴)۔

۳۵۔ انصارِ مدینہ کا قبولِ اسلام

(۱) **پہلی بیعت عقبہ**: سنہ ۱۱ بعد بعثت (سنہ ۶۲۰ء) کے زمانہ حج میں حضورؐ اپنے قاعدے کے مطابق قبائل عرب سے ملاقات کے لیے منیٰ کی طرف نکلے اور پھرتے پھراتے عقبہ کے قریب قبیلۂ خزرج کے

Marfat.com
Marfat.com

ایک گروہ کے پاس پہنچے اور انہیں اسلام کی دعوت دی۔ انہوں نے جب قرآن سنا تو انہوں نے آپس میں کہا "بھائیو! جان لو کہ یہ وہی نبی ہیں جن کی آمد کے ڈراوے یہودی تمہیں دیا کرتے تھے کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ تم سے سبقت لے جائیں"۔ چنانچہ پورے اطمینان کے ساتھ انہوں نے آپ کی دعوت قبول کر لی۔ پھر انہوں نے عرض کیا کہ "ہم نے اپنی قوم کو اس حالت میں چھوڑا ہے کہ کوئی قوم ایسی نہ ہوگی جس میں ہم سے زیادہ باہمی عداوت پائی جاتی ہو۔ شائد کہ اللہ آپؐ کی وجہ سے اُن کو جمع کر دے۔ ہم اُن کے پاس واپس جاتے ہیں اور آپؐ کی طرف انہیں دعوت دیتے ہیں اور وُہ دین اُن کے سامنے پیش کرتے ہیں جو ہم نے قبول کیا ہے اگر اللہ نے ان کو آپؐ پر جمع کر دیا تو کوئی شخص آپؐ سے زیادہ طاقت ور نہ ہوگا"۔ ابن اسحاق وغیرہ نے ان کی تعداد چھ بیان کی ہے اور وُہ یہ تھے :۔

(۱)۔ ابوامامہؓ اسعد بن زُرارہ (یہ جاہلیت میں بھی توحید کے قائل اور بُت پرستی کے مخالف تھے)

(۲)۔ عوفؓ بن الحارث بن رفاعہ (ان کی ماں کا نام عفراء تھا۔

(۳)۔ رافعؓ بن مالک (جاہلیت کے زمانے میں یہ "کامل" کہلاتے تھے)۔

(۴)۔ قطبہؓ بن عامر بن حدیدہ۔

(۵)۔ عُقبہؓ بن عامر بن نابی

(۶)۔ جابرؓ بن عبداللہ بن رِئاب

(۲) دوسری بیعت عقبہ ابن سعد اور ابن اسحاق کا بیان ہے کہ عقبہ کے مقام پر اسلام قبول کرنے والے یہ اوّلین اصحاب جب مدینے واپس پہنچے تو انہوں نے وہاں اسلام کا چرچا شروع کیا یہاں تک کہ انصار کے محلّوں میں سے کوئی محلہ اب باقی نہ رہا جس میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم کا ذکر نہ ہونے لگا ہو۔ پھر دوسرے سال (۱۲ بعد بعثت نبوی) حج کے موقع پر مدینے سے ۱۲ آدمی حضورؐ سے اسی عقبہ کے مقام پر ملے جہاں گزشتہ سال خزرج کے لوگوں سے ملاقات ہوئی تھی۔ ان میں پہلے پانچ آدمی تو وہی تھے جو پچھلے سال مسلمان ہوئے تھے (جابرؓ بن عبداللہ اب اس سال نہیں آئے تھے) باقی سات آدمیوں کے نام

یہ ہیں :-

(۱) مُعاذؓ بن الحارث بن رفاعہ (عفراءؓ کے صاحبزادے)

(۲) ذکوانؓ بن عبد قیس (یہ حضورؐ کے ساتھ ہی مدینہ واپس گئے تھے)۔

(۳) عُبادہؓ بن صامت (۴) یزید بن ثعلبہ (۵) عباسؓ بن عبادہ بن نضلہ (یہ بھی حضورؐ کے ساتھ ہی مدینہ واپس گئے تھے)۔ اوس میں سے دو آدمی آئے تھے۔

(۶) ابو الہیثمؓ ابن التیہان (یہ زمانہ جاہلیت میں بھی توحید کے قائل اور بت پرستی کے مخالف تھے)

(۷) عُویمؓ بن ساعدہ

اس وفد کے ساتھ حضرت مُصعب بن عُمیرؓ کو بھیج دیا گیا تاکہ یہ ان کو قرآن کی تعلیم دیں۔

(۳) آخری بیعتِ عقبہ ذی الحجہ ۱۳ھ بعد بعثت (جون یا آغاز جولائی ۶۲۲ء) کا زمانۂ حج آنے تک مدینہ میں اسلام خوب پھیل چکا تھا۔ حضرت کعبؓ بن مالک نے اس بیعت کے شرکاء کی تعداد ۷۳ مردوں اور دو عورتوں کی بیان فرمائی ہے ابن اسحاقؒ نے یہ وضاحت بھی بیان فرمائی ہے کہ ۱۱ اوس اور ۶۲ خزرج میں سے تھے اور دو عورتیں نسیبہ بنت کعب اور اسماء بنت عمرو بھی تھیں۔

مُسند احمد اور طبرانی کی روایات کے مطابق حضرت جابرؓ بن عبداللہ انصاری فرماتے ہیں کہ عقبہ میں جب ہم سب جمع ہو گئے تو ہم نے عرض کیا "یا رسول اللہؐ ہم کس بات پر آپؐ سے بیعت کریں"؟ حضورؐ نے فرمایا "اس بات پر کہ تم اچھے اور برے حال میں حکم سنو گے اور اطاعت کرو گے۔ خوشحالی ہو یا بدحالی، ہر صورت میں مال خرچ کرو گے، نیکی کا حکم دو گے اور برائی سے منع کرو گے، اور اللہ کے معاملہ میں حق بات کہو گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈرو گے اس بات پر کہ جب میں تمہارے ہاں آؤں تو تم ہر اس چیز سے میری حفاظت کرو گے جس سے اپنی جانوں اور اپنے بچوں کی حفاظت کرتے ہو۔ اس کے بدلے میں تمہارے لیے جنت ہے"۔ اس پر سب لوگوں نے بیعت کی۔

ابن سعد نے حضرت معاذ بن رفاعہ بن رافع کی روایت واقدی کے حوالہ سے نقل کی ہے

Marfat.com
Marfat.com

کہ عقبہ کے مقام پر جب سب لوگ جمع ہو گئے تو حضورؐ کے چچا عباسؓ بن المطلب (جو ابھی کھل کر ایمان نہیں لائے تھے) نے گفتگو کا آغاز اس طرح کیا: "اے گروہِ خزرج، تم نے محمدؐ کو اپنے ہاں آنے کی دعوت دی ہے اور حال یہ ہے کہ محمدؐ اپنے خاندان اور رشتہ داروں کے درمیان سب سے بڑھ کر مضبوط حیثیت رکھتے ہیں۔ ہم میں سے جنہوں نے ان کا دین اختیار کیا ہے اور جنہوں نے نہیں کیا، سب حسب اور شرف کی بنا پر ان کی حفاظت کر رہے ہیں مگر محمدؐ سب کو چھوڑ کر تمہارے پاس ہی جانا چاہتے ہیں۔ اب تم دیکھ لو کہ تم اتنی طاقت اور استقامت اور جنگی بصیرت رکھتے ہو یا کہ نہیں کہ تمام عرب کی عداوت کے مقابلے میں ڈٹ سکو۔ کیونکہ عرب متحد ہو کر تم پر پل پڑیں گے۔ لہٰذا سوچ سمجھ کر رائے قائم کرو۔ آپس میں مشورہ کر لو اور سب کے اتفاق سے کوئی ایک فیصلہ کرو۔ کیونکہ سب سے اچھی بات یہ ہے"۔ اس کے بعد حضرت عباسؓ نے پوچھا "ذرا مجھے یہ تو بتاؤ کہ تم اپنے دشمن سے لڑتے کس طرح ہو؟ لوگ خاموش رہے) اور عبداللہ بن عمرو بن حرام (جنہوں نے بیعتِ عقبہ سے عین پہلے اسلام قبول کیا تھا) نے اس سوال کا جواب دیا۔ انہوں نے کہا "واللہ ہم جنگ آزما لوگ ہیں۔ لڑائی ہماری گھٹی میں پڑی ہوتی ہے۔ اس کے ہم مشتاق ہو چکے ہیں۔ باپ دادا سے ہم نے اس کو میراث میں پایا ہے۔ ہم پہلے تیر اندازی کرتے ہیں یہاں تک کہ تیر ختم ہو جائیں۔ پھر ہم نیزوں سے لڑتے ہیں۔ یہاں تک کہ نیزے بھی ٹوٹ جائیں پھر ہم تلواریں سونت کر بڑھتے ہیں اور شمشیر زنی کا مقابلہ ہوتا ہے یہاں تک کہ ہم میں سے یا ہمارے دشمنوں میں سے جس کی موت جلدی آجائے وہ مر جاتا ہے"۔ حضرت عباسؓ نے کہا "تم واقعی جنگی لوگ ہو"۔ پھر براء بن معرور بولے "ہم نے آپ کی بات سن لی ہے۔ خدا کی قسم اگر ہمارے دلوں میں کچھ اور ہوتا تو ہم صاف صاف کہہ دیتے مگر ہم تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سچی وفاداری کرنا اور آپؐ کے لیے اپنی جانیں لڑا دینا چاہتے ہیں.....

ہمارا یہ حال جب اُس وقت تھا جب ہم پتھر کے بُت پُوجتے تھے، تو بھلا ہمارا حال اب کیا ہوگا جب کہ اللہ نے ہمیں وہ حقیقت دکھا دی ہے جس سے دوسرے لوگ اندھے ہیں، اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے ہماری تائید فرمائی ہے"۔

Marfat.com
Marfat.com

(۴) بیعتِ عقبہ کی اہمیت اسلام کی تاریخ میں یہ ایک انقلابی موقع تھا جسے خدا نے اپنی عنایت سے فراہم کیا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ بڑھا کر تھام لیا۔ اہلِ یثرب آپ کو خدا کے نائب اور اپنے امام و فرمانروا کی حیثیت سے بلا رہے تھے اسی طرح آپ پر ایمان لانیوالوں کو بھی وہ مدینہ آنے کی دعوت دے رہے تھے تاکہ عرب کے مختلف قبائل اور خطوں میں جو مسلمان منتشر ہیں وہ یثرب میں جمع ہو کر اور یثربی مسلمانوں کے ساتھ مل کر ایک منظم اسلامی معاشرہ بنا لیں۔ اس طرح یثرب نے دراصل اپنے آپ کو "مدینۃ الاسلام" کی حیثیت سے پیش کیا اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اسے قبول کر کے عرب میں پہلا دارالاسلام بنا لیا۔ اس پیش کش کے معنی جو کچھ تھے اس سے اہلِ یثرب ناواقف نہ تھے۔ اس کے صاف معنی یہ تھے کہ ایک چھوٹا سا قصبہ اپنے آپ کو پورے مُلک کی تلواروں اور معاشرتی و تمدنی بائیکاٹ کے مقابلہ میں پیش کر رہا تھا۔ چنانچہ بیعتِ عقبہ کے موقع پر رات کی اُس مجلس میں اسلام کے ان اوّلیں مددگاروں (انصار) نے اس نتیجہ کو خوب اچھی طرح جان بوجھ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ہاتھ دیا تھا۔ جیسا کہ اس موقع پر ان کی تقریروں سے ظاہر ہوتا تھا۔

(۵) ۱۲ نقیبوں کا تقرر بیعت عقبہ کے بعد حضورؐ نے ۱۲ نقیبوں کا تقرر فرمایا۔ ابن اسحاق کی روایت کے مطابق ان میں سے ۹ تو قبیلۂ خزرج اور ۳ قبیلۂ اوس سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کی تفصیل یہ ہے :

خزرج میں سے : (۱) اسعدؓ بن زرارہ (۲) سعدؓ بن الربیع (۳) عبداللہؓ بن رواحہ (۴) رافع بن مالک (۵) براءؓ بن معرور (۶) عبدؓ اللہ بن عمرو بن حرام (۷) عُبادہؓ بن صامت (۸) سعدؓ بن عبادہ (۹) منذرؓ بن عمرو

اوس میں سے : (۱) اُسیدؓ بن حُضیر (۲) سعد بن خَیثمہ (۳) رفاعہؓ بن عبدالمنذر (بعض اہلِ علم نے ان کی جگہ ابوالہیثم ابن التیہان کا نام بھی لکھا ہے) (تلخیص سیرت سرورِ عالم جلد دوم ص۶۳۱)

۳۶، حضورؐ کے قتل کا فیصلہ ابنِ ہشام نے لکھا ہے کہ دارالندوہ میں تمام رؤسائے قوم کا ایک خفیہ اجتماع ہوا اور اس بات پر مشورہ کیا گیا

Marfat.com
Marfat.com

کہ اس خطرے کا سدِّباب کس طرح کیا جائے۔ ایک فریق نے آپؐ کو قید کر دینے کا مشورہ دیا تو دوسرے نے باہر نکال دینے کا مگر ابوجہل نے یہ رائے دی کہ محمدؐ کو قتل کر دیا جائے اور قتل کرنے میں تمام قبیلوں کا ایک ایک نوجوان شامل ہو۔ قرآن میں بھی اس طرف اشارہ ہے:

وَاِذْ یَمْكُرُ بِكَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لِیُثْبِتُوْكَ اَوْ یَقْتُلُوْكَ اَوْ یُخْرِجُوْكَ ؕ وَ یَمْكُرُوْنَ وَ یَمْكُرُ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ خَیْرُ الْمٰكِرِیْنَ (الانفال۔ ۳۰)

(اور اے نبیؐ وُہ وقت یاد رکھنے کے قابل ہے) جبکہ کفار تمہارے خلاف تدبیریں سوچ رہے تھے کہ تمہیں قید کر دیں یا قتل کر ڈالیں یا جلا وطن کر دیں وہ اپنی چالیں چل رہے تھے اور اللہ اپنی چال چل رہا تھا اور اللہ سب سے بہتر چال چلنے والا ہے۔

۳۷(ا) اذنِ ہجرت ترمذی اور حاکم نے ابن عباسؓ کی روایت نقل کی ہے کہ جب یہاں تک معاملہ پہنچ گیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو مکہ سے ہجرت کرنے کی اجازت دے دی جیسا کہ قرآن میں ذکر ہے:

وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا (بنی اسرائیل۔ ۸۰)

اور (اے نبیؐ) دُعا کرو کہ اے میرے ربّ مجھے داخل کر سچائی کے ساتھ داخل ہونے کی جگہ میں اور مجھے نکال سچائی کے ساتھ نکلنے کی جگہ سے اور کسی طاقت کو میرا مددگار بنا دے۔

(ب) رفیقِ سفر حضور کو ہجرت کی اجازت اُس دن ملی جس کے بعد آنیوالی رات قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے لیے مقرر کی تھی۔ ابن سعد نے واقدی کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ اُسی روز جبریلؑ نے آکر حضورؐ کو قریش کے ارادے سے باخبر کر دیا اور آپؐ کو ہدایت کی کہ آج رات آپؐ اپنے بستر پر نہ سوئیں۔ اس کے بعد آپؐ دوپہر کو مُنہ پر کپڑا لپیٹے ہوئے حضرت ابوبکرؓ کے ہاں تشریف لائے اور رات کو ہجرت کرنے کے بارے میں آگاہ فرما دیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے بنی الدّیل کے ایک شخص عبداللہ بن اُریقط کو' جو راستوں کا ماہر تھا' اُجرت پر راہنمائی کے لیے مقرر کیا اور اپنی دونوں اُونٹنیاں اس ہدایت کے ساتھ اس کے حوالہ

Marfat.com
Marfat.com

کیں کہ جس جگہ ہم بلائیں وہاں اس وقت انہیں لے کر پہنچ جائیے۔

۳۷۔ غارِ ثور میں پناہ لینے میں حکمت اس میں حکمت یہ تھی کہ یہ پہاڑ مکہ کے جنوب میں یمن کے راستہ پر ہے، حالانکہ مدینہ طیبہ مکہ کے شمال میں شام کے راستے پر واقع ہے۔ کفارِ مکہ کو معلوم تھا کہ حضور ہجرت کر کے مدینے جانا چاہتے ہیں۔ اسلیے آپ کا تعاقب کرنے کے لیے اُن کا ذہن سب سے پہلے شمالی پہاڑوں اور پہاڑی راستوں ہی کی طرف جا سکتا تھا۔

۳۸۔ غارِ ثور میں نازک ترین لمحہ جب قریشِ مکہ نے حضور کی تلاش میں مکہ اور اس کے گرد و نواح کا کونہ کونہ چھان مارا اور کوئی سُراغ نہ ملا تو پھر وہ دو ماہر کھوجیوں کو لائے جو سُراغ لگاتے ہوئے غارِ ثور تک پہنچ گئے۔ مگر وہاں انہوں نے دیکھا کہ غار کے دہانے پر مکڑی کا جالا تنا ہُوا ہے۔ بعض کو خیال آیا کہ غار کے اندر چل کر دیکھ لیا جائے مگر اُمیہ بن خلف نے کہا "یہاں کیا پاؤ گے؟ اس غار پر تو مکڑی کا جالا محمد کی پیدائش سے بھی پہلے کا تنا ہُوا معلوم ہوتا ہے۔ اس کے بعد سب اُلٹے پلٹ گئے۔ یہی موقع تھا جب حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دشمنوں کو عین غار کے دہانے کھڑا دیکھ کر حضور سے عرض کیا یا رسُول اللہ "اگر ان میں سے کوئی ایک بھی اپنے پاؤں کے نیچے دیکھے تو ہمیں دیکھ لے گا۔" حضور نے پُورے اطمینان کے ساتھ جواب دیا "لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا" (غم نہ کرو، اللہ ہمارے ساتھ ہے)۔ اس کا ذکر قرآنِ پاک میں بھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ

اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا (التوبہ ۴۰)

اگر تم (مسلمان) اُس کی (یعنی اللہ کے نبی کی) مدد نہ کرو گے تو تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ اُس کی مدد اس وقت کر چکا جب اُسے کافروں نے نکال دیا تھا، جب وہ دو میں کا ایک تھا جب وہ دونوں غار میں تھے، جب وُہ اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا کہ غم نہ کر، اللہ ہمارے ساتھ ہے"۔

۳۹۔ سُراقہ کی سچی توبہ اور حضور کی بشارت جب حضور اپنے رفیق کے ہمراہ تین دن غارِ ثور میں

قیام فرمانے کے بعد عازم مدینہ ہوئے تو ادھر مکہ میں یہ اعلان ہوا کہ جو الفیین قتل یا گرفتار کرکے لائے گا اس کے لیے سو سو اونٹ انعام ہے۔ لوگ برابر تلاش میں تھے کہ سراقہ بن جعشم کو ان کی خبر ہو گئی۔ وہ جب قریب آکر تیزی سے جھپٹا تو اس کے گھوڑے کے اگلے پاؤں زمین میں دھنس گئے۔ آخر دو تین بار ناکام کوشش کے بعد سچی توبہ کی اور حضورؐ سے معافی کا طلبگار ہوا۔ جسے آپؐ نے معاف کیا اور بشارت بھی دی" کہ اے سراقہ اس وقت تیری کیا شان ہو گی جب تو کسریٰ کے کنگن پہنے گا۔"[۱]

۲۔ مدنی دور

۱۔ قبا میں قیام آپؐ کے مدنی دور کا آغاز اس تاریخ سے ہوتا ہے جب آپؐ مکہ سے یکم ربیع الاوّل کو روانہ ہوئے۔ تین دن غارِ ثور میں قیام فرمایا۔ اور ۱۲ ربیع الاوّل بروز پیر قبا میں دوپہر کے وقت جلوہ افروز ہوئے۔ شمسی حساب سے یہ ۲۴ ستمبر ۶۲۲ء کی تاریخ تھی۔

۲۔ آمدِ مدینہ پر استقبال (۱) بخاری و مسلم اور مسند احمد میں حضرت براء بن عازب کے واسطے سے سیدنا ابوبکرؓ کی روایت ہے کہ جب ہم مدینے پہنچے تو لوگ ہمارے استقبال کے لیے سڑکوں پر نکل آئے، چھتوں پر ٹھٹھ کے ٹھٹھ لگ گئے۔ خدّام اور لڑکے راستوں میں دوڑتے پھرتے تھے اور یہ نعرے لگا رہے تھے:

(۱) "اللہ اکبر رسول اللہ تشریف لے آئے، محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) تشریف لے آئے"۔

(۲) بیہقی، ابوبکر المقری اور رزین نے بیان کیا ہے کہ عورتیں چھتوں پر یہ گیت گا رہی تھیں:

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَیْنَا ❊ مِنْ ثَنِیَّاتِ الْوَدَاع
وَجَبَ الشُّکْرُ عَلَیْنَا ❊ مَا دَعٰی لِلّٰہِ دَاع
اَیُّهَا الْمَبْعُوْثُ فِیْنَا ❊ جِئْتَ بِالْاَمْرِ الْمُطَاع

ہم پر چودھویں رات کا چاند طلوع ہو گیا وداع کی پہاڑیوں سے
ہم پر شکر واجب ہے جب تک کوئی اللہ کو پکارنے والا باقی رہے۔
اے ہمارے ہاں مبعوث ہونے والے! تو وہ منصب لیکر آیا ہے جو واجب الاطاعت ہے۔

(۳)۔ حضورؐ جب بنی نجار کے محلّے میں پہنچے تو لڑکیاں دف بجاتی ہوئی نکل آئیں اور یہ گیت

[۱] حضورؐ کی پیشگوئی حضرت عمرؓ کی خلافت کے زمانے میں پوری ہو گئی۔ ایران فتح ہوا اور کسریٰ کے کنگن سراقہ کو پہنائے گئے۔

Marfat.com
Marfat.com

گانے لگیں ؎

نَحْنُ جَوَارٍ مِنْ بَنِی النَّجَّارِ ٭ یَا حَبَّذَا مُحَمَّدٌ مِنْ جَارٍ (ابن کثیر)

ہم بنی نجار کی لڑکیاں ہیں۔ حضرت محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کیا ہی اچھے ہمسائے ہیں۔

۳۔(۱) **حضورؐ کی میزبانی میں مسابقت** انصارِ مدینہ میں سے ہر ایک کی یہ زبردست خواہش تھی کہ حضورؐ کی مہمان نوازی کا شرف اسے حاصل ہو۔ چنانچہ نمازِ جمعہ کے بعد جب حضورؐ مدینہ جانے کے لیے تیار ہوئے تو بنی سالم کے لوگ حضرت عتبانؓ بن مالک اور حضرت عباسؓ بن عبادہ نضلہ کی سربراہی میں آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپؐ کی اُونٹنی کی نکیل تھام کر عرض کرنے لگے کہ:

"یا رسُولَ اللہ! آپؐ ہمارے ہاں قیام فرمائیں، ہم تعداد میں بھی کافی ہیں، جنگی سروسامان بھی رکھتے ہیں اور دفاع کی طاقت بھی ہے" حضورؐ نے فرمایا:

"میری اُونٹنی کا راستہ چھوڑ دو، کیونکہ یہ مامور ہے"۔ یعنی یہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے تحت چل رہی ہے اور یہ اسی جگہ جا کر ٹھہرے گی جہاں ٹھہرنے کا حکم ہوگا۔ چنانچہ یہ ٹھیک اُسی جگہ جا کر بیٹھ گئی جہاں آج مسجد نبویؐ اور بعض روایات کے مطابق منبر رسولؐ ہے۔

(ب) **حضرت ابو ایوبؓ کو شرف میزبانی حضورِ اکرمؐ** ابن اسحاق کی روایت ہے کہ جب حضورؐ اُونٹنی سے اُتر گئے تو سامنے ہی حضرت ابُو ایوبؓ انصاری (خالد بن زید) کا مکان تھا۔ جن کا تعلق بنی نجار سے تھا اور جو جناب عبدالمطلب کے ننھیال ہیں، وہ حاضر خدمت ہوئے اور آپؐ کا سامان اُتار کر اپنے گھر میں لے گئے۔ چونکہ میزبان بننے کی خواہش ہر ایک کے اندر پیدا ہو رہی تھی اسیلیے وہاں قرعہ اندازی کی گئی۔ چنانچہ اس میں بھی حضرت ابو ایوب انصاریؓ ہی کا نام نکلا۔ اس طرح یہ شرف میزبانی انہی کو حاصل ہوا۔

ابن سعد نے حضرت زیدؓ بن ثابت کے حوالہ سے لکھا ہے کہ حضرت ابو ایوبؓ کے ہاں حضورؐ کے قیام کے زمانہ میں کوئی دن ایسا نہ گزرتا تھا کہ جب تین چار گھروں کے لوگ آپؐ کے دروازے

Marfat.com
Marfat.com

پر کھانے کے خوان لیے ہوئے کھڑے نہ ہوتے ہوں۔

۴۔ مسجد نبویؐ کی تعمیر مدینہ طیبہ میں داخل ہونے اور حضرت ابوایوبؓ انصاری کے ہاں قیام کرنے کے بعد آپؐ نے سب سے پہلے جس چیز کی فکر فرمائی وہ یہ تھی کہ ایک مسجد تعمیر کی جائے۔ آپؐ کی اونٹنی جس جگہ جاکر ٹھہری تھی' ابن سعد کی روایت کے مطابق وہاں مسلمان پہلے نماز کے لیے جمع ہُوا کرتے تھے۔ اسعد بن زرارہ وہاں جماعت کراتے تھے اور جمعہ بھی وہاں ہی ہوتا تھا۔ یہ زمین دو یتیم لڑکوں (سہل اور سُہیل) کی تھی جو حضرت اسعدؓ بن زرارہ کی سرپرستی میں تھے۔ یہ اُن سے دس دینار میں خرید لی گئی۔ اس میں کچھ کھجور کے درخت تھے' کچھ زیرِ کاشت تھی' کچھ خرابہ تھی اور کچھ میں مشرکین کی پُرانی قبریں بھی تھیں۔ زمین حاصل کرنے کے بعد اس زمین کو صاف کیا گیا۔ خرابہ کو ہموار کیا گیا' قبریں اکھاڑ دی گئیں' کھجور کے درخت کاٹ کر اُن کے تنوں سے مسجد کے ستون بنا لیے گئے اور اُس کے پتوں کی چھت بنالی گئی۔ کچی اینٹوں اور گارے سے دیواریں تعمیر کرلی گئیں اور خالی زمین کا فرش رہنے دیا گیا۔ بعد میں جب بارش سے کیچڑ ہونے لگی تو کچے فرش پر کنکریاں بچھا دی گئیں اور جب چھت کے نیچے گرمی ستانے لگی تو اُوپر گارے کی لپائی کرادی گئی۔ بخاری میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ مسجد کی تعمیر میں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے خود بھی سب کے ساتھ اینٹیں اور گارا ڈھونے کا کام کیا تھا۔ اور اس وقت صحابہ کرامؓ کے ساتھ آپؐ یہ دُعا بھی فرماتے تھے:۔

لَا عَیْشَ اِلَّا عَیْشُ الْاٰخِرَۃ ؛ اَللّٰھُمَّ ارْحَمِ الْاَنْصَارَ وَالْمُھَاجِرَۃَ

(آخرت کی ابدی زندگی ہی زندگی ہے اور وہ نہ ہو تو پھر زندگی ہیچ ہے۔ اے اللہ! تو انصار اور مہاجرین پر رحم فرما)

یہ مسجد نبوی ایک ایسی عمارت اور عبادت گاہ تھی جو مسلمانوں کے لیے ایک اجتماع گاہ اور ملتِ اسلامیہ کے لیے ایک پارلیمان اور ایوان عام کی حیثیت رکھتی تھی۔

۵۔ حضورؐ کے حجروں کی تعمیر: مسجدِ نبویؐ سے متصل ہی حضورؐ نے ایک جانب اپنے لیے

Marfat.com
Marfat.com

دو گھر بنائے ایک حضرت سودہؓ کے لیے اور ایک حضرت عائشہؓ کے لیے ابن سعدؒ کا بیان ہے کہ یہ گھر بھی کچی اینٹوں کے تھے، کھجور کی ٹٹیوں پر گارے کا لیپ کر کے حجرے الگ الگ کر دیئے گئے تھے۔ کھجور کے پتوں ہی کی چھت ڈالی گئی تھی اور دروازوں پر کمبل ڈال دیے گئے تھے۔ سات ماہ تک حضرت ابو ایوبؓ انصاری کے ہاں قیام فرمانے کے بعد آپؐ اپنے حجروں میں تشریف لے گئے تھے اور اس عرصہ کے دوران ہی میں آپؐ نے مکہ سے اپنے اہل و عیال بھی منگوائے تھے[1]

۶۔ اسلامی ریاست کی تشکیل حضورؐ نے تعمیر مسجد کے ساتھ ہی اسلامی ریاست کی تشکیل فرمائی اور اس سلسلہ میں چند ٹھوس اقدامات فرمائے

میثاق مدینہ میثاق مدینہ دراصل اسلامی دستور کی تدوین کا وہ عظیم کارنامہ ہے۔ جسے آپ نے مکہ مکرمہ سے ہجرت فرماتے ہی مدینہ طیبہ میں سب سے پہلے سرانجام دیا۔ اس پر جن شرکاء نے بالاتفاق دستخط کیے۔ ان میں ایک تو خود آپؐ تھے، دوسرے مہاجرینؓ مکہ، تیسرے انصار مدینہؓ اور چوتھے وہاں کے یہودی اور دیگر غیر مسلم لوگ۔ اس دستور کی چند اہم دفعات یہ تھیں۔

(ل) مدینہ طیبہ کی اس نئی تشکیل کردہ اسلامی ریاست میں حاکمیت اللہ تعالیٰ کی ہوگی۔ اور اسی کے قانون کو بالادستی اور بنیادی حیثیت بھی حاصل ہوگی

(ب) میثاق مدینہ کے پاس ہو جانے کے بعد آپؐ دستوری طور پر بھی مذہبی و سیاسی، قانونی و عدالتی اور صلح و جنگ کے معاملات میں فیصل اور سند آخر قرار پا گئے یعنی آپؐ کو وہی حیثیت حاصل ہو گئی جو کسی ملک میں ایک صدر مملکت کو ہوتی ہے۔

(ج) اس میں یہ بھی بالاتفاق طے ہو گیا کہ اگر کوئی باہر سے یہاں پر حملہ آور ہوتا ہے۔ تو اس کا مقابلہ تمام شرکاء مل کر کریں گے۔ اور صلح کی صورت میں سب کو صلح بھی کرنی ہوگی۔

۷۔ میثاق مدینہ کی افادیت میثاقِ مدینہ حضورؐ کی خداداد بصیرت، سیاسی حکمتِ عملی اور دوراندیشی کا ایک عظیم کارنامہ تھا۔ اس کے پاس ہو جانے کے بعد مدینہ طیبہ کی اسلامی ریاست کو ایک ایسا آئینی و قانونی اور مذہبی و سیاسی استحکام نصیب ہو گیا جس کی وجہ سے مدینہ طیبہ کی یہ محدود سی بستی ایک ناقابل تسخیر اسلامی ریاست بن گئی جو فی الواقع بعد میں دشمن کے لیے لوہے کے چنے ثابت ہوئی۔

[1] تلخیص سیرت سرور عالم جلد ۲ صفحہ ۳۷، تا ۴۸،

Marfat.com
Marfat.com

۶۔ مؤاخات اور جماعتی استحکام | مؤرخ القسطلانی کے بیان کی رو سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں تشریف لانے کے پانچویں ماہ انصار اور مہاجرین کو باہم اکٹھا کیا اور ان میں مؤاخات پیدا کر کے جماعتی نظم کو مضبوط و مستحکم کر دیا۔

انصار مدینہ نے اس مؤاخات میں اپنے خلوص کا ایسا بہترین مظاہرہ کیا کہ تاریخ انسانی میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ جب انصار اپنے مہاجر بھائیوں کو لے کر واپس اپنے گھروں میں آئے تو انہوں نے اپنی تمام دولت اور جائداد میں انہیں برابر کا شریک کر لیا۔ حتیٰ کہ اگر کسی انصاری کے پاس دو بیویاں تھیں تو اس نے ایک کو طلاق دے کر اس کا نکاح اپنے مہاجر بھائی کے ساتھ کر دیا۔ اس طرح جماعتی رشتہ ایسا مستحکم ہوا کہ انصار و مہاجر مل کر ایک ملت اور ایک امت بن گئے۔ (ابن اسحاق و ابن ہشام)

۷۔ آخری مرحلہ | یہ مرحلہ آپؐ کی مدنی زندگی میں دعوت و تبلیغ اور اسلامی نظام کو قائم کرنے کا آخری دس سالہ دورِ نبوت تھا۔ اس مرحلے میں حالات کا نقشہ بالکل بدل گیا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک باقاعدہ ریاست کی بنا ڈالنے میں کامیاب ہو گئے۔ پرانی جاہلیت کے علمبرداروں سے مسلح مقابلہ شروع ہوا۔ پچھلے انبیاء کی امتوں (یہود و نصاریٰ) سے بھی سابقہ پیش آیا۔ خود امتِ مسلمہ کے اندرونی نظام میں مختلف قسم کے منافق گھس آئے۔ ان سے بھی نمٹنا پڑا۔ اور دس سال کی شدید کشمکش کے بعد آخرکار یہ تحریک کامیابی کی اس منزل پر پہنچی، جہاں سارا عرب اس کے زیرِ نگین ہو گیا اور عالمگیر دعوت و اصلاح کے دروازے اس کے سامنے کھل گئے۔

۸۔ غزواتِ نبویؐ | حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو ہجرت کے بعد بے شمار اندرونی اور بیرونی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ اگرچہ آپؐ نے مدینہ میں رونق افروز ہوتے ہی ایک نظریاتی اسلامی ریاست کی تشکیل کر دی تھی مگر ابھی اس نئی معرضِ وجود میں آنے والی مملکت میں اسلامی نظام کا آغاز ہی ہونے پایا تھا کہ اہلِ قریش جو دعوتِ توحید کے سخت مخالف اور دشمن تھے وہ اسے نیست و نابود کرنے اور صفحۂ ہستی سے اس کا نام و نشان

Marfat.com
Marfat.com

مٹا دینے کے لیے مسلح حملہ آور ہونے لگے۔ چنانچہ انہیں مُنہ توڑ جواب دینے کے لیے اکثر جنگوں میں آپؐ کو خود بھی شرکت کرنی پڑی۔ اس قسم کی جنگوں کو غزوات نبویؐ کہا جاتا ہے۔ بعض غزوات کا ذکر قرآن میں بھی آیا ہے۔ یہاں اُن کا اختصار کے ساتھ ذکر کیا جاتا ہے۔

(۱) غزوۂ بدر | یہ ۱۷ رمضان ۲ھ کو میدانِ بدر میں حق و باطل کا پہلا مسلح تصادم تھا۔ اس میں اہلِ ایمان زیادہ سے زیادہ تین سو تیرہ تھے جن میں مہاجرین کی تعداد ۷۰ سے ۸۶ تک تھی ان کے مقابلہ میں اہلِ مکّہ کی طرف سے حملہ کرنے والوں کی تعداد تقریباً ایک ہزار تھی یہ افراد قوت اور ساز و سامان کے لحاظ سے کئی گنا زیادہ تھے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اس پہلے معرکہ میں اہلِ ایمان کو فتح و نصرت عطا فرمائی اور اہلِ قریش کو شکست فاش ہوئی۔ ان کے ستّر آدمی مارے گئے جن میں ابوجہل، عتبہ، شیبہ اور اُمیّہ بن خلف بھی شامل تھے اور ستّر آدمی قید کیے گئے۔ باقی اپنا ساز و سامان چھوڑ کر دُم دبا کر بھاگ گئے۔ جیسا کہ قرآن میں مذکور ہے۔

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ۔

(آل عمران ۱۲۳)

آخر اس سے پہلے جنگِ بدر میں اللہ تمہاری مدد کر چکا ہے۔ حالانکہ اس وقت تم بہت کمزور تھے۔

نصیحت آموز سبق | اس معرکہ کا نصیحت آموز سبق یہ ہے کہ فتح و نصرت صرف مادی ذرائع و وسائل کی کثرت ہی پر منحصر نہیں ہوتی بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے وہ بعض دفعہ بااصول با اخلاق اور منظم اہلِ ایمان کی چھوٹی چھوٹی جماعتوں کو بھی بڑی بڑی جماعتوں پر فتح و غلبہ عطا فرماتا ہے۔ جیسا کہ قرآن میں آتا ہے:

كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً ۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ (البقرہ ۲۴۹)

بارہا ایسا ہوا ہے کہ ایک قلیل گروہ اللہ کے اذن سے ایک بڑے گروہ پر غالب آگیا۔ اللہ صبر کرنیوالوں کا ساتھی ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

(۲) **غزوۂ اُحد**: یہ حق و باطل کا دُوسرا مسلح تصادم تھا جو، شوال ۳ھ کو کوہ اُحد کے دامن میں پیش آیا۔ اس غزوہ میں مسلمانوں کی تعداد ایک ہزار تھی مگر مقام شوط سے عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین اپنے تین سو ساتھیوں کو لے کر واپس مدینہ چلا گیا۔ اگرچہ بظاہر اس کا یہ عذر تھا کہ حضورؐ میری رائے کو کوئی وقعت نہیں دیتے مگر درپردہ وہ مسلمانوں کی شکست اور کفار مکہ کی فتح کے لیے فضا سازگار کرنا چاہتا تھا۔ وہ یہ چال چل کر اہلِ ایمان کے حوصلے بھی پست کرنا چاہتا تھا۔ اس غزوہ میں مسلمانوں کے مقابلہ میں اہلِ مکہ کی تعداد تین ہزار تھی جس میں سات سو زرہ پوش اور دو سو سوار تھے۔ اس معرکہ میں بھی ابتداءً تو مسلمانوں ہی کو فتح نصیب ہوئی تھی مگر حسب ذیل چند وجوہ کی بنا پر فتح شکست میں بدلنے لگی۔

(۱) دشمن فوج کا پوری طرح تعاقب کرنے کے بجائے مسلمانوں کا مالِ غنیمت کی طرف مشغول ہو جانا۔

(۲) جبل عینین کے درہ پر جو پچاس تیراندازوں کا دستہ مامور کیا گیا تھا جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی تاکید کیساتھ آئندہ حکم تک وہاں ہی نگرانی کرنے کی ہدایت فرما چکے تھے، اُس کی اکثریت بھی مالِ غنیمت کو لُوٹنے کی طرف دوڑ پڑی چنانچہ خالدؓ بن ولید جو اس وقت قریش کی طرف سے لڑ رہے تھے انہوں نے اس درہ کو خالی دیکھ کر اُحد کے عقب سے حملہ کر دیا۔ اس طرح پوری مسلمان فوج کو کافی نقصان اُٹھانا پڑا۔ ستر صحابہ شہید اور چالیس زخمی ہو گئے خود حضورؐ بھی زخمی ہو گئے اور آپؐ کا ایک دانت مبارک بھی شہید ہو گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مہربانی کی کہ منتشر فوج حضورؐ کے اردگرد جمع ہونے لگی اور شکست خوردگی کے آثار بھی کافور ہونے لگے اور پھر فریقین کا پلڑا برابر ہو گیا۔ ابوسفیان یہ اعلان کرتے ہوئے واپس ہو گیا کہ اگلے سال پھر یہاں مقابلہ ہو گا۔ مگر اگلے سال اس کو یہاں آنے کی جرأت نہ ہو سکی۔

عبرت آموز سبق: اس جنگ میں اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان کو ایک عبرت آموز سبق دیا کہ اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی اور نظم جماعت کی خلاف ورزی کرنے سے پوری جماعت کو بلکہ اگر وہاں خدا کا رسُول بھی موجود ہو تو اس کو بھی تکلیف اور نقصان پہنچ سکتا ہے۔ اس لیے

Marfat.com
Marfat.com

تحریکِ اسلامی کے کارکنوں کو خدا اور اس کے رسول کی اطاعت کے ساتھ ساتھ نظم جماعت کی پابندی کو بھی ہمیشہ اپنے مدِ نظر رکھنا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں جنگ احد کے بارے میں اس طرح ذکر فرمایا ہے:

وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗٓ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ ۚ حَتّٰٓى اِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِي الْاَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَآ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ ۭ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ۚ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْھُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ ۚ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ ۭ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَي الْمُؤْمِنِيْنَ

(آل عمران۔ ۱۵۲)

اللہ نے (تائید و نصرت کا) جو وعدہ تم سے کیا تھا وہ تو اس نے پورا کر دیا۔ ابتداء میں اُسکے حکم سے تم ہی ان کو قتل کر رہے تھے۔ مگر جب تم نے کمزوری دکھائی اور اپنے کام میں باہم اختلاف کیا اور جونہی وُہ چیز اللہ نے تمہیں دکھائی جس کی محبت میں تم گرفتار تھے (یعنی مالِ غنیمت) تو تم اپنے سردار کے حکم کی خلاف ورزی کر بیٹھے۔ اس لیے کہ تم میں سے کچھ لوگ دُنیا کے طالب تھے اور کچھ آخرت کی خواہش رکھتے تھے۔ تب اللہ نے تمہیں کافروں کے مقابلہ میں پسپا کر دیا تاکہ تمہاری آزمائش کرے اور حق یہ ہے کہ اللہ نے پھر بھی تمہیں معاف ہی کر دیا۔ کیونکہ مومنوں پر اللہ بڑی نظرِ رحمت رکھتا ہے۔

(۳) __غزوۂ خندق:__ غزوۂ خندق کو غزوۂ احزاب بھی کہتے ہیں یہ ۸ ذی قعدہ ۵ھ کو تیسرا مسلح تصادم ہُوا۔ اس غزوہ میں مسلمانوں کی تعداد تین ہزار تھی اور کفارِ مکہ دیگر قبائل کے ساتھ دس ہزار کی تعداد میں حملہ آور ہوئے تھے۔ حضرت سلمان فارسیؓ کے مشورہ سے حضورؐ نے ہدایت فرمائی کہ مدینہ کی شمالی جانب ساڑھے تین میل لمبی، دس گز چوڑی اور پانچ گز گہری خندق کھودی جائے۔ کیونکہ مدینہ کی باقی تینوں اطراف حملہ آوروں سے محفوظ تھیں۔ خندق کی کھدائی میں حضورؐ نے مجاہدوں کے ساتھ خود بھی حصّہ لیا بلکہ ان سے بڑھ چڑھ کر عملی مظاہرہ کیا۔ فاقہ کشی کی یہ حالت تھی کہ اگر مجاہدین نے پیٹ پر ایک پتھر باندھا ہُوا تھا تو حضورؐ کے پیٹ پر دو پتھر تھے۔ کھدائی کے

Marfat.com
Marfat.com

وقت مجاہدین یہ شعر پڑھ رہے تھے ؎

نَحْنُ الَّذِیْنَ بَایَعُوْا مُحَمَّدًا ٭ عَلَی الْجِهَادِ مَا بَقِیْنَا اَبَدًا

(ہم وہ لوگ ہیں جنہوں نے زندگی بھر جہاد کرنے کا عہد و پیمان محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ہاتھ پر کیا ہے)

اسوقت حضورؐ کی زبان پر یہ الفاظ تھے:

اَللّٰهُمَّ لَا عَیْشَ اِلَّا عَیْشُ الْاٰخِرَةْ ٭ فَاغْفِرْ لِلْاَنْصَارِ وَالْمُهَاجِرَةْ

آخرت کی زندگی ہی اصل زندگی ہے اے اللہ انصار اور مہاجرین کو بخش دے۔

اس معرکہ میں فریقین کا نقصان برائے نام ہی ہوا تھا۔ نعیم بن مسعود جو غزوۂ خندق ہی میں مسلمان ہوئے تھے۔ اور ان کے ایمان کے بارے میں ابھی اہل مکہ اور یہود کو پتہ نہیں تھا۔ انہوں نے اہل مکہ اور بنو قریظہ جو حضورؐ کے ساتھ عہد شکنی کر کے اہل مکہ کے ساتھ مل گئے تھے، یہ قابل تحسین کردار ادا کیا کہ ان دونوں گروہوں کے درمیان پھوٹ ڈال دی۔ اس کے ساتھ ہی غیبی مدد یہ ہوئی کہ ابھی محاصرہ کو بیس دن گزرے تھے کہ اچانک رات کو آندھی آئی۔ اس نے کفار کے خیمے اکھیڑ دیئے، چولہے اور دیگیں الٹ دیں اور دیگر ساز و سامان بھی تہ و بالا کر دیا۔ آخر اہل مکہ کو طلوع فجر ہوتے ہی وہاں سے کوچ کرنا پڑا۔

بہترین نصیحت | اس میں تحریک اسلامی کے کارکنوں اور امرائے جماعت کے لیے بہترین نصیحت ہے کہ کارکنوں کے سامنے تحریک اسلامی کے قائد کو اپنا بہترین نمونہ پیش کرنا چاہیئے اور اس کا عملی کردار دوسروں سے بڑھ کر ہونا چاہیئے۔ جیسا کہ قرآن میں حضورؐ کے بارے میں آتا ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَ الْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَ ذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا (احزاب - ۲۱)

درحقیقت تم لوگوں کے لیے اللہ کے رسولؐ میں ایک بہترین نمونہ ہے، ہر اس شخص کیلئے جو اللہ اور یوم آخر کا امیدوار ہو اور کثرت سے اللہ کو یاد کرے۔

(۴) **بیعت رضوان** | حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ذی قعدہ ۶ھ میں ۱۴سو صحابہ کرام کیساتھ

Marfat.com
Marfat.com

حج بیت اللہ کے لیے روانہ ہوئے۔ جب اہلِ مکہ کو پتہ چلا تو وہ اس میں مزاحم ہوئے اس پر حضورؐ نے حضرت عثمان غنیؓ کو اہلِ مکہ کے پاس سفیر بنا کر بھیجا کہ ہم جنگ وجدال کے لیے نہیں آئے بلکہ خانہ کعبہ کا حج کرنے آئے ہیں۔ اُن کے وہاں پہنچنے پر یہ افواہ پھیل گئی کہ انہیں (عثمان غنیؓ کو) کفارِ مکہ نے شہید کر دیا ہے۔ اس خبر کو سُنتے ہی حضورؐ نے حدیبیہ کے مقام پر ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر کفارِ مکہ کے ساتھ جنگ کرنے کی بیعت لی۔ جسے بیعت رضوان کہا جاتا ہے[1] جب یہ خبر کفارِ مکہ کو ملی تو انہوں نے سہیل بن عمرو کو فوراً صلح کے لیے روانہ کر دیا اور حضرت عثمان غنیؓ کے بارے میں بھی خبر دے دی کہ وہ بخیریت زندہ ہیں۔ چنانچہ حضورؐ نے حسب ذیل شرائط پر صلح کر لی:

(ا) **صلح حدیبیہ کی شرائط**

(۱) فریقین آپس میں دس برس تک جنگ نہیں کریں گے۔

(۲) اگر کفارِ مکہ کا کوئی آدمی مدینہ آئے تو اسے واپس کر دیا جائیگا۔

(۳) اگر کوئی مسلمان قریشِ مکہ کے پاس چلا گیا تو واپس نہیں کیا جائیگا۔

(۴) لوگوں کو اختیار ہوگا کہ وہ فریقین میں سے جس فریق کے ساتھ چاہیں عہد و پیمان کریں دوسرے فریق کو اس میں حائل نہیں ہونا چاہیئے۔

(۵) مسلمان اگلے سال حج کریں گے مگر وہ غیر مسلح ہوں گے اور مکہ میں صرف تین دن رہیں گے۔ پھر واپس چلے آئیں گے۔ ان تین دنوں میں اہلِ مکہ شہر کو ان کے لیے خالی کر دیں گے۔

(ب) **فتح مبین** اللہ تعالیٰ نے اس صلح حدیبیہ کو اہلِ ایمان اور تحریکِ اسلامی کے لیے فتح مبین قرار دیا ہے جیسا کہ قرآن میں مذکور ہے:

اِنَّا فَتَحۡنَا لَکَ فَتۡحًا مُّبِیۡنًا (الفتح - ۱)

اے نبی! ہم نے تم کو کھلی فتح عطا کر دی۔

(۵) **غزوۂ خیبر** حضورؐ کو یہ اطلاعات مل رہی تھیں کہ یہودی بنی نضیر و بنی قینقاع دیگر یہودی قبائل کے ساتھ مل کر مدینہ پر دس ہزار کے لشکر کے ساتھ حملہ آور ہونے کی تیاریاں کر رہے ہیں چنانچہ حضورؐ نے صلح حدیبیہ کے فوراً بعد ماہ محرم ۷ھ

[1] الفتح

Marfat.com
Marfat.com

میں اپنے چودہ سو جانثاروں کے ساتھ خیبر کا رُخ کیا اور ان کو اس وقت پتہ چلا جب آپؐ نے ان کو ان کے قلعوں میں محصور کر لیا۔ اس غزوہ میں حضرت علیؓ نے مرحبؔ پہلوان کو پچھاڑ کر موت کے گھاٹ اُتار دیا۔ اور قلعہ کے پھاٹک کا دروازہ بھی اُکھاڑ دیا۔ جس کی وجہ سے مجاہدین کا قلعہ کے اندر داخل ہونا ممکن ہوا۔ آخر یہودیوں نے حسب ذیل شرائط پر صلح کر لی:

(۱) تمام اہلِ خیبر کو جان کی امان دی جائے گی۔

(۲) وہ اپنا سارا مال اہلِ ایمان مجاہدین کے حوالے کر دیں گے۔

(۳) خیبر کی تمام زمین مسلمانوں کی ملکیت ہو گی اور یہودی ان کی رعایا کی طرح اپنے گھروں میں آباد رہیں گے۔

(۴) یہودی اپنی پیداوار کا نصف حصہ بطور خراج مسلمانوں کو دیا کریں گے۔

(۵) اس معاہدہ کے بعد اگر پھر یہودیوں کی طرف سے بدعہدی کی گئی تو حضورؐ کو اختیار ہو گا کہ وہ انہیں یہاں سے جلا وطن کر دیں۔

(۶) **فتح مکہ** ۸ھ اہلِ مکہ نے صلح حدیبیہ کی صریحاً خلاف ورزی کی کہ انہوں نے قبیلہ بنی بکر کے ایماء پر قبیلہ بنی خزاعہ کے ساتھ زیادتی کی جس نے حضورؐ کے ساتھ عہد و پیمان کر رکھا تھا چنانچہ اس کے بعد جب بنی خزاعہ نے اُن کی زیادتی کے خلاف حضورؐ سے فریاد کی تو آپؐ اہلِ مکہ سے بدلہ لینے کے لیے دس ہزار جان نثاروں کو لے کر عازم مکہ ہوئے۔ اور بیس رمضان ۸ھ کو بغیر کسی مزاحمت اور تصادم کے اسلام کا جھنڈا مکہ مکرمہ پر لہرا دیا اور قرآن کی یہ آیت تلاوت فرمائی:

وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۭ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا (بنی اسرائیل۔۸۱)

"اور اعلان کر دو کہ حق آگیا اور باطل مٹ گیا، باطل تو مٹنے ہی والا ہے"

اہلِ مکہ کو خطاب: فتح مکہ کے بعد مسجد حرام کے سامنے ہجوم عام تھا اور لوگ اپنی قسمت کا فیصلہ سننے کے لیے مضطرب تھے۔ ان سے آپؐ نے یہ خطاب فرمایا:

"ایک خدا کے سوا کوئی خدا نہیں۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ اس نے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا

لے بعض روایات میں مرحب کو قتل کرنا محمد بن مسلمہ سے [illegible]

اس نے اپنے بندے کو مدد دی۔ اُس اکیلے نے تمام لشکروں کو شکست دی۔ آج تمام کبر و غرور، خون کے تمام دعوے، مالوں کے مطالبے میرے قدموں کے نیچے ہیں۔ البتہ حرم کعبہ کی اور حجاج کی آب رسانی کے عہدے اس سے مستثنیٰ ہیں۔

اے قریش! "اب خدا نے تمہارے جاہلیت کے غرور اور نسب کے فخر کو مٹا دیا۔ تمام انسان آدمؑ کی اولاد ہیں اور آدمؑ مٹی سے پیدا کیے گئے۔"

پھر حضورؐ نے پوچھا "تم کو معلوم ہے کہ میں تم سے کیا سلوک کرنیوالا ہوں"؟

ان الفاظ کے گونجتے ہی ظلم، مکر، تشدد اور خونخواری کی وہ ساری گندی تاریخ قریش کی نگاہوں کے سامنے ایک فلم کی طرح گزر گئی ہوگی۔ جسے انہوں نے بیس اکیس برس میں تیار کیا تھا۔ ان کے ضمیر پھٹ جانے کو ہوں گے۔ بے بسی اور ندامت کے عالم میں لوگ پکار اٹھے:

"اَنْتَ اَخٌ کَرِیْمٌ وَابْنُ اَخٍ کَرِیْمٍ"

"تو شریف بھائی ہے اور ایک شریف بھائی کا بیٹا ہے۔"

آپؐ نے جواباً ارشاد فرمایا:

"لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ، اِذْھَبُوْا فَاَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ"

تم پر آج کوئی گرفت نہیں۔ جاؤ تم سب آزاد ہو (تلخیص محسن انسانیت ص ۵۰۸، ص ۵۰۹)

۷۔ غزوہ حُنین فتح مکہ کے بعد اہلِ طائف کے دو قبائل ہوازن اور ثقیف نے محسوس کیا کہ اب جلد ہی حضورؐ ہماری طرف رُخ کریں گے۔ اسلیے قبل اس کے کہ وہ ہم پر حملہ کریں یہ بہتر ہے کہ سب سے پہلے ہم خود ہی ان پر حملہ کر دیں۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ان کے حملہ کرنے کی خبر مل گئی آپؐ نے ۱۲ ہزار کا لشکر تیار کیا اور حُنین کے مقام پر دونوں لشکروں کا آمنا سامنا ہوا۔ اس معرکہ میں اگرچہ مسلمانوں کی تعداد زیادہ تھی مگر انہیں اپنی کثرتِ تعداد ہی کی وجہ سے شکست ہو گئی پھر جب یہ منتشر مجاہدین دوبارہ حضورؐ کے پاس اکٹھے ہو گئے اور منظم ہو کر لڑنے لگے تو پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں فتح اور کامیابی عطا فرمائی۔ اس معرکہ میں انہیں بیشمار مالِ غنیمت ہاتھ آیا جو سب کا سب فتح مکہ کے بعد ایمان لانے والے مسلمانوں کو ملی

Marfat.com
Marfat.com

دلجوئی اور تالیفِ قلب کے طور پر دے دیا گیا۔ اس پر بعض انصار میں کچھ چہ میگوئیاں بھی ہونے لگیں جس پر حضورؐ نے تمام انصار کو اکٹھا کر کے خطاب فرمایا:

"کیا یہ سچ نہیں ہے کہ تم لوگ پہلے گمراہ تھے، خدا نے میرے ذریعے سے تم کو ہدایت دی؟ تم منتشر اور پراگندہ تھے، خدا نے میرے ذریعے سے تم کو متحد اور متفق کیا؟ تم مفلس تھے خدا نے میرے ذریعے سے تم کو آسودہ حال کیا؟" (ہر سوال پر انصار کہتے جاتے تھے بلا شبہ اللہ اور رسولؐ کا ہم پر سب سے بڑا احسان ہے۔) "نہیں تم یہ جواب دو کہ اے محمدؐ! تم کو لوگوں نے جھٹلایا تو ہم نے تمہاری تصدیق کی، تم کو جب لوگوں نے چھوڑ دیا تو ہم نے پناہ دی، تم جب مفلس ہو کر آئے تھے تو ہم نے ہر طرح کی مدد کی، تم جواب میں کہتے جاؤ اور میں یہ کہتا جاؤں گا کہ ہاں تم سچ کہتے ہو۔ لیکن اے گروہِ انصار! کیا تم کو یہ پسند نہیں کہ لوگ اونٹ اور بکریاں لے جائیں اور تم محمدؐ کو لیکر اپنے گھروں کو جاؤ"

یہ سن کر انصار بے اختیار پکار اٹھے کہ "ہم کو صرف محمدؐ درکار ہیں"۔ (محسن انسانیت صفحہ ۱۰۸، ۱۰۹)

سبق آموز بات

اس غزوہ میں مسلمانوں کو پہلے شکست اسلیئے ہوئی کہ انہیں صرف اپنی کثرتِ تعداد پر ناز اور گھمنڈ تھا۔ حالانکہ ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ مسلمان کو ہر وقت اور سب سے زیادہ صرف خدا پر بھروسہ اور اس کی طاقت پر توکل ہونا چاہیے۔ جیسا کہ قرآن میں آتا ہے:

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِي مَوَاطِنَ كَثِيرَةٍ ۙ وَيَوْمَ حُنَيْنٍ ۙ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنكُمْ شَيْئًا وَضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُم مُّدْبِرِينَ. ثُمَّ أَنزَلَ اللّٰهُ سَكِينَتَهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَأَنزَلَ جُنُودًا لَّمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِينَ كَفَرُوا ۚ وَذَٰلِكَ جَزَاءُ الْكَافِرِينَ (۲۶) ثُمَّ يَتُوبُ اللّٰهُ مِن بَعْدِ ذَٰلِكَ عَلَىٰ مَن يَشَاءُ ۗ وَاللّٰهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ (التوبہ۔ ۲۵ تا ۲۷)

اللہ اس سے پہلے بہت سے مواقع پر تمہاری مدد کر چکا ہے۔ ابھی غزوۂ حنین کے روز

Marfat.com
Marfat.com

(اُس کی دستگیری کی شان تم دیکھ چکے ہو)۔ اُس روز تمہیں اپنی کثرتِ تعداد کا غرّہ تھا مگر وہ تمہارے کچھ کام نہ آئی۔ اور زمین اپنی وُسعت کے باوجود تم پر تنگ ہو گئی اور تم پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلے۔ پھر اللہ نے اپنی سکینت اپنے رسول پر اور مومنین پر نازل فرمائی اور وہ لشکر اتارے جو تم کو نظر نہ آتے تھے۔ اور منکرینِ حق کو سزا دی کہ یہی بدلہ ہے اُن لوگوں کے لیے جو حق کا انکار کریں پھر (تم یہ بھی دیکھ چکے ہو کہ) اس طرح سزا دینے کے بعد اللہ جس کو چاہتا ہے توبہ کی توفیق بھی بخش دیتا ہے اور اللہ درگزر کرنیوالا اور رحم فرمانے والا ہے۔

۸۔ غزوۂ تبوک

جب حضورِ اکرمؐ کو معلوم ہوا کہ اہلِ رُوم دیگر قبائل کے ساتھ مل کر مدینہ کی اسلامی ریاست پر حملہ کرنے والے ہیں تو آپؐ اُن کی پیش قدمی کو روکنے کے لیے تیس ہزار کا لشکر لے کر شام کی سرحد کے ایک مشہور مقام تبوک میں جا پہنچے۔ جب انہیں پتہ چلا کہ اس لشکر کی قیادت خود حضورؐ فرما رہے ہیں تو وہ مرعوب ہو گئے۔ اور انہیں مقابلے میں آنے کی ہمت ہی نہ ہوئی۔ حالانکہ مادی لحاظ سے ان کے پاس افرادی قوت اور مالی ساز و سامان اسلام کی فوج کے مقابلے میں کئی گنا زیادہ تھا۔ چنانچہ حضورؐ وہاں ایک ماہ قیام فرمانے کے بعد واپس تشریف لے آئے راستہ میں قبائل کو دعوتِ اسلام بھی دی گئی۔[۱]

قابلِ تحسین کردار

اس غزوہ میں اہلِ ایمان کا کردار بڑا ہی قابلِ تحسین تھا جب کہ انہوں نے حضورؐ کی مالی اپیل پر بڑھ چڑھ کر حصّہ لیا اور دشمن کی مادی طاقت کی پروا نہ کرتے ہوئے اعلانِ جہاد سُنتے ہی فوراً جہاد کرنے کے لیے تیار ہو گئے۔ کیونکہ انہوں نے شعوری طور پر اپنے ربّ سے اپنی جانوں اور مالوں کے بدلے جنت کا سودا کیا ہوا تھا۔ چنانچہ انہوں نے اس کا عملی نمونہ اس غزوہ میں دے دیا جیسا کہ قرآن میں مذکور ہے:

اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَ اَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ۔ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَیَقْتُلُوْنَ وَیُقْتَلُوْنَ (التوبہ۔ ۱۱۱)

بیشک اللہ نے مومنوں سے ان کے نفس اور اُن کے مال جنت کے بدلے خرید لیے ہیں۔ وہ اللہ کی راہ میں لڑتے اور مارتے اور مرتے ہیں۔

---

[۱] یہ غزوہ جنگ موتہ کے بعد رجب ۹ھ میں ہوا۔ اس غزوہ پر تشریف لے جانے سے قبل آپؐ نے حضرت علیؓ کو مدینہ طیبہ میں اپنا قائم مقام مقرر فرمایا تھا۔

Marfat.com
Marfat.com

۱۰۔ آمدِ وفود کسی بھی اصولی اور انقلابی تحریک کی طرح محسنِ انسانیتؐ کے کارنامے کو دو بڑے حصّوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے :

ایک وُہ جب کہ اسلامی تحریک خود عوام کے قریب جا جا کر ان کو پکارتی تھی۔ یہ دَور بڑا کٹھن اور مشکل ہوتا ہے۔ حضورؐ اور آپؐ کے ساتھیوں نے اس دور میں بڑے جتن کیے اور خون پسینہ ایک کر دیا۔ ایک طرف فکری دعوت کے میدان میں ثابت کر دیا کہ دلیل کی قوت ہمارے ساتھ ہے۔ دُوسری طرف اخلاقی دائرے میں دھاک بٹھا دی کہ اسلام کا بنایا ہُوا انسان بہترین نمونۂ انسانیت ہے۔ تیسری طرف سیاسی بصیرت کے لحاظ سے اپنا سکّہ جما دیا کہ ہم لوگ معاملات کی گرہوں کو کھولنا اور باندھنا جانتے ہیں اور چوتھی طرف میدانِ کارزار میں اپنا لوہا منوا لیا کہ مزاحمتوں سے نمٹ سکتے ہیں اور ظالموں کو ناکوں چنے چبوا سکتے ہیں پھر داغوں کو متاثر کیا۔ دلوں کو جھنجوڑا جذبات کو ساتھ لیا۔ سعادت مندوں کو متفق بنا کر گلے لگایا۔ غیر جنگ پسند قبائل کو معاہداتی نظام میں منسلک کیا اور جنگ جُو مخالفین کا جنگی زور توڑ کر راستہ صاف کیا۔

دوسرا دَور وُہ ہے جب کہ عوام خود آگے بڑھنے لگتے ہیں اور اسلام کے دروازے پہ خود دستک دینے لگتے ہیں کہ ہم اندر آنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ فتح مکّہ کے بعد تحریکِ اسلامی بھی دوسرے دَور میں داخل ہو گئی اور عوام الناس جوق در جوق مدینہ آنے لگے اور اسلام کے چشمۂ رحمت سے سیراب ہونے لگے اور واپس جا کر اپنے لوگوں کو اسلام میں داخل ہونے کی دعوت دینے لگے۔ یہ وفود بیشمار تھے جن کا سلسلہ ۸ھ تا ۱۰ھ تک جاری رہا (تلخیص محسن انسانیت صفحہ ۶۳۶، ۶۳۷)

اس دوسرے دَور کی کیفیت قرآن میں اس طرح بیان کی گئی ہے :

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۝ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ۝ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ۚ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ۝ (النصر ۱تا۳)

جب اللہ کی مدد آجائے اور فتح نصیب ہو جائے اور (اے نبیؐ) تم دیکھ لو کہ لوگ فوج در فوج اللہ کے دین میں داخل ہو رہے ہیں۔ تو اپنے ربّ کی حمد کے ساتھ اسکی تسبیح کرو۔ اور اس سے مغفرت کی دُعا مانگو۔ بے شک وُہ بڑا توبہ قبول کرنیوالا ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

۱۰۔ بین الاقوامی دعوت کا آغاز

حضورؐ کی قائم کردہ جس جماعت کو تحریک اسلامی چلانے کی سعادت حاصل ہوئی اس کا دائرہ قومی و ملکی نہ تھا بلکہ وُہ ایسی اُمّتِ خیر تھی جو اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ کے مرتبے پر فائز کی گئی تھی اور جسے شہداء علی الناس قرار دیا گیا تھا۔ جو انسانیت کو حق اور راستی عدل اور اخوّت کے نظام کا راستہ دکھانے والی تھی۔ اہل عرب کی اصلاح و تربیت اور اُن کی ریاستی سطح پر تنظیم کرنی ہی اصل مقصود نہ تھی بلکہ پیشِ نظر یہ تھا کہ ایک اسلامی ریاست اٹھے اور تمام ذرائع و وسائل کو کام میں لاکر دنیا بھر کی قوموں اور مملکتوں کو نظامِ حق کی دعوت دے ۔ آخر وُہ کروڑوں بندگانِ خُدا جو اس دورِ بادشاہت میں چھوٹے چھوٹے طبقوں اور خاندانوں کے اقتدار تلے پس رہے تھے اور جنہیں نہ سوچنے کی آزادی مہیا تھی اور نہ معاشی فراغت حاصل تھی اور نہ ہی اُن کے کچھ سیاسی حقوق ہی تھے۔ ان کی اس مظلومانہ حالت سے کوئی بھی تحریکِ اصلاح کیسے آنکھیں بند کر سکتی تھی۔ کسرٰی کے نام ارسال کردہ خط میں حضورؐ نے خود ہی اپنی دعوت کے بین الانسانی پیمانے کو ان الفاظ سے اُجاگر کر دیا تھا۔

" فَاِنِّیْ اَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَی النَّاسِ" یعنی میری حیثیت یہ ہے کہ میں سارے انسانوں کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔

چنانچہ حضورؐ نے صلحِ حدیبیہ کے بعد ۶ھ کو ملحقہ سلطنتوں کے حکمرانوں کو اسلام قبول کرنے کے پیغامات خصوصی قاصدوں کے ذریعے بھجوانے شروع کر دیئے یہ بات آج کے دَور میں قابلِ غور معلوم ہوتی ہے کہ حضورؐ نے دُوسرے ملکوں کے عوام تک کلمۂ حق پہنچانے کے بجائے آخر شاہی درباروں کو کیوں مخاطب فرمایا۔ اس کی وجہ بالکل واضح ہے۔ عوام الناس کے کوئی شہری حقوق اس دَور کے بادشاہوں کے زمانہ میں نہ تھے اور انہیں وُہ انسانی آزادی ہی مہیا نہ تھی جس سے کام لے کر وہ اپنے بارے میں خود فیصلہ کر سکیں۔ پھر یہ بادشاہتیں اس امر کا موقع دینے پر بھی قطعاً تیار نہ تھیں کہ دُوسرے ملک کے اجنبی لوگ آکر ان کی رعیّت سے میل جول رکھیں۔ کیونکہ اُس دَور کی بادشاہتیں تو گویا خُدا بنی بیٹھی تھیں اور ان کے نیچے ایک پتہ بھی ان کی اجازت کے بغیر ہل نہیں سکتا تھا۔ یہی وُہ حقیقت تھی جس کی بنا پر نہ صرف یہ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com
Marfat.com

نے اسلامی دعوت کا مخاطب خود فرماں رواؤں کو بنایا بلکہ اپنے نامہ ہائے مبارک میں صراحت سے اُن کو پوری قوم کا نمائندہ قرار دیکر عوام کے بُرے اور بھلے کی ذمہ داری بھی اُن پر ڈالی۔ حضورؐ نے مختلف تاجداروں کو عظیم الرّوم، عظیم فارس، عظیم القبط یعنی فلاں اور فلاں قوم کے سربراہ کار کہہ کے مخاطب فرمایا۔ پھر کسریٰ اور مقوقس کو صراحۃً لکھا کہ اگر تم دعوت قبول نہ کروگے تو علیک اثم المجوس اور علیک اثم اھل القبط یعنی تم پر پورے مجوسیوں اور تمام قبطیوں کی غلط روی کا وبال ہوگا یہی وجہ ہے کہ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو قوم فرعون کی طرف دعوت دینے کے بجائے براہِ راست فرعون کو دعوت دینے کا حکم فرمایا تھا:

اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى (النّٰزِعٰت - ۱۷)

فرعون کے پاس جا وہ سرکش ہوگیا ہے۔

تاجداروں کو خطوط لکھتے ہوئے حضورؐ نے ایک طرف مروّجہ آداب کا اہتمام کیا۔ چنانچہ آپؐ نے مہر لگانے کے لیے بطورِ خاص انگوٹھی بنوائی اور اس میں محمّد رسول اللہؐ کے الفاظ کندہ کرائے۔ دوسری طرف آپؐ نے ایک خاص اسلوب و نہج پیدا کیا۔ ہر خط کا آغاز خدائے رحمٰن و رحیم کے نام سے فرمایا۔ پھر مُرسل کی حیثیت سے اپنا اسمِ مُبارک لکھوایا۔ پھر مکتوب الیہ کا نام پھر کم سے کم اور انتہائی محتاط اور چچے تُلے الفاظ میں مُدعا بیان فرمایا اس دور کے لحاظ سے جو سفارتی زبان آپ نے خطوط کے لیے اختیار کی ہے وہ حضورؐ کی ذہنی برتری کو ہمارے سامنے واضح کرکے آج بھی حیران کردینے والی ہے مثلاً انہی خطوط میں کمال ایجاز دکھاتے ہوئے یہ جملہ آپؐ نے لکھوایا۔ اَسْلِمْ تَسْلَمْ۔ اسلام لاؤ سلامتی پاؤگے۔ بلاغت کا کمال یہ ہے کہ اس کے معنی وہ بھی ہیں اور یہ بھی ہیں کہ اطاعت کرو تو سلامتی پاؤگے۔ خود سلامتی پاؤگے کا ایک مفہوم یہ بھی ہے کہ یہی سلامتی کا مسلک ہے اور دُوسرا مفہوم اچھی خاصی سیاسی دھمکی اپنے اندر رکھتا ہے یعنی اگر نہ مانوگے تو پھر خیر نہیں۔ صرف دو لفظ ہیں اور ان کے معانی کی وسعتوں کو دیکھئے۔

یہ مکتوبات آپؐ نے حبشہ، بحرین، فارس، دمشق، یمامہ، اسکندریہ، مصر، رُوم اور

Marfat.com
Marfat.com

ایران وغیرہ کے حکمرانوں کو ارسال کیے تھے۔ (تلخیص محسنِ انسانیت صفحہ ۶۶۲ تا ۶۷۱)

۱۱۔ جھوٹی نبوّت کے دعویدار

کوئی انقلاب سارے مراحلِ کشمکش کو پار کر کے اور پُرانی قیادتوں کا زور توڑ کر جب فیصلہ کُن کامیابی کے دَور میں داخل ہوتا ہے تو اس کامیابی پر مار حسد کے بعض دُوں ہمت لوگ اندر ہی اندر کڑھتے رہتے ہیں چنانچہ ایسا ہی معاملہ حضورؐ کے ساتھ بھی ہوا کہ جب اسلامی انقلاب کی کامیابی کی منزل قریب آئی۔ قریش، یہود اور صحرائی قبائل کی مقامی قیادتوں کا زور ٹوٹ گیا، عوام اسلام کی طرف بڑھنے لگے۔ اور اسلام عوام میں نفوذ کرنے لگا تو مخالفت کی ایک آخری ردِ عمل لہر بالکل ایک نئی صورت میں اُٹھی۔ کچھ لوگوں نے یُوں سوچا کہ ایک شخص اُٹھا اور اس نے نبوت کا دعوٰی کیا، کچھ لوگوں کو ساتھ لیا، کشمکش کی اور آج سارے عرب کا حکمران بن بیٹھا ہے تو کیوں نہ ہم بھی یہی سکہ چلا دیکھیں خصوصاً جب لوگ صدقہ وزکوٰۃ کے اموالِ کثیرہ مدینہ جاتے دیکھتے ہوں گے تو اُن کے مُنہ میں بھی پانی بھر آتا ہو گا۔ ان کے سامنے ایسے عناصر بھی تھے جو چار و ناچار مطیعِ نظام ہو گئے تھے مگر ان کے دلوں میں مخالفانہ لاوا ابھی کھول رہا تھا۔ ان کو سمیٹ کر انہوں نے بازی کھیلنا چاہی وہ یہ بات خُوب سمجھتے تھے کہ اب جاہلی تصوّرات اور مُشرکانہ یا بت پرستانہ نظریات کے بل پر تو کوئی کام نہیں کیا جا سکتا تھا کیونکہ فضا میں توحیدِ باری اور وحی اور نبوّت اور آخرت کے عقائد پُوری طرح چھا گئے ہیں۔ انہوں نے بھی اپنی دوکانوں پر انہی لیبلوں کے ساتھ سودا رکھ کر لوگوں کو ورغلانے کی کوشش کی۔ مگر یہ بے وقوف نہ جانتے تھے کہ سکّہ چلانے کے لیے صرف ایک نقلی نقش کافی نہیں ہوتا۔ اس کے لیے کھری دھات کی بھی ضرورت ہوتی ہے اور اسلام کے سکّہ میں جو دھات استعمال ہوئی تھی وہ فی نفسہٖ بہترین تھی (خِیَارُکُمْ فِی الْاِسْلَامِ خِیَارُکُمْ فِی الْجَاهِلِیَّةِ)[1] پھر اُسے دس بیس برس تک بھٹیوں اور کٹھالیوں میں سے گزارا گیا تھا۔ مگر بندگانِ ہوس کی نگاہیں کبھی گہرائی تک نہیں جاتیں وہ اپنی پسند کے مفاد کو دیکھتی ہیں اور اس قیمت میں جو قربانیاں دینی پڑتی ہیں اُن پر کبھی توجہ نہیں کرتیں۔ غرض تاریخ میں یہ جبر ہوتی آئی ہے کہ ہر عظیم شخصیت کا مُنہ چڑانے کے لیے کچھ دُوں فطرت لوگ نمودار ہو جایا کرتے ہیں اور ہر عروج پذیر تحریک کے آسماں گیر

---

[1] جو لوگ زمانہ جاہلیت میں تم میں بہتر تھے وہ اب اسلام قبول کرنے کے بعد بھی تم میں اچھے ہیں۔

Marfat.com
Marfat.com

عُلَم کے مقابلے پر بعض مفسد عناصر چیتھڑوں کی جھنڈیاں بنا کر اُٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ بالکل ایسا ہی تجربہ عرب میں بھی پیش آیا۔ ایسے شرپسند جھوٹی نبوّت کے دعویداروں کے نام یہ ہیں :۔

(۱) مسیلمۂ کذّاب (۲) سجاح (یہ ایک عورت تھی۔ اس نے مسیلمہ کذاب سے شادی کرلی تھی۔ دورِ صدیقی میں جب مسیلمہ قتل ہوگیا تو اس نے توبہ کرلی تھی اور ایمان لے آئی تھی) (۳) اسودِ عنسی (۴) طلحہ بن خویلد (۵) لقیط بن مالک والیٔ عمان[1] (۶) چودھویں صدی کے اوائل میں مرزا غلام احمد قادیانی نے[2] نے بھی بھارت میں اپنی خودساختہ نبوّت کا دعویٰ کیا تھا۔ اس کے ماننے والوں کو اب پاکستان میں غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا گیا ہے۔

۱۲۔ حجۃ الوداع

حج بھی کلمہ طیبہ، نماز، روزہ اور زکوٰۃ کی طرح اسلام کا پانچواں رُکن ہے۔ اسلام ایک ایسا پیغام محبت و رحمت ہے جو بچھڑے ہوؤں کو ملاتا ہے، بیگانوں کو مانوس کرتا ہے اور آشناؤں کو مُحبِ صادق بناتا ہے۔ احکامِ الٰہی کا منشا بھی یہی ہے کہ پیروانِ اسلام ملتِ واحدہ بن کر ایک مرکز پر جمع اور اکٹھے ہوں۔ اس مقصد کے لیے اسلام نے یہ ہدایات دی ہیں :۔

(۱) مسلمانوں میں باہمی محبت و اتحاد قائم رکھنے کے لیے اپنے ہی محلّے کی مسجد میں باہم مل کر نماز پنجگانہ ادا کرنا لازمی قرار دیا گیا اور تارکِ جماعت کو حضورؐ کی شفاعت سے محروم ہونے کی وعید سنائی گئی۔

(۲) سب مسلمانوں میں تعارف و رابطہ اور رشتۂ اخوت مستحکم رکھنے کے لیے سال میں عیدین کی نماز کھلے میدانوں میں تمام مسلمانوں پر مل کر ادا کرنے کو واجب قرار دیا گیا

(۳) سب مسلمانوں میں محبت و تعلقات بڑھانے اور فہمِ دین حاصل کرنے کے لیے ہفتہ میں ایک بار بڑی جامع مسجد میں جمع ہو کر احکام الٰہی پر مشتمل خطبہ کا سُننا اور نماز جمعہ ادا کرنا ضروری ٹھہرایا گیا۔

(۴) دُنیا بھر کے مسلمانوں میں تعارف و رابطۂ دین کو اور زیادہ مضبوط کرنے اور مختلف قوموں، نسلوں، زبانوں، رنگوں اور ملکوں کے افراد کو ایک ہی ملّتِ اسلامیہ میں شامل ہونے کیلئے مالداروں پر کم از کم عمر بھر میں ایک دفعہ حج کرنا فرض قرار دیا گیا۔

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا (آل عمران۔۹۷)

لوگوں پر اللہ کا یہ حق ہے کہ جو اس گھر تک پہنچنے کی استطاعت رکھتا ہو وہ اس کا حج کرے

(۵) حج میں تمام مسلمان ایک ہی معبودِ حقیقی، ایک ہی رسولِ صادق، ایک ہی قرآنِ پاک اور ایک

---

[1] محسن انسانیت صفحہ ۔۔۔ تا صفحہ ۔۔۔

[2] اس نے ہندو پاک میں دعوئ نبوت انگریز کے ایما پر کیا تھا تاکہ ایک طرف جہاد کو حرام قرار دیکر اس کی حکومت کو مستحکم کیا جائے اور دوسری طرف امتِ مسلمہ میں انتشار و افتراق پیدا کرکے مسلمانوں کی قوت کو کمزور کیا جاسکے۔

Marfat.com
Marfat.com

ہی کعبہ متبرک پر ایمان رکھنے والے ایک ہی صورت، ایک ہی لباس ایک ہی رنگ اور ایک ہی سطح پر ظاہری اور معنوی حالت میں اپنے خدا کے سامنے حاضر ہو کر لبیک کہتے ہیں۔

(۷)۔ حج کا مقام مقدس اس جگہ کو قرار دیا گیا جسے انبیاء کی تمام اُمتوں کے جدِ امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تعمیر فرمایا تھا۔

حضورؐ نے جو حج کیا تھا اسے حجۃ الوداع اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ آپؐ کی زندگی کا آخری حج تھا جو آپؐ نے ۱۰ھ کو کیا تھا۔ یہی وُہ حج ہے جس میں آپؐ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار برگزیدہ بندوں کے سامنے توحید کی تعلیم و تبلیغ فرمائی اور ان کے ذمہ یہ ڈیوٹی لگائی کہ اب یہ دعوت انھیں واپس جاکر ان تک پہنچانی ہے جو یہاں موجود نہیں ہیں۔ پھر آپؐ مدینہ طیبہ کی طرف واپس تشریف لے گئے اور باقی حجاج بھی اپنے اپنے گھروں کو واپس چلے گئے۔

۱۳۔ خطاب عرفات

حجۃ الوداع کے خطابات میں سے ایک خطاب جو حضورؐ نے میدانِ عرفات میں فرمایا اس کے چند اقتباسات ملاحظہ ہوں:

حمد و ثنا کے بعد: میں اعلان کرتا ہُوں اس حقیقت کا کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے وُہ اکیلا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور میں اعلان کرتا ہُوں اس حقیقت کا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کا بندہ اور رسُول ہے۔

اللہ کے بندو! مَیں تم کو اسی کی عبادت کی نصیحت کرتا ہوں۔ اور ترغیب دلاتا ہوں۔

اے لوگو! میری باتیں غور سے سنو، مَیں تم کو وضاحت سے بتاتا ہُوں کیونکہ میں ایسا نہیں سمجھتا کہ اس سال کے بعد مَیں تم سے اس مقام پر ملاقات کرسکوں۔

اے لوگو تمہارے خون اور تمہارے مال تمہارے لیے (باہمدگر) حرام کر دیئے گئے ہیں تا آنکہ تم اپنے ربّ کے حضور جاکر پیش ہو جاؤ۔ جیسے کہ تمہارے اس مہینہ میں اور تمہارے اس شہر میں تمہارا یہ دن محترم ہے۔

سو جس کے قبضے میں کوئی امانت ہو تو وُہ اسے اس کے مالک کو ادا کردے۔

دَورِ جاہلیت کی تمام سودی رقمیں، تمام خونوں کے مطالبات اور دَورِ جاہلیت کے تمام

Marfat.com
Marfat.com

اعزازات اور مناصب کالعدم کیے جاتے ہیں سوائے سدانہ[1] اور سقایہ[2] کے۔

قتل عمد کا قصاص لیا جائے گا۔ اور شبہ قتل عمد جو لاٹھی یا پتھر (کی ضرب) سے وقوع میں آئے تو اس کی دیت سو اونٹ مقرر کی جاتی ہے جو اس میں اضافہ کرے سو وہ اہل جاہلیت میں شامل ہوگا۔

اے لوگو! نظامِ حق کے چھا جانے کے بعد شیطان اس بات سے تو نا امید ہو گیا ہے کہ اب تمہاری اس سرزمین میں اس کی عبادت کی جائے گی لیکن وُہ اس پر خوش بھی ہوگا کہ اس کے علاوہ ان دوسرے گناہوں میں اس کی اطاعت کی جائے گی جن کو تم ہلکا سمجھتے ہو۔

اے لوگو! تمہاری خواتین کو تمہارے مقابلے میں کچھ حقوق دیئے گئے ہیں اور تمہیں ان کے مقابلے میں حقوق دیئے گئے ہیں۔ ان پر لازم ہے کہ وُہ تمہاری خوابگاہوں میں تمہارے علاوہ کسی کو نہ آنے دیں اور کسی ایسے شخص کو (گھر میں) تمہاری اجازت کے بغیر داخل نہ ہونے دیں جس کا داخل ہونا تمہیں پسند نہ ہو اور کسی بےحیائی کا ارتکاب نہ کریں۔ اگر وُہ کوئی ایسی بات کریں تو تم کو اللہ نے اجازت دی ہے کہ (ان کی اصلاح کیلئے) ان کو جُدا کر سکتے ہو۔ خوابگاہوں سے الگ کر سکتے ہو۔ اور ایسی بدنی سزا دے سکتے ہو جو نشان ڈالنے والی نہ ہو۔ پھر اگر وہ باز آجائیں اور تمہاری اطاعت میں چلیں تو قاعدے کے مطابق ان کا نان و نفقہ تمہارے ذمہ ہے۔ یقیناً خواتین تمہارے زیرِنگیں ہیں جو اپنے لیے بطور خود کچھ نہیں کر سکتیں۔ تم نے ان کو اللہ کی امانت کے طور پر اپنی رفاقت میں لیا ہے اور ان کے جسموں کو اللہ ہی کے قانون کے تحت تصرّف میں لیا ہے۔ سو خواتین کے معاملہ میں خُدا سے ڈرو۔ اور بھلے طریق سے ان کی تربیّت کرو۔

اے لوگو! مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ کسی شخص کے لیے اس کے بھائی کا مال لینا اسکی رضامندی کے بغیر جائز نہیں ہے۔

تو میرے بعد کہیں (اس اخوت کو ترک کر کے) پھر کافرانہ ڈھنگ اختیار کر کے ایک دُوسرے کی گردنیں نہ کاٹنے لگنا۔

مَیں تمہارے درمیان ایک ایسی چیز چھوڑے جا رہا ہوں کہ جب تک اس پر کاربند رہو گے

[1] کعبہ کی نگرانی و نگہبانی۔ [2] حاجیوں کو پانی پلانا۔

Marfat.com
Marfat.com

کبھی راہِ راست سے نہ ہٹو گے۔ وہ ہے اللہ کی کتاب اور اس کے نبیؐ کی سنت (اُسوہ حسنہ)۔
اے لوگو! تمہارا رب ایک ہی ہے اور تمہارا ابوالآباء بھی ایک ہی ہے۔ تم سب آدم علیہ السلام کی اولاد ہو۔ اور آدم علیہ السلام مٹی سے پیدا کیے گئے تھے۔ اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ عزت مند وہ ہے جو زیادہ تقوٰی رکھنے والا ہے۔ کسی عربی کو عجمی کے مقابلے میں کوئی برتری حاصل نہیں اور نہ ہی کسی عجمی کے لیے عربی کے مقابلے میں کوئی برتری ہے اگر کوئی برتری ہے تو تقوٰی کی بنا پر ہے۔
اور تم لوگوں سے میرے بارے میں پوچھا جائے گا تو اب تم بتاؤ کہ کیا کہو گے؟ لوگوں نے پکار کر کہا کہ "ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ نے پیغام پہنچا دیا۔ اُمت کو نصیحت کرنے کا حق ادا کر دیا۔ حقیقت کے سارے پردے اُٹھا دیئے اور امانتِ الٰہی کو ہم تک کما حقہٗ پہنچا دیا"۔
پھر حضورؐ نے فرمایا "اے اللہ تو گواہ رہیو' اے اللہ تو گواہ رہیو' اے اللہ تو گواہ رہیو"۔
"جو لوگ یہاں موجود ہیں وہ یہ باتیں غیر حاضر لوگوں تک پہنچا دیں۔ ممکن ہے کہ بعض سامعین کے مقابلے میں بعض غیر حاضر لوگ ان باتوں کو زیادہ اچھی طرح یاد رکھیں اور ان کی حفاظت کریں۔
اے لوگو' اللہ تعالٰی نے میراث میں سے ہر وارث کے لیے ثابت کردہ حصہ مقرر کر دیا ہے اور ایک تہائی مال سے زائد کی وصیت کرنا جائز نہیں ہے۔
جس نے اپنے باپ کی بجائے کسی دوسرے کو باپ قرار دیا یا جس غلام نے اپنے آقا کے علاوہ کسی اور کو آقا ظاہر کیا تو ایسے شخص پر اللہ' فرشتوں اور تمام انسانوں کی طرف سے لعنت ہے۔ اس سے (قیامت کے دن) کوئی بدلہ یا عوض قبول نہ ہوگا۔
تم پر اللہ کی طرف سے سلامتی ہو اور اس کی رحمتیں نازل ہوں"۔

(تلخیص محسن انسانیت صفحہ ۶۷۹ تا ۶۸۲)

۱۴۔ حضورؐ کا انقلاب عظیم

"حضورؐ نے اپنی زندگی کے تئیس سالہ نبوی دور میں جو انقلاب عظیم برپا کیا تھا۔ اس نے پورے کے پورے انسان اور انسانی معاشرہ کو اندر اور باہر سے بدل دیا۔ اور صبغۃ اللہ کا ایک ہی رنگ مسجد سے لیکر بازار تک' مدرسہ سے عدالت تک اور گھروں سے لیکر میدانِ جنگ تک چھا گیا۔ ذہن بدل گئے۔ خیالات کی رَو بدل گئی

Marfat.com
Marfat.com

نگاہ کا زاویہ بدل گیا، عادات و اطوار بدل گئے، رسوم و رواج بدل گئے، حقوق و فرائض کی تعیینیں بدل گئیں، خیر و شر کے معاملات اور حرام و حلال کے پیمانے بدل گئے، اخلاقی قدریں بدل گئیں، دستور اور قانون بدل گیا، جنگ و صلح کے اسالیب بدل گئے، معیشت اور ازدواج کے اطوار بدل گئے اور تمدن کے ایک ایک ادارے اور ایک ایک شعبے کی کایا پلٹ گئی۔ اس پوری تبدیلی میں جس کا دائرہ ہمہ گیر تھا۔ ایک سرے سے دوسرے سرے تک خیر و فلاح کے علاوہ اور کچھ نہیں ملتا۔ کسی گوشے میں شر نہیں۔ کسی جانب بگاڑ نہیں، ہر طرف بناؤ ہی بناؤ، تعمیر ہی تعمیر اور ارتقاء ہی ارتقاء ہے۔ درحقیقت محسن انسانیت کے ہاتھوں انسانی زندگی کو نشأۃ ثانیہ حاصل ہوئی۔ اور حضورؐ نے ایک نظام حق کی صبح درخشاں سے مطلع تہذیب کو روشن کر کے بین الاقوامی دورِ تاریخ کا افتتاح فرمایا۔ یہ اتنا بڑا انقلاب اور کارنامہ ہے کہ اس کی مثال کسی دوسری جگہ نہیں ملتی"۔

(تلخیص محسن انسانیت ص۱۸)

قرآن میں بھی آپؐ کے اس عظیم انقلاب کی طرف اشارہ کیا گیا ہے:

"مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ۭ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ" (الفتح۔۲۹)

"محمدؐ اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں۔ وہ کفار پر سخت اور آپس میں رحیم ہیں تم جب دیکھو گے انہیں رکوع و سجود اور اللہ کے فضل اور اس کی خوشنودی کی طلب میں مشغول پاؤ گے۔ سجود کے اثرات انکے چہروں پر موجود ہیں جن سے وہ الگ پہچانے جاتے ہیں اُن کی یہ صفت توراۃ میں ہے"

۱۵۔ شانِ صحابہؓ : یہ آیت آپؐ کے اس عظیم انقلاب کی طرف اشارہ کر رہی ہے۔ جو آپؐ کے ذریعہ سے آپؐ کی تربیت یافتہ جماعت صحابہ کرام کی زندگیوں میں واضح طور پر پایا جا رہا تھا۔ اُن کے چہروں سے خدا ترسی، کریم النفسی، شرافت اور حسن اخلاق کے وہ تمام آثار نمایاں طور پر نظر آرہے تھے۔ جو خدا کے آگے جھکنے کی وجہ سے فطرۃً آدمی کے چہرے پر نمایاں ہو جاتے ہیں۔ آپؐ کے ساتھیوں کو دیکھتے ہی ایک آدمی

Marfat.com
Marfat.com

بیک نظر یہ معلوم کر سکتا ہے کہ یہ خیر الخلائق ہیں۔ کیونکہ خدا پرستی کا نُور ان کے چہروں پر چمک رہا ہے۔ یہ وہی چیز ہے۔ جس کے متعلق امام مالکؒ بیان کرتے ہیں کہ جب صحابہ کرام کی فوجیں شام کی سرزمین میں داخل ہوئیں تو شام کے عیسائی کہتے تھے کہ مسیح کے حواریوں کی جو شان ہم سنتے تھے۔ یہ تو اُسی شان کے لوگ نظر آتے ہیں۔" (خلاصہ از تفہیم القرآن جلد ۵) سورۃ الفتح۔ ۲۹

رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ

(اللہ تعالیٰ اُن سے راضی ہو گیا اور وہ اُس سے راضی ہو گئے)

۱۶۔ اوصافِ صحابہؓ

(۱) مکی صحابہ: ایمان لانے والے مسلمانوں کا یہ وہ برگزیدہ گروہ تھا جو بعثت کے بعد آپؐ پر مکی دور میں ایمان لے آیا تھا۔ یہ وہ صاف دماغ اور سلجھے ہوئے ذہن کے لوگ تھے جنہوں نے شرک و جاہلیت کے اُس تاریک ماحول میں پرورش پانے کے باوجود قرآن کی تعلیمات کو سُن کر اپنے دینِ آبائی کا غلط اور دینِ اسلام کا برحق ہونا تسلیم کر لیا اور کوئی تعصّب انہیں ایمان لانے سے نہ روک سکا۔ انہیں معلوم تھا کہ اپنے خاندان' اپنے قبیلے اور اپنے شہر کے تمام لوگوں کی رائے کے خلاف اسلام قبول کرنے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اختیار کرنے کے کیا معنی ہیں۔ ایمان لانے والوں پر جو عذاب توڑے جا رہے تھے وہ سب ان کی آنکھوں کے سامنے تھے مگر وہ دل گردے کے لوگ تھے کہ کوئی خوف انہیں باطل کو رد اور حق کو قبول کرنے سے نہ روک سکا۔ انہوں نے ہر طرح کے ظلم صرف اس لیے سہے کہ جس چیز کو وہ باطل سمجھ چکے تھے اس کی پیروی کرنا انہیں کسی حال میں گوارا نہ تھا' اور جس چیز کا حق ہونا انہیں معلوم ہو چکا تھا اُسے چھوڑنے کے لیے وہ تیار نہ تھے۔ انہیں بُری طرح پیٹا گیا انہیں اُلٹا لٹکایا گیا انہیں بھوک پیاس کی مار دی گئی' انہیں باندھ کر قیدِ تنہائی میں ڈال دیا گیا' اُن کو آگ کے انگاروں میں لٹایا گیا' انہیں تپتی ہوئی ریت پر گھسیٹا گیا' اُن کے تجارت پیشہ یا صنعت پیشہ لوگوں کا کاروبار بٹھا دیا گیا' اُن کے بڑے بڑے لوگوں کو برسرِ عام ذلیل کیا گیا' مگر یہ سب کچھ

Marfat.com
Marfat.com

انہوں نے محض حق کی خاطر برداشت کر لیا اور ان میں سے کسی مرد یا عورت کو بھی ایمان سے کفر کی طرف نہ پھیرا جا سکا۔ انہوں نے اپنا ایمان بچانے کے لیے دو دفعہ حبش کی طرف اور آخر میں مدینے کی طرف ہجرت کی۔ گھر بار، مال و اسباب، عزیز رشتہ دار سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر خدا کی راہ میں نکل کھڑے ہوئے۔ ان میں سے بکثرت ایسے تھے جو تن کے کپڑوں کے سوا کچھ نہ لے جا سکے۔ ان کے طرزِ عمل نے ثابت کر دیا کہ اسلامی تحریک کو وہ انتہائی مخلص و جان نثار فدائی مل گئے ہیں جو اگرچہ مٹھی بھر ہیں مگر ایسے بہادر ہیں کہ اپنے دین کے لیے ہر قربانی دے سکتے ہیں ہر مصیبت جھیل سکتے ہیں، ہر تکلیف و اذیت برداشت کر سکتے ہیں اور ہر بڑی سے بڑی طاقت سے ٹکرا سکتے ہیں۔ ان خوبیوں کے ساتھ ایسا عظیم اخلاقی انقلاب قرآن کی تعلیم اور حضورؐ کی تربیت سے انکی زندگی میں رونما ہو گیا کہ اپنی راست بازی و دیانت، اپنی پرہیزگاری وطہارت، اپنی خدا ترسی و خدا پرستی، اپنی عفت و پاک دامنی، اپنی شرافت و شائستگی اور اپنی مضبوط اور قابلِ اعتماد سیرت کے اعتبار سے صرف عرب ہی میں نہیں، دنیا بھر میں ان کا جواب نہ پایا جاتا تھا۔ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس معاشرے میں منارۂ نور کی طرح نمایاں تھے، اسی طرح آپؐ کے ساتھیوں کی زندگی کا انقلاب بھی اس قدر ظاہر و باہر تھا کہ ہر دیکھنے والی آنکھ کفار کی اخلاقی حالت اور انکی اخلاقی حالت کا فرق، علانیہ دیکھ سکتی تھی۔ تعصب اور عناد کی بنا پر مخالفین زبان سے اس کا انکار کر سکتے تھے مگر ان کے دل جانتے تھے کہ قدیم جاہلیت کیا سیرت و کردار پیدا کرتی تھی اور یہ نیا دین کس سیرت و کردار کے انسان پیدا کر رہا ہے۔

۲۔ مدنی صحابہؓ: مکی دور کے آخری تین سالوں میں اسلامی تحریک کو جو عظیم اور بیش قیمت سرمایہ ملا وہ مدینے کے انصار کا خلوصِ ایمانی تھا۔ ان لوگوں کو نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت و تربیت میسر تھی، نہ آپؐ کو اور آپؐ کے صحابہؓ کی پاکیزہ زندگیوں کو دیکھنے کا موقع ملا تھا، نہ قرآنِ پاک کا اتنا علم حاصل ہوا تھا جو مکے کے اہلِ ایمان کو حاصل تھا، لیکن یہ ایسے سلیم الطبع اور صحیح الدماغ لوگ تھے جو حق کی ایک جھلک دیکھتے ہی اس پر فدا ہو گئے۔ صدیوں کی رچی بسی مشرکانہ جاہلیت کو انہوں نے اسلام کی صراطِ مستقیم کا نشان پاتے ہی

Marfat.com
Marfat.com

اپنے دل ودماغ سے گرد کی طرح جھٹک کر نکال پھینکا، وُہ پکّے پھلوں کی طرح اسلام کی جھولی میں جھڑتے چلے گئے کہ ۱۳ سال کے اندر مکّے میں جتنے لوگ ایمان لائے تھے، تین سال میں ان سے بہت زیادہ مردوں اور عورتوں اور جوانوں اور بوڑھوں نے مدینے میں ایمان قبول کر لیا۔ انہوں نے اس پر بس نہیں کیا بلکہ وُہ ایسے خلوص کے ساتھ ایمان لائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کو اور آپؐ کے ساتھ تمام اہل ایمان کو انہوں نے اپنے ہاں ہجرت کر آنے کی دعوت دیدی۔ حالانکہ یہ دعوت دیتے وقت وُہ خوب جانتے تھے کہ اس کے نتیجے میں انہیں تمام عرب کی دشمنی مول لینی ہوگی، اور بات صرف اتنی ہی نہیں ہے کہ انہوں نے حضورؐ اور آپؐ کے مکّی صحابہؓ کے لیے شہر کو دارالہجرت کے طور پر پیش کیا، بلکہ اس سے آگے بڑھ کر انہوں نے پوری خوشدلی سے آپؐ کو اپنا حاکم و فرمانروا تسلیم کیا آپؐ کی وفادار رعیّت اور جان نثار فوج بن گئے، آپؐ کے ساتھ ہجرت کر کے آنے والے مسلمانوں کو اپنے شہر میں اپنے ساتھ برابر کے حقوق دیئے اور اپنے گھر، اپنے مال اور اپنی جائیدادوں تک کو ان کے لیے پیش کر دیا۔

(۳) اسلامی نظام و معاشرہ اور ریاست: مخلصین کے اس گروہ نے تاریخ کا رُخ بدل ڈالا۔ انہوں نے اسلام کو ایک دعوت اور تحریک کے مقام سے اُٹھا کر ایک معاشرہ اور ریاست کی حیثیت دے دی۔ انہوں نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو یہ موقع بہم پہنچا دیا کہ آپؐ ایک آزاد اور خودمختار دارالسلام میں اسلام کے ایک ایک پہلو کو عملی جامہ پہنا کر ساری دُنیا کے سامنے پیش کر دیں کہ اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک کا بھیجا ہُوا دین کیسے افراد تیار کرتا ہے، کیسا معاشرہ بناتا ہے کس قسم کی تہذیب اور کس قسم کا تمدّن پیدا کرتا ہے۔ کیسی اخلاقی رُوح پُورے معاشرے میں جاری و ساری کرتا ہے، معیشت و معاشرت تعلیم و سیاست، قانون و عدالت کا کیسا نظام قائم کرتا ہے۔ جنگ میں اس کی تہذیب کیا ہے، فتح پا کر وُہ مفتوحین کے ساتھ کیا سلوک کرتا ہے۔ معاہدے کر کے وہ ان کی کیسی پابندی کرتا ہے۔ غرض پورے اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے صحابہ کرامؓ نے مدینہ طیبہ میں ایک ایسا سازگار ماحول پیدا کیا جس میں آپؐ نے اسلامی نظام اس قدر خوبی کے ساتھ قائم کر دکھایا کہ تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ اس کتاب کے ساتویں باب میں اس کی تھوڑی سی جھلک دکھائی گئی ہے۔

۱۔ تلخیص سیرت سرورِ عالمؐ جلد ۲ صفحہ ۱۱۰ تا ۱۱۱

Marfat.com
Marfat.com

۳- خصائلِ طیّبہ

یہاں حضورؐ کی بعض خصائلِ طیبہ کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہ بھی آپؐ کے اُسوۂ حسنہ کا ایک اہم حصّہ ہیں اور اہلِ ایمان کے لیے ایک قابلِ تقلید نمونہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔

۱- قابلِ تقلید نمونۂ زندگی حضورؐ کا اسوۂ حسنہ تمام نوعِ انسانی کے لیے ایک قابلِ تقلید نمونہ ہے۔ آپؐ کی پوری زندگی سراسر قرآن کی عملی تفسیر تھی۔ ایک طرف قرآن اہلِ ایمان کو عقائد و نظریات اور اصول و کلیات کی تعلیم دیتا ہے تو دُوسری طرف اسوۂ حسنہ سے عملی زندگی کا پورا نقشہ سامنے آجاتا ہے۔ ایک طرف قرآن اہلِ ایمان کو پُورے کا پُورا اسلام میں داخل ہونے کا حکم دیتا ہے تو دُوسری طرف حضورؐ خود اپنی پُوری زندگی کا عملی نمونہ اہلِ ایمان کے سامنے پیش فرما دیتے ہیں۔ جیساکہ قرآن میں مذکور ہے:

"کہو بے شک میری نماز، میرے تمام مراسمِ عبودیّت، میرا جینا اور مرنا سب کچھ صرف اُس اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو ساری کائنات کا مربّی و پروردگار، آقا و مالک اور حاکم و منتظم ہے، ان تمام اُمور میں کوئی دُوسرا اس کا شریک نہیں ہے، مجھے یہی حُکم ملا ہے اور سب سے پہلے سرِ تسلیم خم کرنے والا میں ہوں۔" (الانعام۔ ۱۶۲، ۱۶۳)

یہ آیت اس حقیقت کی وضاحت کرتی ہے کہ آپؐ کی زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں ہے جو خدا کی مرضی کے مطابق نہ ہو۔ پھر یہ آیت اس طرف بھی اشارہ کر رہی ہے کہ حضورؐ دُنیا میں لوگوں کے سامنے اس حقیقت کو واضح کرنا چاہتے تھے کہ:

(۱) خالص بندگیٔ رب کی دعوت اسی وقت مؤثر ہو سکتی ہے جب داعیِ حق خود بھی اس پر عامل ہو۔
(۲) کوئی فرد بشر دنیا میں اسلام کے ضابطۂ حیات سے مستثنیٰ نہیں ہے خواہ وُہ کتنے ہی بلند مرتبہ پر فائز ہو۔
(۳) خدا کے ہاں مقرب انسان وُہ ہے جو اس کی عبادت، اطاعت اور بندگی میں سب سے پیش پیش ہو۔

اس لحاظ سے آپؐ اپنی شانِ عبدیّت میں درجۂ کمال پر تھے کیونکہ آپؐ کی زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہ تھا جو خدا

Marfat.com
Marfat.com

کی مرضی اور قرآنی ہدایات کے مطابق نہ ہو اور دنیائے انسانیت کے لیے ایک جامع، مکمل اور قابلِ تقلید نمونہ کی حیثیت نہ رکھتا ہو۔

پھر آپؐ کی زندگی اس لیے بھی قابلِ تقلید نمونہ تھی کہ آپؐ اپنے معاشرہ میں کوئی نووارد اور عجمی نہ تھے نہ کہیں خلا سے یا کسی غیر انسانی جنس سے اچانک رونما ہوئے تھے کہ اہلِ مکہ آپؐ سے ناواقف ہوں بلکہ آپؐ کی پرورش، تربیت اور بود و باش انہی میں ہوئی تھی۔ آپؐ نے اپنے فقر و افلاس کے زمانہ میں اُجرت پر بکریاں بھی چرائی تھیں اور بحیثیت ایک تاجر کے کاروبار بھی کیا تھا۔ اسی ماحول اور معاشرہ میں آپؐ نے شادی بھی کی تھی اور صاحب اولاد بھی ہوئے تھے۔ آپؐ کی یہ پوری زندگی اس قدر پاکیزہ اور صالح تھی کہ آپؐ پورے معاشرہ میں ایک بہترین سیرت و کردار کے مالک انسان کی حیثیت سے معروف و مشہور تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپؐ کی اس پوری زندگی کو قرآن بطورِ نمونہ اور سند پیش کرتا ہے۔

(۱)۔ وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیۡمٍ ۝ (القلم۔ ۴)

اور بے شک تم اخلاق کے بڑے مرتبے پر ہو۔

(۲)۔ لَقَدۡ کَانَ لَکُمۡ فِیۡ رَسُوۡلِ اللّٰہِ اُسۡوَۃٌ حَسَنَۃٌ۔ (الاحزاب۔ ۲۱)

درحقیقت تم لوگوں کے لیے رسول اللہؐ میں ایک بہترین نمونہ ہے۔

وضاحت مذکورہ بالا آیات کے مطابق آپؐ کی بعثت کی زندگی قرآن کی ترجمان تھی۔ چونکہ قرآن تمام نوعِ انسانی کے لیے اور انسانوں کے ہر طبقے کے لیے ضابطۂ حیات ہے اسلیے آپؐ کا اسوۂ حسنہ بھی تمام لوگوں کے لیے ایک قابلِ تقلید نمونہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ خواہ وہ بچے ہوں یا نوجوان، معلم ہوں یا متعلم، مزدور ہوں یا تاجر، صاحب زوج ہوں یا بے زوج، صاحب اولاد ہوں یا بے اولاد۔ تحریکِ اسلامی کے داعی ہوں یا واعظ و خطیب، بشیر و نذیر ہوں یا مربی و مزکی، قائد و راہنما ہوں یا حاکم و فرمانروا، مہاجر و انصار ہوں یا فاتح و غالب، جنگ میں زخم خوردہ ہوں یا حملہ آور، مجاہد ہوں یا سپہ سالار، مطیع ہوں یا مطاع، زاہد و عابد ہوں یا متقی و محسن، مقیم ہوں یا مسافر، منفرد ہوں یا جماعت غرض آپؐ نوعِ انسانی کے تمام طبقوں کیلئے

Marfat.com
Marfat.com

تاقیامت ایک بہترین نمونہ ہیں اسلیے اب اہلِ ایمان پر لازم ہوگیا ہے کہ وہ اپنی زندگیوں کے تمام شعبوں کو خُدا کی بندگی اور حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں استوار کریں کیونکہ اسی میں اُنکی فوز و فلاح ہے۔

۳۔ عادات واطوار حضورؐ کے عادات و اطوار آپؐ کے اُسوۂ حسنہ کا ایک اہم حصّہ ہیں اس لیے ان کا جاننا بھی اہلِ ایمان کے لیے بہت ضروری ہے۔ چنانچہ اس مقصد کے پیشِ نظر آپؐ کے اس پہلو کی بھی تھوڑی سی جھلک دکھائی گئی ہے۔

(۱) حضورؐ کا حُلیہ مُبارک احادیث میں آپؐ کے حُلیہ مُبارک کے بارے میں جو بیان ہُوا ہے مجموعی طور پر وہ اس طرح ہے:۔

قد : نہ بہت لمبا تھا اور نہ بہت پست بلکہ متوسّط قامت سے کچھ نکلتا ہُوا اور کسی مجمع میں آپؐ ہوتے تو نمایاں نظر آتے۔

رنگ : نہ گندمی نہ سُرخ نہ بالکل سفید، بلکہ گورا سُرخی مائل اور روشن۔

چہرہ : نہ لمبوترا نہ بالکل گول، بلکہ کچھ گولائی لیے ہوئے۔

متبسّم : کبھی ہنستے تو قہقہہ مار کر نہ ہنستے تھے۔

سَر : بڑا مگر اعتدال اور مناسبت کے ساتھ۔

گردن : پتلی لمبی جیسے مُورتی کی طرح خوبصورتی سے تراشی گئی ہو۔

سینہ : چوڑا اور دونوں شانوں (کندھوں) کے درمیان کافی فاصلہ۔

جسم : گٹھا ہُوا مگر موٹا نہ تھا۔

جوڑبند : بہت مضبوط۔

بازو : بھرے ہوئے۔

پنڈلیاں : جسم کے لحاظ سے متناسب

بال : بازوؤں اور پنڈلیوں پر ہلکے ہلکے بال باقی جسم صاف۔ سینے سے ناف تک بالوں کی باریک لکیر، سَر اور ڈاڑھی کے بال گھنے۔ بالوں میں نہ حبشیوں کی طرح گھونگھریالا پن

Marfat.com
Marfat.com

نہ بالکل سیدھے بلکہ ہلکا سا گھونگھریلے ہوئے یعنی قدرے خم دار۔ آخر عمر تک سَر اور داڑھی میں مشکل سے بیس بال سفید ہوئے اور وہ بھی اُس وقت نمایاں ہوتے تھے جب آپؐ نے تیل نہ لگایا ہوتا۔ سَر کے بال کبھی نصف کان تک کبھی کان کی لَو تک۔ اور کبھی اُس سے بھی نیچے تک لمبے رکھتے تھے۔

آنکھیں: ڈھیلوں میں ہلکے ہلکے سُرخ ڈورے سے تھے پلکیں گھنی اور لمبی تھیں۔ بھویں ایک دُوسرے سے الگ تھیں۔

مُنہ: بڑا تھا (بہ اعتدال فراخ تھا) عربوں میں اِس کو خوبصورتی سمجھا جاتا تھا۔

دندانِ مُبارک: باریک، آبدار۔ سامنے کے دانتوں میں خوشنما ریخیں۔

ایڑیاں: ہلکی تھیں۔

ھاتھ: ہاتھ کی انگلیاں لمبی اور بھاری تھیں۔ ہتھیلیاں بھری بھری تھیں۔

پاؤں: پاؤں کی انگلیاں لمبی اور بھاری تھیں۔ بیچ کی اُنگلی انگوٹھے سے کچھ نکلتی ہوئی تلوے بھرے بھرے سے تھے۔

(۲) شخصیّت: پہلی نظر میں جو دیکھتا تو مرعُوب ہو جاتا تھا مگر جس قدر آپؐ سے قریب ہوتا اتنا ہی آپؐ کی نرم مزاجی اور حُسنِ اخلاق سے متاثر ہو کر آپؐ سے مانوس ہو جاتا۔

(۳) رفتار: چلتے تھے تو قدم جما کر اس طرح چلتے تھے جیسے گہرائی میں اُتر رہے ہوں یا چڑھائی پر چڑھ رہے ہوں۔

(۴) نظر: کسی طرف مُلتفت ہوتے تو پُوری طرح ہوتے اور کسی طرف رُخ پھیرتے تو پُوری طرح پھیرتے تھے۔ دُزدیدہ نگاہوں سے دیکھنے یا صرف گردن موڑ کر دیکھنے کی عادت نہ تھی۔

(۵) جسمانی طاقت: قُریش کے سب سے بڑے پہلوان رُکانہ کو کُشتی میں پچھاڑ دیا۔ حالانکہ آپؐ نے نہ کبھی ورزش کی اور نہ پہلوانی کے کرتب سیکھے۔ بعد میں یہ صاحب مسلمان ہو گئے۔
اسی طرح آپؐ نے اپنے ہم عمر ابُوجہل کو جب کہ وُہ ایک دفعہ ایک دعوت میں آپؐ سے اُلجھ پڑا تو اُسے اُٹھا کر ایسا پٹخا کہ اُس کا گھٹنا زخمی ہو گیا اور اس زخم کا اثر اُسے پُوری عمر رہا۔

Marfat.com
Marfat.com

اِس تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ حضورؐ نہ صرف حُسنِ اخلاق کا بہترین مجسمہ تھے بلکہ مردانہ حُسن اور جوانمردی کا بھی بہترین نمونہ تھے۔ (تلخیص سیرتِ سرورِ عالمؐ جلد دوم صفحہ ۱۲۵، ۱۲۶)

۳۔ وضع قطع اور آرائش حضورؐ اپنے بال بہت سلیقے سے رکھتے۔ ان میں کثرت سے تیل کا استعمال فرماتے۔ کنگھا کرتے، مانگ نکالتے، لبوں کے زائد بال تراشنے کا اہتمام تھا۔ ڈاڑھی کو بھی طول و عرض میں قینچی سے ہموار کرتے اس معاملہ میں رفقاء کو تربیت دیتے ایک صحابی کی ڈاڑھی کے زائد بال بہ نفسِ نفیس تراشے۔ فرمایا کہ جو شخص سر یا ڈاڑھی کے بال رکھتا ہو اُسے چاہیئے کہ اُن کو سلیقے اور شائستگی سے رکھے۔ مثلاً ابو قتادہ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔ "اَکْرِمْھَا" (ان کو سنوارے رکھو)۔

(۱) سات چیزوں کو ہمراہ رکھنے کا اہتمام سفر و حضر میں سات چیزیں ہمیشہ ساتھ رہتیں اور بستر کے قریب (۱) تیل کی شیشی (۲) کنگھا (ہاتھی دانت کا بھی)۔ (۳) سُرمہ دانی (سیاہ رنگ کی)۔ (۴) قینچی (۵) مسواک (۶) آئینہ (۷) لکڑی کی ایک پتلی کھپچی۔

(۲) سُرمہ سُرمہ رات کو سوتے ہوئے (تاکہ زیادہ نمایاں نہ ہو) تین تین سلائی دونوں آنکھوں میں لگاتے۔

(۳) خوشبو آخر رات میں حاجات سے فارغ ہو کر وُضو کرتے، لباس طلب کرتے اور خوشبو لگاتے۔ ریحان کی خوشبو پسند تھی۔ مہندی کے پھول بھی بھینی خوشبو کی وجہ سے مرغوب تھے مُشک اور عُود کی خوشبو سب سے بڑھ کر پسندیدہ رہی۔ گھر میں خوشبودار دُھونی لیا کرتے۔ ایک عطردان تھا۔ جس میں بہترین خوشبو موجُود رہتی۔ اور استعمال میں آتی۔ (کبھی حضرت عائشہؓ اپنے دستِ مبارک سے خوشبو لگاتیں) مشہور بات ہے کہ آپؐ جس کُوچے سے گزر جاتے تھے۔ دیر تک اُس میں مہک رہتی تھی اور فضائیں بتاتی تھیں کہ گزر گیا ہے ادھر سے وُہ کاروانِ بہار۔ خوشبو ہدیہ کی جاتی تو ضرور قبول فرماتے اور کوئی اگر خوشبو ہدیہ لینے میں تامل کرتا تو ناپسند فرماتے۔ اسلامی ثقافت کے لیے مخصوص ذوق کے ماتحت آپؐ نے مردوں کے لیے ایسی خوشبو پسند فرمائی جس کا رنگ مخفی رہے۔

Marfat.com
Marfat.com

اور مہک پھیلے اور عورتوں کے لیے وہ جس کا رنگ نمایاں ہو۔ مہک مخفی ہو۔

۴۔ رفتار۔ حضورؐ کی چال عظمت، وقار، شرافت اور احساس ذمہ داری کی ترجمان تھی۔ چلتے تو مضبوطی سے قدم جما کر چلتے۔ ڈھیلے ڈھالے طریق سے قدم گھسیٹ کر نہیں۔ بدن سمٹا ہوا رہتا۔ دائیں بائیں دیکھے بغیر چلتے۔ قوت سے آگے کو قدم اٹھاتے۔ قامت میں آگے کی طرف قدرے جھکاؤ ہوتا۔ ایسا معلوم ہوتا کہ اونچائی سے نیچے کو اتر رہے ہوں۔ رفتار تیز ہوتی۔ قدم کھلے کھلے رکھتے۔ آپؐ معمولی رفتار سے چلتے مگر بقول حضرت ابوہریرہؓ "ہم مشکل سے ساتھ دے پاتے" حضورؐ کی رفتار یہ پیغام بھی دیتی جاتی تھی کہ زمین میں گھمنڈ کی چال نہ چلو۔"

۵۔ تکلم تکلم انسان کے ایمان، کردار اور مرتبے کو پوری طرح بے نقاب کر دیتا ہے۔ موضوعات اور الفاظ کا انتخاب، فقروں کی ساخت، آواز کا اُتار چڑھاؤ، لہجہ کا اسلوب اور بیان کا زور، یہ ساری چیزیں واضح کرتی ہیں کہ متکلم کی شخصیت کس پائے کی ہے۔ حضورؐ کے منصب اور ذمہ داریوں کی نوعیت ایسی تھی کہ ان کا بھاری بوجھ اگر کسی دوسری شخصیت پر ڈالا گیا ہوتا۔ تو وہ تفکرات میں ڈوب کر رہ جاتا۔ اور اُسے خلوت محبوب ہو جاتی۔ لیکن حضورؐ کے کمالات خاص میں یہ بات بھی شامل ہے کہ آپؐ ایک طرف تفکرات مہمہ کا پہاڑ اُٹھائے ہوئے ہوتے اور طرح طرح کی پریشانیوں سے گزرتے۔ لیکن دوسری طرف لوگوں میں خوب گھلنا ملنا بھی رہتا اور دن رات گفتگوؤں کا دَور چلتا۔ مزاج کی سنجیدگی اپنی جگہ پر تھی اور تبسم و مزاح اپنی جگہ۔ اضداد میں عجیب توازن تھا۔ جس کی مظہر حضورؐ کی ذات تھی۔ ایک عالمی تحریک کی ذمہ داری، ایک سلطنت کے مسائل، ایک جماعت اور معاشرہ کے معاملات اور اپنے خاصے بڑے کنبے کی ذمہ داریاں اچھا خاصا پہاڑ تھیں۔ جنہیں حضورؐ کے کندھے اُٹھائے ہوئے تھے۔ آپؐ ایک طرف اگر ان جملہ مسائل کو حل کرنے کے لیے غور و فکر و تدبر کرتے تھے تو دوسری طرف آپؐ کے بارے میں حضرت زیدؓ بن ثابت کے الفاظ یہ بھی ہیں کہ "جب ہم دنیاوی معاملات پر ذکر کر رہے ہوتے تو حضورؐ بھی ان کو میں حصہ لیتے۔ جب ہم آخرت پر گفتگو کرتے تو حضورؐ بھی ہمارے ساتھ اسی موضوع پر تکلم فرماتے اور جب ہم لوگ کھانے پینے کی کوئی بات چھیڑتے تو حضورؐ بھی اس میں شامل رہتے۔" اسکے باوجود

Marfat.com
Marfat.com

آپؐ نے خدا کی قسم کھا کر یہ اُصولی حقیقت بیان فرمائی کہ "میری زبان سے حق کے ماسوا کوئی بات ادا نہیں ہوتی"۔

گفتگو میں الفاظ اتنے ٹھہر ٹھہر کر ادا کرتے کہ سُننے والا آسانی سے یاد کر لیتا۔ بلکہ ساتھ ساتھ گِنے جا سکتے تھے۔ بقول اُمِ معبد، "گفتگو موتیوں کی لڑی جیسی پروئی ہوتی۔ الفاظ نہ ضرورت سے کم نہ زیادہ، نہ کوتاہ سُخن، نہ طویل گو"، تاکید، تفہیم، اور تسہیلِ حفظ کے لیے خاص الفاظ اور کلمات کو تین بار دُہراتے بھی تھے۔ بعض اُمور میں اگر تصریح سے بات کرنا مناسب نہ سمجھتے۔ تو کنایہ میں فرماتے، مگر مکروہ اور فحش اور غیر حیادارانہ کلمات سے تنفّر تھا۔ گفتگو میں بالعموم ایک مسکراہٹ شامل رہتی تھی جو رُفقار کے لیے وجہ جاذبیت ہوتی۔ گفتگو کے دوران ہاتھوں سے بھی اشارہ فرماتے۔

۶۔ لباس حضورؐ کا لباس ساتر تھا۔ زینت بخش اور لباس تقوٰی تھا۔ آپؐ کو کبر و ریا سے بُعد تھا۔ فرمایا اِنَّمَآ اَنَا اَلْبَسُ كَمَا يَلْبَسُ الْعَبْدُ (المواہب اللدنیہ صفحہ ۳۲۰)

"میں تو بس خُدا کا ایک بندہ ہُوں۔ اور بندوں کی طرح لباس پہنتا ہوں"

(۱) کُرتہ (قمیص): بہت پسند تھا۔ کُرتے کی آستین نہ تنگ رکھتے نہ زیادہ کُھلی۔ درمیانی ساخت پسند تھی۔ آستین کلائی اور ہاتھ کے جوڑ تک پہنچتی۔ سفر (خصوصاً جہاد) کے لیے جو کُرتہ پہنتے، اُس کے دامن اور آستین کا طول ذرا کم ہوتا۔ قمیص کا گریبان سینے پر ہوتا جسے کبھی کبھار کُھلا بھی رکھتے اور اسی حالت میں نماز پڑھتے۔ کُرتہ پہنتے ہُوئے سیدھا ہاتھ ڈالتے پھر اُلٹا۔ رفیقوں کو اس کی تعلیم دیتے (داہنے ہاتھ کی فوقیت اور اچھے کاموں کے لیے داہنے ہاتھ کا استعمال حضورؐ کی سکھائی ہوئی اسلامی ثقافت کا ایک اہم عنصر ہے۔

(۲) تہ بند (لُنگی): عُمر بھر اسی کا استعمال فرمایا۔ جسے ناف سے ذرا نیچے باندھتے اور نصف ساق تک (ٹخنوں سے ذرا اُونچا) سامنے کا حصّہ قدرے زیادہ جُھکا رہتا۔ پاجامہ (سراویل یا سروال) دیکھا تو پسند کیا۔ آپؐ کے صحابی پہنتے تھے۔ ایک بار خود خرید فرمایا۔ (اختلاف ہے کہ پہنا ہے یا نہیں) اور وہ آپؐ کے ترکہ میں موجود تھا۔

Marfat.com
Marfat.com

(۳) عمامہ: سر پر عمامہ باندھنا پسندِ خاص تھا۔ نہ بہت بھاری ہوتا تھا۔ نہ چھوٹا۔ ایک روایت کے حساب سے ،گز لمبائی ہوتی تھی۔ عمامہ کا شملہ بالشت بھر ضرور چھوڑتے۔ جو پیچھے کی جانب دونوں شانوں کے درمیان اڑس لیتے۔ تمازتِ آفتاب سے بچنے کے لیے شملہ کو پھیلا کر سر پر ڈال لیتے تھے۔ کبھی عمامہ نہ ہوتا۔ تو کپڑے کی ایک دھجی (رومال) پٹی کی طرح سر سے باندھ لیتے۔ سفید کے علاوہ زرد (غالباً مٹیالا۔ خاکستری مائل یا شتری رنگ کا عمامہ بھی باندھا ہے اور فتح مکہ کے موقعہ پر سیاہ بھی استعمال فرمایا۔ عمامہ کے نیچے کپڑے کی ٹوپی بھی استعمال میں رہی ہے۔ اور اسے پسند فرمایا۔ نیز روایات کے مطابق عمامہ کے ساتھ ٹوپی کا یہ استعمال گویا اسلامی ثقافت کا مخصوص طرز تھا۔ اور اسے آپؐ نے مشرکین کے مقابلے پر امتیازی فیشن قرار دیا۔

(۴) ٹوپی: کبھی خالی سفید ٹوپی بھی اوڑھتے۔ گھر میں اوڑھنے کی ٹوپی سر سے چپٹی ہوئی ہوتی سفر پر نکلتے تو سر کی ٹوپی اٹھی ہوئی ہوتی باڑدار ٹوپی استعمال فرماتے۔ سوزنی نما سلے ہوئے کپڑے کی دبیز ٹوپی بھی پہنی۔

(۵) چادر: اوڑھنے کی چادر ۴ گز لمبی ۲½ گز چوڑی ہوتی تھی۔ کبھی لپیٹ لیتے، کبھی ایک پلو سیدھے بغل سے نکال کر الٹے سیدھے کندھے پر ڈال لیتے۔ یہی چادر کبھی کبھار بیٹھے ہوئے ٹانگوں کے گرد لپیٹ لیتے۔ اور بعض مواقع پر اسے تہہ کر کے تکیہ بھی بنا لیتے۔ معزز ملاقاتیوں کی تواضع کے لیے چادر اتار کر بچھا بھی دیتے۔

(۶) جُبّہ: تنگ آستین کا رومی جبہ بھی پہنا۔ سرخ دھاری کا اچھا جوڑا بھی زیب بدن کیا۔ طیلسانی قسم کا کسروانی جُبّہ بھی کبھی کبھی پہنا۔ جس کے گریبان کے ساتھ ریشمی گوٹ لگی تھی۔ ایک دفعہ ۲۷ اونٹنیوں کے بدلے میں ایک قیمتی جوڑا خرید فرمایا۔ اور پہنا۔ اور اس کے ساتھ نماز بھی پڑھی۔

(۷) نیا کپڑا: نیا کپڑا خدا کی حمد اور شکر کے ساتھ بالعموم جمعہ کے روز پہنتے۔ فاضل جوڑے بنوا کر نہیں رکھتے تھے۔ کپڑوں میں پیوند لگاتے تھے۔ ان کی مرمت کرتے احتیاطاً

Marfat.com
Marfat.com

گھر میں دیکھ لیتے کہ مجمع میں بیٹھنے کی وجہ سے کوئی جوں وغیرہ نہ آگھسی ہو۔

۷۔ اعتدال کی راہ جہاں ایک طرف فقر و سادگی تھی۔ تو دوسری طرف آپؐ کو رہبانیت کا سدِّباب بھی کرنا تھا اور اس اصول کا مظاہرہ بھی مطلوب تھا کہ "اللہ کو یہ بات پسند ہے کہ اس کی عطا کردہ نعمت رزق کا اثر اس کے بندے سے عیاں ہو"۔ (مسلم)

حضورؐ نے کبھی کبھار اچھا لباس بھی زیب تن فرمایا۔ آپؐ کا مسلک اعتدال تھا اور انتہاپسندی سے اُمت کو بچانا مطلوب تھا۔

۸۔ مرغوب رنگ کپڑوں کے لیے سب سے بڑھ کر سفید رنگ مرغوب خاطر تھا فرمایا "حق یہ ہے کہ تمہارے لیے مسجدوں میں بھی اللہ کے سامنے جانے کا بہترین لباس سفید لباس ہے" اور فرمایا "سفید کپڑے پہنا کرو۔ اور سفید ہی کپڑے سے اپنے مُردوں کو کفن دو، کیونکہ یہ زیادہ پاکیزہ اور پسندیدہ ہیں" سفید کے بعد سبز رنگ بھی پسندیدہ تھا۔ لیکن بالعموم اس شکل میں کہ ہلکی سبز دھاریاں ہوں۔ خالص شوخ سُرخ رنگ بہت ہی ناپسند تھا۔

۹۔ جوتا حضورؐ کا جوتا مروّجہ عربی تمدّن کے مطابق چپل یا کھڑاؤں کی سی شکل کا تھا۔ جس کے دو تسمے تھے۔ ایک انگوٹھے اور ساتھ والی اُنگلی کے درمیان رہتا۔ دوسرا چھنگلیا اور اس کے ساتھ والی اُنگلی کے بیچ میں۔

۱۰۔ جرابیں اور موزے جرابیں اور موزے بھی استعمال میں رہے۔ سادہ اور معمولی بھی اور اعلیٰ قسم کے بھی۔

۱۱۔ انگوٹھی: چاندی کی انگوٹھی بھی استعمال فرمائی۔ جس میں کبھی چاندی کا نگینہ ہوتا تھا کبھی حبشی پتھر کا۔ یہ عموماً دائیں ہاتھ کی چھنگلیا میں پہننا پسند تھا۔ نگینہ اُوپر کی طرف رکھنے کی بجائے اندر کی طرف رکھتے۔ انگوٹھی میں محمد رسول اللہ ترتیب وار نیچے سے اُوپر کو کندہ تھے۔ اس سے خطوط پر مُہر لگاتے تھے۔

۱۲۔ عام سماجی رابطہ بڑے بڑے کام کرنے والے لوگ بالعموم رابطۂ عام کے لیے وقت

Marfat.com
Marfat.com

نہیں نکال سکتے۔ اور نہ ہر طرف توجہ دے سکتے ہیں۔ بعض بڑے لوگوں میں خلوت پسندی اور خشک مزاجی پیدا ہو جاتی ہے اور کچھ کبر کا شکار ہو کر اپنے لیے عالم بالا بنا لیتے ہیں مگر حضورؐ انتہائی عظمت کے مقام پر فائز ہو کر اور تاریخ کا رُخ بدلنے والے کارنامے انجام دے کر عوامی حلقوں سے پُوری طرح مربوط تھے۔ اور جماعت اور معاشرہ کے افراد سے شخصی اور نجی تعلق رکھتے تھے۔ علیحدگی پسندی یا کبر کا شائبہ تک نہ تھا کہ باہم دگر مربوط رہیں تو ایک دُوسرے کے کام آئیں اور ایک دُوسرے کے حقوق پہچانیں۔ آپؐ سلام میں پہل فرماتے۔ مجلس میں جاتے تو اس امر کو ناپسند کرتے کہ صحابہ تعظیم کے لیے کھڑے ہوں۔ مجلس کے کنارے ہی بیٹھ جاتے۔ کندھوں پر سے پھاند کر بیچ میں گھسنے سے احتراز فرماتے۔ بقول حضرت عائشہؓ آپؐ فرماتے کہ:۔

"اَجْلِسُ کَمَا یَجْلِسُ الْعَبْدُ"

میں اسی طرح اُٹھتا بیٹھتا ہوں۔ جس طرح خدا کا بندہ اٹھتا بیٹھتا ہے

کسی کی ملاقات کو جاتے تو دروازے کے دائیں یا بائیں کھڑے ہو کر اطلاع دیتے۔ اور اجازت کے لیے تین مرتبہ سلام کہتے۔ جواب نہ ملتا تو بغیر کسی احساس تکدر کے واپس چلے آتے۔ بیمار کی عیادت کو اہتمام سے جاتے۔ کوئی مسافر سفر سے واپس آتا اور حاضری دیتا تو اس سے معانقہ کرتے۔ بعض اوقات پیشانی چوم لیتے۔ کسی کو سفر کے لیے رخصت فرماتے تو کہتے بھائی ہمیں اپنی دُعاؤں میں یاد رکھنا۔

۱۴۔ خالص نجی زندگی

حضرت عائشہؓ سے کسی نے دریافت کیا کہ "رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں کیا کرتے تھے؟" اُنہوں نے جواب میں فرمایا: ھُوَ بَشَرٌ مِنَ الْبَشَرِ آپؐ آدمیوں میں سے ایک آدمی تھے۔ اپنے کپڑوں کی دیکھ بھال خود ہی کر لیتے۔ بکری کا دودھ خود دوہتے اور اپنی ضرورتیں خود ہی پُوری کر لیتے۔ نیز اپنے کپڑوں کو خود ہی پیوند لگا لیتے اپنے جُوتے کی مرمت کر لیتے اور یہ کہ اپنے ڈول کو ٹانکے لگا لیتے بوجھ اُٹھا لیتے، جانوروں کو چارہ ڈالتے، کوئی خادم ہوتا تو اس کے ساتھ مل کر کام کرا دیتے۔ اسے آٹا پسوا دیتے۔ کبھی اکیلے ہی مشقت کر لیتے۔ بازار جانے میں عار نہ تھی۔ خود ہی سودا سلف لاتے اور ضرورت کی چیزیں ایک

Marfat.com
Marfat.com

کپڑے میں باندھ کر اٹھا لیتے۔

۱۴۔ گھر کا سامان ساز و سامان میں چند برتن نہایت سادہ قسم کے تھے۔ ایک لکڑی کا پیالہ (بادیہ) تھا۔ جس پر لوہے کے پتر لگے تھے۔ اور کھانے پینے میں اُس کا بکثرت استعمال ہوتا تھا۔ خوراک کا سامان جمع تو کیا ہوتا۔ روز کا روز بھی کافی مقدار میں میسّر نہ ہوا۔ بستر چمڑے کے گدّے پر مشتمل تھا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔ بان کی بنی ہوئی چارپائی رکھتے۔ ٹاٹ کا بستر بھی استعمال میں رہا۔ جو دوہرا کرکے بچھایا جاتا۔

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں: "آپؐ کھری چارپائی پر لیٹے ہیں اور جسم پر نشان پڑ گئے ہیں ادھر اُدھر دیکھا تو ایک طرف مٹھی بھر جَو رکھے ہیں۔ ایک کونے میں جانور کی کھال کیلی سے لٹک رہی ہے۔ یہ منظر دیکھ کر میری آنکھوں میں سے آنسو جاری ہوگئے۔" حضورؐ نے رونے کا سبب پوچھا تو عرض کی کہ "قیصر و کسریٰ تو عیش کریں اور آپؐ کا یہ حال ہے" فرمایا" عمرؓ! کیا تم اس پر خوش نہیں کہ وہ لوگ دُنیا لے جائیں اور ہمیں آخرت ملے۔"

۱۵۔ اکل و شرب کھانے پینے کا ذوق بہت نفیس تھا۔ گوشت سے خاص رغبت تھی پسندیدہ چیزوں میں شہد، سرکہ، خربوزہ، ککڑی۔ لوکی، کھچڑی، مکھن وغیرہ اشیاء شامل تھیں۔ دُودھ کے ساتھ کھجور کا استعمال بھی اچھا لگتا۔ اور مکھن لگا کر کھجور کھانا بھی ذوق میں شامل تھا۔ ککڑی نمک لگا کر اور خربوزہ شکر لگا کر بھی کھاتے۔ مریضوں کی پرہیزی غذا کے طور پر حریرہ کو اچھا سمجھتے۔ اور تجویز بھی فرماتے میٹھا پکوان بھی مرغوب خاص تھا۔ اکثر جَو کے سَتّو بھی استعمال فرماتے۔ گھر میں شوربا پکتا تو کہتے کہ ہمسائے کے لیے ذرا زیادہ بنایا جائے۔

اکٹھے ہو کر کھانے میں تلقین فرماتے میز کرسی پر بیٹھ کر کھانے کو اپنی شانِ فقر کے خلاف سمجھتے اور فرماتے اٰکُلُ کَمَا یَاْکُلُ الْعَبْدُ" میرا کھانا پینا ایسا ہے جیسے (خدا کے) کسی عام بندے کا ہونا چاہیے۔

۱۶۔ نشست و برخاست کبھی اکڑوں بیٹھتے۔ کبھی دونوں ہاتھ زانوؤں کے گرد حلقہ زن کر لیتے۔ کبھی ہاتھوں کے بجائے کپڑا (چادر وغیرہ) لپیٹ لیتے۔

Marfat.com
Marfat.com

سیدھی کروٹ سوتے۔ کبھی چت بھی لیٹتے۔ پیٹ کے بل اوندھا لیٹنا سخت ناپسند تھا۔ اور اس سے منع فرماتے۔ وُضو کرکے سونے کی عادت تھی اور سوتے وقت مختلف دُعائیں پڑھنے کے علاوہ آخری تین سُورتیں پڑھ کر بدن پر دم کر لیتے۔ سفر کے لیے ایک تہ بند علیحدہ تھا۔

۱۷۔ بشری حاجات: ضرورت کے لیے چونکہ اس دَور میں کمروں میں بیت الخلا نہ تھے۔ اسلیے حضورؐ جنگل میں جاتے عموماً اتنی دور (دو دو میل) تک کہ نظروں سے اوجھل ہو جاتے۔ قضائے حاجت کے وقت مُنہ یا پُشت قبلہ کی طرف نہ کرتے۔ غسل کیلئے پردہ ضروری قرار دیا تھا۔ گھر میں نہانے تو کپڑے کا پردہ تانا جاتا۔ کبھی بارش میں نہاتے تو تہ بند باندھ لیتے۔

۱۸۔ چھینک چھینک پست آواز سے لیتے اور ہاتھ یا کپڑا مُنہ میں رکھ لیتے

۱۹۔ سفر سفر کے لیے جمعرات کو روانگی زیادہ پسند تھی۔ سواری کو تیز چلاتے۔ پڑاؤ سے صبح کے وقت کوُچ کرنا معمول رہا۔ سفر میں جو اجتماعی کام درپیش ہوتے اُن میں ضرور حصّہ لیتے۔ سفر میں رات کو گھر آنا پسند نہ تھا۔ آتے تو سیدھے گھر جانے کی بجائے مسجد میں آکر نفل ادا کرتے۔ گھر میں اطلاع ہو جانے کے بعد اطمینان سے جاتے۔

۲۰۔ جذبات انسانیت کا کوئی تصوّر ہم جذبات کو الگ رکھ کر نہیں کر سکتے۔ حضورؐ میں بھی انسانی جذبات بہترین اسلوب پر کارفرما تھے۔ آپؐ بہت ہی صاحب حس ہستی تھے۔ اور خُوشی غمی سے متاثر ہوتے تھے۔ حضورؐ اُن نام نہاد بڑے لوگوں میں سے نہ تھے جو دُنیا جہان کے غم میں گھُلے جاتے تھے۔ لیکن گھر کے لیے سنگدل اور تغافل کیش ثابت ہوتے ہیں۔ باہر کی زندگی پُر ہنگامہ ہوتی ہے۔ مگر گھر کی زندگی پھیکی اور بدمزہ۔ آپؐ کو ازواج کے ساتھ سچی محبت تھی۔ حضرت عائشہؓ کے ساتھ ایک ہی پیالہ میں پانی پیتے۔ اور جہاں وُہ مُنہ لگا لیتیں۔ وہیں مُنہ لگا لیتے۔ انصار کی بچیّوں کو بُلواتے تاکہ وُہ اُن کے ساتھ کھیلیں۔ حبشیوں کے ورزشی کرتب اس انداز سے دکھائے کہ حضرت عائشہؓ کی ٹھوڑی آپؐ کے کندھوں پر تھی۔ بار بار پُوچھتے، کہ "کیا تم سیر ہو گئی ہو؟" وُہ کہتیں "ابھی نہیں" دیر تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ حضرت

Marfat.com
Marfat.com

فاطمہؓ آتیں تو اُٹھ کر استقبال کرتے۔ خود تشریف لے جاتے۔ اپنی کہتے اُن کی سُنتے۔ اُن کے صاحبزادوں امام حسنؓ اور امام حسینؓ سے بہت ہی پیار تھا۔ ان کو گود میں لیتے۔ اُن کو کندھوں پر سوار کرتے۔ اُن کے لیئے گھوڑا بنتے۔ حالتِ نماز میں بھی اُن کو کندھوں پر بیٹھنے دیتے۔ اپنے صاحبزادے ابراہیم کی وفات ہوئی تو صدمہ سے آنکھیں ڈبڈبا آئیں۔ اپنی صاحبزادی اُمّ کلثومؓ کی قبر پر کھڑے ہوئے تو اُس وقت بھی آپؐ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔

۲۱۔ حضورؐ کا مسلک ایک دفعہ حضرت علیؓ نے آپؐ سے سوال کیا کہ آپؐ اپنے مسلک کی وضاحت فرمائیں تو آپؐ نے مختصراً جس فصیح انداز سے جواب دیا اور اس جواب میں اپنے طرزِ فکر اپنے کردار اور اپنی رُوحانیت کی جامع تصویر کھینچ دی وُہ بجائے خود انسانی کلام کی تاریخ میں ایک اعجاز ہے۔ ملاحظہ ہو۔

(۱)۔ اَلْمَعْرِفَةُ رَاْسُ مَالِیْ — عرفان میرا سرمایہ ہے۔

(۲)۔ اَلْعَقْلُ اَصْلُ دِیْنِیْ — عقل میرے دین کی اصل ہے۔

(۳)۔ اَلْحُبُّ اَسَاسِیْ — محبت میری بُنیاد ہے۔

(۴)۔ اَلشَّوْقُ مَرْکَبِیْ — شوق میری سواری ہے۔

(۵)۔ ذِکْرُ اللّٰہِ اَنِیْسِیْ — ذکرِ الٰہی میرا مُونس ہے۔

(۶)۔ اَلثِّقَةُ کَنْزِیْ — اعتماد میرا خزانہ ہے۔

(۷)۔ اَلْحُزْنُ رَفِیْقِیْ — حُزن میرا رفیق ہے۔

(۸)۔ اَلْعِلْمُ سِلَاحِیْ — علم میرا ہتھیار ہے۔

(۹)۔ اَلصَّبْرُ رِدَائِیْ — صبر میرا لباس ہے۔

(۱۰)۔ اَلرِّضَاءُ غَنِیْمَتِیْ — (خدا کی) رضا میری غنیمت ہے۔

(۱۱)۔ اَلْعِجْزُ فَخْرِیْ — (خدا کے آگے) عجز کرنا میرے لیے وجہ اعزاز ہے۔

(۱۲)۔ اَلزُّھْدُ حِرْفَتِیْ — زُہد میرا پیشہ ہے۔

(۱۳)۔ اَلْیَقِیْنُ قُوَّتِیْ — یقین میری قوّت ہے۔ (لفظ قُوت ہو تو غذا ہے)۔

Marfat.com
Marfat.com

(۱۳) اَلْیَقِیْنُ قُوْتِیْ	یعنی یقین میری غذا ہے۔
(۱۴) اَلصِّدْقُ شَفِیْعِیْ	صدق میرا سفارشی ہے۔
(۱۵) اَلطَّاعَۃُ حَسْبِیْ	طاعت میرا بچاؤ ہے۔
(۱۶) اَلْجِھَادُ خُلُقِیْ	جہاد میرا کردار ہے۔
(۱۷) قُرَّۃُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوۃِ	میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے

(الشفا از قاضی عیاض)

۲۲۔ اخلاقِ حسنہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کا بیان یہاں کسی ضمنی عنوان کے تحت نہیں کیا جا سکتا۔ آپؐ کی تو پوری زندگی حسن اخلاق کی تفسیر ہے۔ جس کے متعلق حضرت عائشہؓ نے فرمایا تھا کہ "کَانَ خُلُقُہُ الْقُرْاٰن" آپؐ کا خلق قرآن ہے۔ انس بن مالک کا یہ قول تو بہت ہی جامع ہے کہ "کَانَ اَحْسَنَ النَّاسِ وَکَانَ اَجْوَدُ النَّاسِ وَکَانَ اَشْجَعَ النَّاسِ" آپؐ سب سے زیادہ صاحب حسن سیرت، سب سے زیادہ سخی، اور سب سے زیادہ بہادر تھے۔ (محسن انسانیت۔ ۸۹ تا ۱۳۱)

۲۳۔ احسن تقویم اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کو تمام مخلوقات میں سے بہتر شکل وصورت، وصلاحیتیں عطا کیں۔ جیسا کہ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے چار چیزوں کی قسم اٹھا کر اس حقیقت کو بیان کیا ہے:

وَالتِّیْنِ وَالزَّیْتُوْنِ وَطُوْرِ سِیْنِیْنَ وَھٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِیْنِ ۝ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ۝ (التین۔ ۱ تا ۵)

قسم ہے انجیر اور زیتون کی اور طور سینا کی۔ اور اس پُر امن شہر (مکہ) کی ہم نے انسان کو بہترین ساخت پر پیدا کیا۔ (التین۔ ۱ تا ۵)

یہ آیات اس طرف اشارہ کر رہی ہیں کہ انسان کو وہ اعلیٰ درجہ کا جسم عطا کیا گیا ہے۔ جو کسی دوسری جاندار مخلوق کو نہیں دیا گیا۔ اور اسے فکر وفہم اور علم وعقل کی وہ بلند پایہ قابلیتیں بخشی گئی ہیں جو کہ دوسری مخلوق کو نہیں بخشی گئیں۔ پھر چونکہ نوع انسانی کے اس فضل وکمال

Marfat.com
Marfat.com

کا سب سے اعلیٰ نمونہ انبیا علیہم السلام ہیں اور کسی مخلوق کے لیے اس سے بلند تر کوئی مرتبہ نہیں ہو سکتا کہ اللہ تعالیٰ اُسے منصب نبوت کے لیے منتخب فرمائے۔ پس کلام کا مقصود یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نوع انسانی کو ایسی بہترین ساخت پر بنایا ہے۔ کہ اس میں نبوّت جیسے عظیم مرتبے کے حامل انسان پیدا ہوئے ہیں اور چونکہ ان عظیم انسانوں میں سب سے زیادہ عظیم انسان حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ جو سیّدُ الناس، امام الانبیاء اور رحمت اللعالمین ہیں۔ اسیلے احسن تقویم کے انتہائی بلند و بالا مقام عظمت پر آپؐ ہی کی ذات اقدس کو پیدا کیا گیا ہے ؎

خُلِقْتَ مُبَرَّاً مِّنْ کُلِّ عَیْبٍ
کَاَنَّکَ قَدْ خُلِقْتَ کَمَا تَشَاءُ

آپؐ ہر نقص و عیب سے مبرّا اور پاک پیدا کیے گئے ہیں۔ گویا کہ آپؐ کو ایسا ہی پیدا کیا گیا۔ جیسا کہ آپؐ نے خود چاہا ؎

حُسنِ یُوسفؑ، دمِ عیسٰےؑ، ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

۲۴۔ حضورؐ کی آئینی و قانونی حیثیت

(۱)۔ آپؐ قرآن کے مستند شارع اور شارح ہیں (النحل۔ ۴۴، ۶۴)

(۲) قانون سازی میں آپؐ کی سُنّت بھی قرآن ہی کی طرح ماخذ قانون ہے۔ (النساء۔ ۶۱)

(۳) آپؐ کا فیصلہ تا قیامت بدلا نہیں جا سکتا۔ (الاحزاب۔ ۴۰)

(۴) آپؐ تمام نوعِ انسانی کے لیے واجب الاطاعت رہنما ہیں (النساء۔ ۶۴، ۶۵)

(۵) آپؐ کی پیروی ایمان کا اصلی معیار ہے۔ (النساء۔ ۶۱)

(۶) آپؐ کے دیئے ہوئے فیصلے کی خلاف ورزی قابلِ مؤاخذہ جرم ہے۔ (الاحزاب۔ ۳۶)

(۷) آپؐ کے حُکم سے سرتابی کرنا کفر اور منافقت کی علامت ہے۔ (النساء۔ ۶۱)

(۸) آپؐ کی نافرمانی کرنیوالا قیامت کے دن کفِ افسوس ملے گا۔ (الفرقان۔ ۲۷)

۲۵۔ مقام و شخصیت

(۱) آپؐ نہ تو فرشتہ تھے اور نہ ہی عالم الغیب تھے اور نہ ہی آپؐ کا

Marfat.com
Marfat.com

یہ دعویٰ تھا کہ آپ مختارِ کُل اور خدا کے خزانوں کے مالک ہیں بلکہ آپ تو خدا کی مرضی کے ترجمان اور اس کی طرف سے نازل کردہ وحی کے پیروکار تھے۔ (الانعام ۵۰،۱۸۰۔ الاعراف ۱۸۸۔ یونس ۱۶۔ النحل ۶۵)

(۲) آپ میں اُلوہیت کا شائبہ تک نہ تھا اور نہ ہی خدا کی خدائی میں شریک وسہیم اور حصے دار تھے، بلکہ آپ تو خدا کے بندے اور اس کی مخلوق تھے۔ آپ بھی خدا ہی کی بندگی کرتے تھے۔ آپ کا کام دوسروں کو اپنا بندہ بنانا نہیں تھا بلکہ اسی خدائے واحد کا بندہ بنانا مقصود تھا۔ (الاخلاص ۱تا۴، الزمر ۱۱تا۱۳، الانبیاء ۲۵، الانعام ۱۶۲تا۱۶۳، آلِ عمران ۷۹)

(۳) آپ بشر اور انسانِ کامل، خدا کے بندے اس کے رسول اور خاتم النبیین تھے۔ (التوبہ ۱۲۸، الحدید ۹، بنی اسرائیل ۱، کہف ۱۱۰، احزاب ۴۰)

(۴) آپ کی شخصیت معراجِ انسانیت اور کمالِ عبدیت کی بہترین مثال اور قرآنی تعلیمات کا اعلیٰ نمونہ تھی۔ (الاحزاب ۲۱)

(۵) آپ معصوم عن الخطا اور گناہ سے پاک تھے۔ (الفتح ۲)

(۶) آپ بھی دیگر انبیاء کی طرح مکلف اور اپنے مقام و منصب کے بارے میں قیامت کے دن براہِ راست اللہ تعالیٰ کے ہاں جوابدہ ہیں۔ (الاعراف ۶۔ انعام ۱۶۲،۱۶۳)

آپ کے مقام و منصب کی مزید تفصیل تیسرے باب میں بیان کی گئی ہے۔

۲۶۔ ادب و احترام

اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کے بارے میں اہلِ ایمان کو سخت تاکید فرمائی ہے کہ وہ ہر ممکن طریقہ سے حضورؐ کا ادب و احترام کیا کریں اور وہ اس طرح ہے:

(۱) آپ کی کامل اور غیر مشروط اطاعت کرنا۔ (آلِ عمران ۱۳۲) (۲) آپ کا ادب و احترام کرنا۔ (الفتح ۹، اعراف ۱۵۷)

(۳) آپ کو اپنی جان و مال، اپنے بال بچوں، اپنے رشتہ دار اور دنیا کی ہر چیز سے بڑھ کر محبوب رکھنا۔ (توبہ ۲۴، احزاب ۶)

(۴) آپ کی ازواجِ مطہرات کو اپنی مائیں سمجھنا۔ الاحزاب ۶)

(۵) آپ سے بے مقصد سوالات کرنا خلافِ ادب ہے۔ (البقرۃ ۱۰۸)

(۶) آپ پر درود وسلام بھیجنا فرمانِ خداوندی ہے۔ (الاحزاب ۵۶)

(۷) آپ کو اذیت دینا دردناک عذاب کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔ (احزاب ۵۷)

(۸) آپ کی مجلس سے (جبکہ اجتماعی معاملہ زیرِ غور ہو) آپ کی اجازت کے بغیر اٹھ کر چلے جانا ممنوع تھا۔ (النور ۶۲)

(۹) آپ کو گھر سے بلانے کیلئے چلا چلا کر آواز دینا ناجائز تھا۔ (الحجرات ۴:۵)
(حتیٰ کہ اب بھی آپ کو نام لے لے کر اونچی آواز سے بلانا حرام ہے)

(۱۰) آپ کے بلانے کو آپس میں ایک دوسرے کا سا بلانا خلافِ ادب و تنظیم تھا۔ (اور آج بھی آپ کو ادب و احترام کے بغیر عام لوگوں کی طرح بلانا ایمان کے خلاف ہے)۔ (النور ۶۳)

Marfat.com
Marfat.com

تیسرا باب
مقام و منصبِ رسالت

اِس باب میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کا مقام و منصبِ رسالت قرآن کی اِس آیت کی روشنی میں بیان کیا جاتا ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔ (الاحزاب۔۲۱)

"درحقیقت تم لوگوں کے لیے اللہ کے رسولؐ میں ایک بہترین نمونہ ہے۔"

اس آیت میں آپؐ کے اسمِ مبارک "محمّد" کی جگہ "رسول اللہ" کا لفظ استعمال ہوا ہے حالانکہ یہاں "رسول اللہ" سے مراد آپؐ ہی کی ذاتِ گرامی ہے۔ یہاں آپؐ کے نامِ مبارک کی جگہ "رسولؐ" کا لفظ استعمال ہونے کی چند حکمتیں ہیں جن سے آپؐ کے مقام و منصبِ رسالت پر بخوبی روشنی پڑتی ہے۔ یہاں انہیں اختصار کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے۔

۱۔ ایمان بالرسالت کی اہمیت اس آیت میں حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلّم کی رسالت پر ایمان لانے کی اہمیت کو واضح کرنے کے لیے "رسول" کا لفظ استعمال کیا گیا ہے کیونکہ آپؐ کی شخصیت بحیثیت بشر اور انسان لوگوں میں کوئی متنازع فیہ نہ تھی بلکہ آپؐ کی چالیس سالہ زندگی پر کسی فردِ بشر نے کوئی اعتراض نہیں کیا، کسی نے آپؐ کو جھوٹا، جادوگر، شاعر اور کاہن نہیں کہا، بلکہ تمام لوگ آپؐ کو امانت دار، دیانت دار اور راست باز انسان کی حیثیت سے جانتے تھے جیسا کہ قرآن میں مذکور ہے،

"اے نبیؐ، ہمیں معلوم ہے جو باتیں یہ لوگ بناتے ہیں، ان سے تمہیں رنج ہوتا ہے۔ لیکن یہ لوگ تمہیں نہیں جھٹلاتے بلکہ یہ ظالم دراصل اللہ کی آیات کا انکار کر رہے ہیں۔" (الانعام: ۳۳)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اہلِ مکّہ کو آپؐ کی چالیس سالہ زندگی پر قطعاً کوئی اعتراض نہ تھا بلکہ وہ

Marfat.com
Marfat.com

آپ کو "الامین والصادق" کے نام سے پکارا کرتے تھے۔ آپؐ پر ان کو اعتراض اُس وقت ہوا جب آپؐ نے بحیثیتِ "رسول اللہ" اپنی زندگی کا آغاز کیا۔ اسلیے ایمان بالرسالت کی اہمیت کو واضح کرنے کے لیے یہاں "رسول اللہ" کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں تاکہ آپ کی رسالت پر بھی ایمان لانے کی اہمیت واضح ہوجائے۔

۲۔ قابلِ تقلید نمونہ زندگی

آیت بالا میں "محمد بن عبداللہ کی جگہ "رسول اللہ" کے الفاظ آنے کی ایک حکمت یہ بھی ہے کہ چند وجوہ کی بنا پر آپؐ کی رسالت ونبوت ہی کی زندگی کو اہلِ ایمان کے لیے تاقیامت واجب الاتباع اور قابلِ تقلید نمونہ قرار دیا جاتا تھا اور وہ یہ ہیں:

(۱) قرآن کی محفوظیت، حضورؐ کے اسوۂ حسنہ کا قابلِ اعتماد ذرائع سے تاریخ کے صفحات میں بالعموم اور قرآن میں بالخصوص تاقیامت محفوظ ہوجانا: جیسا کہ قرآن میں مذکور ہے:

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ ۝ (الحجر۔۹)

"رہا یہ ذکر، تو اس کو ہم نے نازل کیا ہے اور ہم خود اس کے نگہبان ہیں۔"

(۲) قرآن کی متابعت، آپؐ کی رسالت ونبوت کی زندگی کا قرآن کی متابعت میں ہونا: جیسا کہ قرآن میں ذکر ہے:

(ا)۔ اِتَّبِعْ مَا أُوحِيَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ ۔ (الانعام۔۱۰۶)

"اے نبی! اس وحی کی پیروی کیے جاؤ جو تم پر تمہارے رب کی طرف سے نازل ہوئی ہے۔"

(ب)۔ "میں (محمدؐ) تو صرف اُس چیز کی پیروی کرتا ہوں جو مجھ پر وحی کی جاتی ہے۔ اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو مجھے ایک بڑے دن کے عذاب کا ڈر ہے۔" (یونس ۱۵)

(۳) مقامِ نبوت کی تقدیم واہمیت

یہ حقیقت ہے کہ حیاتِ نبوت ہی خدا کی مرضی کی صحیح مظہر ہوتی ہے اگرچہ نبی کی نبوت سے پہلے کی زندگی بھی عام لوگوں کی زندگیوں کے مقابلے میں بہترین زندگی ہوتی ہے۔ لیکن اصل معیارِ حق انسان اُس وقت ہوتا ہے جب کہ وہ اللہ کی طرف سے منصبِ رسالت پر فائز ہوتا ہے۔ اُس وقت سے لے کر زندگی کے آخری سانس تک وہ جو زندگی گزارتا ہے وہ تمام کی تمام لوگوں کے لیئے اُسوۂ حسنہ

Marfat.com
Marfat.com

کی حیثیت رکھتی ہے۔ کیونکہ اعلانِ نبوّت کے بعد رسول کی پوری زندگی اللہ تعالیٰ کی مرضی ہی کی ترجمان ہوتی ہے۔ وہ اپنی طرف سے کوئی بات نہیں کہتا۔ اُس کی گفتار اور اس کا کردار سب کچھ وحی الٰہی کی متابعت اور خدا کی مرضی کے مطابق ہوتا ہے۔ اسلیے نبوّت کی زندگی ہی لوگوں کے لیے قابلِ تقلید نمونہ کہلا سکتی ہے۔ جیسا کہ قرآن میں مذکور ہے:

(ل)۔ وہ اپنی مرضی اور خواہشِ نفس سے نہیں بولتا۔ یہ تو ایک وحی ہے جو اس پر نازل کی جاتی ہے۔ (النجم ۳،۴)

(ب) "اے نبیؐ! لوگوں سے کہہ دو کہ "اگر تم حقیقت میں اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی اختیار کرو۔ اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہاری خطاؤں سے درگزر فرمائیگا"۔ (آل عمران۔ ۳۱)

(۴) قرآن میں خصوصی طور پر حضورؐ کے مقام و منصب کی محفوظیت

حضورؐ کے اُسوۂ حسنہ کے قابلِ تقلید نمونہ ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلّم کا مقام و منصب خصوصی طور پر قرآن میں محفوظ ہو گیا ہے تاکہ لوگ افراط و تفریط سے بچ سکیں۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کا آپؐ پر اور آپؐ کی اُمتِ مُسلمہ پر بلکہ تمام نوعِ انسانی پر بہت بڑا احسان ہے کیونکہ یہ ایک حقیقت اور امرِ واقعہ ہے کہ آپؐ سے قبل پیغمبروں کی سیرتوں کا یہ پہلو محفوظ نہ ہونے ہی کی وجہ سے ان کے پیروکار اور عقیدتمندان کے بارے میں بوجہ غلو ظلم کرتے رہے ہیں۔ ظلم کی یہ ایک طویل داستان ہے جو تاریخ کے اوراق میں قلم بند ہو چکی ہے۔ اس کا ذکر قرآن میں بھی بڑی تفصیل سے کیا گیا ہے۔ یہاں اسے اختصار کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے تاکہ حضورؐ کے ماننے والے اس سے سبق لیں کہ جس مقام و منصب پر آپؐ فائز ہوئے ہیں اسے مدِّنظر رکھتے ہوئے آپؐ کا اتباع کیا جائے۔

(ل) **اہلِ کتاب کا غلو:** اگرچہ جاہل لوگ اندھی عقیدت کی بنا پر اپنے تمام پیشواؤں کو خدا کا شریک ٹھہرا کر ان پر ہمیشہ ہی ظلم کرتے رہے ہیں۔ مگر اہلِ کتاب نے تو اپنے پیغمبروں کے بارے میں بہت ہی زیادہ غلو کیا ہے۔ خصوصاً حضرت عیسیٰؑ کے ماننے والوں نے تو اس سلسلہ میں انتہا کر دی ہے۔ قرآن نے ان کے اس غلو کو اس طرح بیان کیا ہے:

Marfat.com
Marfat.com

(۱) "کہو! اے اہلِ کتاب! اپنے دین میں ناحق غلو نہ کرو، اور اُن لوگوں کے تخیلات کی پیروی نہ کرو جو تم سے پہلے خود گمراہ ہُوئے اور بہتوں کو گمراہ کیا اور سواء السبیل سے بھٹک گئے۔" (المائدہ: ۷۷)

وضاحت: یہاں اہلِ کتاب کے غلوّ کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ انہوں نے اصل دین کو چھوڑ کر گمراہ لوگوں کے خود ساختہ عقائد و نظریات اور خیالات کی پیروی کرنی شروع کر دی تھی۔

(۲) "یہودی کہتے ہیں کہ عزیرؑ اللہ کا بیٹا ہے، اور عیسائی کہتے ہیں کہ مسیحؑ اللہ کا بیٹا ہے۔ یہ بے حقیقت باتیں ہیں جو وُہ اپنی زبانوں سے نکالتے ہیں۔ ان لوگوں کی دیکھا دیکھی جو ان سے پہلے کفر میں مُبتلا ہُوئے تھے۔ خُدا کی مار ان پر، یہ کہاں سے دھوکہ کھا رہے ہیں۔ انہوں نے اپنے عُلماء اور درویشوں کو اللہ کے سوا رب بنا لیا ہے اور اسی طرح مسیح ابنِ مریم کو بھی۔ حالانکہ ان کو ایک معبود کے سوا کسی کی بندگی کرنے کا حکم نہیں دیا گیا تھا، وُہ جس کے سوا کوئی مستحقِ عبادت نہیں، پاک ہے وُہ اُن مشرکانہ باتوں سے جو یہ لوگ کرتے ہیں۔" (التوبہ: ۳۰، ۳۱)

(۳) "یقیناً کُفر کیا اُن لوگوں نے جنہوں نے کہا کہ اللہ تین میں کا ایک ہے، حالانکہ ایک خُدا کے سوا کوئی خُدا نہیں ہے۔ اگر یہ لوگ اپنی ان باتوں سے باز نہ آئے تو ان میں سے جس جس نے کفر کیا ہے اس کو دردناک سزا دی جائے گی۔" (المائدہ: ۷۳)

(۴) "اے اہلِ کتاب اپنے دین میں غلو نہ کرو اور اللہ کی طرف حق کے سوا کوئی بات منسوب نہ کرو۔ مسیحؑ (عیسیٰ ابنِ مریمؑ) اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ اللہ کا ایک رسول تھا اور ایک فرمان تھا جو اللہ نے مریمؑ کی طرف بھیجا اور ایک رُوح تھی اللہ کی طرف سے (جس نے مریم کے رحم میں بچّہ کی شکل اختیار کی)۔ پس تم اللہ اور اُس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور نہ کہو کہ "تین" ہیں۔ باز آجاؤ یہ تمہارے لیے ہی بہتر ہے۔ اللہ تو بس ایک ہی خُدا ہے۔ وُہ پاک ہے اس سے کہ کوئی اس کا بیٹا ہو۔" (النساء: ۱۷۱)

(ب) **عقیدۂ الوہیتِ مسیح** " عیسائیوں میں مسیح علیہ السلام کے الٰہ ہونے کا عقیدہ غُلوّ کی وجہ سے پیدا ہُوا ہے "مریمؑ کی طرف کلمہ بھیجنے" کا مطلب یہ ہے کہ اللہ نے حضرت مریم علیہا السّلام کے رحم پر یہ

Marfat.com
Marfat.com

فرمان نازل کیا کہ کسی مرد کے نطفے سے سیراب ہوئے بغیر حمل کا استقرار قبول کرے ۔ عیسائیوں نے پہلے لفظ کلمہ کو "کلام" یا نطق کا ہم معنیٰ سمجھ لیا ۔ پھر کلام و نطق سے اللہ تعالیٰ کی ذاتی صفت کلام لے لی ۔ پھر یہ قیاس قائم کیا کہ اللہ کی اس ذاتی صفت نے مریم علیہا السّلام کے بطن میں داخل ہو کر وہ جسمانی صورت اختیار کی جو مسیح کی شکل میں ظاہر ہوئی ۔ اس طرح عیسائیوں میں مسیحؑ کی الوہیت کا فاسد عقیدہ پیدا ہوا اور غلط تصوّر نے جڑ پکڑ لی کہ خدا نے خود اپنے آپ کو یا اپنی ازلی صفات میں سے نطق و کلام کی صفت کو مسیحؑ کی شکل میں ظاہر کیا ہے ۔" (تفہیم القرآن جلد ۱ صفحہ ۴۲۸)

(ج) عقیدۂ الوہیتِ مسیح کی تردید : قرآن نے حسب ذیل آیت میں حضرت عیسیٰؑ کے الٰہ ہونے کی قطعی تردید کر دی ہے :۔

"مسیحؑ ابنِ مریمؑ اس کے سوا کچھ نہیں کہ بس ایک رسول تھا ۔ اور وہ دونوں کھانا کھاتے تھے ۔ دیکھو ہم کس طرح اُن کے سامنے حقیقت کی نشانیاں واضح کرتے ہیں ۔ پھر دیکھو یہ کدھر اُلٹے پھرے جاتے ہیں ۔" (المائدہ : ۷۵)

وضاحت : اس آیت میں" عیسائیوں کے عقیدہ اُلوہیت مسیح کی ایسی صاف تردید کی گئی ہے کہ اس سے زیادہ صفائی ممکن نہیں ہے ۔ مسیح کے بارے میں اگر کوئی یہ معلوم کرنا چاہے کہ فی الحقیقت وہ کیا تھا تو ان علامات سے بالکل غیر مشتبہ طور پر معلوم کر سکتا ہے ۔ کہ وہ محض ایک انسان تھا ۔ ظاہر ہے کہ جو ایک عورت کے پیٹ سے پیدا ہوا ہو ۔ جس کا شجرۂ نسب تک موجود ہو ۔ جو انسانی جسم رکھتا تھا ۔ جو اُن تمام حدود سے محدود اور اُن تمام قیود سے مقید اور اُن تمام صفات سے متصف تھا ، جو انسان کے لیے مخصوص ہیں جو سوتا تھا ، سردی اور گرمی محسوس کرتا تھا ، حتیٰ کہ جسے عیسائیوں کے اپنے بیان کے مطابق شیطان کے ذریعہ آزمائش میں بھی ڈالا گیا ۔ اُس کے متعلق کوئی معقول انسان تصور کر سکتا ہے کہ وہ خود خدا ہے یا خدائی میں اس کا شریک وسہیم ہے ۔" (تفہیم القرآن جلد ۱ صفحہ : ۴۹۰)

(د) اہلِ کتاب کی اکابر پرستی شرک فی العبادت : اہل کتاب میں شرک اندھی تقلید اور اندھی عقیدت و محبت کی وجہ سے بھی آ گیا تھا ۔ کہ انہوں نے خدا کے نیک بندوں کی قبروں

Marfat.com
Marfat.com

کو عبادت اور سجدہ گاہ بنا لیا تھا۔ جیسا کہ عیسائیوں نے اصحاب کہف کے بارے میں کیا تھا۔ اُن[32] کے اس مشرکانہ عقیدہ کے بارے میں قرآن اس طرح بیان کرتا ہے:-

"اس طرح ہم نے اہلِ شہر کو اُن کے حال پر مطلع کیا تاکہ لوگ جان لیں کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے اور یہ قیامت کی گھڑی بیشک آکر رہے گی (مگر ذرا خیال کرو کہ جب سوچنے کی اصل بات یہ تھی یعنی مرنے کے بعد پھر زندہ ہونا یقینی بات ہے تو) اُس وقت وہ آپس میں اس بات پر جھگڑ رہے تھے کہ ان (اصحاب کو عذا) کے ساتھ کیا کیا جائے کچھ لوگوں نے کہا اُن پر ایک دیوار چُن دو، ان کا ربّ ہی ان کے معاملہ کو بہتر جانتا ہے مگر جو لوگ اُن کے معاملات پر غالب تھے انہوں نے کہا! "ہم تو ان پر ایک سجدہ گاہ بنائیں گے۔" (الکھف - ۲۱)

وضاحت: (۱) ان آیات کا پس منظر یہ ہے کہ سات نوجوان جو حضرت عیسیٰؑ کے ابتدائی دور کے پیروکاروں میں سے تھے اور رُومی سلطنت کی رعایا تھے جو اُس وقت مُشرک تھی اور اہلِ توحید کی سخت دشمن تھی۔ اپنا ایمان بچانے کے لیئے غار میں پناہ گزین ہوئے تھے۔ چونکہ اُس غار پر بعد میں ایک یادگاری کتبہ لگایا گیا تھا۔ اسی وجہ سے انہیں اصحاب کہف کہنے لگے۔ یہاں قرآن میں اللہ تعالیٰ نے تو بعث بعد الموت پر ایمان لانے کے لیئے اصحاب کہف کو بطور دلیل وحجت پیش کیا ہے۔ مگر اہلِ کتاب ان سے یہ سبق لینے کی بجائے اُلٹا انہیں حاجت روا سمجھ کر پرستش کرنے لگے اور ان کی غار کو سجدہ گاہ بنا کر پُوجنے لگے۔ واقعہ کی تفصیل اس طرح ہے کہ نوجوان غار میں کافی عرصہ پناہ گزین ہو کر سوئے رہنے کے بعد جب بیدار ہُوئے تو بھوک محسوس ہوئی۔ انہوں نے اپنا ایک آدمی کھانا خریدنے کے لیئے شہر بھیجا۔ وہ شہر گیا تو دُنیا بدل چکی تھی۔ بُت پرست اہلِ رُومہ کو عیسائی ہُوئے بھی ایک مدت گزر چکی تھی۔ زبان، تہذیب، تمدن، لباس، ہر چیز میں نمایاں فرق آگیا تھا۔ دو سو[20] برس پہلے کا یہ آدمی اپنی سج دھج، لباس، زبان ہر چیز کے اعتبار سے فوراً تماشا بن گیا۔ اور جب اُس نے پرانے زمانہ کا سکہ کھانا خریدنے کے لیئے پیش کیا تو دکاندار کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں تحقیق کی گئی تو معلوم ہوا کہ یہ شخص تو پیروانِ مسیح میں سے ہے جو دو سو برس پہلے اپنا ایمان بچانے کے لیئے بھاگ نکلے تھے۔ یہ خبر آناً فاناً شہر کی عیسائی آبادی میں پھیل گئی۔ اور حکام کے ساتھ لوگوں

Marfat.com
Marfat.com

کا ایک ہجوم غار پر پہنچ گیا۔ اب جب اصحاب کہف اِس حقیقت سے خبردار ہوئے کہ وہ تو دو سو برس سو کر اُٹھے ہیں۔ تو وہ اپنے عیسائی بھائیوں کو سلام کر کے لیٹ گئے اور اُن کی رُوح پرواز کر گئی۔ اُس کے بعد وہاں دو گروہ ہو گئے ایک گروہ صالحین نصاریٰ کا تھا۔ اُن کی رائے یہ تھی کہ اصحاب کہف جس غار میں لیٹے ہوئے ہیں اسی طرح اُنہیں لیٹے رہنے دو۔ اور غار کے دہانے کو تیغا لگا دو' اُن کا رب ہی بہتر جانتا ہے کہ یہ کون لوگ ہیں کس مرتبے کے انسان ہیں اور کس جزا کے مستحق ہیں۔ مگر دُوسرا گروہ جس میں مشرکانہ عقائد اور رسم و رواج پیدا ہو گئے تھے وُہ پہلے گروہ پر غالب آ گیا۔ ان کی اکثریت تھی۔ وُہ کہنے لگے کہ وہاں پر ایک عبادت اور سجدہ گاہ بنائی جائے۔

(۵) **قبر پرستی کی وبا:** اہلِ کتاب یہود اور نصاریٰ میں قبر پرستی کی وبا حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی عام تھی۔ اِسی وجہ سے حضورؐ نے اپنی زبان مُبارک سے بھی اہلِ کتاب کے ان مُشرکانہ افعال پر لعنت فرمائی ہے۔ اور اپنی امت کو ان سے بچنے کی ہدایت فرمائی ہے:۔

(۱) لَعَنَ اللّٰہُ تَعَالٰی زَائِرَاتِ الْقُبُوْرِ وَالْمُتَّخِذِیْنَ عَلَیْھَا الْمَسَاجِدَ وَالسُّرُجَ (احمد۔ ترمذی۔ ابوداؤد۔ نسائی۔ ابنِ ماجہ)۔

اللہ نے لعنت فرمائی ہے قبر کی زیارت کرنے والی عورتوں پر اور قبروں پر مسجد بنانے اور چراغ روشن کرنے والوں پر۔

(۲) اَلَا وَاِنَّ مَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ کَانُوْا یَتَّخِذُوْنَ قُبُوْرَ اَنْبِیَآءِ ھِمْ مَسَاجِدَ فَاِنِّیْ اَنْھٰکُمْ عَنْ ذٰلِکَ۔ (مُسلم)

خبردار رہو' تم سے پہلے لوگ اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیتے تھے میں تمہیں اِس حرکت سے منع کرتا ہوں۔

(۳)۔ لَعَنَ اللّٰہُ تَعَالٰی الْیَھُوْدَ وَالنَّصَارٰی اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِیَآءِ ھِمْ مَسَاجِدَ (احمد۔ بخاری۔ مسلم۔ نسائی)

اللہ نے لعنت فرمائی یہود اور نصاریٰ پر' انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا۔

Marfat.com
Marfat.com

(۴)۔ إِنَّ أُولٰئِكَ إِذَا كَانَ فِيهِمُ الرَّجُلُ الصَّالِحُ فَمَاتَ بَنَوْا عَلٰى قَبْرِهٖ مَسْجِدًا وَّصَوَّرُوْا فِيْهِ تِلْكَ الصُّوَرَ أُولٰئِكَ شِرَارُ الْخَلْقِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

(احمد، بخاری، مسلم، نسائی)۔

ان لوگوں کا حال یہ تھا کہ اگر ان میں کوئی مرد صالح ہوتا تو اس کے مرنے کے بعد اسکی قبر کو سجدہ گاہ بنا لیتے اور اس کی تصویر تیار کرتے تھے۔ یہ قیامت کے روز بد ترین مخلوقات ہوں گے

(۵)۔ مقامِ عبرت: ان واضح تصریحات و ہدایات کے بعد اگر اہلِ ایمان بھی یہود اور نصاریٰ ہی کی طرح مشرکانہ عقائد اور افعال و کردار کو اپنائیں تو وہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے مقام و منصب رسالت سے بالکل بے خبر ہیں۔ کیونکہ حضورؐ تو دنیا میں اسی شرک اور بت پرستی کو مٹانے کے لیے تشریف لائے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپؐ کے صحابہ کرام اور خلفائے راشدین کے زمانے میں اس شرک کو قابلِ مذمت اور قابلِ لعنت سمجھا جاتا تھا۔ پھر حضور کے فرمان کے مطابق کہ میری امت میں ایک وقت ایسا آئے گا کہ جس بل میں سے اہلِ کتاب داخل ہوئے ہیں۔ اس میں سے یہ امت بھی داخل ہونے لگے گی۔ آپؐ کے اس ارشاد کا مطلب واضح ہے کہ اہلِ ایمان میں بھی وہی طور طریقے رواج پا جائیں گے جو اہلِ کتاب میں پا گئے تھے یہاں تک کہ جس طرح اہلِ کتاب نے مشرکانہ عقائد اپنا لیے اور ان میں قبر پرستی پیدا ہو گئی تھی۔ اسی طرح اس امت میں بھی ایسا ہی ہونے لگے گا۔

آپؐ کا یہ ارشاد اس امتِ مسلمہ کے لیے بہت بڑی تنبیہ ہے کہ یہ سابقہ امتوں کے کفر و شرک اور بدعت و نفاق سے عبرت حاصل کرے۔ اللہ تعالیٰ کا اس امتِ مسلمہ پر بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے قرآن میں سابقہ انبیائے کرام کے بارے میں اہلِ کتاب کے غلو اور اندھی عقیدت و محبت کو بڑی وضاحت سے بیان کر دیا ہے تاکہ یہ امتِ مسلمہ ان سے عبرت حاصل کرے اور افراط و تفریط کی راہ سے بچ کر کتاب و سنت پر عمل پیرا ہو۔ ابن تیمیہؒ نے ذہن میں آپؐ کے مقام و منصب کو بھی بڑی وضاحت سے بیان کر دیا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ خدا کے سوا کوئی داتا

Marfat.com
Marfat.com

فیاضِ حقیقی اور غنی و بے نیاز نہیں ہے۔ تمام لوگ خواہ وہ خُدا کے برگزیدہ پیغمبر ہوں یا اولیاء اور خواہ وہ فرشتے ہوں یا جن، یہ سب کے سب خدا ہی کے محتاج اور اس کے بندے اور غلام ہیں جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

(۱)۔ يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَنتُمُ الْفُقَرَاءُ إِلَى اللَّهِ ۖ وَاللَّهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ (الفاطر: ۱۵)

لوگو! تم سب ہی اللہ کے محتاج ہو اور صرف اللہ ہی غنی و حمید ہے۔

(۲)۔ وَلَهُ مَا سَكَنَ فِي اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ ۚ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝ قُلْ أَغَيْرَ اللَّهِ أَتَّخِذُ وَلِيًّا فَاطِرِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ ۗ قُلْ إِنِّي أُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ أَوَّلَ مَنْ أَسْلَمَ ۖ وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝ قُلْ إِنِّي أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ۝ (الانعام)

رات کے اندھیرے اور دن کے اُجالے میں جو کچھ ٹھہرا ہوا ہے، سب اللہ کا ہے اور وہ سب کچھ سُنتا اور جانتا ہے، کہو اللہ کو چھوڑ کر کیا میں کسی اور کو اپنا سرپرست بنالوں؟ اُس خدا کو چھوڑ کر جو زمین و آسمان کا خالق ہے اور جو روزی دیتا ہے، روزی لیتا نہیں ہے، کہو مجھے تو یہی حکم دیا گیا ہے کہ سب سے پہلے میں اُس کے آگے سرِ تسلیم خم کر دوں اور (تاکید کی گئی ہے کہ کوئی شرک کرتا ہے تو کرے) تو بہرحال مشرکوں میں شامل نہ ہو۔ کہو اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو ڈرتا ہوں کہ ایک بڑے (خوفناک) دن مجھے سزا بھگتنی پڑے گی۔

وضاحت: ان آیات میں چند باتوں کو اچھی طرح وضاحت سے بیان کر دیا گیا ہے:

(۱)۔ تمام لوگ خُدا کے محتاج ہیں اور اللہ تعالیٰ ہی وہ واحد ہستی ہے جو کسی کا محتاج نہیں ہے۔ اسیلیے اپنی حاجات و مشکلات میں اسی کو پکارنا چاہیے اور براہِ راست اسی سے دُعا کرنی چاہیے۔

(۲)۔ اس کائنات میں جو کچھ بھی ہے یہ اللہ تعالیٰ ہی کا ہے۔

(۳)۔ اس کائنات میں ہر جگہ اور ہر مقام اور ہر وقت کی ہر بات کو سُننے والا اور ہر نقل و حرکت کا جاننے والا صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ دنیا میں کوئی برگزیدہ ہستی خواہ وہ کوئی فرشتہ ہو یا پیغمبر، جن ہو یا انسان کسی کی بھی یہ حیثیت نہیں ہے کہ وُہ ہر وقت ہر جگہ سے ہر بات کو سُن سکے یا جان سکے۔

Marfat.com
Marfat.com

(۴)۔ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سیرتِ طیبہ اور اُسوۂ حسنہ کے ذریعے سے دُنیائے انسانیت خصوصاً امتِ مسلمہ کو اس حقیقت سے بھی آگاہ فرماتے ہیں کہ "میں تو اللہ تعالیٰ کے سوا اپنا ولی وکارساز اور سرپرست کسی کو نہیں بناتا کیونکہ خدا کے سوا نہ تو کوئی زمین وآسمان کا خالق ہے اور نہ ہی کوئی ایسا ہے جس کے اندر یہ صفت ہو کہ وُہ دُوسروں کو روزی دیتا تو ہو مگر کسی سے روزی لیتا نہ ہو یعنی وہ دُوسروں کو تو کھلاتا ہو اور خود وُہ نہ کھاتا ہو"

(۵)۔ حضورؐ مزید اپنی سیرتِ طیّبہ سے یہ حقیقت بھی وضاحت سے بیان فرماتے ہیں کہ میں تو اُسی خدا کے آگے سرِتسلیم خم کروں گا جو مذکورہ بالا صفات کا حامل ہے۔ اور مجھے اللہ تعالیٰ نے اس بات کا بھی حکم دے دیا ہے کہ میں ان لوگوں میں شامل نہ ہوں جو خدا کی ذات وصفات اور حقوق واختیارات میں دوسروں کو شریک ٹھہراتے ہیں۔

(۶)۔ آپؐ نے مزید اپنی سیرتِ طیّبہ سے یہ حقیقت بھی اچھی طرح لوگوں کے سامنے بیان کر دی ہے کہ اگر میں خُدا کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرا کر اس کی نافرمانی کا مرتکب بنوں تو میں بھی خدا کے خوفناک دن کے عذاب سے نہیں بچ سکتا۔

(۷)۔ مذکورہ بالا آیات سے دُنیا کے تمام مشرکوں کو اس حقیقت سے اچھی طرح آگاہ کر دیا گیا ہے کہ جب فیاضِ حقیقی اور اصل داتا ہر وقت اپنے بندوں کی امداد کرنے کے لیے ہر جگہ موجود ہے تو پھر اس سے مانگنے کے بجائے اگر وُہ اس کے سامنے ہی کسی دُوسرے کے آگے اپنا دستِ سوال دراز کرنے لگیں تو ان کی یہ حرکت خدا کے غضب کو دعوت دینے کے مترادف ہو گی۔

(۸) ان آیات میں مشرکین کو ان کی اس حماقت پر بھی توجہ دلائی گئی ہے کہ

(الف) "مشرکوں نے اللہ کے سوا جن جن کو اپنا خدا بنا رکھا ہے وُہ سب اپنے ان بندوں کو رزق دینے کے بجائے اُلٹا ان سے رزق پانے کے محتاج ہیں۔ کوئی فرعون خدائی کے ٹھاٹھ نہیں جما سکتا۔ جب تک اس کے بندے اسے ٹیکس اور نذرانے نہ دیں۔ کسی صاحبِ قبر کی شان معبودیت قائم نہیں ہو سکتی جب تک اس کے پرستار اس کا شاندار مقبرہ تعمیر نہ کریں۔ کسی دیوتا کا دربار خداوندی سج نہیں سکتا جب تک اس کے پجاری اس کا مجسمہ بنا کر کسی عالی شان مندر میں نہ رکھیں۔ اور

Marfat.com
Marfat.com

اس کو تزئین و آرائش کے سامانوں سے آراستہ نہ کریں۔ سارے بناوٹی خدا بیچارے خود اپنے بندوں کے محتاج ہیں۔ صرف ایک خداوندِ عالم ہی وہ حقیقی خُدا ہے جس کی خدائی آپ اپنے بل بوتے پر قائم ہے اور جو کسی کی مدد کا محتاج نہیں بلکہ سب اُسی کے محتاج ہیں"۔ (تلخیص تفہیم القرآن جلد ۱ سورۃ الانعام حاشیہ آیت ۱۰۰)

(۹) یہ شرک مشرکین مکہ اور اہلِ کتاب یہود و نصاریٰ ہی میں نہیں پایا جاتا تھا بلکہ اس وبا کی لپیٹ میں اب اس امت کی اکثریت بھی آگئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج سے ایک سو سال قبل مولانا الطاف حُسین حالیؔ مرحُوم اپنی مسدس میں اُمتِ مسلمہ کی اس زبوں حالی پر بڑے درد بھرے الفاظ میں تبصرہ فرما چکے ہیں:۔

کرے غیر گر بُت کی پُوجا تو کافر جو ٹھہرائے بیٹا خُدا کا تو کافر
جُھکے آگ پر بہرِ سجدہ تو کافر کواکب میں مانے کرشمہ تو کافر

مگر مومنوں پر کشادہ ہیں راہیں
پرستش کریں شوق سے جس کی چاہیں

نبیؐ کو جو چاہیں خُدا کر دکھائیں اماموں کا رتبہ نبیؐ سے بڑھائیں
مزاروں پہ دن رات نذریں چڑھائیں شہیدوں سے جا جا کے مانگیں دُعائیں

نہ توحید میں کچھ خلل اس سے آئے
نہ اسلام بگڑے نہ ایمان جائے

یعنی یہ سب کچھ کرنے کے بعد بھی اگر مسلمان موحّد ہی رہتا ہے تو پھر یہی سمجھا جائے گا کہ یہ مسلمان نہ تو قرآن کی تعلیم سے واقف ہے اور نہ ہی حضور اکرم صلّے اللہ علیہ وسلّم کے اسوۂ حسنہ اور مشن سے آشنا ہے چونکہ اب جو شرک مسلمانوں کے سوادِ اعظم میں پایا جا رہا ہے وُہ تو یہود و نصاریٰ اور مکّے کے مشرکوں سے بھی بدتر ہے۔ یہ ظالم تو اولاد بھی غیروں ہی سے مانگتے ہیں، حمل کے زمانے میں منتیں بھی غیروں کے نام ہی کی مانتے ہیں اور بچہ پیدا ہونے کے بعد نیاز بھی انہیں کے آستانوں پر چڑھاتے ہیں اس پر بھی زمانۂ جاہلیت کے عرب مشرک تھے اور یہ موحّد ہیں' اُن کی مشرکانہ حرکات پر تو اُن

Marfat.com
Marfat.com

کے لیے جہنم واجب تھی مگر اِن کے لیے نجات کی گارنٹی ہے اُن کی گمراہیوں پر تنقید کی زبانیں تیز ہیں مگر ان کی گمراہیوں پر کوئی تنقید کر بیٹھے تو مذہبی درباروں میں بے چینی کی لہر دوڑ جاتی ہے اور اُن پر فوراً ہی تبرّا بازی کی جانے لگتی ہے۔ (تلخیص تفہیم القرآن جلد دوم صفحہ ۱۰۸)

(د) خدائے مطلق کے آگے سب عاجز و بے بس بندے: اہلِ کتاب کی گمراہی کا ایک بہت بڑا سبب یہ تھا کہ انہوں نے خدا کے برگزیدہ بندوں (پیغمبروں اور ولیوں) کی عقیدت و محبت میں اس قدر غلو کیا کہ انہیں بھی خدا کی ذات و صفات اور حقوق و اختیارات میں شریک کرکے ان کی عبادت و پرستش کرنے لگے۔ حالانکہ ان سب کی تعلیم تو یہی تھی کہ صرف خدا ہی مختارِ مطلق ہے۔ باقی سب اس کے عاجز و بے بس بندے ہیں خود حضورِ اکرمؐ کا مقام و منصب قرآن میں یہی بیان کیا گیا ہے۔

(ا) قُلْ لَآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ (یونس۔۴۹)

"اے محمدؐ! کہو "میں تو اپنی ذات کے لیے بھی کسی نفع یا نقصان کی قدرت نہیں رکھتا۔ سوائے اس کے جو خدا چاہے۔

(ب)۔ اے محمدؐ! کہو "میں تمہیں یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ ہی میں غیب جانتا ہوں اور نہ میں یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں میں تو صرف اس وحی کی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف کی جاتی ہے۔ (الانعام۔۵۰)

(ج) "مگر (اے نبیؐ) تم اُن لوگوں کو نہیں سنا سکتے جو قبروں میں مدفون ہیں۔ تم تو بس ایک خبردار کرنیوالے ہو۔ (فاطر۔ ۲۲، ۲۳)

(د)۔ اور اگر (اے نبیؐ) تم نے اُس علم کے بعد جو تمہارے پاس آیا ہے اُن کی خواہشات کی پیروی کی تو تمہیں اللہ کی سزا سے بچانے والا کوئی حامی اور مددگار نہ ہوگا۔ (البقرہ۔۱۲۰)

(ہ)۔ اے پیغمبر! فیصلہ کے اختیارات میں تمہارا کوئی حصّہ نہیں ہے۔ اللہ کو اختیار ہے چاہے انہیں معاف کرے چاہے سزا دے کیونکہ وہ ظالم ہیں۔ (آلِ عمران: ۱۲۸)

(و) اے نبیؐ، تم کیوں اُس چیز کو حرام کرتے ہو جو اللہ نے تمہارے لیے حلال کی ہے (کیا اس لیے کہ) تم اپنی بیویوں کی خوشی چاہتے ہو۔ (التحریم۔۲)

(ز) اے نبیؐ! تم جسے چاہو ہدایت نہیں دے سکتے۔ مگر اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے

Marfat.com
Marfat.com

اور وہ اُن لوگوں کو خوب جانتا ہے جو ہدایت قبول کرنے والے ہیں۔ (القصص۔ ۵۶)

(ح) "اے نبی، لوگوں کو ہدایت بخش دینے کی ذمہ داری تم پر نہیں ہے۔ ہدایت تو اللہ ہی جسے چاہتا ہے بخشتا ہے۵۵

(خ)۔ تاہم اگر اُن کی بے رُخی تم سے برداشت نہیں ہوتی تو اگر تم میں زور ہے تو زمین میں سرنگ ڈھونڈو یا آسمان میں سیڑھی لگاؤ اور اُن کے پاس کوئی نشانی لانے کی کوشش کرو۔ اللہ تعالیٰ چاہتا تو ان سب کو ہدایت پر جمع کر سکتا تھا، لہٰذا نادان مت بنو۔ دعوتِ حق پر لبیک وُہی لوگ کہتے ہیں جو سُننے والے ہیں، رہے مردے تو انہیں اللہ بس قبروں ہی سے اُٹھائے گا اور پھر وُہ اُسی کی عدالت میں پیش ہونے کے لیے واپس لائے جائیں گے۔ (الانعام۔ ۳۵، ۳۶)

(د)۔ اور دیکھو، کسی چیز کے بارے میں کبھی یہ نہ کہا کرو کہ میں کل یہ کام کروں گا۔ (تم کچھ نہیں کر سکتے) اِلّا یہ کہ اللہ چاہے۔ اگر بھولے سے ایسی بات زبان سے نکل جائے تو فوراً اپنے رب کو یاد کرو اور کہو اُمید ہے کہ میرا رب اس معاملے میں رشد سے قریب تر بات کی طرف میری راہنمائی فرمادے گا۔ (الکہف۔ ۲۳، ۲۴)

(ک)۔ اِن سے کہو "میں کوئی نرالا رسول تو نہیں ہُوں، میں نہیں جانتا کہ کل تمہارے ساتھ کیا ہونا ہے اور میرے ساتھ کیا، میں تو صرف اُس وحی کی پیروی کرتا ہوں جو میرے پاس بھیجی جاتی ہے اور میں ایک صاف صاف خبردار کر دینے والے کے سوا اور کچھ نہیں ہوں۔ (الاحقاف ۹)

ل)۔ کہو، میری نماز، میرے تمام مراسمِ عبودیت، میرا جینا اور مرنا، سب کچھ اللہ رب العالمین کیلئے ہے جس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور سب سے پہلے سرِ اطاعت جھکانے والا میں ہوں۔ کہو کیا میں اللہ کے سوا کوئی اور رب تلاش کروں حالانکہ وہی ہر چیز کا رب ہے؟ ہر شخص جو کچھ کماتا ہے اس کا ذمہ دار وُہ خود ہے، کوئی بوجھ اُٹھانیوالا دُوسرے کا بوجھ نہیں اٹھاتا (ہر شخص خود ہی اپنے عمل کا ذمہ دار ہے، ایک کے عمل کی ذمہ داری دُوسرے پر نہیں ہے) پھر تم سب کو اپنے رب کی طرف پلٹنا ہے، اس وقت وہ تمہارے اختلافات کی حقیقت تم پر کھول دے گا۔ وُہی ہے جس نے تم کو زمین کا خلیفہ بنایا ہے اور تم میں سے بعض کو بعض کے مقابلہ میں زیادہ بلند درجے دیئے، تاکہ جو کچھ تم کو دیا ہے اسمیں

۵۵: البقرہ: ۲۷۱

Marfat.com
Marfat.com

تمہاری آزمائش کرے بیشک تمہارا رب سزا دینے میں بھی بہت تیز ہے اور بہت در گزر کرنے اور رحم فرمانے والا ہے۔ (الانعام - ۱۶۲ تا ۱۶۵)

وضاحت: یہ تمام آیات لوگوں کے اُن عقائد باطلہ کی صاف صاف تردید کر رہی ہیں جو وُہ خدا کے برگزیدہ لوگوں اور پیغمبروں کے بارے میں بوجہ غلو رکھنے لگتے ہیں کہ انہیں خُدا کے کارخانے میں کچھ خاص اختیارات حاصل ہوتے ہیں۔ جزا اور سزا میں ان کا دخل ہوتا ہے۔ غیب و شہادت سب کچھ ان پر روشن ہوتا ہے۔ نفع ونقصان اور ضرر پہ ان کو اقتدار ہوتا ہے۔ خیر و شر کے وہ مالک ہوتے ہیں۔ کائنات کی تمام قوتیں ان کی تابع ہوتی ہیں اور وہ ہر جگہ سے مدد و حاجت روائی کر سکتے ہیں ایسے تمام باطل اور فاسد عقائد کی یہاں تردید کر دی گئی ہے۔ یہاں حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلّم کا مقام و منصب قرآن میں پیش کر کے واضح کر دیا گیا ہے کہ خدا کی خدائی میں کسی کا کوئی اختیار نہیں بلکہ تمام اختیارات کا مالک صرف اللہ ہی ہے۔ آپؐ کے مقام ومنصب کے بارے میں کچھ وضاحت اس کتاب کے دُوسرے باب کے آخر میں بھی کر دی گئی ہے اور کچھ آگے آ رہی ہے۔

۳. رسُول کی بشریّت پر ایمان لانے کی اہمیّت:

"محمّد بن عبداللہ" کی جگہ رسول اللہ کے الفاظ منکرینِ رسالت کیلئے استعمال کیے گئے ہیں کیونکہ آپؐ کی رسالت کا انکار کرنیوالے وُہ لوگ ہیں جو آپؐ کی بے مثل چالیس سالہ بشری زندگی کے بڑے معترف اور مداح تھے۔ مگر جب آپؐ نے اپنے رسولؐ اللہ ہونے کا اعلان کیا تو وُہ آپؐ کے مخالف ہوگئے۔ وہ آپؐ پر یہ اعتراض کرتے تھے کہ "کوئی بشر رسُول نہیں ہوسکتا اور جو رسول ہو وہ بشر نہیں ہوسکتا۔" وُہ کہتے تھے کہ "رسول کو تو انسانی ضروریات سے پاک اور مبرّا ہونا چاہیے اور یہ رسولؐ عجیب ہے کہ ہماری طرح کھاتا پیتا ہے۔ بیوی بچے رکھتا ہے، بازاروں میں چلتا پھرتا ہے اور اب چالیس سالہ زندگی گزارنے کے بعد اعلان کرتا ہے کہ مَیں اللہ کی طرف سے رسول بن کر آیا ہوں یہ تو بڑی ہی تعجب کی بات ہے ہم اُسے کیسے تسلیم کریں"۔

مخالفین کے اس اعتراض کے جواب میں بتلایا جا رہا ہے کہ اب تمہاری قسمت اسی رسولؐ کی سیرتِ طیّبہ کے ساتھ وابستہ ہے جو بحیثیت رسول اللہ اپنا نمونۂ زندگی پیش کر رہا ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

اب تمہاری فلاح اور نجات کا انحصار اسی بات پر ہے کہ حضور "رسول اللہ" کی حیثیت سے جو کچھ پیش کر رہے ہیں اس کی پیروی اختیار کرو۔ اسی صورت میں تمہیں نجات اور فلاحِ دارین حاصل ہو سکتی ہے۔

مخالفین کو بڑی تفصیل سے قرآن مجید میں جواب دیا گیا ہے کہ آپؐ سے پہلے دُنیا میں جتنے بھی رسُول آئے ہیں وُہ سب بشر اور انسان ہی تھے۔ وہ کھانا بھی کھاتے تھے اور بازاروں میں بھی اپنی ضروریاتِ زندگی کے لیے چلتے پھرتے تھے اور ان کی بیویاں اور بچے بھی تھے دنیا میں کوئی ایک پیغمبر بھی ایسا نہیں آیا جو بشر اور انسان بھی ہو اور پھر وُہ اپنی ضروریاتِ زندگی سے بے نیاز بھی ہو جیسا کہ قرآن میں بیان کیا گیا ہے:

(۱) اور اے نبی تم سے پہلے بھی ہم نے انسانوں ہی کو رسول بنا کر بھیجا تھا جن پر ہم وحی کیا کرتے تھے۔ تم لوگ اگر علم نہیں رکھتے تو اہلِ کتاب سے پوچھ لو۔ ان رسولوں کو ہم نے کوئی ایسا جسم نہیں دیا کہ وہ کھاتے نہ ہوں اور نہ وُہ سدا جینے والے تھے۔ (الانبیاء۔۸)

(۲) وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّآ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِى الْاَسْوَاقِ ۞ (الفرقان)

اے نبیؐ تم سے پہلے جو رسُول بھی ہم نے بھیجے تھے وہ سب ہی کھانا کھانے والے اور بازاروں میں پھرنے والے لوگ ہی تھے۔

(۳) قُلْ لَّوْ كَانَ فِى الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّيْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا ۞ (بنی اسرائیل)

اے نبی ان سے کہو اگر زمین میں فرشتے اطمینان سے چل پھر رہے ہوتے تو ہم ضرور آسمان سے کسی فرشتے ہی کو اُن کے لیے پیغمبر بنا کر بھیجتے۔

(۴) وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً ۞ (الرّعد)

تم سے پہلے بھی ہم بہت سے رسول بھیج چکے ہیں اور ان کو ہم نے بیوی بچوں والا ہی بنایا تھا۔

Marfat.com
Marfat.com

۴۔ حضورؐ بشر اور رسول

"محمدؐ بن عبداللہ" کی جگہ "رسولؐ اللہ" کے الفاظ استعمال کرنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ رسول اللہ سے مُراد کوئی فرشتہ، جن یا اللہ کا کوئی جزو نہیں بلکہ اس سے مُراد خود حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہی کی ذات گرامی ہے جو حضرت عبداللہ کے بیٹے اور حضرت آمنہ کے لختِ جگر ہیں۔ یہ کوئی دو الگ الگ شخصیتیں نہیں ہیں بلکہ یہ دونوں نام (محمدؐ اور رسولؐ) ایک ہی شخصیت میں جمع ہیں۔ اس آیت میں "رسول اللہ" سے مُراد وہ بشر اور انسانِ کامل ہے۔ جس کا نام گرامی حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہے۔ اسی طرح "محمدؐ ابن عبداللہ" اس فردِ بشر اور انسانِ کامل کا نام ہے جسے چودہ سو سال قبل اللہ تعالیٰ نے ملک عرب کے ایک شہر مکّہ میں منصبِ رسالت و نبوّت پر سرفراز فرمایا تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں کئی مقامات پر آپؐ کے اسمِ مبارک کو رسالت کے ساتھ استعمال کر کے اس حقیقت کو بڑی وضاحت سے بیان کر دیا ہے۔

(۱) مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ ۚ ۲۹ (سورۃ الفتح) (محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسُول ہیں)

(۲) وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۚ ۱۴۴ (آل عمران)

محمدؐ اس کے سوا کچھ نہیں کہ وُہ رسُول ہیں ان سے پہلے اور بہت سے رسول بھی گزر چکے ہیں۔

(۳) لوگو محمدؐ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں مگر وُہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں (الاحزاب ۴۰)

اِن آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ دُنیا میں جتنے رسول بھی آئے ہیں وہ سب انسان اور بشر ہی تھے لہٰذا اہلِ مکّہ کا یہ اعتراض بالکل لغو اور بیہودہ تھا کہ رسول بشر نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ مخالفین کے اس اعتراض کے ازالہ کے لیے آیت میں "رسول" کا لفظ استعمال کر کے اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بشر اور انسان ہونے کے ساتھ ساتھ اپنا رسولؐ ہونے کی بھی وضاحت اسلیے کر دی ہے تاکہ اہلِ ایمان اپنے ایمان کی بنیاد آپؐ کی بشریّت اور رسالت دونوں پر رکھیں۔ جیسا کہ سورۂ محمدؐ میں ذکر کیا گیا ہے:

(۴) اور جو لوگ ایمان لائے اور جنھوں نے نیک کام کئے اور اس چیز کو مان لیا جو محمدؐ پر نازل

Marfat.com
Marfat.com

ہوئی ہے اور ہے وہ سراسر حق ان کے رب کی طرف سے۔ (محمدؐ۔ ۲)

۵۔ احسانِ عظیم "محمدؐ بن عبداللہ" کی جگہ "رسول اللہ" کے الفاظ بیان کرنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ایک بشر کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول بنکر انسانوں کے پاس آنا اور پھر اس کا ان کے سامنے خدا کی مرضی کے مطابق خود اپنی زندگی کا بہترین نمونہ پیش کرنا گویا اللہ تعالیٰ کا لوگوں پر بہت بڑا احسان ہے کیونکہ اگر رسول غیر بشر یعنی انسانوں کی جنس سے الگ کسی دوسری جنس یعنی فرشتہ وغیرہ میں سے ہوتا تو وہ انسانوں کے لیے بہترین نمونہ نہیں بن سکتا تھا۔ کیونکہ انسانوں کا سب سے بڑا اعتراض غیر بشر رسول پر یہی ہوتا کہ.......

اے اللہ کے رسولؐ! آپؐ کے اسوۂ حسنہ کو ہم نہیں اپنا سکتے کیونکہ آپؐ تو ہماری جنس ہی سے نہیں ہیں۔ آپؐ کو تو انسانی ضروریات کے ساتھ واسطہ ہی نہیں ہے۔ آپؐ کی نہ تو کوئی بیوی ہے، اور نہ ہی بچے ہیں۔ آپؐ کا کمال تو تب ہوتا کہ آپؐ بھی ہماری طرح کے ایک بشر ہوتے۔ ہماری طرح آپؐ کو بھی ضروریاتِ انسانی سے واسطہ پڑتا۔ پھر اگر آپؐ اللہ تعالیٰ کی مرضی کیمطابق زندگی بسر کرتے تو ہم بھی آپؐ کے نمونے کو اپنے لیے قابلِ تقلید سمجھتے" چنانچہ مخالفین کے اس اعتراض کو رد کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے جنسِ بشر ہی میں سے رسول بنا کر بھیجے۔ تاکہ وہ لوگوں کے سامنے اس طرح کی زندگی بسر کریں جو فی الواقع اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق ہو اور انسانوں کے لیے اس نمونہ کو اپنانا بھی آسان ہو۔ یہی وہ سب سے بڑا احسان ہے جو اللہ تعالیٰ نے دُنیا کے انسانوں اور خصوصاً اہلِ ایمان پر کیا ہے کہ اُس نے خود ان ہی کی جنس میں سے رسول مبعوث فرمائے اور ان کی سیرتوں کو لوگوں کے لیے بہترین نمونہ قرار دیا ہے۔ جیسا کہ قرآن میں مذکور ہے

درحقیقت اہلِ ایمان پر اللہ تعالیٰ نے یہ بہت بڑا احسان کیا ہے کہ ان کے درمیان خود انہی میں سے ایک پیغمبر اٹھایا ہے جو اس کی آیات انہیں سُناتا ہے۔ ان کی زندگیوں کو سنوارتا ہے اور ان کو کتاب اور دانائی کی تعلیم دیتا ہے۔ حالانکہ اس سے پہلے یہی لوگ صریح گمراہی میں پڑے ہوئے تھے۔ (آلِ عمران۔ ۱۶۴)

<u>وضاحت</u>: یہاں اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر اپنے احسان کا جو ذکر کیا ہے

Marfat.com
Marfat.com

وہ کئی لحاظ سے ہے اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ اس نے دیگر رسولوں کی طرح آپؐ کو بھی انسانوں ہی کی جنس میں سے مبعوث کیا ہے تاکہ ان کے سامنے خود آپؐ بھی اپنی زندگی کا نمونہ پیش کریں۔

حضورؐ شارع اور واجب الاطاعت

اگر اس آیت میں الفاظ "محمدؐ بن عبداللہ" ہوتے تو پھر آپؐ کی چالیس سالہ زندگی بھی اسی طرح واجب الاطاعت ہوتی جس طرح نبوت کی زندگی واجب الاطاعت قرار پائی ہے۔ حالانکہ غیر رسول کی زندگی تمام انسانوں کے لیے اسوۂ حسنہ نہیں بن سکتی خواہ وہ ذاتی لحاظ سے کتنے ہی اعلیٰ معیار پر کیوں نہ ہو۔ کیونکہ ہر انسان اپنے ماحول اور معاشرہ میں زندگی گزارنے پر مجبور ہوتا ہے۔ اور وہ اپنے ماحول اور معاشرہ سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔ ہر انسان کو اپنے مکان و زمان کی حدود و قیود میں محدود اور پابند ہونا پڑتا ہے۔ ہر معاشرہ کا اپنا ایک مزاج ہوتا ہے۔ اگرچہ وہ اپنے معاشرے میں کتنا ہی بلند کردار کیوں نہ ہو۔ مگر وہ دنیا کے تمام معاشروں کے لیے ہمہ پہلو قابلِ تقلید نمونہ نہیں بن سکتا۔ اسیلیے اللہ تعالیٰ نے آیت مذکورہ میں "رسول اللہ" کے الفاظ استعمال کر کے اہلِ ایمان کو اس نکتہ سے بھی آگاہ فرمایا ہے کہ تمہارے لیے "رسول اللہ" کی سیرتِ طیبہ ہی بہترین نمونہ ہے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اعلانِ نبوت کے بعد اپنی سیرت و کردار کے ذریعے سے آگاہ فرمادیا کہ حلال کیا ہے اور حرام کیا ہے؟ معروف کیا ہے اور منکر کیا ہے؟ حق کیا ہے اور باطل کیا ہے؟ دین میں کس چیز کو زیادہ اہمیت دی گئی ہے؟ کونسی چیز سنت کی حیثیت رکھتی ہے اور کونسی چیز بدعت کے درجے میں آتی ہے؟ مباحات کے درجے میں کیا چیزیں آتی ہیں؟ شرک کس چیز کا نام ہے اور کفر کسے کہتے ہیں؟ اور اسلام میں توحید و رسالت اور آخرت کی اہمیت کتنی ہے؟ مومن کے اوصاف کیا ہیں؟ اور منافق کی علامات کیا ہیں؟ ان تمام باتوں کا علم اہلِ ایمان کو آپؐ کی اس زندگی کے ذریعے ہی سے معلوم ہوتا ہے جو آپؐ نے بحیثیت رسول اللہ لوگوں کے سامنے گزاری ہے۔ اگرچہ اعلانِ نبوت سے قبل بھی آپؐ کی زندگی ایک بہترین نمونہ تھی مگر وہ ایک خاموش شریف انسان کی مانند زندگی تھی۔ البتہ جب آپؐ نے اعلانِ نبوت کیا تو آپؐ کی زندگی ایک عام بشر کی زندگی سے بالکل نمایاں نظر آنے لگی۔ اور اس زندگی میں وہ تمام خصوصیات نظر آنے لگیں جو صرف ایک بشر

Marfat.com
Marfat.com

رسول ہی کی زندگی میں پائی جا سکتی ہیں۔ قرآن نے ایک بشر رسول کی زندگی کا نقشہ اس طرح پیش کیا ہے:

وُہ انہیں نیکی کا حکم دیتا ہے بدی سے روکتا ہے ان کے لیے پاک چیزیں حلال اور ناپاک چیزیں حرام کرتا ہے اور ان پر سے وُہ بوجھ اُتارتا ہے جو اُن پر لدے ہُوئے تھے اور وہ بندشیں کھولتا ہے جن میں وُہ جکڑے ہُوئے تھے۔ (الاعراف۔ ۱۵۷)

یہ ہے وُہ فرق جو ایک عام انسان کی زندگی اور ایک اُس خاص انسان کی زندگی میں جسے اللہ تعالیٰ نے منصب نبوّت و رسالت پر سرفراز کیا ہو، نمایاں نظر آتا ہے۔ جن چیزوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے رسولؐ آج حکم دے رہے ہیں اور منع فرما رہے ہیں اور حلال و حرام میں تمیز کرنے کا حکم دے رہے ہیں، یہ حقیقت ہے کہ آپؐ نے انہیں قبل از بعثت کبھی اپنی زبانِ مُبارک سے اظہار نہیں فرمایا تھا۔ اگرچہ آپؐ کی وہ زندگی بھی پُورے معاشرے میں بہترین زندگی تھی۔ مگر وُہ آپؐ کی ایک خاموش اور اپنی ذات تک محدُود زندگی تھی مگر جب اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو منصبِ نبوّت و رسالت پر سرفراز فرمایا تو پھر آپؐ لوگوں میں دَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ (اللہ کے حکم سے اس کی طرف دعوت دینے والے) کے مقام پر کھڑے ہُوئے اور لوگوں میں آپؐ کی یہ زندگی ایک چراغ روشن (سِرَاجًا مُّنِیْرًا) کی طرح جگمگانے لگی۔ یہی وُہ نبوت کی زندگی ہے جس کی اہمیت کو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں "فِی رَسُوْلِ اللّٰہِ" کے الفاظ استعمال کر کے واضح کر دیا ہے۔ تاکہ آپؐ کی اس زندگی کی اہمیت لوگوں پر اچھی طرح واضح ہو جائے جو آپؐ نے آخری تیئس سالہ زندگی بحیثیت رسولُ اللہ لوگوں کے سامنے پیش کی تھی اور جسے آیت مذکورہ میں اہلِ ایمان کے لیے اُسوۂ حسنہ قرار دیا گیا ہے

۷۔ حضورؐ کا اُسوۂ حسنہ ضابطۂ حیات اور ماخذ قانون

مذکورہ بالا وضاحت سے ان لوگوں کے اِس نظریئے کی بھی خود بخود تردید ہو جاتی ہے جو صرف قرآن ہی کو ماخذِ قانون قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ قرآن کو عملی زندگی میں پیش کرنے اور اسکی تشریح و تبیین کرنے والی آپؐ ہی کی ذاتِ گرامی ہے۔ اسے اللہ تعالیٰ نے آیت مذکورہ میں "لَقَدْ

Marfat.com
Marfat.com

کَانَ لَکُمۡ فِی رَسُوۡلِ اللّٰہِ" کے الفاظ استعمال کرکے اہلِ ایمان پر یہ حقیقت واضح کردی ہے کہ آپؐ کا اسوۂ حسنہ (سُنّت) بھی اسی طرح ضابطۂ حیات، دستورِ زندگی اور مستند ماخذِ قانون ہے۔ جس طرح خود اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن مجید ہے۔ یہ دونوں ایمان کے لیے لازم وملزوم ہیں ان میں سے کسی ایک کی بھی نفی پورے اسلام کی نفی ہے۔ آپؐ کی اس حیثیت کو بھی قرآن نے بڑی تفصیل سے بیان کردیا ہے

(۱) وَاَنۡزَلۡنَاۤ اِلَیۡکَ الذِّکۡرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیۡہِمۡ وَلَعَلَّہُمۡ یَتَفَکَّرُوۡنَ ۝ (النحل)

اور اب یہ ذکر تم پر نازل کیا ہے تاکہ تم لوگوں کے سامنے اس تعلیم کی تشریح وتوضیح کرتے جاؤ جو ان کے لیے اتاری گئی ہے اور تاکہ لوگ خود بھی غور وفکر کریں۔

وضاحت: یعنی یہ تشریح صرف زبان ہی سے نہیں، بلکہ اپنے عمل سے بھی اور اپنی راہنمائی میں ایک پوری مُسلم سوسائٹی کی تشکیل کرکے بھی اور ذکرِ الٰہی کے منشاء کے مطابق اس کے نظام کو چلاکر بھی کی جائے۔

یہ آیت جس طرح اُن منکرینِ نبوت کی حجت کے لیے قاطع تھی جو خدا کا ذکر کسی بشر کے ذریعے سے آنے کو نہیں مانتے تھے اسی طرح آج یہ اِن منکرینِ حدیث کی حجت کے لیے بھی قاطع ہے۔ جو نبی کی تشریح وتوضیح کے بغیر صرف ذکر کو لے لینا چاہتے ہیں۔ (خلاصہ تفہیم القرآن جلد ۲ سورۂ نحل حاشیہ صفحہ ۴۰)

(۲) وَمَاۤ اٰتٰىکُمُ الرَّسُوۡلُ فَخُذُوۡہُ وَمَا نَہٰىکُمۡ عَنۡہُ فَانۡتَہُوۡا ۝ (الحشر)

جو کچھ رسولؐ تمہیں دے وہ لے لو اور جس چیز سے تمہیں روک دے اُس سے رُک جاؤ۔

(۳) مَنۡ یُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰہَ ۝ (النساء)

جس نے رسولؐ کی اطاعت کی اس نے دراصل خدا کی اطاعت کی۔

(۴) پھر اگر تمہارے درمیان کسی معاملہ میں نزاع ہو جائے تو اسے اللہ اور رسولؐ کی طرف پھیر دو اگر تم واقعی اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتے ہو۔ (النساء ۵۹)

Marfat.com
Marfat.com

(۵) . اے محمدؐ! تمہارے رب کی قسم یہ لوگ کبھی مومن نہیں ہو سکتے۔ جب تک کہ اپنے باہمی اختلافات میں یہ تم کو فیصلہ کرنے والا نہ مان لیں۔ پھر جو کچھ تم فیصلہ کرو اُس پر اپنے دلوں میں تنگی بھی محسوس نہ کریں بلکہ سربسر تسلیم کریں۔ (النساء - ۶۵)

وضاحت: یہ آیات اس حقیقت کی نشاندہی کرتی ہیں کہ کتاب و سنّت دونوں اہلِ ایمان کے لیے ضابطۂ حیات، دستورِ زندگی اور مستند ماخذ قانون ہیں اور ان دونوں کے مجموعے کا نام ہی اسلام ہے۔ ان میں سے کسی ایک کا انکار پورے اسلام کا انکار ہے اور ان دونوں کو ماننا ہی پورے اسلام کو ماننے کے مترادف ہے۔

۸۔ بندگیٔ رب کا واحد ذریعہ

اِس آیت میں حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلّم کے اسمِ مبارک کی جگہ لفظ "رسول" کے استعمال ہونے کی ایک حکمت یہ بھی ہے کہ لوگوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ بندگیٔ رب اور اُس کی رضا کا واحد ذریعہ صرف خدا کا رسُول ہوتا ہے جب کہ وُہ اُس پر نہ صرف ایمان لائیں بلکہ پُورے خلوص سے اُس کی پیروی بھی اختیار کریں ورنہ وُہ بندگی رب کی راہ سے محروم ہی رہیں گے۔ جیسا کہ قرآن میں مذکور ہے:

(۱) اُس کی اطاعت کرو گے تو خود ہی ہدایت پاؤ گے۔ ورنہ رسولؐ کی ذمّہ داری اس سے زیادہ کچھ نہیں ہے کہ وُہ صاف صاف حکم پہنچا دے۔ (النور - ۵۴)

وضاحت: یہاں "اُس کی اطاعت" سے مُراد ہے رسُول کی اطاعت اور ہدایت کو اس کی اطاعت کے ساتھ مشروط کرنے کی وجہ یہ ہے کہ بندگیٔ ربّ کی طرف ہدایت و راہنمائی ملنے کا صرف ایک ہی ذریعہ ہے کہ خُدا کے رسولؐ پر ایمان لاکر اُس کی پُورے خلوص کے ساتھ اطاعت و فرمانبرداری اور پیروی کی جائے۔

(۲) ۔ پہلے جس طرف تم رُخ کرتے تھے، اُس کو تو ہم نے صرف یہ دیکھنے کے لیے قبلہ مقرر کیا تھا کہ کون رسولؐ کی پیروی کرتا ہے اور کون اُلٹا پھر جاتا ہے۔ یہ معاملہ تھا تو بڑا سخت مگر اُن لوگوں کے لیے کچھ بھی سخت ثابت نہ ہُوا جو اللہ کی ہدایت سے فیض یاب تھے۔

(البقرہ - ۱۴۳)

Marfat.com
Marfat.com

وضاحت: یعنی قبلے کی تبدیلی سے تو یہ معلوم کرنا تھا کہ اہلِ ایمان میں سے کون خُدا کے سچّے پرستار ہیں اور کون ابھی تک اپنی قوم اور نسل پرستی کے بتوں میں گرفتار ہیں۔ چنانچہ یہ حقیقت اُس وقت اچھّی طرح واضح ہو گئی تھی۔ جب اُن میں سے مخلص اہلِ ایمان نے اپنی اپنی قوموں کے قبلوں کو چھوڑ کر رسُولِ خُدا کی پیروی کرتے ہوئے صرف اُس قبلہ کو اپنا قبلہ بنالیا جو آپؐ کو مطلوب تھا۔

(۳) ہم نے ہر اُمّت میں ایک رسول بھیج دیا اور اُس کے ذریعہ سے سب کو خبردار کر دیا کہ اللہ کی بندگی کرو اور طاغوت کی بندگی سے بچے رہو۔ (النحل۔ ۳۶)

وضاحت: یعنی ہر اُمت میں رسول بھیجنے کا مقصد بھی یہی تھا کہ صرف ایک اللہ کی بندگی کی جائے اور طاغوت کی اطاعت نہ کی جائے۔ یہ طاغوت خواہ انسان کا اپنا نفس ہو یا قوم اور برادری خواہ کوئی مذہبی و سیاسی رہنما ہو یا کوئی حاکم اور قومی حکومت۔ ان میں سے کسی کی بھی اطاعت نہیں ہو سکتی جب کہ اس کی اطاعت میں خدا کی نافرمانی ہوتی ہو۔

(۴) ہم نے تم سے پہلے جو رسول بھی بھیجا ہے اُس کو یہی وحی کی ہے کہ میرے سوا کوئی خُدا نہیں ہے پس تم لوگ میری ہی بندگی کرو۔ (انبیاء۔ ۲۵)

(۵) کسی انسان کا یہ کام نہیں ہے کہ اللہ تو اِس کو کتاب اور حُکم اور نبوت عطا فرمائے اور وہ لوگوں سے کہے کہ اللہ کے بجائے تم میرے بندے بن جاؤ۔ وہ تو یہی کہے گا کہ سچّے ربّانی بنو جیسا کہ اُس کی تعلیم کا تقاضا ہے جسے تم پڑھتے اور پڑھاتے ہو۔ وُہ تم سے ہرگز نہ کہے گا کہ فرشتوں کو یا پیغمبروں کو اپنا ربّ بنالو۔ کیا یہ ممکن ہے کہ نبی تمہیں کفر کا حکم دے جب تم مُسلم ہو۔ (آلِ عمران۔ ۷۹، ۸۰)

وضاحت: (۱) یعنی خُدا کے رسُولوں کا مقصدِ بعثت ہی یہ تھا کہ وہ لوگوں کو صرف بندگیٔ رب کی دعوت دیں۔

(۲) ربّانی یعنی جو رب کو ماننے والا اور صرف اُسی کا پرستار ہو۔ اس سے مراد وہ بندۂ مومن ہے جو خود بھی اپنے رب کی اطاعت و فرمانبرداری اور بندگی و غلامی کرے اور دُوسروں کو بھی یہی

Marfat.com
Marfat.com

ہدایت و راہنمائی کرتا ہے۔

(۶)۔ ظالم انسان اُس روز اپنا ہاتھ چبائے گا اور کہے گا "کاش میں نے رسولؐ کا ساتھ دیا ہوتا، ہائے میری کم بختی، کاش میں نے فلاں شخص کو دوست نہ بنایا ہوتا، اُس کے بہکائے میں آکر میں نے وہ نصیحت نہ مانی جو میرے پاس آئی تھی، شیطان انسان کے حق میں بڑا ہی بے وفا نکلا۔"
(الفرقان۔ ۲۷ تا ۲۹)

وضاحت یعنی قیامت کے دن تو انسان یہ کہے گا کہ "کاش میں نے رسولِ اکرمؐ کے اُسوۂ حسنہ کو اپنایا ہوتا، آپؐ کی دعوتِ توحید اور پیغامِ ربانی کو اپنے تہہ دل سے قبول کیا ہوتا۔ اور میں نے اُس بے وفا اور دھوکے باز شیطان کو اپنا دوست نہ بنایا ہوتا۔ جس کی وجہ سے آج مجھے یہ روزِ بد دیکھنا پڑا ہے۔" مگر آج یہ انسان کتنا ہی ناعاقبت اندیش ہے جو اپنی آنکھیں بند کیے اپنے اسی دشمن شیطان کے نقشِ قدم پر بگٹٹ چلے جا رہا ہے۔ اور اپنے اُس محسنِ حقیقی اور مہربان خدا کی ناشکری کر رہا ہے۔ جس کے اس پر بیشمار احسانات ہیں اور جس کا سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ اُس نے اپنے رسولوں کے ذریعہ سے اپنی اطاعت و بندگی کا وہ صحیح طریقہ (اسلام) بتلا دیا ہے۔ جسے اختیار کرنے سے یہ بندگیٔ رب کی راہ پر گامزن ہو سکتا ہے اور جسے اُس نے اپنے آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر مکمل شکل میں نازل فرما کر تا قیامت محفوظ بھی کر دیا ہے تاکہ قیامت کے دن انسان پر پوری طرح اتمامِ حجت ہو سکے۔ کہ جب بندگیٔ رب کا صحیح طریقہ محفوظ و موجود تھا تو پھر سے اختیار کیوں نہیں کیا گیا۔ اور وہ کیا اسباب تھے جن کی بناء پر دنیا میں بندۂ خدا بننے کی بجائے بندۂ طاغوت بنے رہے؟

(۷)۔ آدم کے بچو! کیا میں نے تم کو ہدایت نہ کی تھی کہ شیطان کی بندگی نہ کرو۔ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے اور میری ہی بندگی کرو۔ یہ ہے سیدھا راستہ؟ مگر اس کے باوجود اس نے تم میں سے ایک گروہ کثیر کو گمراہ کر دیا۔ کیا تم عقل نہیں رکھتے تھے؟ یٰس: ۶۲)

وضاحت:۔ خدا کی بندگی سے مراد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم پر چلنا ہے۔ کیونکہ خدائے واحد کی بندگی کا صحیح طریقہ آپؐ ہی کے اُسوۂ حسنہ سے معلوم ہوتا ہے جب کہ شیطان کی بندگی سے مراد کتاب و سنت کے خلاف عمل پیرا ہونا ہے

Marfat.com
Marfat.com

۹۔ حضورؐ پر درود و سلام

حضورؐ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے احسانات تمام نوعِ انسانی پر بے حد و حساب ہیں۔ ان کا حق ادا کرنے کی صرف ایک ہی صورت ہے۔ کہ ایک طرف آپؐ کے اسوۂ حسنہ کا پورے خلوص سے اتباع کیا جائے دوسری طرف آپؐ کی ذاتِ اقدس پر کثرت سے درود و سلام بھیجا جائے جیسا کہ قرآن میں مذکور ہے:

"اللہ تعالیٰ اور اس کے ملائکہ نبیؐ پر درود بھیجتے ہیں، اے لوگو جو ایمان لائے ہو، تم بھی ان پر درود و سلام بھیجو۔" (الاحزاب: ۵۶)

وضاحت:۔ (۱) صلوٰۃ کا لفظ جب علیٰ کے صلہ کے ساتھ آتا ہے تو اس کے تین معنی ہوتے ہیں:

ایک، کسی پر مائل ہونا۔ اس کی طرف محبت کے ساتھ متوجہ ہونا اور اس پر جھکنا۔

دوسرے، کسی کی تعریف کرنا۔ تیسرے، کسی کے حق میں دعا کرنا۔

یہ لفظ جب اللہ تعالیٰ کے لیے بولا جائے تو ظاہر ہے کہ تیسرے معنی میں نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اللہ کا کسی اور کے لیے دعا کرنا قطعاً ناقابلِ تصور ہے اس لیے لامحالہ وہ صرف پہلے دو معنوں میں ہوگا لیکن جب یہ لفظ بندوں کے لیے بولا جائے، خواہ وہ فرشتے ہوں یا انسان، تو وہ تینوں معنوں میں ہوگا۔ اہلِ ایمان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں صلوا علیہ کا حکم دینے کا مطلب یہ ہے کہ تم ان کے گرویدہ ہو جاؤ۔ ان کی مدح و ثنا کرو، اور ان کے لیے دعا کرو۔

(۲) سلام کا لفظ دو معنی رکھتا ہے:

ایک، ہر طرح کی آفات اور نقائص سے محفوظ رہنا جس کے لیے ہم اردو میں سلامتی کا لفظ بولتے ہیں۔

دوسرے، صلح اور عدمِ مخالفت۔

پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں سلموا تسلیما کہنے کا مطلب ہے کہ تم ان کے حق میں کامل سلامتی کی دعا کرو اور پوری طرح دل و جان سے ان کا ساتھ دو۔ انکی مخالفت سے پرہیز کرو اور انکے سچے فرمانبردار بن کر رہو۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ۔

Marfat.com
Marfat.com

چوتھا باب

خصوصیاتِ سیرتِ طیّبہ

اللہ تعالیٰ نے رسُولِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی سیرتِ طیّبہ کو اہلِ ایمان کے لیے اُسوۂ حسنہ قرار دیا ہے۔ اگرچہ دُنیا میں بے شمار پیغمبر تشریف لائے ہیں اور ان سب کی سیر میں بھی اپنے اپنے زمانے میں انسانوں کے لیے اُسوۂ حسنہ ہی کی حیثیت رکھتی تھیں۔ مگر ہمیں دیکھنا یہ ہے کہ آخر تمام پیغمبروں کی بجائے اب صرف آپؐ ہی کی سیرتِ طیّبہ کو بہترین نمونہ کیوں قرار دیا گیا ہے؟ اس سلسلہ میں جب ہم کُتبِ آسمانی اور تاریخ انسانی کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ کی سیرتِ طیّبہ میں کچھ ایسی خصوصیات پائی جاتی ہیں۔ جن کی بِنا پر یہ تمام دنیائے انسانیت کے لیے تا قیامت لازمی نمونہ قرار پائی ہے۔ ان میں سے بعض کا ذکر یہاں کیا جاتا ہے:

۱۔ بعثتِ حضورؐ کی خبر و اطلاع کا خصوصی اہتمام

حضورِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی بعثت و نبوت کی اطلاع کا اللہ تعالیٰ نے خصوصی طور پر اہتمام فرمایا تھا اور اس کی تفصیل یہ ہے:

(۱)۔ اللہ تعالیٰ کا تمام سابقہ انبیاء اور ان کے توسّط سے ان کی اُمتوں کو آپؐ کی بعثت کی خبر دینا اور پھر ان سے آپؐ پر ایمان لانے کے بارے میں عہد لینا۔ جیسا کہ قرآن میں مذکور ہے:

"یاد کرو، اللہ نے پیغمبروں سے عہد لیا تھا کہ آج میں نے تمہیں کتاب اور حکمت و دانش سے نوازا ہے کل اگر کوئی دُوسرا رسُول تمہارے پاس اسی تعلیم کی تصدیق کرتا ہوا آئے جو پہلے سے تمہارے پاس موجود ہے تو تم کو اس پر ایمان لانا ہوگا اور اس کی مدد کرنی ہوگی۔ یہ ارشاد فرما کر اللہ نے پُوچھا" کیا

Marfat.com
Marfat.com

تم اس کا اقرار کرتے ہو اور اس پر میری طرف سے عہد کی بھاری ذمہ داری اُٹھاتے ہو"؟ انہوں نے کہا "ہاں ہم اقرار کرتے ہیں"۔ اللہ نے فرمایا "اچھا تو گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں۔ اس کے بعد جو اپنے عہد سے پھر جائے وہی فاسق ہے"۔ (آل عمران: ۸۱، ۸۲)

وضاحت: "اس ارشاد سے مقصود اہلِ کتاب کو متنبہ کرنا ہے کہ تم اللہ کے عہد کو توڑ رہے ہو، محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا انکار اور اس کی مخالفت کر کے اُس عہد کی خلاف ورزی کر رہے ہو، جو تمہارے انبیاء سے لیا گیا تھا۔ لہٰذا اب تو تم فاسق ہو چکے ہو۔ یعنی اللہ کی اطاعت سے نکل چکے ہو"۔ (تفہیم القرآن جلد ۱)

۲۔ حضورؐ۔ دعائے ابراہیمی

حضرت ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ دونوں باپ بیٹے نے اللہ سے آپؐ کی بعثت کے لیے خصوصی طور پر دعا مانگی تھی جیسا کہ قرآن میں مذکور ہے:

"اور اے رب ان لوگوں میں خود ان ہی کی قوم سے ایک ایسا رسول اُٹھائیو جو انہیں تیری آیات سنائے، ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دے اور ان کی زندگیاں سنوارے۔ تو بڑا ہی مقتدر اور حکیم ہے"۔ (البقرہ۔ ۱۲۹)

وضاحت: "زندگیاں سنوارنے میں خیالات، معاشرت، عادات، تمدن غرض ہر چیز کو سنوارنا شامل ہے۔ نیز اس آیت سے یہاں یہ بتانا مقصود ہے کہ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا ظہور دراصل حضرت ابراہیمؑ کی دعا کا جواب ہے"۔ (تفہیم القرآن۔ جلد ۱)

۳۔ حضورؐ۔ بشارت عیسوی

آپؐ کی بعثت سے پہلے حضرت عیسیٰؑ اپنی اُمت کو آپؐ کے اسم گرامی احمدؐ کے ساتھ خوشخبری دے چکے تھے۔ جیسا کہ قرآن میں ذکر کیا گیا ہے:

اور یاد کرو عیسیٰؑ ابنِ مریم کی وہ بات جو اس نے کہی تھی کہ "اے بنی اسرائیل میں تمہاری طرف

Marfat.com
Marfat.com

اللہ کا بھیجا ہُوا رسول ہُوں، تصدیق کرنیوالا ہوں اس تورات کی جو مجھ سے پہلے آئی ہوئی موجود ہے۔ اور بشارت دینے والا ہُوں ایک رسُول کی جو میرے بعد آئیگا۔ جس کا نام احمد ہوگا۔ (الصف ۔۶)

وضاحت: مذکورہ بالا آیات میں نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلّم کا اسم گرامی احمد بتایا گیا ہے۔ احمد کے دو معنی ہیں۔ ایک وُہ شخص جو اللہ کی سب سے زیادہ تعریف کرنے والا ہو۔ دُوسرے وُہ شخص جس کی سب سے زیادہ تعریف کی گئی ہو یا جو بندوں میں سب سے زیادہ قابلِ تعریف ہو احادیث و تواریخ سے آپ کے دونوں نام محمدؐ اور احمدؐ ثابت ہیں جیساکہ اس کتاب کے پہلے باب میں بیان کیا گیا ہے۔

۴۔ دلیل روشن

(۱)۔ حضورِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلّم کی سیرتِ طیّبہ کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ قرآن مجید میں آپ کو دلیل روشن (بُرہان اور مبینہ) کہا گیا ہے۔ کیونکہ آپ کی نبوت سے پہلے اور بعد کی زندگی، آپ کے اُمّی ہونے کے باوجود قرآن جیسی کتاب پیش کرنا، آپ کی تعلیم اور صُحبت کے اثر سے ایمان لانے والوں کی زندگیوں میں غیر معمولی انقلاب رُونما ہو جانا، آپ کا بالکل معقول عقائد، نہایت سُتھری عبادات، کمال درجے کے پاکیزہ اخلاق اور انسانی زندگی کے لیے بہترین اُصول واحکام کی تعلیم دینا، آپ کے قول وعمل میں پُوری مطابقت کا پایا جانا اور آپ کا ہر قسم کی مزاحمتوں اور مخالفتوں کے مقابلے میں انتہائی اولوالعزمی کے ساتھ اپنی دعوت پر ثابت قدم رہنا یہ ساری باتیں اس بات کی کھُلی علامات تھیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔

(۲) نبی صلے اللہ علیہ وسلّم کی آمد سے پہلے یہودی بے چینی کے ساتھ اُس نبی موعود کے منتظر تھے جس کی بعثت کی پیشگوئیاں اُن کے انبیاء نے کی تھی۔ دُعائیں مانگا کرتے تھے کہ جلدی سے وُہ آئے تو کفّار کا غلبہ ہٹے اور پھر ہمارے عروج کا دُوسرا دَور شروع ہو۔ مگر جب آپ تشریف لائے اور وُہ آپ کو پہچان بھی گئے کہ آپ اللہ کے نبی ہیں تو اس کے باوجود سب سے بڑھکر وہی آپ کے مخالف بن گئے۔ اس کے متعدّد ثبوت اُسی زمانہ میں رل گئے تھے۔ سب سے زیادہ معتبر شہادت خود اُمّ المؤمنین حضرت صفیہؓ کی ہے۔ جو خود ایک بڑے یہودی عالم کی بیٹی اور ایک دُوسرے عالم کی بھتیجی

Marfat.com
Marfat.com

تھیں۔ وہ فرماتی ہیں کہ جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم مدینے تشریف لائے تو میرے باپ اور چچا دونوں آپؐ سے ملنے گئے۔ بڑی دیر تک آپؐ سے گفتگو کی۔ پھر جب گھر واپس آئے تو میں نے اپنے کانوں سے ان دونوں کو گفتگو کرتے سُنا۔

چچا، کیا واقعی یہ وہی نبی ہے جس کی خبر ہماری کتابوں میں دی گئی ہے؟

والد: خدا کی قسم۔ ہاں

چچا: کیا تُم کو اس کا یقین ہے؟

والد: ہاں۔

چچا: پھر کیا ارادہ ہے؟

والد: جب تک جان میں جان ہے اسکی مخالفت کروں گا اور اس کی بات چلنے نہ دوں گا۔

(ابنِ ہشام جلد دوم صفحہ ۱۶۵ طبع جدید تلخیص تفہیم القرآن، جلد اوّل)

(۳) اے اہلِ کتاب ہمارا یہ رسول جو دینِ حق کی واضح تعلیم تمہیں دے رہا ہے، ایسے وقت تمہارے پاس آیا جبکہ رسولوں کی آمد کا سلسلہ ایک مُدت سے بند تھا کہ تم یہ نہ کہہ سکو کہ ہمارے پاس کوئی بشارت دینے والا اور ڈرانیوالا نہیں آیا۔ سو دیکھو اب وُہ بشارت دینے والا اور ڈرانیوالا آگیا۔ (المائدہ: ۱۹)۔

(۴) يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا ۝ (النساء)

اے لوگو! تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس دلیل روشن آگئی ہے اور ہم نے تمہاری طرف ایسی روشنی بھیج دی ہے جو تمہیں صاف صاف راستہ دکھانیوالی ہے

(۵)۔ اور اب جو ایک کتاب اللہ کی طرف سے ان کے پاس آئی ہے اس کے ساتھ ان کا کیا برتاؤ ہے؟ باوجودیکہ وُہ اُس کتاب کی تصدیق کرتی ہے جو ان کے پاس پہلے سے موجود تھی۔ باوجودیکہ اس کی آمد سے پہلے وُہ خود کفار کے مقابلے میں فتح و نصرت کی دُعائیں مانگا کرتے تھے مگر جب وُہ چیز آگئی جسے وُہ پہچان بھی گئے تو انہوں نے اسے ماننے سے انکار کر دیا۔ خدا کی لعنت ہے ان

Marfat.com
Marfat.com

منکرین پر۔ (البقرہ۔ ۸۹)

۴۔ اہلِ کتاب اور مُشرکین میں سے جو لوگ کافر تھے (وہ اپنے کُفر سے) باز آنیوالے نہ تھے جبتک کہ ان کے پاس دلیل روشن نہ آجائے۔ یعنی اللہ کی طرف سے ایک رسول جو پاک صحیفے پڑھ کر سنائے جن میں بالکل راست اور درست تحریریں لکھی ہوئی ہیں۔ (البینہ۔ ۱تا۴)

۵۔ مجسّم خُلُقِ عظیم

(۱)۔ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلّم مجسّم خُلُقِ عظیم تھے۔ آپؐ کے اخلاق کی بہترین تعریف خود حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے یہ فرمائی ہے کہ "کَانَ خُلُقُہُ الْقُرْاٰنَ" یعنی قرآن ہی آپؐ کا اخلاق تھا۔ امام مسلم، احمد، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، دارمی اور ابن جریر نے تھوڑے سے لفظی اختلاف کے ساتھ اُن کا یہ قول متعدد سندوں سے نقل کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ "رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم نے دُنیا کے سامنے محض قرآن کی تعلیم ہی پیش نہیں کی تھی بلکہ خود اس کا مجسّم نمونہ بھی بن کر دکھایا تھا۔ جس چیز کا قرآن میں حکم دیا گیا ہے۔ آپؐ نے خود سب سے بڑھ کر اس پر عمل کیا۔ جس چیز سے ہمیں روکا گیا آپؐ نے خود سب سے بڑھ کر اُس سے اجتناب فرمایا، جن اخلاقی صفات کو اس میں فضیلت قرار دیا گیا سب سے بڑھ کر آپؐ کی ذات ان سے متّصف تھی۔ اور جن صفات کو اس میں ناپسندیدہ ٹھہرایا گیا سب سے زیادہ آپؐ ان سے پاک تھے۔"

(۲)۔ ایک اور روایت میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ "رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم نے کبھی کسی خادم کو نہیں مارا۔ کبھی کسی عورت پر ہاتھ نہیں اُٹھایا۔ جہاد فی سبیل اللہ کے سوا کبھی آپؐ نے اپنے ہاتھ سے کسی کو نہیں مارا۔ اپنی ذات کے سوا کبھی کسی ایسی تکلیف کا انتقام نہیں لیا جو آپؐ کو پہنچائی گئی ہو۔ اِلّا یہ کہ اللہ کی حرمتوں کو توڑا ہو اور آپؐ نے اللہ کی خاطر اس کا بدلہ لیا ہو اور آپؐ کا طریقہ یہ تھا کہ جب دو کاموں میں سے ایک کا آپؐ کو انتخاب کرنا ہوتا تو آپؐ آسان تر کام کو پسند فرماتے تھے اِلّا یہ کہ وہ گناہ ہو۔ اور اگر کوئی کام گناہ ہوتا تو آپؐ سب سے زیادہ دور رہتے تھے۔ (مسند احمد)۔

(۳) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے دس سال رسول اللہؐ کی خدمت کی ہے۔ "آپؐ نے کبھی میری کسی بات پر اُف تک نہ کی۔ کبھی میرے کام پر یہ نہ فرمایا کہ تو نے یہ کیوں کیا؟

Marfat.com
Marfat.com

اور کبھی کسی کام کے نہ کرنے پر یہ نہیں فرمایا کہ یہ کیوں نہیں کیا؟ (بخاری و مسلم)

(۴)۔ خود قرآن بھی آپؐ کے بلند اخلاق کی شہادت دیتا ہے:۔ ن۔ قسم ہے قلم کی اور اس چیز کی جسے لکھنے والے لکھ رہے ہیں۔ تم اپنے رب کے فضل سے مجنون نہیں ہو اور یقیناً تمہارے لئے ایسا اجر ہے۔ جس کا سلسلہ کبھی ختم ہونے والا نہیں ہے اور بے شک تم اخلاق کے بڑے مرتبے پر ہو۔ (القلم۔ ۱تا۴)۔

(۵)۔ حضورؐ کے دعوائے نبوت سے پہلے تو اہل مکہ آپؐ کو اپنی قوم کا بہترین آدمی مانتے تھے اور آپؐ کی دیانت اور امانت اور عقل وفراست پر اعتماد رکھتے تھے۔ آپؐ کی قوم کے سب لوگ آپؐ کو امین اور صادق سمجھتے تھے اور آپؐ کی راست بازی پر کامل اعتماد رکھتے تھے۔ انہوں نے آپؐ کو اس وقت جھٹلایا جب آپؐ نے اللہ کی طرف سے پیغام پہنچانا شروع کیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ ابوجہل نے خود نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کرتے ہوئے کہا "اِنَّا لَا نُكَذِّبُكَ وَلٰكِنْ نُكَذِّبُ مَا جِئْتَ بِهٖ"

ہم آپؐ کو تو جھوٹا نہیں کہتے، بلکہ جو کچھ آپؐ پیش کر رہے ہیں ہم اسے جھوٹ قرار دیتے ہیں۔ جنگِ بدر کے موقع پر اخنس بن شریق نے تخلیہ میں ابوجہل سے پوچھا کہ "یہاں میرے اور تمہارے سوا کوئی تیسرا موجود نہیں ہے۔ تم بتاؤ کہ مُحَمَّد کو تم سچا سمجھتے ہو یا جھوٹا"؟ اس نے جواب دیا کہ "خدا کی قسم محمدؐ ایک سچا آدمی ہے۔ اس نے عمر بھر کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ مگر جب لوا[1]، سقایت، حجابت اور نبوت سب کچھ بنی قصیّ ہی کے حصے میں آجائے تو بتاؤ سارے قریش کے پاس کیا رہ گیا"؟ اسی بنا پر یہاں اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو تسلی دے رہا ہے کہ تکذیب دراصل تمہاری نہیں ہماری کی جارہی ہے۔

قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَيَحْزُنُكَ الَّذِيْ يَقُوْلُوْنَ فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ۔ (الانعام ۔ ۳۳)

اے محمدؐ ہمیں معلوم ہے کہ جو باتیں یہ لوگ بناتے ہیں ان سے تمہیں رنج ہوتا ہے لیکن یہ لوگ تمہیں نہیں جھٹلاتے بلکہ یہ ظالم دراصل اللہ کی آیات کا انکار کر رہے ہیں۔

---

[1] جھنڈا اٹھانے داری

Marfat.com
Marfat.com

۶۔ محسنِ انسانیت

حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ آپ دُنیا میں محسنِ انسانیت بن کر تشریف لائے ہیں۔ خصوصاً اللہ تعالیٰ کا اہلِ ایمان پر یہ بہت بڑا احسان ہوا ہے کہ اس نے آپ کو دُنیا میں راہ حق دکھانے کے لئے مبعوث فرمایا ہے اور آپ کی وجہ سے ان کو دولتِ ایمان نصیب ہوئی ہے حالانکہ آپ کی تشریف آوری سے پہلے دُنیا تاریکی اور اندھیرے میں تھی آپ ان کے لئے سراج منیر بن کر طلوع ہوئے۔ لوگوں کی حالت ایک مُردہ زمین کی طرح تھی آپ ان کے لئے ابر رحمت بن کر برسے۔ لوگ ایک دُوسرے کے خلاف صف آرا تھے اور کسی کی بھی عزت آبرو محفوظ نہ تھی آپ کی وجہ سے لوگوں کو اتحاد و اتفاق اور اسلامی اخوت کی نعمت نصیب ہوئی جیسا کہ قرآن میں مذکور ہے۔

(۱)۔ اللہ کے اس احسان کو یاد رکھو جو تم پر اس نے کیا ہے تم ایک دُوسرے کے دشمن تھے اس نے تمہارے دل جوڑ دیے اور اس کے فضل و کرم سے تم بھائی بھائی بن گئے۔ تم آگ سے بھرے ہوئے گڑھے کے کنارے کھڑے تھے اللہ نے تم کو اس سے بچا لیا۔ (آل عمران۔ ۱۰۳)

(۲) درحقیقت اہلِ ایمان پر تو اللہ نے بہت بڑا احسان کیا ہے کہ ان کے درمیان خود انہی میں سے ایک ایسا پیغمبر اُٹھایا جو اس کی آیات انہیں سناتا ہے۔ ان کی زندگیوں کو سنوارتا ہے اور ان کو کتاب اور دانائی کی تعلیم دیتا ہے۔ حالانکہ اس سے پہلے یہی لوگ صریح گمراہیوں میں پڑے ہوئے تھے۔ (آل عمران۔ ۱۶۴)

<u>وضاحت:</u> ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعے اہلِ ایمان پر جو احسان کیا ہے وہ کئی لحاظ سے ہے۔

(۱) آپ سے پہلے لوگوں کا ایک دُوسرے کے خلاف برسرپیکار ہو کر ہلاکت کے گڑھے تک جا پہنچنا پھر آپ کے ذریعے سے لوگوں کا ایمان قبول کر کے بھائی بھائی بن جانا۔

(۲) آپ کے ذریعہ سے اہلِ ایمان کا تمام اقوام عالم کے مقابلہ میں ایک با اصول اور بلند اخلاق امت بن جانا۔

Marfat.com
Marfat.com

(۴)۔آپؐ کا جنس بشر میں سے مبعوث ہونا تاکہ آپؐ اسلام پر عمل کرکے اپنے بہترین نمونے کی عملی شہادت لوگوں کے سامنے پیش کر سکیں۔ کیونکہ غیر بشر رسول کے لیئے انسانوں کے سامنے مکمل انسانی نمونہ پیش کرنا محال ہے۔

(۵)۔اللہ تعالیٰ کا آپؐ کو ایسی بستی میں مبعوث کرنا جو جاہلیت اور بت پرستی کی انتہاء کو پہنچ چکی تھی۔ وہاں سے توحید کا علم بلند کرکے لوگوں کو ان کے اس اصل مقصدِ زندگی کی طرف دعوت دینا جسے وہ کفر وشرک اور بدعت ونفاق میں مبتلا ہو کر بھول گئے تھے۔

(۶)۔ جو لوگ آپؐ کی دعوت کو قبول کریں ان کو کتاب وحکمت کی تعلیم دینا اور اُن کا تزکیۂ نفس کرکے ان کے عقائد ونظریات اور اعمال وافعال کو کفر وشرک اور بدعت ونفاق سے پاک کرنا۔

(۷)۔آپؐ کی تعلیمات (کتاب وسنت) کا اصل شکل میں تا قیامت محفوظ ہو جانا۔

(۸)۔آپؐ کا دورِ نبوت تا قیامت ہونا جس سے امتِ مسلمہ کو اتحاد واتفاق کی دولت نصیب ہوئی ہے۔ کیونکہ نئے نبی کے آنے سے سابقہ امت میں تفریق پیدا ہو جاتی ہے۔ اسلیئے حضورؐ کے بعد نبوت کا دروازہ ہمیشہ کے لیے بند ہو جانا گویا اللہ تعالیٰ کا اس امتِ مسلمہ پر بہت بڑا احسان ہے کہ اسے حضورؐ ختم المرسلینؐ ہی کے ذریعہ سے اتحاد واتفاق کی سعادت حاصل ہوئی ہے۔

(۹)۔آپؐ کا دنیائے انسانیت کے لئے ایک ایسی عالمگیر شریعت کا پیش کرنا جو ہر زمانہ کے لئے موزوں اور مناسب ہو اور جس پر عمل کرنا ہر طبقہ کے انسانوں کے لئے آسان ہو۔

(۱۰)۔آپؐ کے ذریعے سے لوگوں کو مقامِ انسانیت اور مقصدِ تخلیق انسان کی معرفت حاصل ہونا۔

(۱۱)۔آپؐ کے ذریعے سے لوگوں کو وحدت اللہ اور وحدتِ انسانیت اور وحدتِ دین خالص (اسلام) کی معرفت نصیب ہونا۔

(۱۲) آپؐ کے ذریعے سے اہلِ ایمان کو اُن قیود اور جکڑ بندیوں سے نجات مل جانا جن میں وہ آپؐ کی بعثت سے پہلے جکڑے ہوئے تھے۔

(۱۳)۔آپؐ کے ذریعہ سے اسلامی نظام کا زندگی کے تمام شعبوں میں نافذ ہو جانا اور اس کے قابلِ عمل

Marfat.com
Marfat.com

ہونے کی ایک واضح شہادت اپنی حیاتِ طیبہ ہی میں دے دینا۔

۷۔ حضورؐ۔ مونس و غمخوار

حضورِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم دنیائے انسانیت کے لئے سب سے زیادہ مونس و غمخوار تھے۔ آپؐ اپنی پوری زندگی بس اس بات کے لئے کوشاں رہے کہ لوگ اللہ کے عذاب سے کسی نہ کسی طرح بچ جائیں۔ بلکہ آپؐ پر یہ بات بہت ہی گراں گزرتی تھی کہ لوگوں کو کوئی گزند پہنچے۔ اس کے برعکس آپؐ اس بات کے سب سے زیادہ حریص تھے کہ لوگ دولتِ ایمان سے مالا مال ہو جائیں۔ پھر جو لوگ آپؐ کی دعوت پر لبیک کہتے تھے آپؐ کی نظرِ رحمت و شفقت اُن پر سب سے زیادہ ہوتی تھی۔ اللہ تعالیٰ کی یہ بہت بڑی مہربانی تھی کہ آپؐ ان کے لئے حلیم الطبع اور نرم مزاج ثابت ہوئے جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ آپؐ کا حلقۂ اثر روز بروز بڑھتا چلا گیا۔ آپؐ اہلِ ایمان کی خطاؤں پر چشم پوشی فرماتے تھے۔ دین کے کام میں ان کو شریکِ مشورہ کرتے تھے۔ جب اہل الرائے کے مشورہ سے بات طے ہو جاتی تھی تو پھر آپ اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے اس پر عملی اقدام فرماتے تھے۔ جیسا کہ قرآن میں بیان کیا گیا ہے:

(۱) اچھا تو اے نبیؐ! شاید تم ان کے پیچھے غم کے مارے اپنی جان کھو دینے والے ہو اگر یہ اس تعلیم پر ایمان نہ لائیں۔ (الکہف ۶۔)

(۲) دیکھو، تم لوگوں کے پاس ایک رسول آیا ہے جو تم ہی میں سے ہے۔ تمہارا نقصان میں پڑنا اس پر شاق ہے۔ تمہاری فلاح کا وہ حریص ہے۔ ایمان لانے والوں کے لیے وُہ شفیق و رحیم ہے۔ (التوبہ۔ ۱۲۸)

(۳) (اے پیغمبرؐ) یہ اللہ کی بڑی رحمت ہے کہ تم ان لوگوں کے لیے بہت نرم مزاج واقع ہوئے ہو۔ ورنہ اگر تم کہیں تند خو اور سنگدل ہوتے تو یہ سب تمہارے گرد و پیش سے چھٹ جاتے ان کے قصور معاف کر دو اور ان کے حق میں دعائے مغفرت کرو اور دین کے کام میں ان کو بھی شریکِ مشورہ رکھو۔ پھر جب تمہارا عزم کسی رائے پر مستحکم ہو جائے تو اللہ پر بھروسہ کرو۔ اللہ کو وہ لوگ پسند ہیں جو اس کے بھروسے پر کام کرتے ہیں۔ (آلِ عمران ۱۵۹۔)

Marfat.com
Marfat.com

وضاحت: ان آیات سے آپؐ کی سیرتِ طیبہ میں جو خصوصیت پائی جاتی ہے اسکی تفصیل یہ ہے:
آپؐ کی چالیس سالہ زندگی جو اعلانِ نبوت سے پہلے گزری تھی وہ آپؐ نے کہیں خلا میں نہیں گزاری تھی بلکہ لوگوں کے اندر ہی رہ کر بسر کی تھی۔ جن لوگوں میں آپؐ کا بچپن اور جوانی کا زمانہ گزرا تھا وہ آپؐ کے اعلیٰ کردار سے اچھی طرح واقف تھے۔ اب انہی منکرینِ رسالت کو کہا جا رہا ہے کہ تم اس رسولؐ کے حسب و نسب اور عادات و اطوار سے بخوبی واقف ہو یہ تمہارے لیے کوئی اجنبی انسان نہیں بلکہ تمہارے اپنے خاندان کا ایک فرد ہی ہے۔ تم اسے بہت اچھی طرح پہچانتے ہو۔ جو دعوت یہ تمہیں دے رہا ہے اس کے قبول کرنے میں تمہارا اپنا ہی بھلا ہے۔

(۲) اس کی سیرت میں تو یہ ایک بہت بڑی خوبی ہے کہ یہ تمہارا مونس و غمخوار ہے۔ تمہارا تکلیف میں ہونا اس پر بہت شاق گزرتا ہے۔

(۳) اسے سب سے زیادہ فکر اس بات کی ہے کہ تمہیں فلاح کس طرح نصیب ہو سکتی ہے۔

(۴) یہ رسولؐ تو اہلِ ایمان کے لیے نہایت ہی شفیق و رحیم ہے، جو ایک طرف تو انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے تو دوسری طرف ان کے عقائد و نظریات کو کفر و شرک اور بدعت و نفاق سے پاک کر کے ان کا تزکیۂ نفس کرتا ہے۔

(۵) اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے کہ آپؐ اہلِ ایمان کے لیے بہت نرم مزاج ثابت ہوئے ہیں۔ اسی وجہ سے آپؐ کا حلقۂ اثر روز بروز بڑھتا ہی جا رہا ہے۔

(۶) اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو یہ ہدایت بھی فرمائی ہے کہ آپؐ اہلِ ایمان کی خطاؤں سے اغماض اور چشم پوشی کر دیا کریں۔ ان سے عفو و درگزر سے کام لیا کریں۔ اللہ سے ان کے لیے دعائے مغفرت کیا کریں۔ عام معاملات میں ان کو شریک مشورہ کر لیا کریں۔ اور جب اہل الرائے سے باہمی مشاورت ہو جائے تو پھر اللہ پر بھروسہ رکھتے ہوئے اس کام کو شروع کر دیا جائے۔

(۷) اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں سے محبت کرتا ہے جو ہمیشہ اسی کے بھروسے پر کام کرتے ہوں۔

۸۔ محفوظیت: آپؐ کی سیرتِ طیبہ کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ آپؐ کی یہ سیرتِ طیبہ قابلِ اعتماد

Marfat.com
Marfat.com

اور مستند ذرائع سے تاریخ کے صفحات میں محفوظ ہو چکی ہے۔ اس طرح کسی دُوسرے فردِ بشر کی سیرت محفوظ نہیں ہو سکی۔ جس خُدا نے آپؐ کو خاتم النبیین بنا کر دُنیا میں مبعوث فرمایا تھا۔ اُسی خُدا نے آپؐ کی سیرت کو بھی تا قیامت محفوظ کرنے کا اہتمام کر دیا تھا۔ آپؐ کی سیرتِ طیبہ کا سب سے بڑا ماخذ خود اللہ کی کتاب (قرآن مجید) ہے۔ جو آپؐ پر دورانِ نبوت نازل ہوتا رہا ہے۔ آپؐ نے اس قرآن کو صرف لوگوں تک پہنچایا ہی نہیں تھا بلکہ اس کے مطابق خود آپؐ نے اپنا عملی نمونہ بھی بنا کر پیش کر دیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جب کسی نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے پُوچھا کہ حضورؐ کا خلقِ عظیم (اُسوہ حسنہ) کیا ہے؟ تو انہوں نے فوراً جواب دیا کہ "کیا تو نے قرآن نہیں پڑھا؟ جو کچھ قرآن میں لکھا ہُوا ہے وہ آپؐ کا خلقِ عظیم ہی ہے۔ ایک قرآن تو یہ ہے جو کتاب کی شکل میں ہمارے پاس لکھا ہُوا موجود ہے اور دُوسرا وہ چلتا پھرتا قرآن (خُلقِ عظیم) ہے۔ جو آپؐ کی سیرتِ طیبہ کی شکل میں پایا جاتا ہے"۔

اب اس کے محفوظ ہونے کے بارے میں اس سے بڑھ کر اور کیا شہادت ہو سکتی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے خود اس کی حفاظت کی ضمانت تا قیامت اپنے ذمّے لے رکھی ہے۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ ○ (الحجر۔۹)

رہا یہ ذکر تو اس کو ہم نے نازل کیا ہے اور ہم خود اس کے نگہبان ہیں۔

تو اس سے معلوم ہُوا کہ قرآن کے محفوظ ہو جانے کی وجہ سے خود بخود آپؐ کی سیرت طیبہ بھی محفوظ ہو گئی ہے نیز جس طرح آپؐ کی سیرتِ طیبہ قرآن و حدیث میں محفوظ ہُوئی ہے۔ اس طرح گزشتہ پیغمبروں کی سیرتیں محفوظ نہیں ہو سکیں۔ اب چونکہ یہ امتیازی خصوصیت صرف حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم ہی کی سیرتِ طیبہ کو حاصل ہُوئی ہے اسی لیے آپؐ ہی کا اُسوہ حسنہ اب اہل ایمان کے لیے بہترین نمونہ قرار پایا ہے:

۹۔ عالمگیریّت آپؐ کی سیرتِ طیبہ کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ آپؐ کا پیغام کسی ایک خاندان، طبقہ، نسل اور خطۂ زمین کے رہنے والوں کے لیے نہیں بلکہ یہ ساری دُنیا کے لیے ہے۔ پہلے جتنے پیغمبر دُنیا میں تشریف لاتے تھے اُن کا پیغام صرف اپنی ہی قوم

Marfat.com
Marfat.com

کیلئے ہوتا تھا مگر نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلّم صرف اپنی ہی قوم اور اپنے ہی خاندان کے لیے رسول بنا کر نہیں بھیجے گئے تھے۔ بلکہ آپؐ کی بعثت تمام نوع انسانی کے لیے تاقیامت ہے جیسا کہ قرآن میں بڑی تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔

(۱)۔ یَا اَیُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ ۝ (البقرہ ۲۱)

لوگو بندگی اختیار کرو اپنے اُس رب کی جو تمہارا خالق ہے۔

(۲) قُلْ یٰاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعَاِ ۨالَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۝ (الاعراف ۱۵۸)

اے محمدؐ کہو کہ "اے انسانو! میں تم سب کی طرف اُس خُدا کا پیغمبر ہوں جو زمین اور آسمانوں کی بادشاہی کا مالک ہے"۔

(۳)۔ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ۝ (السبا)

اور اے نبیؐ ہم نے تم کو تمام ہی انسانوں کے لیے بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے مگر اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔

(۴)۔ وَاُوْحِیَ اِلَیَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ ۝ (الانعام)

اور یہ قرآن میری طرف بذریعۂ وحی بھیجا گیا ہے۔ تاکہ تمہیں اور جس جس کو یہ پہنچے متنبّہ کر دوں۔

(۵)۔ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ ۝ (الانبیآء)

اے نبیؐ! ہم نے تم کو دُنیا والوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

(۶)۔ تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا ۝ (الفرقان)

نہایت متبرک ہے وُہ جس نے یہ فرقان اپنے بندے پر نازل کیا تاکہ سارے جہان والوں

Marfat.com
Marfat.com

کے لیے خبردار کرنیوالا ہو۔

ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ کی بعثت عالمگیر، تمام اقوام عالم اور ساری دُنیا کے انسانوں کے لیے عام تھی۔

۱۰۔ کاملیت آپؐ کی سیرت طیبہ میں ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ آپؐ نے دینِ حق کو مکمل شکل میں پیش کیا ہے۔ اور آپؐ کے ذریعے سے اب دینِ حق کی تکمیل ہو چکی ہے۔ دُنیائے انسانیت کو اپنے مقصدِ زندگی کے لیے جس کامل دین (اسلام) کی ضرورت تھی۔ وہ بھی اب آپؐ ہی کے ذریعہ سے پُوری کر دی گئی ہے۔

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ۝ (المائدہ)

آج میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو مکمل کر دیا ہے اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی ہے۔ اور تمہارے لیے اسلام کو تمہارے دین کی حیثیت سے قبول کر لیا ہے۔ گویا اب آپؐ ہی کی سیرت طیبہ انسانیت کا کامل ترین نمونہ پیش کرنیوالی ہے۔

۱۱۔ جامعیت آپؐ کی سیرت طیبہ کی یہ خصوصیت بھی ہے کہ آپؐ کی سیرت کسی ایک ہی شعبۂ زندگی کی راہ نمائی نہیں کرتی۔ بلکہ زندگی کے تمام شعبوں پر حاوی ہے۔ خواہ وہ فکر ونظر ہو یا عقیدہ وخیال، تعلیم وتربیت ہو یا مذہب واخلاق، تہذیب وتمدن ہو یا معیشت وسیاست، قانون وعدالت ہو یا صلح وجنگ اور ملکی معاملات ہوں یا بین الاقوامی تعلقات۔ غرض انسانی زندگی کے تمام شعبوں میں آپؐ کی سیرت طیبہ رہنمائی کرتی ہے۔ جیسا کہ قرآن میں مذکور ہے:

(۱)۔ تَفْصِیْلًا لِّکُلِّ شَیْءٍ۔ (الاعراف - ۱۴۵)

اور ہر پہلو کے متعلق واضح ہدایت

(۲)۔ وَتَفْصِیْلَ الْکِتَابِ۔ (یونس ۳۷)۔ اور الکتاب کی تفصیل

Marfat.com
Marfat.com

(۳)۔ اور ہم نے یہ کتاب تم پر نازل کر دی ہے جو ہر چیز کی صاف صاف وضاحت کرنیوالی ہے اور ہدایت و رحمت اور بشارت ہے۔ ان لوگوں کے لیے جنہوں نے سر تسلیم خم کر دیا۔ (النحل۔۸۹)

اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان کو پوری زندگی اسلام کے مطابق بسر کرنے کی تلقین فرمائی ہے:

(۴)۔ اے ایمان والو! تم پورے کے پورے اسلام میں داخل ہو جاؤ اور شیطان کی پیروی نہ کرو کہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ (البقرہ۔۲۰۸)

وضاحت: گویا آپؐ کی سیرت طیبہ اور قرآن کا تقاضا یہ ہے کہ کسی استثناء اور تحفظ کے بغیر اپنی پوری زندگی کو اسلام کے تحت لے آؤ۔ تمہارے خیالات، تمہارے نظریات، تمہارے علوم، تمہارے طور طریقے، تمہارے معاملات اور تمہاری سعی و عمل کے راستے سب کے سب بالکل تابع اسلام ہوں۔ ایسا نہ ہو کہ تم اپنی زندگی کو مختلف حصوں میں تقسیم کر کے بعض حصوں میں اسلام کی پیروی کرو۔ اور بعض حصوں کو اس کی پیروی سے مستثنیٰ کر دو۔ (تفہیم القرآن جلد۔۱)

۱۲۔ عالمیت حضورؐ کی سیرتِ طیبہ کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ آپؐ نے دینِ حق کو صرف مکمل شکل میں لوگوں کے سامنے پیش ہی نہیں کیا۔ بلکہ خود اس پر عمل کر کے دکھا بھی دیا۔ تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ یہ دین صرف ایک نظریہ ہی نہیں ہے بلکہ یہ ایک قابلِ عمل نظامِ زندگی بھی ہے۔ جس پر ہر فرد بشر عمل کر سکتا ہے۔ جیسا کہ اللہ نے آپؐ کو خود اپنی زندگی کا نمونہ پیش کرنے کے بارے میں ہدایت فرمائی ہے:

کہو میری نماز، میرے مراسم عبودیت، میرا جینا اور مرنا سب کچھ اللہ رب العلمین کے لیے ہے جس کا کوئی شریک نہیں ہے اسی کا مجھے حکم دیا گیا ہے۔ اور سب سے پہلے سرِ اطاعت جھکانے والا میں ہوں (الانعام۔ ۱۶۲۔۱۶۳) اب یہی وہ اسوۂ حسنہ ہے جسے اہل ایمان کے لیے قابلِ تقلید نمونہ قرار دیا گیا ہے

۱۳۔ دائمیت: آپؐ کی سیرتِ طیبہ کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ آپؐ کا اسوۂ حسنہ صرف ایک محدود زمانہ کیلئے نہیں بلکہ آپؐ کی بعثت کا زمانہ تا قیامت ہے۔ آپؐ کے بعد

Marfat.com
Marfat.com

کسی نئے نبی نے دعوت و تبلیغ کے لئے نہیں آنا ہے بلکہ اب آپ ہی کی سیرتِ طیبہ تا قیامت راہنمائی کا کام دے گی۔ چنانچہ یہ اعزاز بھی آپ کے علاوہ کسی پیغمبر کو نصیب نہیں ہو سکا۔ ۶۵

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۝ (الاحزاب)

(لوگو) محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں مگر وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔ اور اللہ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔

پہلے جب بھی کوئی پیغمبر دنیا میں بھیجا گیا۔ اس کے دنیا میں آنے کی حسب ذیل میں سے کوئی نہ کوئی وجہ ضرور تھی۔

(۱) جبکہ دینِ حق لوگوں کے پاس اصل شکل میں موجود نہ ہو۔ یا اس میں آمیزش کردی گئی ہو یا وہ تاریخ میں صحیح شکل میں محفوظ نہ رہا ہو۔

(۲) ایک نبی کی مدد کے لئے دوسرے نبی کی ضرورت خود اس کی زندگی ہی میں محسوس کی گئی ہو۔

(۳) سابق نبی کا پیغام مکمل نہ ہو سکا بلکہ ادھورا رہ گیا ہو۔

اب ان تینوں وجوہ میں سے کوئی وجہ بھی باقی نہیں رہی ہے۔ کیونکہ آپ کی سیرتِ طیبہ اصل شکل میں آج بھی اسی طرح موجود ہے جس طرح آج سے چودہ سو سال پہلے تھی اور اس میں ذرہ برابر نہ اضافہ ہوا ہے اور نہ ہی کمی ہوئی ہے۔ پھر آپ کا یہ پیغام بھی ادھورا نہیں رہا۔ بلکہ آپ نے مکمل شکل میں لوگوں کے سامنے خود عمل کر کے دکھا بھی دیا ہے اور آپ کی سیرتِ طیبہ چونکہ تا قیامت باقی رہنے والی قرار پائی ہے اسلئے اب آپ کی اِس محفوظ، جامع اور کامل سیرتِ طیبہ کی موجودگی میں کسی نئے نبی کے آنے کی قطعاً ضرورت باقی نہیں رہی ہے۔

۱۴۔ حضورؐ رسول مقدم

آپ کی سیرت طیبہ کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اہل ایمان پر لازمی قرار دیا گیا ہے کہ وہ آپ کو نہ صرف اپنے والدین، اپنی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب جانیں بلکہ ان کے ایمان کا یہ تقاضا بھی ہے کہ ایک طرف تو وہ

Marfat.com
Marfat.com

آپؐ کی ذاتِ اقدس کو خود اپنی جانوں پر ترجیح دیں اور دوسری طرف ہر معاملہ میں سب سے پہلے آپؐ ہی کی طرف رجوع کریں۔ اور یہ اسی صورت میں ممکن ہے جبکہ وہ آپؐ کے اسوۂ حسنہ پر پورے خلوص سے اپنی زندگیوں کے تمام شعبوں میں عمل پیرا ہوں۔

(۱) اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَ اَزْوَاجُهٗ اُمَّهٰتُهُمْ (الاحزاب۔۶)

بلاشبہ نبیؐ تو اہلِ ایمان کے لیے ان کی اپنی جانوں پر مقدم ہے اور نبیؐ کی بیویاں اُن کی مائیں ہیں۔

(۲) اے لوگو! جو ایمان لائے ہو اللہ اور اس کے رسُول کے آگے پیش قدمی نہ کرو اور اللہ سے ڈرو۔ اللہ سب کچھ سُننے اور جاننے والا ہے۔ (الحجرات۔۱)

وضاحت: یعنی اللہ اور اس کے رسُول سے آگے بڑھ کر نہ چلو۔ پیچھے چلو۔ مقدّم نہ بنو۔ تابع بن کر رہو اپنے معاملات میں پیش قدمی کرکے بطور خود فیصلے نہ کرنے لگو۔ بلکہ پہلے یہ دیکھو کہ اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سُنّت میں ان کے متعلق کیا ہدایات ملتی ہیں۔

۱۵۔ بابِ رحمت

آپؐ کی سیرتِ طیبہ کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اب آپؐ ہی کی سیرتِ طیبہ تمام دُنیا کے انسانوں کے لئے بابِ رحمت قرار دی گئی ہے۔ جو شخص بھی اب اللہ تعالیٰ کی رحمت کا مستحق بننا چاہتا ہے اس کے لئے لازمی ہے کہ وہ آپؐ کا اتباع کرے اور آپؐ کی سیرتِ طیّبہ سے راہنمائی حاصل کرے خود حضرت موسیٰ علیہ السّلام اپنی اُمّت کے لئے اللہ تعالیٰ سے جب دُعائے رحمت کرتے ہیں تو ان کو جواب میں فرمایا جاتا ہے کہ اب یہ رحمت صرف ان کے لئے ہوگی جو حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی اختیار کرینگے۔ جیسا کہ قرآن میں مذکور ہے:

"اور (موسیٰ نے) کہا: "ہمارے لیئے اس دُنیا کی بھلائی بھی لکھ دیجئے اور آخرت کی بھی ہم نے تیری طرف رجوع کرلیا!" جواب میں ارشاد ہوا۔ سزا تو میں جسے چاہتا ہوں دیتا ہوں مگر میری رحمت ہر چیز پر چھائی ہوئی ہے اور اسے میں ان لوگوں کے حق میں لکھوں گا جو نافرمانی سے پرہیز کریں گے۔ زکوٰۃ دیں گے اور میری آیات پر ایمان لائیں گے' پس یہ رحمت (آج) ان لوگوں کا حصّہ ہے جو اس نبی

Marfat.com
Marfat.com

اُمّی صلے اللہ علیہ وسلّم کی پیروی اختیار کریں جس کا ذکر انہیں اپنے ہاں تورات اور انجیل میں لکھا ہُوا ملتا ہے۔ (الاعراف ۱۵۷)

ان آیات میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کے وہ لوگ مستحق ہوں گے جو یہ شرائط اپنے اندر پوری کرینگے۔

(۱) تقویٰ کی روش اختیار کرنا۔

(۲) زکوٰۃ ادا کرنا۔

(۳) اللہ کی آیات پر ایمان لانا۔

(۴) حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلّم کا اتباع کرنا۔

۱۶۔ معیارِ حق آپؐ کی سیرت طیبہ کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صرف آپؐ ہی کی سیرت طیّبہ کو معیار حق قرار دیا ہے۔

(۱) فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَ يُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝ (النساء)

نہیں اے محمدؐ! تمہارے رب کی قسم یہ کبھی مومن نہیں ہو سکتے۔ جب تک کہ اپنے باہمی اختلافات میں یہ تم کو فیصل نہ مان لیں۔ پھر جو کچھ تم فیصلہ کرو اس پر اپنے دلوں میں بھی کوئی تنگی محسوس نہ کریں، بلکہ سر تسلیم خم کریں۔ یہ آیت صریح طور پر آپؐ کے معیار حق ہونے کی نشاندہی کرتی ہے۔

اس میں اللہ تعالیٰ کے رسولؐ کو معیارِ حق قرار دینے کے لیے اہل ایمان میں تین باتوں کا ہونا لازمی قرار دیا گیا ہے۔

۱۔ اللہ کے رسولؐ کو غیر مشروط فیصل اور ثالث تسلیم کرنا۔

۲۔ آپؐ کی یہ حیثیت زندگی کے کسی ایک معاملہ میں نہیں بلکہ تمام معاملات میں تسلیم کرنا۔

۳۔ آپؐ کے فیصلہ کو دل کی پوری آمادگی اور خوشی سے قبول کر لینا۔

(۲)۔ کسی مومن مرد اور کسی مومن عورت کو یہ حق نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسُول کسی معاملے کا فیصلہ کر دے تو پھر اسے اپنے اس معاملے میں خود فیصلہ کرنے کا اختیار حاصل رہے اور جو کوئی اللہ اور اسکے

Marfat.com
Marfat.com

رسُول کی نافرمانی کرے تو وہ صریح گمراہی میں پڑ گیا۔ (الاحزاب۔۳۶)

۱۷۔ پیمانۂ محبّتِ خدا

آپؐ کی ایک خصُوصیّت یہ بھی ہے کہ آپؐ کی سیرۃ طیبہ ہی اب اللہ تعالیٰ سے محبّت کرنے کی واحد کسوٹی اور پیمانہ قرار پائی ہے جو شخص یہ دعویٰ کرتا ہے کہ میری محبّت اللہ تعالیٰ سے ہے تو اس کے لئے لازمی ہے کہ وُہ اپنی پُوری زندگی کو آپؐ کے اُسوہ حسنہ کے مطابق بنائے اور آپؐ کا مخلص پیروکار بنے۔ تبھی وُہ اپنے دعوائے محبّت میں سچا سمجھا جائے گا۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۚ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۳۱ (ال عمران)

اے نبی! لوگوں سے کہہ دو اگر تم حقیقت میں اللہ سے محبّت رکھتے ہو تو میری پیروی اختیار کرو اللہ تم سے محبّت کریگا اور تمہاری خطاؤں سے درگزر فرمائے گا۔ وُہ بڑا معاف کرنیوالا رحیم ہے۔

وضاحت: اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تین باتوں کی وضاحت کی ہے:۔

(۱) اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے کا دعویٰ کرتا ہے تو اس کا واحد پیمانہ یہ ہے۔ کہ وُہ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلّم کے اُسوۂ حسنہ کو اپنی زندگی کے لئے بہترین نمونہ قرار دیکر اپنی پُوری زندگی میں آپؐ کی پیروی اختیار کرے۔

(۲) جو شخص پُورے خلوص کے ساتھ آپؐ کی پیروی اختیار کریگا صرف اسی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی محبت ہو گی۔

(۳) اللہ تعالیٰ آپؐ کی پیروی کرنے والے شخص کے گناہ معاف کر دیگا۔ کیونکہ اصل میں اللہ ہی بخشنے والا اور رحم کرنیوالا ہے۔

۱۸۔ مظہرِ مرضیٔ مولیٰ

آپؐ کی سیرتِ طیبہ کی ایک خصوصیّت یہ بھی ہے کہ دُنیا میں اللہ تعالیٰ کی مرضی کی واحد مظہر بھی صرف آپؐ ہی کی سیرتِ طیبہ قرار پائی ہے۔ کیونکہ آپؐ اپنی مرضی اور خواہش سے کچھ نہیں فرماتے بلکہ سب کچھ اللہ تعالیٰ ہی کی مرضی سے فرماتے ہیں۔

Marfat.com
Marfat.com

اسی لیے آپؐ کی اطاعت کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت قرار دیا گیا ہے:

(۱)۔ وَ مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝ (النجم)

آپؐ اپنی طرف (ہوائے نفس) سے کچھ نہیں بولتے بلکہ یہ تو ایک وحی ہے جو اس پر نازل کی جاتی ہے

(۲)۔ وَ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۝ (النساء)

جس نے رسُول کی اطاعت کی اُس نے دراصل خدا کی اطاعت کی۔

(۳)۔ وَ مَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۝ (النساء)

ہم نے جو رسول بھی بھیجا ہے اسلیے بھیجا ہے کہ اذنِ خداوندی کی بنا پر اس کی اطاعت کیجائے۔

(۴)۔ وَ مَاۤ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَ مَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۝ (الحشر)

جو کچھ رسُول تمہیں دے وُہ لے لو اور جس چیز سے وُہ تم کو روک دے اس سے رُک جاؤ۔

۱۹. پیمانۂ صراطِ مُستقیم

آپؐ کی سیرتِ طیبہ کی خصوصیات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اب آپؐ ہی کی ذاتِ گرامی پیمانۂ صراطِ مُستقیم بھی قرار پائی ہے۔ اگر کوئی شخص دُنیا میں راہِ حق اور صراطِ مستقیم اختیار کرنا چاہتا ہو تو وُہ آپؐ ہی کی سیرتِ طیبہ کے ذریعے سے مل سکتا ہے۔ جیساکہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:۔

(۱)۔ اے محمدؐ کہو میرے ربّ نے بالیقین مجھے سیدھا راستہ دکھایا ہے۔ بالکل ٹھیک دین جس میں کوئی ٹیڑھ نہیں۔ ابراہیم کا طریقہ ہے جسے یکسُو ہو کر اس نے اختیار کیا تھا۔ اور وُہ مُشرکوں میں سے نہ تھا۔

(الانعام۔۱۶۱)

(۲)، اور یہ کہ میرا سیدھا راستہ یہی ہے۔ لہٰذا تم اسی پر چلو اور دُوسرے راستوں پر نہ چلو کہ وہ اس کے راستہ سے ہٹا کر تمہیں پراگندہ کر دیں گے یہ ہے وہ ہدایت جو تمہارے ربّ نے تمہیں کی ہے۔ شاید کہ تم کجروی سے بچو۔ (الانعام۔۱۵۳)

(۳)، پس ایمان لاؤ اللہ پر اس کے بھیجے ہُوئے نبیٔ اُمّی پر جو اللہ اور اس کے ارشادات کو مانتا ہے اور پیروی اختیار کرو اس کی اُمید ہے کہ تم راہِ راست پا لوگے۔ (الاعراف۔ ۱۵۸)

Marfat.com
Marfat.com

۴۔ یٰسٓ ﴿۱﴾ وَالْقُرْاٰنِ الْحَکِیْمِ ﴿۲﴾ اِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ﴿۳﴾ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۴﴾

(یٰس۔ ۱ تا ۴)

یٰس۔ قسم ہے قرآنِ حکیم کی کہ تُم یقیناً رسولوں میں سے ہو۔ سیدھے راستے پر۔

۲۰۔ ضمانتِ فوز و فلاح

آپؐ کی سیرتِ طیّبہ کی خصوصیات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اگر کوئی شخص دُنیا اور آخرت میں حقیقی اور دائمی کامیابی چاہتا ہے تو اس کی ضمانت بھی آپؐ ہی کی سیرتِ طیبہ سے مل سکتی ہے اور آپؐ ہی کے ذریعے اہلِ ایمان کو ابدی کامیابی حاصل ہو سکتی ہے۔

فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِہٖ وَعَزَّرُوْہُ وَنَصَرُوْہُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ مَعَہٗٓ ۙ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۵۷﴾ (الاعراف)

لہٰذا جو لوگ اُس "حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم" پر ایمان لائیں، اس کی حمایت کریں، اسکی مدد کریں اور اس روشنی (قرآن)، کی پیروی کریں جو اس کے ساتھ نازل کی گئی ہے تو وہی فلاح پانیوالے ہیں۔

اس آیتِ مبارکہ میں اہلِ ایمان کی کامیابی کے لئے حسبِ ذیل شرائط لگائی گئی ہیں:

(۱) وُہ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور سیرۃ طیّبہ پر ایمان رکھتے ہوں۔

(۲) آپؐ کے مخلص حمائتی ہوں۔

(۳) اللہ تعالیٰ کے دین کو قائم کرنے اور اس کو اپنی زندگیوں کے تمام شعبوں میں نافذ کرنے کیلئے آپؐ کے مددگار ہوں۔

(۴) جو نور (قرآن) آپؐ پر نازل کیا گیا ہے اس کا مخلصانہ اتّباع کرتے ہوں۔

دُوسرے الفاظ میں چونکہ اس قرآن کا عملی نمونہ آپؐ کی سیرتِ طیبہ کی شکل میں پایا جاتا ہے اسلئے وُہ آپؐ ہی کی سیرتِ طیبہ اور اُسوہ حسنہ کو اپنی زندگیوں کا نصب العین بنا کر اسے عملی جامہ پہناتے ہوں تو پھر ان کو ابدی اور حقیقی کامیابی کی ضمانت حاصل ہو سکتی ہے۔

(۵) نور سے مُراد کتاب وسُنّت اور ہدایت و رہنمائی ہوتی ہے اور نور (روشنی) کے مقابلہ میں اندھیرا

Marfat.com
Marfat.com

ہے جو کفر و شرک اور بدعت و نفاق کی شکل میں پایا جاتا ہے۔

۲۱۔ رفعِ ذکر کی سعادت آپؐ کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ جس قدر دُنیا میں رفعِ ذکر کی سعادت آپؐ کو حاصل ہُوئی ہے اتنی کسی دُوسرے فردِ بشر کو حاصل نہیں ہو سکی۔

آپؐ کی سیرتِ طیّبہ کا مکمّل طور پر قرآن و حدیث اور تواریخ و سِیَر کی کُتب میں مدوّن ہو جانا پھر کئی زبانوں میں اس کا ترجمہ ہو کر لکھا جانا پھر اذان و اقامت اور نماز میں اہلِ ایمان کی زبانوں پر آپؐ کی رسالت کی شہادت کا بار بار ذکر جاری و ساری رہنا خود اللہ تعالیٰ کا آپؐ پر اپنی رحمت نازل کرتے رہنا، فرشتوں کا آپؐ کے لیے دعائے رحمت کرتے رہنا اور پھر اللہ تعالیٰ کا اہلِ ایمان کو خصوصی طور پر حکم دینا کہ وُہ بھی اللہ تعالیٰ سے آپؐ پر رحمت و سلامتی کی دُعا کرتے رہا کریں۔ اس لحاظ سے دیکھا جائے تو اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے بعد دُنیا میں سب سے زیادہ جس شخصیّت کے رفعِ ذکر کا اہتمام کیا ہے۔ وہ صرف آپؐ ہی کی ذاتِ گرامی ہے۔ گویا یہ اعزاز بھی دنیا میں صرف آپؐ ہی کو حاصل ہُوا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ آپؐ کا ذکرِ خیر دُنیا میں تا قیامت جاری و ساری ہو گیا ہے۔

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۝ (الانشراح)

اور ہم نے تمہاری خاطر تمہارے ذِکر کا آوازہ بلند کر دیا۔

۲۲۔ حضورؐ۔ حاملِ فاتحہ کتاب و قرآنِ عظیم آپؐ کی ایک خصُوصیّت یہ بھی ہے کہ آپؐ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے عظیم خزانوں میں سے ایک خزانہ "سورۂ فاتحہ" کی شکل میں ایک ایسی بے نظیر دُعا کی تعلیم فرمائی ہے جو آپؐ سے قبل کسی فردِ بشر اور جنّ و انس میں سے کسی شخصیّت کو نصیب نہیں ہو سکی پھر اس کے ساتھ ہی اُس نے آپؐ کو ایک ایسا معجزانہ کلام "قرآن" کی شکل میں عطا کیا ہے جس کا چیلنج خود آپؐ نے بحیثیت ایک نبیِ اُمّی تمام عرب و عجم کو تا قیامت دے رکھا ہے کہ وُہ بھی اُن جیسی ایک ہی کتاب تصنیف کر کے پیش کریں

Marfat.com
Marfat.com

آپؐ نے مزید یہ بھی اعلان کر رکھا ہے کہ اگر یہ لوگ پُوری کتاب تصنیف کرنے سے عاجز ہیں تو دس سُورتیں ہی لے آئیں۔ اگر یہ بھی نہیں کر سکتے تو کم از کم اس قرآن جیسی سُورتوں میں سے صرف ایک ہی سُورت تصنیف کر دیں۔ اس کے ساتھ ہی آپؐ نے آج سے چودہ سو سال قبل دورانِ زندگی ہی میں یہ پیشگوئی بھی کر دی تھی کہ "یہ لوگ نہ آج تک ایسا کر سکے ہیں اور نہ ہی تا قیامت کر سکیں گے"۔ یہ ہے آپؐ کی سیرتِ طیبہ اور رسالتِ حقہ پر بہت بڑی شہادت جو یہ خود اللہ کی کتاب دُنیائے انسانیت کو ببانگِ دہل دے رہی ہے جیسا کہ قرآن میں ارشاد ہے:۔

(۱) وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ ۝ (الحجر)

ہم نے تم (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کو سات ایسی آیتیں دے رکھی ہیں جو بار بار دُہرائی جانے کے لائق ہیں (سورۂ فاتحہ) اور قرآنِ عظیم عطا کیا ہے۔

(۲) کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ پیغمبر نے اسے خود تصنیف کر لیا ہے۔ کہو اگر تم اپنے اس الزام میں سچے ہو تو ایک سورہ اس جیسی تصنیف کر لاؤ۔ اور ایک خدا کو چھوڑ کر جس جس کو بلا سکتے ہو مدد کے لیے بلا لو۔ اصل یہ ہے کہ جو چیز ان کے علم کی گرفت میں نہیں آئی اور جس کا مآل بھی اُن کے سامنے نہیں آیا اُس کو انھوں نے خواہ مخواہ اٹکل پچو جھٹلا دیا۔ (یونس ۳۸، ۳۹)

(۳) اور اگر تمہیں اس امر میں شک ہے کہ یہ کتاب جو ہم نے اپنے بندے پر اتاری ہے یہ ہماری ہے یا نہیں تو اس جیسی ایک ہی سُورت بنا لاؤ۔ اپنے سارے ہمنواؤں کو بلا لاؤ۔ ایک اللہ کو چھوڑ کر جس جس کی چاہو مدد لے لو۔ اگر تم سچے ہو تو یہ کام کر کے دکھاؤ۔ لیکن اگر تم نے ایسا نہ کیا اور یقیناً کبھی نہیں کر سکتے تو ڈرو اس آگ سے جس کا ایندھن بنیں گے انسان اور پتھر جو مہیا کی گئی ہے منکرینِ حق کے لیے۔ (البقرہ: ۲۳، ۲۴)

مُحْكَمَاتٌ فَمَا يُبْقِيْنَ مِنْ شُبَهٍ
لِذِيْ شِقَاقٍ وَّلَا يُبْغِيْنَ مِنْ حَكَمٍ
دَامَتْ لَدَيْنَا فَفَاقَتْ كُلَّ مُعْجِزَةٍ
مِنَ النَّبِيِّيْنَ اِذْ جَاءَتْ وَلَمْ تَدُمِ

نہیں آیاتِ قرآں میں ذرا بھی شک کی گنجائش
یہاں سقراطِ دوراں کی ہے عاجز حکمت و دانش
پرانے انبیاء کے معجزے اب ہیں کہاں زندہ
محمدؐ کا مگر اعجاز ہے زندہ و پائندہ!!

Marfat.com
Marfat.com

لَا تَعْجَبَنْ لِحَسُوْدٍ رَاحَ يُنْكِرُهَا — خرد کا مدعی اور منکرِ آیات قرآں ہو !

تَجَاهُلًا وَّهُوَ عَيْنُ الْحَاذِقِ الْفَهِمِ — تعصّب کا مریض اور قدردانِ علم وعرفاں ہو !

قَدْ تُنْكِرُ الْعَيْنُ ضَوْءَ الشَّمْسِ مِنْ رَّمَدٍ — اگر آنکھیں ہی اندھی ہیں تو سورج کی خطا کیا ہے

وَيُنْكِرُ الْفَمُ طَعْمَ الْمَاءِ مِنْ سَقَمٍ — دہن جب تلخ ہے تو آبِ شیریں کا مزا کیا ہے

فَمَا تُعَدُّ وَلَا تُحْصٰى عَجَائِبُهَا — عجائب بیکراں، لاانتہا، بے حد و بے پایاں

وَلَا تُسَامُ عَلَى الْإِكْثَارِ بِالسَّامِ — دلیلِ نعمتِ ختمِ رسالت حکمتِ قرآں!

وَكَالصِّرَاطِ وَكَالْمِيْزَانِ مَعْدِلَةً — توازن کے لیے میزان ہیں آیاتِ قرآنی !

فَالْقِسْطُ مِنْ غَيْرِهَا فِي النَّاسِ لَمْ يَقُمٖ — قیام عدل سے عاجز تھی ورنہ عقلِ انسانی !

كَفَاكَ بِالْعِلْمِ فِي الْأُمِّيِّ مُعْجِزَةً — یہی اعجاز کیا کم تھا نظامِ جاہلیت میں !

فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَالتَّادِيْبِ فِي الْيُتْمِ — یتیم اہلِ نظر، اُمّی ہو یکتا علم و حکمت میں !

(نوائے بُردہ)

۲۳۔ حضورؐ حاملِ جوامع الکلم آپ کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو جوامع الکلم عطا کیے تھے جو الفاظ کے لحاظ سے نہایت مختصر اور معنوی لحاظ سے بڑی وسعت رکھتے ہیں (مسلم) اور وہ یہ ہیں:

(۱) اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ۔ — آدمی کا حشر اُسی کے ساتھ ہوگا، جس سے محبت رکھتا ہوگا۔

(۲) اَسْلِمْ تَسْلَمْ۔ — تم ایمان لاؤ تو سلامتی پاؤ گے۔

(۳) اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ — اعمال نیتوں پر منحصر ہیں

(۴) مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهٗ مَا لَا يَعْنِيْهِ۔ — بہتر مسلمان وہ ہے جو لایعنی اُمور کو چھوڑ دیتا ہے۔

(۵) لَا يَكُوْنُ الْمُؤْمِنُ مُؤْمِنًا حَتّٰى يَرْضٰى لِاَخِيْهِ مَا يَرْضَاهُ لِنَفْسِهٖ۔ — اصل میں مومن وہی ہے جو اپنے بھائی کے لیے بھی وہی کچھ چاہتا ہے، جو وہ اپنے لیے چاہے۔

Marfat.com
Marfat.com

(۶) اَلنَّاسُ مَعَادِنُ۔ — انسان کانیں ہیں (جس طرح ایک کان میں سے ایک ہی قسم کے جواہر نکلتے ہیں اسی طرح ایک گروہ اور قبیلہ میں بھی خاص خاص مزاج اور طبع کے لوگ ہوتے ہیں۔)

(۷) مَا هَلَكَ امْرَءٌ عَرَفَ قَدْرَهٗ۔ — جس نے اپنی قدر پہچانی۔ نجات پائی۔

(۸) اَلْمُسْتَشَارُ مُؤْتَمَنٌ۔ — مشورے کے لیے معتمد آدمی چاہیئے۔

(۹) اَلْمَرْءُ مَعَ الْخِيَارِ مَالَمْ يَتَكَلَّمْ۔ — مرد نہ کہی ہوئی بات پر اختیار رکھتا ہے۔

(۱۰) لَاخَيْرَ فِيْ صُحْبَةِ لَا يَرَى لَكَ مَا تَرَى لَهٗ۔ — ایسے شخص سے ملنا بیکار ہے کہ جو کچھ تو اُس کے واسطے چاہے وُہ تیرے واسطے نہ چاہے۔

(۱۱) رَحِمَ اللّٰهُ عَبْدًا قَالَ خَيْرًا نَغِمَ اَوْ سَكَتَ فَسَلِمَ۔ — نیک آدمی وُہ ہے جس نے اچھا کام کیا اور فائدہ پہنچایا یا چُپ رہا۔ اور رہائی پائی۔

(۱۲) ذُوالْوَجْهَيْنِ لَا يَكُوْنُ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا۔ — منافق کی خُدا کے سامنے کچھ عزت نہیں ہے۔

(۱۳) اَلنَّاسُ كَاَسْنَانِ الْمُشْطِ۔ — لوگ کنگھی کے دندانوں کی مانند ہیں۔

(۱۴) خَيْرُكُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خَيْرُكُمْ فِي الْاِسْلَامِ۔ — جو زمانہ جاہلیت میں اچھا ہے۔ جب وُہ اِسلام قبول کرلیتا ہے تو وُہ پھر اِسلام میں بھی اچھا ہی ہوتا ہے۔

(۱۵) اَلْمُسْلِمُوْنَ تَتَكَافُوْ دِمَاءُهُمْ۔ — مسلمانوں کا خُون باہم برابر ہے۔

(۱۶) اَلْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِّنَ الْيَدِ السُّفْلٰى۔ — اُونچا ہاتھ نیچلے ہاتھ سے بہتر ہے۔

(۱۷) خَيْرُ الْاُمُوْرِ اَوْسَطُهَا — اوسط کام سب کاموں سے بہتر ہے۔

(۱۸) لَا يُلْدَغُ الْمُؤْمِنُ مِنْ جُحْرٍ مَّرَّتَيْنِ۔ — مومن ایک سُوراخ سے دو مرتبہ نہیں کاٹا جاتا۔

(۱۹) اَلسَّعِيْدُ مَنْ وُّعِظَ بِغَيْرِهٖ۔ — نیک بخت دوسرے سے نصیحت پکڑتا ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

(٢٠) اَلْوَحْدَةُ خَيْرٌ مِّنْ جَلِيْسِ السُّوْءِ — بُرے ہمنشینوں سے تنہائی بہتر ہے۔

(٢١) اِيَّاكَ وَكَثْرَةَ الضِّحْكِ فَاِنَّهٗ يُمِيْتُ الْقُلُوْبَ۔ — زیادہ نہ ہنسو کہ زیادہ ہنسنا دل کو مُردہ کر دیتا ہے۔

(٢٢) قُلِ الْحَقَّ وَاِنْ كَانَ مُرًّا۔ — سچی بات کہو۔ اگرچہ کڑوی ہو۔

(٢٣) غُضُّوْا اَبْصَارَكُمْ وَكُفُّوْا اَيْدِيَكُمْ۔ — آنکھ زمین پر اور ہاتھ آستین میں رکھو۔

(٢٤) اَكْرَمُهُمْ عِنْدَ اللهِ اَتْقٰهُمْ — خُدا کے نزدیک وُہ زیادہ شریف ہے جو پرہیزگار زیادہ ہے۔

(٢٥) حُبُّكَ الشَّيْءَ يُعْمِيْ وَيُصِمُّ — محبت تجھے اندھا اور بہرہ کرتی ہے۔

(٢٦) لَا يَرْحَمُ اللهُ مَنْ لَّا يَرْحَمُ — خُدا اُس پر مہربانی نہیں کرتا۔ جو لوگوں پر مہربان نہیں ہوتا۔

(٢٧) اَلْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهٗ بَعْضًا۔ — مسلمان لوگ مثل ایک دیوار کے ہیں کہ اُس کے اجزاء ایک دُوسرے سے قوت پکڑے ہوئے ہیں۔

(٢٨) خَيْرُ الْعَمَلِ مَا قَلَّ وَدَامَ۔ — اعمال میں بہتر عمل وُہ ہے کہ جو اگرچہ تھوڑا ہو لیکن ہمیشہ ہونے والا ہو۔

(٢٩) اَلْحَلَالُ بَيِّنٌ وَّالْحَرَامُ بَيِّنٌ وَّبَيْنَهُمَا مُشْتَبِهَاتٌ۔ — اسلام میں عمل کے لئے حلال اور حرام بالکل واضح کر دیا گیا ہے۔ اور ان دونوں کے درمیان شک میں ڈالنے والی چیزیں ہیں (جن سے اجتناب کرنا چاہیئے)۔

(٣٠) اِذْلَمْ تَسْتَحِيْ فَاصْنَعْ مَاشِئْتَ — اگر تجھے شرم نہیں ہے۔ تو پھر تُو جو چاہے کر۔

(٣١) اَنْزِلُوا النَّاسَ مَنَازِلَهُمْ — ہر شخص کی قدر و منزلت کا لحاظ رکھو۔

(٣٢) اَلْمُؤْمِنُ مِرْاٰةُ الْمُؤْمِنِ۔ — مسلمان ایکدوسرے کے لئے آئینہ ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

(۳۳) كَبُرَتْ خِيَانَةً أَنْ تُحَدِّثَ أَخَاكَ حَدِيْثًا هُوَ لَكَ مُصَدِّقٌ بِهٖ وَ اَنْتَ كَاذِبٌ ۔	یہ بڑی خیانت ہے کہ تو اپنے بھائی سے جھوٹی بات کو اس طرح بیان کرے کہ وہ اُس کو سچ سمجھے۔
(۳۴)۔ اَلْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ ۔	بیٹا اُس کا ہے جس کے بستر پر گھر میں ولادت پائے اور زانی کے لیے پتھر ہیں۔
(۳۵)۔ اَلْحَرْبُ خُدْعَةٌ ۔	جنگ چالوں سے لڑی جاتی ہے۔
(۳۶) لَيْسَ الْخَبَرُ كَالْمُعَايَنَةِ ۔	شنیدہ کے بود مانند دیدہ۔
(۳۷)۔ اَلْمَجَالِسُ بِالْاَمَانَةِ ۔	مجالس کے لیے امانت (رازداری) لازم ہے۔
(۳۸)۔ تَرْكُ الشَّرِّ صَدَقَةٌ ۔	بُرائی سے باز آنا بھی صدقہ (نیکی) ہے
(۳۹)۔ سَيِّدُ الْقَوْمِ خَادِمُهُمْ ۔	قوم کا سردار وہ ہے جو اُسکی خدمت کرے۔
(۴۰)۔ كُلُّ ذِيْ نِعْمَةٍ مَحْسُوْدٌ ۔	ہر نعمت پانے والے سے حسد کیا جاتا ہے۔
(۴۱)۔ اَلْكَلِمَةُ الطَّيِّبَةُ صَدَقَةٌ ۔	حُسنِ گفتار بھی صدقہ (نیکی) ہے
(۴۲)۔ اَكْمَلُ الْمُؤْمِنِيْنَ اِيْمَانًا اَحْسَنُهُمْ خُلُقًا	مومنوں میں سب سے مکمّل ایمان اس کا ہے جس کا خلق سب سے اچھا ہے۔

حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلّم کے یہ جوامع الکلم انسانی زندگی کے لئے بہترین راہنما اصول کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ہر مسلمان پر فرض ہے کہ وُہ اپنے محسن و ہادیؐ کی ان پیاری باتوں کو ازبر کرے اور پھر ان کے مطابق اپنی زندگی بسر کرے چونکہ ان پیاری باتوں کا تعلق زندگی کے تمام شعبوں کے ساتھ ہے۔ اسلئے جو شخص چاہتا ہے کہ وُہ اپنی پوری زندگی حضورؐ کے اسوۂ حسنہ کے مُطابق بسر کرے وُہ ضرور آپؐ کی ان مختصر اور جامع باتوں پر عمل پیرا ہو۔ جن صحابہؓ کرام نے اپنی زندگیوں کو ان کے مطابق بنا لیا تھا۔ وُہ آسمانِ دُنیا میں روشن ستارے بن کر چمکے اور دنیا و آخرت میں انہیں ایسا عزّ و شرف حاصل ہوا کہ تاریخِ انسانی میں ان کی مثال نہیں ملتی۔ آج ضرورت ہے کہ

Marfat.com
Marfat.com

یہ امتِ مسلمہ بھی انہی کے نقشِ قدم پر چل کر حقیقی فوز و فلاح حاصل کرے۔

۲۴۔ حضورؐ صاحبِ کوثر

آپؐ کی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اللہ تعالےٰ نے آپؐ کو کوثر جیسی عظیم نعمت عطا فرمائی۔ کوثر مبالغہ کا صیغہ ہے۔ جس کے لغوی معنی بے انتہا کثرت کے ہیں۔ اس سے مُراد خیر، بھلائی اور نعمتوں کی کثرت ہے۔ آپؐ کی اولادِ نرینہ بچپن ہی میں فوت ہو گئی تھی مکہ میں آپؐ کی دعوت کو بڑے زور شور سے دبانے کی کوشش کی جا رہی تھی۔ مخالفین کہہ رہے تھے کہ آپؐ کا دُنیا میں کوئی نام لیوا نہ ہوگا۔ نرینہ اولاد تو آپؐ کی زندہ نہیں رہی اور دعوتِ حق کو لوگ قبول نہیں کر رہے۔ اسلئے آپؐ دُنیا سے رخصت ہونے ہی گوشۂ گمنامی میں چلے جائیں گے۔ مخالفین کی اس قسم کی حرکتوں کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو ارشاد فرمایا کہ "اے نبیؐ! ہم آپؐ کو ایک ایسا کوثر (خیرِ کثیر) عطا کر رہے ہیں جو نہ اس سے قبل کسی کو نصیب ہُوا ہے اور نہ ہی آپؐ کے بعد کسی کو نصیب ہوگا۔

اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ۝ (الکوثر۔۱)

(اے نبیؐ!) ہم نے تمہیں کوثر عطا کر دیا

اس سے بے شمار بھلائیاں مُراد ہیں۔ اُن میں سے بعض یہ ہیں:۔

(۱) اخلاق کی بے شمار خوبیاں

(۲) نبوت، قرآن اور علم و حکمت کی عظیم نعمتیں۔

(۳) توحید اور ایک ایسے نظامِ زندگی کی وہ نعمت جس میں سیدھے سادے، عام فہم اور عقل و فراست کے مطابق ایسے جامع اور ہمہ گیر اصول جو تمام عالم میں پھیل جانے اور ہمیشہ پھیلتے ہی چلے جانے کی طاقت رکھتے ہوں۔

(۴) رفعِ ذکر کی نعمت جس کی بدولت حضورؐ کا نامِ نامی چودہ سو برس سے دُنیا کے گوشے گوشے میں بلند ہو رہا ہے اور قیامت تک بلند ہوتا رہے گا۔

(۵) آپؐ کے ذریعے سے ایسی عالمگیر اُمّت کا وجود میں آنا جو کہ دُنیا میں ہمیشہ کے لئے دینِ حق کی

Marfat.com
Marfat.com

علم بردار بن گئی۔ جس سے زیادہ نیک، پاکیزہ اور بلند پایہ انسان دُنیا کی کسی اُمّت میں کبھی پیدا نہیں ہُوئے اور جو بگاڑ کی حالت کو پہنچ کر بھی دُنیا کی سب قوموں سے بڑھ کر خیر اپنے اندر رکھتی ہے

(۶) آپؐ نے اپنی حیاتِ مبارکہ ہی میں اپنی دعوت کو کامیاب دیکھ لیا۔ اور آپؐ کے ہاتھوں وُہ جماعت تیار ہوگئی جو دنیا پر چھا جانے کی صلاحیت رکھتی تھی۔

(۷) اللہ کا آپؐ کو مسلمانوں کی صورت میں وہ رُوحانی اولاد عطا فرمانا جو قیامت تک تمام روئے زمین پر آپؐ کا نام روشن کرنے والی ہے بلکہ آپؐ کی ایک ہی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ سے آپؐ کو جسمانی اولاد بھی عطا کی۔ جو دُنیا بھر میں پھیلی ہوئی ہے۔ اور جس کا سارا سرمایۂ افتخار ہی یہ ہے کہ حضورؐ سے اس کا انتساب ہے۔

(۸) وہ حوضِ کوثر جو قیامت اور میدانِ حشر میں صرف آپؐ ہی کو ملے گا۔ اور آپؐ اپنی امت کو اس سے پانی پلائیں گے۔ اس پانی میں اللہ تعالیٰ نے یہ خاصیت رکھی ہے کہ اس کا ایک ہی گھونٹ پینے سے پیاس بجھ جائے گی۔

(۹) وُہ کوثر جو جنت میں آپؐ کو عطا فرمائی جائے گی۔ (تلخیص تفہیم القرآن جلد۔۶ صفحہ ۴۹۲ تا ۴۹۶)

۲۵۔ مقامِ محمُودیّت

آپؐ کی سیرتِ طیبہ کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپکو مقامِ محمُودیت پر سرفراز کرنے کی خوشخبری اُس وقت دے دی تھی جب کہ آپؐ کی زبردست مخالفت کی جا رہی تھی۔ مخالفین آپؐ کی تواضع گالیوں سے کر رہے تھے اور ملک بھر میں آپؐ کو بدنام کرنے کے لیے انہوں نے جھُوٹے الزامات کا ایک طوفان برپا کر رکھا تھا اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو پیشگی یہ خبر دے دی کہ

"وہ وقت دُور نہیں جب دُنیا تمہاری تعریفوں سے گونج اُٹھے گی اور آخرت میں بھی تم ساری خلقت کے ممدوح ہو کر رہو گے۔"

قیامت کے روز نبیؐ کا مقامِ شفاعت پر کھڑا ہونا بھی اسی مرتبۂ محمودیّت کا ایک حصّہ ہے جیسا کہ قرآن میں مذکور ہے:

Marfat.com
Marfat.com

وَمِنَ الَّیْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ عَسٰٓى اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

(۷۹ بنی اسرائیل)

اور رات کو تہجد پڑھو۔ یہ تمہارے لیے نفل ہے۔ بعید نہیں کہ تمہارا ربّ تمہیں مقام محمود پر فائز کردے

هُوَ الْحَبِیْبُ الَّذِیْ تُرْجٰی شَفَاعَتُهٗ	اُسی کی ذاتِ اقدس شافعِ روزِ قیامت ہے
لِكُلِّ هَوْلٍ مِّنَ الْاَهْوَالِ مُقْتَحِمِ	ہم اُس کے اُمتی ہیں اُس سے امیدِ شفاعت ہے
اِنْ لَّمْ یَكُنْ فِیْ مَعَادِیْ اٰخِذًا بِیَدِیْ	میرے قدموں کو لغزش ہو نہیں سکتی قیامت میں!
فَضْلًا وَّاِلَّا فَقُلْ یَا زَلَّةَ الْقَدَمِ	کہ تقویت کی اک صورت ہے امیدِ شفاعت میں!

(نوائے بُردہ)

۲۶۔ کمالِ عبدیّت

آپؐ میں ایک بہت بڑی خصوصیّت یہ بھی ہے کہ آپؐ کو اس عالمِ انس و جن میں ایک ایسا بلند کمالِ عبدیّت حاصل ہوا ہے جو نہ آج تک کسی فردِ بشر کو ہوا ہے اور نہ تا قیامت ہو سکے گا۔ جس طرح آپؐ خاتم انبیاء بن کر دُنیا میں تشریف لائے ہیں کہ آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا اسی طرح آپؐ کامل نمونۂ عبدیّت بھی بن کر آئے ہیں کہ آپؐ کے بعد عبدیت میں کوئی کامل نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ کئی مقامات پر اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو اپنا بندہ ہونے کا لقب دیا ہے۔ اس کی اصل وجہ یہی ہے کہ آپؐ نے زندگی کے تمام شعبوں میں خدا کی بندگی کر کے سب سے بلند کمالِ عبدیت حاصل کیا ہے۔

اسی بنا پر آپؐ کو وہ معراجِ کمالیت ملی جو کسی دُوسرے کو نصیب نہیں ہو سکی جیسا کہ قرآن میں آتا ہے:۔

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ (بنی اسرائیل ۱۰)

پاک ہے وہ جو لے گیا ایک رات اپنے بندے کو مسجد حرام سے دُور کی اُس مسجد تک جسکے

Marfat.com
Marfat.com

ماحول کو ہم نے برکت دی ہے تاکہ اسے ہم اپنی کچھ نشانیوں کا مشاہدہ کرائیں۔ حقیقت میں وہی ہے سب کچھ سننے والا دیکھنے والا۔

وضاحت: یہاں اس آیت میں رسول کی جگہ لفظ عبد کا آنا بڑا ہی معنی خیز ہے۔ کیونکہ آپؐ نے اپنی پوری زندگی میں خدا کی بندگی کر کے اپنے مکمل بندۂ رب ہونے کا عملاً ثبوت دیا ہے۔ اسی لیے اس کے صلہ میں اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو معراجِ کمالِ عبدیّت سے نوازا ہے۔ اس آیت میں عبد سے مراد خود حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلّم کی ذاتِ گرامی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو یہ اتنا بڑا انعام عطا فرمایا ہے کہ اس سے بلند تر مقامِ انسانیّت کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ عبدیّت کا یہ بلند ترین مقام ہی تو تھا کہ آپؐ فرشِ زمیں سے عرشِ معلیٰ کے ایسے مقامِ مقدّس پر تشریف لے گئے جہاں جن و انس تو ایک طرف ہے کوئی نوری فرشتہ بھی نہیں جا سکا۔ آپؐ کی سیرتِ طیّبہ کی یہ وہ خصوصیت ہے جو نہ کسی نوری و ناری کو نصیب ہوئی ہے اور نہ ہی آپؐ کے علاوہ کسی دوسرے پیغمبر کو یہ رتبۂ بلند ملا ہے ؎

بَلَغَ الْعُلیٰ بِکَمَالِہٖ ؛ کَشَفَ الدُّجیٰ بِجَمَالِہٖ
حَسُنَتْ جَمِیْعُ خِصَالِہٖ ؛ صَلُّوْا عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ (سعدیؒ)

"آپؐ اپنے کمالِ عبدیّت کی وجہ سے بلند ترین مقامِ انسانیت پر تشریف لے گئے۔ آپؐ نے اپنے حسن و جمال (خُلقِ عظیم) کے سراجِ منیر سے کفر و شرک اور بدعت و نفاق کے تمام اندھیروں کو دور کر دیا۔ آپؐ کی تمام عادات و اطوار اور سیرت و کردار پاکیزہ ہیں آپؐ پر اور آپؐ کی آل پر لاکھوں درود و سلام ہوں"۔

سَرَیْتَ مِنْ حَرَمٍ لَیْلًا اِلٰی حَرَمٍ — حرم سے تا حرم پہنچے ہیں راتوں رات صلیّ اللہ
کَمَا سَرَی الْبَدْرُ فِیْ دَاجٍ مِّنَ الظُّلَمِ — مثالِ بدرِ کامل آپؐ کی ہے ذات صلیّ اللہ
وَقَدَّمَتْکَ جَمِیْعُ الْاَنْبِیَاءِ بِھَا — سبھوں کے آپؐ ہیں مخدوم باقی سارے خادم ہیں
وَالرُّسُلُ تَقْدِیْمَ مَخْدُوْمٍ عَلٰی خَدَمٍ — امام الانبیاء ہیں آپؐ سب نبیوں کے خاتم ہیں
وَاَنْتَ تَخْتَرِقُ السَّبْعَ الطِّبَاقَ بِھِمْ — صفِ اعداء کو جیسے مردِ میدان چیر کر نکلے
فِیْ مَوْکِبٍ کُنْتَ فِیْہِ صَاحِبَ الْعَلَمِ — محمدؐ ہفت خوانِ آسماں سے بے خطر نکلے

Marfat.com
Marfat.com

حَتّٰی اِذَا لَمْ تَدَعْ شَأْوًا لِمُسْتَبِقٍ	اگر رف رف محمدؐ کی رفاقت پا نہ سکتا تھا!
مِنَ الدُّنُوِّ وَلَا مَرْقًا لِمُسْتَنِمِ	تو خود سدرہ نشین سدرہ سے آگے جا نہ سکتا تھا
خَفَضْتَ کُلَّ مَقَامٍ بِالْاِضَافَةِ اِذْ	ندائے حق عروجِ بندگی کا اِک جیلہ تھی
نُوْدِیْتَ بِالرَّفْعِ مِثْلَ الْمُفْرَدِ الْعَلَمِ	یہ معراج آدمی کی سربلندی کا وسیلہ تھی
فَحُزْتَ کُلَّ فِخَارٍ غَیْرَ مُشْتَرَکٍ	مقامِ عرش تک بس سید الابرار پہنچے ہیں
وَجُزْتَ کُلَّ مَقَامٍ غَیْرَ مُزْدَحَمِ	جہاں کوئی نہیں پہنچا وہاں سرکار پہنچے ہیں
وَجَلَّ مِقْدَارُ مَا وُلِّیْتَ مِنْ رُتَبٍ	جو رتبہ آپؐ کو بخشا گیا ہم لوگ کیا سمجھیں
وَعَزَّ اِدْرَاکُ مَا اُوْلِیْتَ مِنْ نِعَمِ	بزرگی میں خدا کے دوست کو بعد از خدا سمجھیں
بُشْرٰی لَنَا مَعْشَرَ الْاِسْلَامِ اِنَّ لَنَا	نمازِ فرض پیغام امامت اہلِ ایماں کو
مِنَ الْعِنَایَةِ رُکْنًا غَیْرَ مُنْهَدِمِ	ستونِ دین ہے سامان اقامت اہلِ ایماں کو
لَمَّا دَعَی اللّٰهُ دَاعِیْنَا لِطَاعَتِهٖ	بطورِ خاص جب اللہ نے اُن کو پکارا ہے!
بِاَکْرَمِ الرُّسُلِ کُنَّا اَکْرَمَ الْاُمَمِ	وہ نبیوں میں بڑے قوموں میں یہ رتبہ ہمارا ہے![1]

۲۷۔ **حضورؐ۔ صاحبِ خیر القرون**: حضورؐ کے زمانہ کو بہترین زمانہ قرار دیا گیا ہے۔ (مشکوٰۃ)

۲۸۔ **حضورؐ۔ حاملِ برکاتِ ثلاثہ**: دیگر برکاتِ کثیرہ کے علاوہ حضورؐ کی تین برکات یہ بھی ہیں:

(۱) **نصرت بالرعب** — اللہ تعالیٰ نے رُعب کے ذریعہ سے آپؐ کی مدد فرمائی ہے کہ دشمن پر ایک ماہ کی مسافت ہی سے آپ کا رُعب طاری ہو جاتا تھا۔ (مشکوٰۃ)

(۲) **مالِ غنیمت** — اللہ تعالیٰ نے سابقہ انبیاء کے مقابلہ میں آپؐ کے لیے مالِ غنیمت تاقیامت حلال فرما دیا ہے۔ (مشکوٰۃ)

(۳) **طہارتِ ارضی** — اللہ تعالیٰ نے ساری زمین کو آپؐ کے لیے تاقیامت پاکیزہ اور سجدہ گاہ قرار دے دیا ہے۔ کہ اگر پانی نہ ملے تو پاک مٹی سے تیمم کر لیا جائے۔ گویا زمین کو طہارت کیلئے پانی کا قائم مقام قرار دے دیا گیا ہے اور جس جگہ بھی نماز کا وقت ہو جائے

[1] نوائے بردہ۔

Marfat.com
Marfat.com

مسجد کے علاوہ وہاں ہی نماز پڑھ لینے کی اجازت دے دی گئی ہے۔ پوری زمین کو پاکیزہ اور سجدہ گاہ قرار دینے کی یہ بھی حکمت ہے کہ صرف خدا کی اطاعت و عبادت مسجد ہی میں نہ کی جائے بلکہ پوری زمین میں خدا کی حاکمیت کا نظام قائم کر کے پوری زمین کو عبادت گاہ بنا دیا جائے (مشکوٰۃ)

۲۹۔ نبیُ توبہ: آپؐ کا یہ نام اللہ تعالیٰ کے حضور آپؐ کا کثرت سے توبہ و استغفار فرمانے کی وجہ سے ہے جیسا کہ قرآن میں آتا ہے:

۱۔ فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوٰىكُمْ (محمد۔۱۹)

پس اے نبیؐ خوب جان لو کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور معافی مانگو اپنے قصور کے لیے اور مومن مردوں اور عورتوں کے لیے اور وہ تمہاری سرگرمیاں بھی جانتا ہے۔ اور تمہارے ٹھکانے سے بھی واقف ہے۔

وضاحت: "اسلام نے جو اخلاق انسان کو سکھائے ہیں، ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ بندہ اپنے ربّ کی بندگی و عبادت بجا لانے میں اور اس کے دین کی خاطر جان لڑانے میں، خواہ اپنی حد تک کتنی ہی کوشش کرتا رہا ہو، اس کو کبھی اس زعم میں مبتلا نہ ہونا چاہیئے کہ جو کچھ مجھے کرنا چاہیئے تھا وہ میں نے کر دیا ہے بلکہ اسے یہی سمجھتے رہنا چاہیئے کہ میرے مالک کا مجھ پر جو حق تھا وہ میں ادا نہیں کر سکا ہوں، اور ہر وقت اپنے قصور کا اعتراف کر کے اللہ سے یہی دعا کرتے رہنا چاہیئے کہ تیری خدمت میں جو کچھ بھی کوتاہی مجھ سے ہوئی ہے اس سے درگزر فرما۔ یہی اصل روح ہے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی کہ "اے نبیؐ، اپنے قصور کی معافی مانگو" اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ معاذ اللہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فی الواقع جان بوجھ کر کوئی قصور کیا تھا۔ بلکہ اس کا صحیح مطلب یہ ہے کہ تمام بندگانِ خدا سے بڑھ کر جو بندہ اپنے رب کی بندگی بجا لانے والا تھا۔ اس کا منصب یہ نہ تھا کہ اپنے کارنامے پر فخر کا کوئی شائبہ تک اس کے دل میں راہ پائے بلکہ اس کا مقام بھی یہ تھا کہ اپنی ساری عظیم القدر خدمات کے باوجود اپنے رب کے حضور اعتراف قصور ہی کرتا رہے۔

Marfat.com
Marfat.com

اسی کیفیت کا اثر تھا جس کے تحت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہمیشہ بکثرت استغفار فرمایا کرتے رہتے تھے۔ ابوداؤد، نسائی اور مسند احمد کی روایت میں حضورؐ کا یہ ارشاد منقول ہوا ہے کہ

"میں ہر روز سو بار اللہ سے استغفار کرتا ہوں" (تفہیم القرآن۔ ۵۔ صفحہ۔ ۳۵)

(ب)۔ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ۚ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا ۔ (۳۰)

پس اپنے رب کی حمد کے ساتھ اُس کی تسبیح کرو، اور اس سے مغفرت کی دُعا مانگو، بیشک وُہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے۔

۳۰۔ نبیِّ رحمت

یہ بھی آپؐ کا ایک صفاتی نام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو تمام جہان کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے جیسا کہ قرآن میں مذکور ہے:

وَمَا أَرْسَلْنٰكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ۔ (الحج۔ ۱۰۷)

"اے محمدؐ! ہم نے جو تم کو بھیجا ہے تو یہ دراصل دنیا والوں کے حق میں ہماری رحمت ہے۔"

وضاحت: "دوسرا ترجمہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ" ہم نے تم کو دُنیا والوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے"۔ دونوں صُورتوں میں مطلب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت دراصل نوعِ انسانی کے لیے خدا کی رحمت اور مہربانی ہے، کیونکہ آپؐ نے آکر غفلت میں پڑی ہوئی دنیا کو چونکایا ہے۔ اور اسے وُہ علم دیا ہے جو حق اور باطل کا فرق واضح کرتا ہے، اور اس کو بالکل غیر مشتبہ طریقہ سے بتا دیا ہے کہ اس کے لیے تباہی کی راہ کونسی ہے اور سلامتی کی راہ کونسی۔ کفارِ مکہ حضورؐ کی بعثت کو اپنے لیے زحمت اور مصیبت سمجھتے تھے اور کہتے تھے کہ اس شخص نے ہماری قوم میں پھوٹ ڈال دی ہے، ناخن سے گوشت جُدا کر کے رکھ دیا ہے۔ اس پر فرمایا گیا کہ نادانو، تم جسے زحمت سمجھ رہے ہو یہ درحقیقت تمہارے لیے رحمت ہے۔" (تفہیم القرآن ۳ صفحہ: ۱۹۲)

۳۱۔ الماحی

یہ بھی آپؐ کا صفاتی نام ہے۔ اس کا مطلب ہے مٹا دینے والا۔ اس سے مُراد یہ ہے کہ آپؐ کی بعثت سے باطل مٹ گیا اور حق غالب آگیا۔ جیسا کہ قرآن میں مذکور ہے۔ "قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۚ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا

Marfat.com
Marfat.com

(بنی اسرائیل۔ ۸۱)

اور یہ کہہ دو کہ حق آگیا اور باطل مٹ گیا۔ بے شک باطل مٹ ہی جانے والا ہے۔

۳۲۔ العاقب آپؐ کے اس صفاتی نام کا مطلب ہے "پیچھے آنے والا۔ بعد میں آنیوالا پیشرو کی جگہ لینے والا۔ چونکہ آپؐ جملہ انبیاء کے بعد تشریف لائے تھے اسلئے آپؐ کا یہ بھی ایک صفاتی نام احادیث میں بیان ہوا ہے۔ یہ گویا آپؐ کی صفت خاتم النبیین کے ہم معنیٰ ہے جیسا کہ قرآن میں مذکور ہے:

ا۔ "(لوگو) محمدؐ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں مگر وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں اور خدا ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔ (الاحزاب۔ ۴۰)

ب۔ حضورؐ کی ختم نبوت پر بے شمار احادیث دلالت کرتی ہیں۔ ان میں سے بعض کا صرف ترجمہ اختصار کے ساتھ نقل کیا جاتا ہے۔ تفصیلات تفہیم القرآن سورۂ احزاب۔ ۴۰ میں دیکھ لی جائیں

(۱) میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا بلکہ خلفاء ہوں گے۔ (بخاری کتاب المناقب)

(۲) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری اور مجھ سے پہلے گزرے ہوئے انبیاء کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص نے ایک عمارت بنائی اور خوب حسین وجمیل بنائی مگر ایک کونے میں ایک اینٹ کی جگہ چھوٹی ہوئی تھی۔ لوگ اس عمارت کے گرد پھرتے اور اس کی خوبی پر اظہار حیرت کرتے تھے، مگر کہتے تھے کہ اس جگہ اینٹ کیوں نہ رکھی گئی؟ تو وہ اینٹ میں ہوں، اور میں خاتم النبیین ہوں (یعنی میرے آنے پر نبوت کی عمارت مکمل ہو چکی ہے، اب کوئی جگہ باقی نہیں ہے جسے پُر کرنے کے لیے کوئی آئے)۔ (بخاری۔ کتاب المناقب)

(۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے کوئی نبی نہیں بھیجا جس نے اپنی اُمت کو دجال کے خروج سے نہ ڈرایا ہو (مگر اُن کے زمانے میں وہ نہیں آیا) اب میں آخری نبی ہوں اور تم آخری اُمت ہو۔ لا محالہ اب اس کو تمہارے اندر ہی سے نکلنا ہے۔ (ابن ماجہ کتاب الفتن)

(۴) ثوبان سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا... اور میری اُمت میں تیس کذاب

Marfat.com
Marfat.com

ہوں گے جن میں سے ہر ایک نبی ہونے کا دعویٰ کرے گا، حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ (ابوداؤد کتاب الفتن)

۳۳۔ الحاشر آپؐ کا ایک صفاتی نام الحاشر (جمع اور اکٹھا کرنیوالا) بھی ہے کیونکہ سب لوگ آپؐ کے بعد میدانِ حشر میں جمع ہوں گے۔ جب قیامت قائم ہو جائیگی تو آپؐ میدان حشر میں تشریف لائیں گے۔ پھر آپؐ کے بعد باقی لوگ بھی اپنی اپنی قبروں میں سے نکل کر وہاں جمع ہو جائینگے۔ اس مناسبت سے آپؐ کا صفاتی نام الحاشر بھی ہے۔

۳۴۔ صاحب لواء الحمد محشر کے دن لواء الحمد (خدا کی حمد و ثناء کا جھنڈا) حضورؐ ہی کے ہاتھ میں ہوگا۔ اور وہاں سب سے زیادہ پیروکار بھی آپؐ ہی کے ہوں گے۔

۳۵۔ شافع روزِ محشر جب میدانِ حشر میں لوگ بڑی کس مپرسی اور بے قراری و بے چینی کی حالت میں ہوں گے ان سب کی خواہش اور تمنا یہ ہوگی کہ اللہ تعالیٰ ان کے حساب وکتاب کا جلد آغاز کر دے۔ چنانچہ اس مقصد کے لیے وُہ اپنے ابوالبشر حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت عیسیٰؑ تک ہر پیغمبر کے پاس جائیں گے مگر ان میں سے کسی کو یہ ہمت نہ ہوگی کہ وُہ براہِ راست اللہ تعالیٰ کے حضور ان کے حساب وکتاب کے لیے درخواست کریں۔ آخر یہ سب لوگ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کریں گے تو آپؐ فوراً ہی اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ میں گر پڑیں گے تاکہ وہ لوگوں کا حساب کتاب لے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فوراً ہی آپؐ کی یہ شفاعت کبریٰ قبول فرمالے گا۔ اور لوگوں کا حساب وکتاب لینا شروع کر دیگا۔

آپؐ کا یہ صفاتی نام اس وجہ سے بھی ہے کہ آپؐ اپنی اُمت کے گنہگاروں کے لیے بھی شفاعت فرمائیں گے جسے اللہ تعالیٰ شرفِ قبولیت عطا فرمائے گا۔ یہاں تک کہ آپؐ کی اُمت کا وُہ آخری گنہگار فرد جس کے اندر رائی کے ایک دانہ کے برابر بھی ایمان ہوگا۔ اسے بھی اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے بخش دے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ بہت زیادہ غفور رحیم ہے مگر اللہ تعالیٰ کے اس فضل وکرم اور آپؐ کی شفاعت سے اِس اُمت کے وُہ بدنصیب لوگ محروم ہو جائیں گے جو کفر و شرک اور بدعت ونفاق جیسے باطل عقائد

Marfat.com
Marfat.com

و نظریات اور اعمال و اخلاق میں مبتلا تھے، جو تارک جماعت بن کر دنیا میں زندگی گزارتے تھے اور قرآن جیسی عظیم الشان کتاب کو انہوں نے پس پشت ڈال رکھا تھا اور اتباع رسول سے اجتناب کرتے رہتے تھے جیسا کہ قرآن میں مذکور ہے:

ا۔ وَقَالَ الرَّسُولُ يَا رَبِّ إِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوا هَٰذَا الْقُرْآنَ مَهْجُورًا (الفرقان:۳۰)

اور (روز محشر) رسولؐ کہے گا کہ "اے میرے رب، میری قوم کے لوگوں نے اس قرآن کو نشانہ تضحیک بنا لیا تھا"۔ جب ظالم اس دن اپنے ہاتھ چباتے ہوئے کہے گا:

ب۔ يَا لَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُولِ سَبِيلًا۔ (الفرقان۔۲۷)

کاش! میں نے رسولؐ کا ساتھ دیا (اتباع کیا) ہوتا۔

وضاحت: یہ آیات اس امت مسلمہ کو دعوت فکر دے رہی ہیں کہ وہ اپنے عقائد و نظریات اور سیرت و کردار حضورؐ کے اسوۂ حسنہ کے مطابق بنائے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق دے کہ ہم قرآن کو پوری طرح سمجھیں اور اس پر عمل پیرا ہوں تاکہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور حضورؐ کی شفاعت کے ہم مستحق ہوسکیں۔

۳۶۔ حضورؐ مفتاح الجنۃ:

آپؐ کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ سب سے پہلے جنت کا دروازہ آپؐ ہی کے لیے کھولا جائے گا اور آپؐ ہی کو سب سے پہلے جنت میں داخل ہونے کی سعادت حاصل ہوگی[لہ] پھر سب سے پہلے آپؐ کی امت میں سے ہر اس مسلمان کو اجازت دی جائیگی جسے اسلام پر عمل کرنے میں اطمینان قلب و ضمیر کی دولت نصیب ہوئی تھی۔ جیسا کہ قرآن میں مذکور ہے:

يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ﴿٢٧﴾ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ﴿٢٨﴾ فَادْخُلِي فِي عِبَادِي ﴿٢٩﴾ وَادْخُلِي جَنَّتِي۔ (الفجر۔۳۰)

اے نفس مطمئن، چل اپنے رب کی طرف اس حال میں کہ تو (اپنے انجام نیک سے) خوش (اور اپنے رب کے نزدیک) پسندیدہ ہے۔ شامل ہو جا میرے (نیک) بندوں میں اور داخل ہو جا میری جنت میں۔

لہ: مشکوٰۃ شریف۔

Marfat.com
Marfat.com

پانچواں باب

خصوصیاتِ پیغامِ سیرت

اس باب میں سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے پیغام کی خصوصیات بیان کی گئی ہیں اگرچہ آپؐ کے پیغام کی خصوصیات تو بے شمار ہیں جن کا یہاں بیان کرنا بہت مشکل ہے۔ البتہ پیغامِ سیرت کی اہمیت کو واضح کرنے کے لیے یہاں بعض کا ذکر کیا جاتا ہے۔

۱۔ دینِ خالص حضورِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے پیغام کی ایک بہت بڑی خصوصیت یہ ہے کہ یہ اللہ تعالےٰ کا وہ دینِ خالص ہے جسے تمام نوعِ انسانی کے لیے اُس نے پسند فرمایا ہے یہ اب خالص دین صرف آپؐ کے پیغام ہی میں پایا جاتا ہے۔ اسے ملک میں قائم کرنا اور اس کے مطابق زندگی گزارنا اور لوگوں کو اس کی دعوت دینا آپؐ کی بعثت کا اصل مقصد تھا۔

إِنَّا أَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللَّهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّينَ ۲
أَلَا لِلَّهِ الدِّينُ الْخَالِصُ ۳ (الزمر)

(اے نبیؐ) یہ کتاب ہم نے تمہاری طرف برحق نازل کی ہے۔ لہٰذا تم اللہ ہی کی بندگی کرو۔ دین کو اسی کے لیے خالص کرتے ہوئے۔ خبردار! دینِ خالص صرف اللہ کے لیے ہے۔

(۱) دینِ خالص سے مراد حکومتِ الٰہیہ اور اسلامی نظامِ زندگی ہے۔ قرآن مجید میں یہ حکم اللہ، دینِ حق، دینِ قیم اور دینِ اسلام کے ناموں کے ساتھ استعمال ہوا ہے۔ ان سب کا مطلب یہ ہے کہ انسانی زندگی کے جس دائرے میں انسان کو اختیار حاصل ہے۔ اس میں وہ برضا و رغبت اُسی طرح اللہ کی تشریعی حکومت تسلیم کرے۔ جس طرح دائرہ جبر میں کائنات کا ذرہ ذرہ چار و ناچار اس کی تکوینی حکومت تسلیم کرتا ہے۔ اللہ کی اس تشریعی حکومت کے آگے سر جھکانے سے جو طریقِ زندگی رونما ہوتا

Marfat.com
Marfat.com

ہے۔ وُہی "الدین" دہی "حکومت الٰہیّہ" ہے اور اسی کو "اسلامی نظامِ زندگی" کہا جاتا ہے۔

(۲) اقامتِ دین سے مقصُود اقامتِ دین سے مقصُود دین کے کسی خاص حصّے کی اقامت نہیں ہے۔ بلکہ پُورے دین کی اقامت ہے۔ خواہ اس کا تعلق انفرادی زندگی سے ہو یا اجتماعی زندگی سے، نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ سے ہو۔ یا معیشت و معاشرت اور تمدّن و سیاست سے، اسلام کا کوئی حصّہ بھی غیر ضروری نہیں ہے۔ پُورے کا پُورا اسلام ضروری ہے ایک مومن کا کام یہ ہے کہ اس پُورے اسلام کو کسی تجزیہ و تقسیم کے بغیر قائم کرنے کی جدّ وجہد کرے اس کے جس حصّے کا تعلق افراد کی اپنی ذات سے ہے۔ ہر مومن کو اسے بطور خود اپنی زندگی میں قائم کرنا چاہیئے اور جس حصّے کا قیام اجتماعی جدّ وجہد کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ اہلِ ایمان کو باہم مل کر اس کیلئے جماعتی نظم قائم کر کے اجتماعی سعی وجہد کرنی چاہئے تاکہ پُورا دین پُوری طرح قائم و نافذ ہو سکے۔

(۳) مومن کا نصب العین اگرچہ مومن کا اصل مقصدِ زندگی رضائے الٰہی کا حصول اور آخرت کی فلاح ہے مگر اس مقصد کا حصول اس کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ کہ دُنیا میں خُدا کے دین کو قائم کرنے کی کوشش کی جائے۔ اسلیے مومن کا عملی نصب العین اقامتِ دین اور حقیقی نصب العین وُہ رضائے الٰہی ہے جو اقامتِ دین کی سعی کے نتیجے میں حاصل ہو گی[۱]

(۴) دینِ اسلام اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ۔ (آل عمران - ۱۹)

اللہ کے نزدیک دین صرف اسلام ہے۔

(۵) دینِ کامل اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ط (المائدہ ۳)

آج مَیں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو مکمل کر دیا ہے۔ اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی ہے اور تمہارے لیے اسلام کو تمہارے دین کی حیثیت سے قبول کر لیا ہے۔

(۶) دینِ قیّم اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ ط اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اِیَّاہُ ط ذٰلِکَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ۔ (یوسف ۴۰)

---

[۱] تفہیم، دستور جماعت اسلامی پاکستان دفعہ ۴

Marfat.com
Marfat.com

فرمانروائی کا اقتدار اللہ کے سوا کسی کے لیے نہیں ہے۔ اس کا حکم ہے کہ خود اس کے سوا تم کسی کی بندگی نہ کرو یہی ٹھیٹھ سیدھا طریقۂ زندگی ہے۔

۷۔ دین حق | هُوَ الَّذِيْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ۝ (توبہ۔۳۳)

وہ اللہ ہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ اسے پوری جنس دین پر غالب کر دے۔ خواہ مشرکوں کو یہ کتنا ہی ناگوار ہو۔

۸۔ السلم | يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً (البقرہ۔۲۱۸)

اے ایمان لانے والو! تم پورے کے پورے اسلام میں آجاؤ۔

وضاحت: یعنی کسی استثنا اور تحفظ کے بغیر اپنی پوری زندگی کو اسلام کے تحت لے آو۔ ایسا نہ ہو کہ تم اپنی زندگی کو مختلف حصوں میں تقسیم کر کے بعض حصوں میں اسلام کی پیروی کرو۔ اور بعض حصوں کو اس کی پیروی سے مستثنیٰ کر لو[1]

۸) حکم اللہ | اَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ ؕ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ۔ (المائدہ۔۵۰)

(اگر یہ خدا کے قانون سے منہ موڑتے ہیں) تو پھر کیا جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں؟ حالانکہ جو لوگ اللہ پر یقین رکھتے ہیں۔ ان کے نزدیک اللہ سے بہتر فیصلہ کرنے والا اور کون ہو سکتا ہے۔

۹) حکم جاہلیت سے مراد | اس آیت میں جاہلیت کا لفظ اسلام کے مقابلہ میں استعمال کیا گیا ہے۔ اسلام کا طریقہ سراسر علم ہے۔ کیونکہ اس طرف خدا نے رہنمائی کی ہے جو تمام حقائق کا علم رکھتا ہے اور اس کے برعکس ہر وہ طریقہ جو اسلام سے مختلف ہے جاہلیت کا طریقہ ہے۔ عرب کے زمانۂ قبل اسلام کو جاہلیت کا دور اسی معنی میں کہا گیا ہے کیونکہ اس زمانہ میں علم کے بغیر محض وہم یا قیاس وگمان یا خواہشات کی بنا پر انسانوں نے اپنے لئے زندگی کے طریقے مقرر کر

[1] تفہیم القرآن جلد ۱

Marfat.com
Marfat.com

لئے تھے ۔ یہ طرزِ عمل جہاں جس دور میں بھی اختیار کیا جائے اُسے بہر حال جاہلیت ہی کا طرزِ عمل کہا جائےگا۔[1]

۲۔ کلمۂ توحید۔ کلمۂ قیادتِ عالم :

(۱)۔ پیغامِ سیرت کی ایک بہت بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں ایک ایسے کلمہ کی دعوت دی گئی ہے جسے کلمہ 'واحدہ' کلمہ طیبہ اور کلمہ توحید (لا الٰہ الا اللہ) کہتے ہیں ۔ یہ ایک ایسا انقلابی کلمہ ہے جسے اگر لوگ پُورے خلوص اور تہِ دل سے قبول کریں تو یہ انہیں دنیا کا امام و قائد اور عرب و عجم کا پیشوا بنا دے ۔ جیسا کہ سیرت ابنِ ہشام میں بیان کیا گیا ہے ۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ :

ا ۔ "كَلِمَةٌ وَاحِدَةٌ تُعْطُوْنِيهَا تَمْلِكُوْنَ بِهَا الْعَرَبَ وَ تَدِيْنُ لَكُمْ بِهَا الْعَجَمُ"

(بس وہ ایک ایسا کلمہ ہے جسے اگر تم مجھ سے قبول کر لو تو اس کے ذریعہ سے تم سارے عرب کو زیرِ نگین کر لو گے اور عجم تمہارے پیچھے چلے گا ۔)

ب ۔ احادیث میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد اس طرح کا بھی آتا ہے :

" أُرِيْدُهُمْ عَلَى كَلِمَةٍ وَّاحِدَةٍ يَقُوْلُوْنَهَا تَدِيْنُ لَهُمْ بِهَا الْعَرَبُ وَتُؤَدِّيْ بِهَا الْعَجَمُ الْجِزْيَةَ (ابن اسحاق)

(میں تو اُن کے سامنے ایک ایسا کلمہ پیش کرتا ہوں کہ جسے اگر یہ مان لیں تو عرب ان کا تابع فرمان اور عجم ان کا باجگذار ہو جائے)

وضاحت : آپؐ نے اس کلمہ کی دعوت آغازِ نبوت کے ساتھ ہی اپنے قابلِ اعتماد اور چیدہ چیدہ اشخاص کو دینی شروع کر دی تھی ۔ مگر اعلانِ نبوت کے بعد تو آپؐ اسے برسرِ عام لوگوں کے سامنے پیش کرنے لگے جیسا کہ احادیث میں مروی ہے کہ آپؐ نے قریش کے سرداروں کو بھی اس کی دعوت کئی بار دی تھی مگر وہ ہر بار تکبر و نخوت اور ضد اور ہٹ دھرمی کا رویّہ اختیار کرتے اور اس کلمہ کو ماننے سے انکار کر دیتے ۔ ایک دفعہ جب وہ آپؐ کے چچا ابوطالب کے پاس اُن کی مرض کے آخری زمانہ میں حضورؐ کے ساتھ مصالحت کی خاطر حاضر ہوئے تو اسی وقت

---

[1] تفہیم القرآن جلد ۱ سورہ آل عمران ۔۔ ۵۰

Marfat.com
Marfat.com

بھی آپؐ نے ان کے سامنے یہی کلمۂ توحید پیش کیا تو وہ سب اپنی سابقہ روش کے مطابق یہ کلمہ سُنتے ہی اُٹھ کر چلے گئے اور آپؐ کے خلاف پہلے سے بھی زیادہ معاندانہ رویہ اختیار کرنے لگے جیسا کہ قرآن میں مذکور ہے :

(۴)۔ ان لوگوں کو اس بات پر بڑا تعجب ہُوا کہ ایک ڈرانے والا خود اُن ہی میں سے آگیا ہے۔منکر کہنے لگے کہ "یہ ساحر ہے، سخت جھوٹا ہے، کیا اس نے سارے خداؤں کی جگہ بس ایک ہی خدا بنا ڈالا ہے؟ یہ تو بڑی عجیب بات ہے" اور سردارانِ قوم یہ بات کہتے ہُوئے نکل گئے کہ "چلو اور ڈٹے رہو اپنے معبودوں کی عبادت پر یہ بات تو کسی اور ہی غرض سے کہی جارہی ہے یہ بات تو ہم نے زمانۂ قریب کی ملت میں کسی سے نہیں سُنی۔یہ کچھ نہیں ہے مگر ایک من گھڑت بات کیا ہمارے درمیان بس یہی ایک شخص رہ گیا ہے جس پر اللہ کا ذکر نازل کر دیا گیا ہے"۔ (ص،۴ تا ۸)

<u>وضاحت:</u> ا۔ سردارانِ قریش کہتے تھے کہ "حضورؐ کا یہ کہنا کہ" کلمہ لا الٰہ الا اللہ کہہ لو تو عرب و عجم سب تمہارے تابع فرمان ہوجائیں گے" سے مُراد کچھ اور ہی ہے۔ہمیں تو یہاں دال میں کچھ کالا کالا سا نظر آتا ہے۔دراصل یہ دعوت اس غرض کے لئے دی جارہی ہے کہ ہم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے تابع فرمان ہوجائیں اور یہ ہم پر اپنا حکم چلائیں' گویا یہ ہم پر اپنی چودھراہٹ چاہتا ہے"۔

ب۔ چونکہ یہ کلمہ اہلِ مکّہ کے مُشرکانہ عقائد پر ایک ضرب کاری لگا رہا تھا۔اور اس سے انہیں فی الواقع اپنے باطل عقائد کی پُوری عمارت مسمار ہوتی نظر آرہی تھی۔اسلیے اُنھوں نے اسے کبرو نخوت اور تعصب وعناد کی بنا پر مُسترد کر دیا اور جواب میں اُن کے پاس بس یہی ایک مشہور دلیل رہ گئی تھی جو شیطان نے ہر زمانہ کے مُشرکین کو اپنے باطل عقائد پر ڈٹے رہنے کے لیے دے رکھی ہے کہ "قریب کے زمانے میں ہمارے اپنے بزرگ بھی گزرے ہیں.عیسائی اور یہُودی بھی ہمارے ملک اور آس پاس کے ملکوں میں موجود ہیں اور مجوسیوں سے ایران وعراق اور مشرقی عرب بھرا پڑا ہے۔ کسی نے بھی ہم سے یہ نہیں کہا کہ انسان بس ایک اللہ رب العالمین کو مانے اور دُوسرے کسی کو نہ مانے آخر ایک اکیلے خُدا پر کون اکتفا کرتا ہے۔اللہ کے پیاروں کو تو سب ہی مان رہے ہیں۔اُن کے

Marfat.com
Marfat.com

آستانوں پر جاکر ماتھے رگڑ رہے ہیں۔ نذریں اور نیازیں دے رہے ہیں۔ دُعائیں مانگ رہے ہیں۔ کہیں سے اولاد ملتی ہے۔ کہیں سے رزق ملتا ہے۔ کسی آستانے پر جو مُراد مانگو بر آتی ہے اُن کے تصرّفات کو ایک دُنیا مان رہی ہے۔ اور اُن سے فیض پانے والے بتا رہے ہیں۔ کہ درباروں سے لوگوں کی کس کس طرح مشکل کشائی اور حاجت روائی ہوتی ہے۔ اب اس شخص سے ہم یہ نرالی بات سُن رہے ہیں جو کبھی کسی سے نہ سُنی تھی کہ ان میں سے کسی کا بھی خدائی میں کوئی حصّہ نہیں اور پُوری کی پُوری خدائی بس ایک اکیلے اللہ ہی کی ہے"۔ (تفہیم القرآن جلد ۴ ص حاشیہ صد ۹ ۷ ۶)

(۳) سرداران قریش کی باتوں کا جواب قرآن میں اس طرح دیا گیا ہے :

"۱۔ صٓ، قسم ہے، نصیحت بھرے قرآن کی، بلکہ یہی لوگ جنہوں نے ماننے سے انکار کیا ہے، سخت تکبر اور ضد میں مُبتلا ہیں۔ ان سے پہلے ایسی کتنی ہی قوموں کو ہلاک کر چکے ہیں۔ (اور جب اُن کی شامت آئی ہے) تو وہ چیخ اٹھے ہیں، مگر وُہ وقت بچنے کا نہیں ہوتا.... اصل بات یہ ہے کہ یہ میرے ذکر پر شک کر رہے ہیں اور یہ ساری باتیں اس لیے کر رہے ہیں کہ انہوں نے میرے عذاب کا مزہ چکھا نہیں ہے۔ کیا تیرے داتا اور غالب پروردگار کی رحمت کے خزانے اُن کے قبضے میں ہیں۔ کیا یہ آسمان اور زمین اور اُن کے درمیان کی چیزوں کے مالک ہیں۔ اچھا تو یہ عالم اسباب کی بلندیوں پر چڑھ کر دیکھیں"۔ (صٓ ۱ تا ۳، ۸-۱۰)

<u>وضاحت</u>: ان آیات میں سرداران قریش کو جو جواب دیا گیا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے :

(۱) یہ لوگ محض ضد و تعصب اور ہٹ دھرمی کی بنا پر اس کلمہ کو مسترد کر رہے ہیں۔

(۲) یہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی تکذیب نہیں کرتے بلکہ یہ اُس دعوت کو مسترد کرتے ہیں جو آپؐ خدا کی طرف سے دے رہے ہیں اور جس میں خالص توحید پیش کی جاتی ہے۔

(۳) اللہ تعالیٰ نے رحمت و نبوت کے خزانے تو اپنے پاس ہی رکھے ہُوئے ہیں وُہ کسی سے پُوچھ کر عطا نہیں کرتا بلکہ وُہ اپنے فضل و کرم سے جسے چاہتا ہے نعمتِ نبوّت سے سرفراز کر دیتا ہے۔ قرآن نے اُن لوگوں کو پُورا پُورا اطمینان دلایا گیا ہے کہ جو کلمۂ توحید کو پُورے خلوص سے

Marfat.com
Marfat.com

قبول کر کے اس کے تقاضے عملاً پورے کرنے لگتے ہیں کہ دنیا و آخرت میں حقیقی فلاح و کامیابی انہی کو نصیب ہوگی اور آخرکار زمین کے وارث بھی خدا کے نیک بندے ہی ہونگے جیسا کہ قرآن میں مذکور ہے :

ب ۔ دل شکستہ نہ ہو، غم نہ کرو، تم ہی غالب رہو گے اگر تم مومن ہو۔ (آل عمران ۔ ۱۳۹)

ج ۔ اور جو اللہ اور اُس کے رسول اور اہلِ ایمان کو اپنا رفیق بنا لے ۔ اُسے معلوم ہو کہ اللہ کی جماعت ہی غالب رہنے والی ہے"۔ (المائدہ ۔ ۵۶)

د ۔ "اللہ نے وعدہ فرمایا ہے ۔ تم میں سے اُن لوگوں کے ساتھ جو ایمان لائیں اور نیک عمل کریں کہ وُہ ان کو اسی طرح زمین میں خلیفہ بنائے گا ۔ جس طرح اُن سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں کو بنا چکا ہے ۔ اُن کے لیے اُن کے اُس دین کو مضبوط بنیادوں پر قائم کردیگا ۔ جسے اللہ تعالیٰ نے اُن کے حق میں پسند کیا ہے ۔ اور اُن کی (موجودہ) حالتِ خوف کو امن سے بدل دیگا ۔ بس وہ میری بندگی کریں اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں اور جو اس کے بعد کُفر کرے تو ایسے ہی لوگ فاسق ہیں"۔ (النور ۔ ۵۵)

ھ ۔ اور زبُور میں ہم نصیحت کے بعد یہ لکھ چُکے ہیں کہ زمین کے وارث ہمارے نیک بندے ہوں گے"۔ (الانبیاء ۔ ۱۰۵)

ان آیات کا خلاصہ یہ ہے :۔

(۱) ۔ کلمۂ توحید قبول کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ اس بات کی ضمانت دیتا ہے کہ وُہ کوئی غم اور پریشانی نہ کریں ۔ نہ ہی انہیں شکستہ دل ہونے کی ضرورت ہے ۔ اگر انہوں نے کلمے کے تقاضے پُورے کیے تو فتح و نصرت اُن کے قدم چومے گی اور باطل قوتوں پر استعلاء و غلبہ انہی کو حاصل ہوگا ۔

(۲) ۔ اللہ تعالیٰ نے اس بات کی وضاحت بھی فرمادی ہے کہ جو لوگ اللہ اور اُس کے رسول اور اہلِ ایمان کو اپنا مخلص دوست اور رفیق بنائیں گے ۔ اللہ تعالیٰ اُن ہی کو غالب کرے گا کیونکہ خُدا کا گروہ

Marfat.com
Marfat.com

(حزب یعنی پارٹی اور جماعت یہی لوگ ہیں

(۳)۔ اللہ تعالیٰ نے اس کلمۂ توحید پر مخلصانہ ایمان رکھنے اور عمل کرنیوالوں سے یہ بھی وعدہ کر رکھا ہے کہ آخر کار انہیں مُلک میں اقتدار و غلبہ حاصل ہوگا اور زمین کی خلافت کے وارث بھی اُس کے نیک بندے ہی ہوں گے۔

(۴) کلمۂ توحید پر ایمان رکھنے والوں کی اللہ تعالیٰ نے یہ صفت بھی بتادی ہے کہ جب ملک میں انہیں اقتدار حاصل ہوگا تو وُہ صرف اسی کی بندگی کا نظام قائم و نافذ کریں گے یعنی صرف اُسی کو مقتدر اعلیٰ تسلیم کرتے ہُوئے ایسا نظامِ حکومت قائم کریں گے جس میں صرف اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک ہی کی عبادت و اطاعت ہوگی اور اِس میں وُہ اس کے سوا کسی دُوسرے کو اس کا شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔

(۵)۔ اللہ نے اہلِ ایمان کو یہ تنبیہہ بھی کر دی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ انہیں دُنیا میں غلبہ اور قوت و اقتدار عطا کریگا تو اس کے بعد اگر انہوں نے خدا کے دین اسلام کو قائم و نافذ کرنے کے بجائے باطل نظام ہی کو جاری و ساری رکھا تو یاد رکھیں کہ ان کا یہ طرزِ عمل خدا کے ساتھ نمک حرامی اور کفرانِ نعمت کے مترادف ہوگا۔ اس وقت ان کا شمار خدا کے فرمانبردار بندوں کے بجائے اسکے عہد شکنوں اور نافرمانوں ہی میں ہوگا۔

۳۔ ایمان بالجبر کی ممانعت

حضوؐر کے پیغام کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اسلام کسی انسان کو زبردستی مومن و مسلم نہیں بناتا بلکہ اُسے پُوری آزادی دیتا ہے کہ وہ اپنی انفرادی اور ذاتی حیثیت میں جو چاہے عقیدہ اور دین اختیار کرے۔ اسے دینِ اسلام قبول کرنے یا نہ کرنے میں پوری پوری آزادی ہے۔ جیسا کہ قرآن میں مذکور ہے:

(۱) لَآ اِكْرَاهَ فِی الدِّیْنِ ۔ (البقرہ : ۲۵۶)

دین کے معاملے میں کوئی زور اور زبردستی نہیں ہے۔

(۲)۔ قُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَآءَ فَلْیُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْیَكْفُرْ (الکہف: ۲۹)

Marfat.com
Marfat.com

صاف کہہ دو کہ یہ حق ہے تمہارے رب کی طرف سے۔ اب جس کا جی چاہے مان لے اور جس کا جی چاہے انکار کر دے۔

(۳) فَذَكِّرْ ۗ إِنَّمَا أَنتَ مُذَكِّرٌ (۲۱) لَّسْتَ عَلَيْهِم بِمُصَيْطِرٍ (۲۲) (الغاشیہ)

اچھا (اے نبیؐ) نصیحت کیے جاؤ، تم نصیحت ہی کرنے والے ہو۔ کچھ ان پر جبر کرنے والے نہیں ہو

(۴) اے نبیؐ! تاہم اگر اُن لوگوں کی بے رُخی تم سے برداشت نہیں ہوتی تو اگر تم میں زور ہے تو زمین میں سرنگ ڈھونڈو یا آسمان میں سیڑھی لگاؤ اور ان کے پاس نشانی لانے کی کوشش کرو۔ اگر اللہ چاہتا تو ان سب کو ہدایت پر جمع کر سکتا تھا لہٰذا نادان مت بنو۔ دعوتِ حق پر لبیک وہی لوگ کہتے ہیں جو سننے والے ہیں۔ رہے مردے تو انہیں تو اللہ بس قبروں ہی سے اُٹھائے گا اور پھر وہ اس کی عدالت میں پیش ہونے کے لیے واپس لائے جائیں گے۔ (الانعام۔ ۳۴، ۳۶)

وضاحت: ا۔ معجزہ دکھانا اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہوتا ہے۔ کوئی فردِ بشر خواہ وہ اللہ تعالیٰ کا برگزیدہ پیغمبر ہی کیوں نہ ہو اپنی مرضی سے معجزہ نہیں دکھا سکتا۔

(ب) اگر اللہ تعالیٰ کے پیشِ نظر معجزے دکھا کر لوگوں کو مومن بنانا ہوتا تو وہ سب کو فرشتوں ہی کی طرح مومن پیدا کر سکتا تھا۔ پھر رسولوں کو بھیجنے اور اہلِ ایمان اور اہلِ کفر کے درمیان برسوں سے ایک طویل کشمکش کرانے کی آخر ضرورت ہی کیا تھی؟

(ج) یہاں سننے والوں سے مُراد وہ لوگ ہیں جن کے ضمیر زندہ ہیں، جنہوں نے اپنی عقل و فکر کو معطل نہیں کر دیا ہے۔ اور جنہوں نے اپنے دلوں کے دروازوں پر تعصب اور جمود کے قفل نہیں جڑ دیے ہیں۔ اُن کے مقابلے میں مُردہ وہ لوگ ہیں جو لکیر کے فقیر بنے اندھوں کی طرح چلے جا رہے ہیں اور اس لکیر سے ہٹ کر کوئی بات قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں خواہ وہ صریح حق ہی کیوں نہ ہو۔

(۵) اور اگر مشرکین میں سے کوئی شخص پناہ مانگ کر تمہارے پاس آنا چاہے (تاکہ کلام اللہ سُنے) تو اسے پناہ دے دو یہاں تک کہ وہ اللہ کا کلام سُن لے۔ پھر اُسے اس کے مامن رجائے امن تک

Marfat.com
Marfat.com

پہنچا دو۔ یہ اس لیے کرنا چاہیئے کہ یہ لوگ علم نہیں رکھتے (تاکہ اسلام کو جبر کے بجائے شعوری طور پر سمجھنے کے بعد دل سے قبول کیا جائے)۔ (التوبہ۔ ۶)

قابلِ قدر ایمان
۴۔ ایمان بالقلب

حضورؐ کے پیغام کی ایک خصوصیت یہی ہے کہ اسلام میں وُہ ایمان اللہ تعالیٰ کے ہاں قابلِ قبول اور قابلِ قدر ہے جو دل کی پُوری آمادگی کے ساتھ ہو یعنی اللہ تعالیٰ انسان سے اُس ایمان کا مطالبہ کرتا ہے جس کی تصدیق پُورے دل سے ہو جیسا کہ قرآن میں آتا ہے:۔

(۱)۔ وَإِنَّ مِنْ شِيعَتِهِ لَإِبْرَاهِيمَ (۸۳) إِذْ جَاءَ رَبَّهُ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ (الصّٰفّٰت ۸۴)

اور نوحؑ کے طریقے پر چلنے والا ابراہیمؑ تھا۔ جب وہ اپنے ربّ کے حضور قلبِ سلیم لے کر آیا۔

(۲)۔ يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُونَ (۸۸) إِلَّا مَنْ أَتَى اللَّهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ (شعراء۔ ۸۹)

جب نہ کوئی مال فائدہ دیگا نہ اولاد، بجز اس کے کہ کوئی شخص قلبِ سلیم لیے ہوئے اللہ کے حضور حاضر ہو۔

(۳) یہ بدوی کہتے ہیں کہ "ہم ایمان لائے" اُن سے کہو تم ایمان نہیں لائے بلکہ یُوں کہو کہ ہم "مطیع ہو گئے۔ ایمان ابھی تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہُوا ہے۔ حقیقت میں تو مومن وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسُول پر ایمان لائے پھر انہوں نے کوئی شک نہ کیا اور اپنی جانوں اور مالوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا، وہی سچے لوگ ہیں۔ (الحجرات ۔ ۱۵)

<u>وضاحت</u>: قلبی ایمان میں اخلاص ہوتا ہے اور اسکی ترجمانی جسم کے تمام اعضاء و جوارح کرتے ہیں کیونکہ تمام جسم پر اسے قوت و اختیار ہوتا ہے جیسا کہ حضورؐ کا ارشاد ہے:

(۱)۔ إِنَّ اللَّهَ لَا يَنْظُرُ إِلَى صُوَرِكُمْ وَأَمْوَالِكُمْ وَلَكِنْ يَنْظُرُ إِلَى قُلُوبِكُمْ وَأَعْمَالِكُمْ۔ (مسلم۔ ابوہریرۃؓ)

اللہ تمہاری شکل و صورت اور تمہارے مال کو نہ دیکھے گا بلکہ وُہ تمہارے دلوں کو اور تمہارے اعمال کو دیکھے گا۔

Marfat.com
Marfat.com

(ب) اَلَا فِی الْجَسَدِ مُضْغَۃً اِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ الْجَسَدُ کُلُّہٗ وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ کُلُّہٗ اَلَا وَھِیَ الْقَلْبُ۔ (مشکوٰۃ)

خبردار! جسم میں ایک ایسا گوشت کا لوتھڑا ہے کہ اگر وُہ درست ہو تو پُورا جسم صالح ہوگا اور اگر وُہ بگڑ جائے تو پورے جسم میں بگاڑ پیدا ہو جائے گا۔ آگاہ رہو، وہ دل ہے۔

۵۔ (۱) فہم دین کی اہمیت پیغامِ سیرت کی ایک خصوصیّت یہ بھی ہے کہ اس میں اہلِ ایمان کو تلقین کی گئی ہے کہ ان میں فہم دین ہونا چاہیئے کیونکہ اُس وقت تک اہلِ ایمان دین کے تقاضے پُورے نہیں کرسکتے جبتک اُن کے اندر تَفَقُّہ فی الدِّین (دین کا شعور و فہم) نہ پیدا ہو جائے۔ اسی وجہ سے اللہ نے منافقین کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے:

یہ بدوی عرب کفر و نفاق میں زیادہ سخت ہیں اور اُن کے معاملہ میں اس امر کے امکانات زیادہ ہیں کہ اُس دین کے حدُود سے ناواقف رہیں جو اللہ نے اپنے رسول پر نازل کیا ہے۔ اللہ سب کچھ جانتا ہے اور حکیم و دانا ہے۔ (التوبہ۔ ۹۷)

__وضاحت__: بدوی عربوں سے مراد وُہ دیہاتی اور صحرائی عرب ہیں جو مدینہ کے اطراف میں آباد تھے۔ یہ لوگ مدینہ میں ایک مضبوط اور منظّم طاقت کو اُٹھتے دیکھ کر پہلے تو مرعوب ہُوئے۔ پھر اسلام اور کُفر کی آویزشوں کے دوران میں ایک مدّت تک موقع شناسی اور ابن الوقتی کی روش پر چلتے رہے۔ پھر جب اسلامی حکومت کا اقتدار حجاز و نجد کے ایک بڑے حصّے پر چھا گیا اور مخالف قبیلوں کا زور اُس کے مقابلہ میں ٹوٹنے لگا تو اُن لوگوں نے مصلحتِ وقت اسی میں دیکھی کہ دائرۂ اسلام میں داخل ہو جائیں۔ لیکن ان میں کم لوگ ایسے تھے جو اس دین کو دینِ حق سمجھ کر سچے دل سے ایمان لائے ہوں اور مخلصانہ طریقہ سے اس کے تقاضوں کو پُورا کرنے پر آمادہ ہوں۔ ان کی اسی حالت کو یہاں اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ شہریوں کی بہ نسبت یہ دیہاتی و صحرائی لوگ زیادہ منافقانہ رویّہ رکھتے ہیں اور حق سے انکار کی کیفیت اُن کے اندر زیادہ پائی جاتی ہے۔ پھر اس کی وجہ بھی بتا دی گئی ہے کہ شہری لوگ تو اہلِ علم اور اہلِ حق کی صحبت سے مستفید ہو کر کچھ دین کو اور اس کی حدُود کو جان بھی

Marfat.com
Marfat.com

لیتے ہیں مگر یہ بدوی چونکہ ساری ساری عمر بالکل ایک معاشی حیوان کی طرح شب و روز رزق کے پھیر ہی میں پڑے رہتے ہیں اور حیوانی زندگی کی ضروریات سے بلند تر کسی چیز کی طرف توجہ کرنے کا انہیں موقع ہی نہیں ملتا۔ اسی لیے دین اور اُس کی حدود سے اُن کے ناواقف رہنے کے امکانات زیادہ ہیں۔ (حواشی ترجمہ قرآن مجید صفحہ ۵۲۷ تا ۵۳۱ از مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ)

چنانچہ اس حقیقت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان کو یہ ہدایات دی ہیں" اور یہ کچھ ضروری نہ تھا کہ اہلِ ایمان سارے کے سارے ہی نکل کھڑے ہوتے مگر ایسا کیوں نہ ہُوا کہ اُن کی آبادی کے ہر حصّہ میں سے کچھ لوگ نکل کر آتے اور دین کی سمجھ پیدا کرتے اور واپس جا کر اپنے علاقے کے باشندوں کو خبردار کرتے تاکہ وہ غیر مسلمانہ روش سے) پرہیز کرتے۔ (التوبہ - ۱۲۲)

وضاحت: یہاں مذکورہ بالا آیت میں فہم دین کی کمی کو دُور کرنے کا طریقہ تبلایا گیا ہے کہ ہر بستی اور علاقے کے لوگوں میں سے اگر کچھ لوگ مدینہ میں آ کر علم دین حاصل کرتے اور واپس جا کر اپنے علاقے کے لوگوں کو دین سکھاتے تو بدویوں میں وُہ جہالت باقی نہ رہتی۔ جس کی وجہ سے وہ منافقت کی بیماری میں مُبتلا ہیں کہ اسلام قبول کر لینے کے باوجود مسلمان ہونے کا حق ادا نہیں کرتے۔

" یہ ایک نہایت اہم ہدایت تھی جو تحریک اسلامی کو مستحکم کرنے کے لیے ٹھیک موقع پر دی گئی تھی۔ ابتدا میں جب کہ اسلام عرب میں بالکل نیا نیا تھا اور انتہائی شدید مخالفت کے ماحول میں آہستہ آہستہ پھیل رہا تھا۔ اس ہدایت کی کوئی ضرورت نہ تھی کیونکہ اس وقت نو اسلام قبول کرتا ہی وہ شخص تھا جو پوری طرح اُسے سمجھ لیتا تھا اور ہر پہلو سے اُسے جانچ پرکھ کر مطمئن ہو جاتا تھا مگر جب یہ تحریک کامیابی کے مرحلوں میں داخل ہُوئی اور زمین میں اس کا اقتدار قائم ہو گیا تو آبادیاں فوج در فوج اس میں شامل ہونے لگیں۔ جن کے اندر کم لوگ ایسے تھے جو اسلام کو اس کے تمام مقتضیات کے ساتھ سمجھ بُوجھ کر اُس پر ایمان لائے تھے۔ ورنہ بیشتر لوگ محض وقت کے سیلاب میں غیر شعوری طور پر بہے چلے جا رہے تھے۔ نو مسلم آبادی کا یہ تیز رفتار پھیلاؤ بظاہر تو اسلام کے لیے سببِ قوت تھا۔ کیونکہ پیروانِ اسلام کی تعداد بڑھ رہی تھی لیکن فی الحقیقت

Marfat.com
Marfat.com

اسلامی نظام کے لیے ایسی آبادی کسی کام کی نہ تھی ۔ بلکہ اُلٹی نقصان دہ تھی جو شعور سے خالی ہو اور اس کے اخلاقی مطالبات پُورے کرنے کے لیے تیار نہ ہو۔ چنانچہ یہ نقصان غزوۂ تبوک کی تیاری کے موقع پر کھل کر سامنے آگیا تھا ۔ اس لیے عین وقت پر اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی کہ تحریک اسلامی کی یہ توسیع جس رفتار سے ہو رہی ہے اسی کے مطابق اس کے احکام کی تدبیر بھی ہونی چاہیئے اور وُہ یہ ہے کہ ہر حصّہ آبادی میں سے چند لوگوں کو لے کر تعلیم و تربیت دی جائے ۔ پھر وُہ اپنے اپنے علاقوں میں واپس جاکر عوام کی تعلیم و تربیت کا فرض انجام دیں ۔ یہاں تک کہ مسلمانوں کی پُوری آبادی میں اسلام کا شعور اور حدود اللہ کا علم پھیل جائے ۔ یہاں اتنی بات اور سمجھ لینی چاہیئے کہ تعلیم عمومی کے ساتھ جس انتظام کا حکم اس آیت میں دیا گیا ہے ۔ اس کا اصل مقصد عامۃ النّاس کو محض خواندہ بنانا اور اُن میں کتاب خوانی کی نوعیت کا علم پھیلانا نہ تھا بلکہ واضح طور پر اُس کا مقصد یہ متعین کیا گیا تھا کہ "لوگوں میں دین کی سمجھ پیدا ہو اور ان کو اس حد تک ہوشیار و خبردار کر دیا جائے کہ وہ غیر مسلمانہ رویّہ زندگی سے بچنے لگیں"۔ یہ مسلمانوں کی تعلیم کا وُہ مقصد ہے جو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اللہ تعالیٰ نے خود مقرر فرما دیا ہے اور ہر تعلیمی نظام کو اس لحاظ سے جانچا جائے گا کہ وُہ اس مقصد کو کہاں تک پُورا کرتا ہے ۔ اس کا مقصد یہ نہیں ہے کہ اسلام لوگوں میں نوشت و خواند اور کتاب خوانی اور دُنیوی علوم کی واقفیت پھیلانا نہیں چاہتا بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اسلام لوگوں میں وہ تعلیم پھیلانا چاہتا ہے جو اُوپر کے خط کشیدہ مقصد تک پہنچاتی ہو۔ ورنہ ایک شخص اگر اپنے وقت کا آئین شتائین اور فرائڈ ہو جائے لیکن دین کے فہم سے عاری اور غیر مسلمانہ رویّۂ زندگی میں بھٹکا ہُوا ہو تو اسلام ایسی تعلیم پر لعنت بھیجتا ہے"۔

"اس آیت میں لفظ یَتَفَقَّهُوا فِی الدِّین جو استعمال ہُوا ہے اس سے بعد کے لوگوں میں ایک عجیب غلط فہمی پیدا ہو گئی ہے جس کے زہریلے اثرات ایک مدّت سے مسلمانوں کو مذہبی تعلیم بلکہ اُن کی مذہبی زندگی پر بھی بُری طرح چھائے ہوئے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ نے تو تَفَقُّهُ فِی الدِّیۡنِ کو تعلیم کا مقصود بنایا تھا ۔ جس کے معنیٰ ہیں "دین کو سمجھنا" اس کے نظام میں بصیرت حاصل کرنا ۔ اس کے مزاج اور اس کی رُوح سے آشنا ہونا اور اس قابل ہو جانا کہ فکر و عمل کے ہر گوشے اور زندگی کے ہر شعبے میں یہ

Marfat.com
Marfat.com

جان سکیں کہ کون سا طریقۂ فکر اور کونسا طرزِ عمل روحِ دین کے مطابق ہے لیکن آگے چل کر جو قانونی علم اصطلاحاً "فقہ" کے نام سے موسوم ہُوا ہے اور جو رفتہ رفتہ اسلامی زندگی کی محض ایک صُورت (بمقابلۂ رُوح) کا تفصیلی علم بن کر رہ گیا۔ لوگوں نے اشتراکِ لفظی کی بنا پر سمجھ لیا کہ بس یہی وُہ چیز ہے جس کا حاصل کرنا حکمِ الٰہی کے مطابق تعلیم کا منتہائے مقصُود ہے حالانکہ وُہ کُل مقصود نہیں بلکہ محض ایک جزوِ مقصود تھا۔ اس عظیم الشّان غلط فہمی سے جو نقصانات دین پیروانِ دین کو پہنچے۔ اُن کا جائزہ لینے کے لیے تو ایک کتاب کی وسعت درکار ہے مگر یہاں ہم اس پر متنبّہ کرنے کے لیے مختصراً اتنا اشارہ کیے دیتے ہیں کہ مسلمانوں کی مذہبی تعلیم کو جس چیز نے رُوحِ دین سے خالی کر کے محض جسمِ دین اور شکلِ دین کی تشریح پر مرتکز کر دیا اور بالآخر جس چیز کی بدولت مسلمانوں کی زندگی میں نری بیجان ظاہرداری، دین داری کی آخری منزل بن کر رہ گئی۔ وُہ بڑی حد تک یہی غلط فہمی ہے"۔ (تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۲۵۱ تا ۲۵۲)۔

مذکورہ بالا سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ اہلِ ایمان کے لیے اسلامی شعور کا ہونا لازمی ہے اور اس سے مراد مسلمان کو دین کا اتنا بنیادی علم حاصل ہو جائے کہ اُس کے اندر خشیتِ الٰہی پیدا ہو جائے اور وُہ پُورے خلوص کے ساتھ اپنے ایمان کے تقاضے پُورے کرنے لگیں۔ جیسا کہ قرآن میں ذکر ہے:

۱۔ "یہ مثالیں ہم لوگوں کی فہمائش کے لیے دیتے ہیں مگر ان کو وہی لوگ سمجھتے ہیں جو علم رکھنے والے ہیں"

(العنکبوت۔ ۴۳)

"حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے بندوں میں سے صرف علم رکھنے والے لوگ ہی اُس سے ڈرتے ہیں"

(فاطر: ۲۸)

وضاحت: یعنی عالم محض کتاب خواں کو نہیں کہتے بلکہ عالم وُہ ہے جو خُدا سے ڈرنے والا اور اس کی مرضی کے مطابق زندگی بسر کرنے والا ہو۔

(۲)۔ روحِ قرآن سے آشنائی کا واحد طریقہ اسلام کا علم و فہم حاصل کرنے کے باوجود

Marfat.com
Marfat.com

آدمی قرآن کی رُوح سے پُوری طرح آشنا نہیں ہونے پاتا جب تک کہ عملاً وہ کام نہ کرے جس کے لیے قرآن آیا ہے یہ محض نظریات اور تخیلات کی کتاب نہیں ہے کہ آپ آرام کُرسی پر بیٹھ کر اسے پڑھیں اور اس کی ساری باتیں سمجھ جائیں۔ یہ دُنیا کے عام تصورِ مذہب کے مطابق ایک نری مذہبی کتاب بھی نہیں کہ مدرسے اور خانقاہ میں اس کے سارے رموز حل کر لیے جائیں" رجیسا کہ اس کتاب کے دُوسرے باب کے صفحہ ۵۷، ۵۸ پر اس کے "دعوتی مراحل" میں بتایا گیا ہے کہ "یہ ایک دعوت اور تحریک کی کتاب ہے۔ اس نے آتے ہی ایک خاموش طبع اور نیک نہاد انسان کو گوشۂ عزلت سے نکال کر خدا سے پھری ہوئی دنیا کے مقابلے میں لا کھڑا کیا۔ باطل کے خلاف اس سے آواز اُٹھوائی اور وقت کے علمبردارانِ کفر و فسق و ضلالت سے اس کو لڑا دیا۔ گھر گھر سے ایک ایک سعید رُوح اور پاکیزہ نفس کو کھینچ کھینچ کر لائی اور داعیِ حق کے جھنڈے تلے ان سب کو اکٹھا کیا۔ گوشے گوشے سے ایک ایک فتنہ جو اور فساد پرور کو بھڑکا کر اُٹھایا اور حامیانِ حق سے ان کی جنگ کرائی۔ ایک فردِ واحد کی پکار سے اپنا کام شروع کر کے خلافتِ الٰہیہ کے قیام تک پورے تئیس سال یہی کتاب اس عظیم الشان تحریک کی رہنمائی کرتی رہی، اور حق و باطل کی اس طویل و جاں گسل کشمکش کے دَوران میں ایک ایک منزل اور ایک ایک مرحلے پر اسی نے تخریب کے ڈھنگ اور تعمیر کے نقشے بتائے۔ اب بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ آپ سرے سے نزاعِ کفر و دین اور معرکۂ اسلام و جاہلیت کے میدان میں قدم ہی نہ رکھیں اور اس کشمکش کی کسی منزل سے گزرنے کا آپ کو اتفاق ہی نہ ہُوا ہو اور پھر محض قرآن کے الفاظ پڑھ پڑھ کر اس کی ساری حقیقتیں آپ کے سامنے بے نقاب ہو جائیں۔ اسے تو پُوری طرح آپ اُسی وقت سمجھ سکتے ہیں جب اُسے لیکر اُٹھیں اور دعوت الی اللہ کا کام شروع کریں اور جس جس طرح یہ کتاب ہدایت دیتی جائے اُسی طرح قدم اُٹھاتے چلے جائیں۔ تب وہ سارے تجربات آپ کو پیش آئیں گے جو نزولِ قرآن کے وقت پیش آئے تھے۔ مکّے اور حبش کی منزلیں بھی آپ دیکھیں گے اور اُحد سے لیکر حُنین اور تبوک تک کے مراحل بھی آپ کے سامنے آئیں گے۔ ابُوجہل اور ابُولہب سے بھی آپ کو واسطہ پڑے گا۔ منافقین اور یہود بھی آپ کو ملیں گے اور سابقینِ اوّلین سے لیکر مؤلفۃ القلوب تک کے سبھی طرح

Marfat.com
Marfat.com

کے انسانی نمونے آپ دیکھ بھی لیں گے اور برت بھی لیں گے۔ یہ ایک اور ہی قسم کا "سلوک" ہے، جس کو میں "سلوکِ قرآنی" کہتا ہوں۔ اس سلوک کی شان یہ ہے کہ اس کی جس جس منزل سے آپ گزرتے جائیں گے، قرآن کی کچھ آیتیں اور سورتیں خود سامنے آکر آپ کو بتاتی چلی جائیں گی کہ وہ اسی منزل میں اُتری تھیں اور یہ ہدایت لے کر آئی تھیں۔ اس وقت یہ تو ممکن ہے کہ لغت اور نحو اور معانی اور بیان کے کچھ نکات سالک کی نگاہ سے چھپے رہ جائیں، لیکن یہ ممکن نہیں ہے کہ قرآن اپنی رُوح کو اس کے سامنے بے نقاب کرنے سے بخل برت جائے۔"

"پھر اسی کُلیہ کے مطابق قرآن کے احکام، اس کی اخلاقی تعلیمات، اس کی معاشی اور تمدنی ہدایات اور زندگی کے مختلف پہلوؤں کے بارے میں اس کے بنائے ہوئے اُصول و قوانین آدمی کی سمجھ میں اس وقت تک آ ہی نہیں سکتے جب تک کہ وہ عملاً ان کو برت کر نہ دیکھے۔ نہ وہ فرد اس کتاب کو سمجھ سکتا ہے جس نے اپنی انفرادی زندگی کو اس کی پیروی سے آزاد کر رکھا ہو اور نہ وہ قوم اس سے آشنا ہو سکتی ہے جس کے سارے ہی اجتماعی ادارے اس کی بنائی ہوئی روش کے خلاف چل رہے ہوں۔" (مقدمہ تفہیم القرآن صفحہ ۳۳ تا ۳۴)

۶۔ اہلِ ایمان کی آزمائش

پیغامِ سیرت کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان کو اس حقیقت سے بھی اچھی طرح آگاہ فرما دیا ہے کہ اسلام کو شعوری طور پر قبول کر لینے کے بعد تمہاری پوری زندگی ایک امتحان کی زندگی ہوگی اور دنیا تمہارے لئے ایک امتحان گاہ ہوگی۔ جو وقت تمہیں ملا ہے وہ مدتِ امتحان ہے۔ اس مدت میں تم پر ہر قسم کے مصائب کی بارش ہوگی، سخت آزمائشوں میں ڈالے جاؤ گے۔ طرح طرح کے نقصانات اُٹھانے پڑیں گے۔ اور جب صبر و ثبات اور عزم و استقلال کے ساتھ تمام مشکلات کا مقابلہ کرتے ہوئے خدا کی راہ میں بڑھے چلے جاؤ گے تب تم پر عنایات کی بارش ہوگی۔ اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ قرآن میں پوری تفصیل سے اہلِ ایمان کو آگاہ کرتا ہے کہ ہمارے جو وعدے دُنیا و آخرت کی کامرانیوں کے لئے ہیں، کوئی شخص مجرد زبانی دعوئے ایمان کر کے اُن کا مستحق نہیں ہو سکتا بلکہ ہر مدعی کو لازماً آزمائشوں کی بھٹی سے گزرنا ہوگا تاکہ وہ اپنے دعویٰ کی صداقت

Marfat.com
Marfat.com

کا ثبوت دے۔ ہماری جنت اتنی سستی نہیں ہے اور نہ دُنیا ہی میں ہماری خاص عنایات ایسی ارزاں ہیں کہ تم بس زبان سے ہم پر ایمان لانے کا اعلان کرو۔ اور ہم وُہ سب کچھ تمہیں بخش دیں اُن کے لئے تو امتحان شرط ہے۔ ہماری خاطر مشقتیں اُٹھانی ہوں گی، جان و مال کا زیان اُٹھانا ہوگا۔ طرح طرح کی سختیاں جھیلنی ہوں گی۔ خطرات و مصائب اور مشکلات کا مقابلہ کرنا ہوگا۔ خوف سے بھی آزمائے جاؤ گے۔ اور لالچ سے بھی، ہر چیز جسے عزیز و محبوب رکھتے ہو۔ ہماری رضا پر اسے قربان کرنا پڑے گا اور ہر تکلیف جو تمہیں ناگوار ہے۔ ہمارے لئے برداشت کرنی ہوگی۔ تب کہیں یہ بات کھلے گی۔ کہ ہمیں ماننے کا جو دعویٰ تم نے کیا تھا۔ وُہ سچّا تھا یا جھوٹا۔ اور ہمارا یہ طریقہ پہلے بھی اہلِ ایمان کے ساتھ یہی رہا ہے۔ اور آئندہ بھی یہی ہوگا جیسا کہ قرآن میں ذکر ہے۔

(۱) "کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ وُہ بس اتنا کہنے پر چھوڑ دیئے جائیں گے کہ ہم "ایمان لائے" اور اُن کو آزمایا نہ جائے گا؟ حالانکہ ہم اُن سب لوگوں کی آزمائش کر چکے ہیں جو ان سے پہلے گزرے ہیں۔ اللہ کو تو یہ ضرور دیکھنا ہے کہ سچے کون ہیں اور جھوٹے کون۔" (العنکبوت۔ ۲ تا ۳)

(۲) "اللہ مومنوں کو اس حالت میں ہرگز نہ رہنے دے گا۔ جس میں تم لوگ اس وقت پائے جاتے ہو وہ پاک لوگوں کو ناپاک لوگوں سے الگ کر کے رہے گا۔ (آل عمران۔ ۱۷۹)

(۳)۔ اور ہم ضرور تمہیں خوف و خطر، فاقہ کشی، جان و مال کے نقصانات اور آمدنیوں کے گھاٹے میں مبتلا کر کے تمہاری آزمائش کریں گے۔ ان حالات میں جو لوگ صبر کریں، اور کوئی مصیبت پڑے، تو کہیں کہ "ہم اللہ ہی کے ہیں اور اللہ ہی کی طرف ہمیں پلٹ کر جانا ہے"۔ انہیں خوشخبری دیدو۔ اُن پر اُن کے رب کی طرف سے بڑی عنایات ہوں گی۔ اُس کی رحمت اُن پر سایہ کرے گی۔ اور ایسے ہی لوگ راست رَو ہیں"۔ (البقرہ ۱۵۵ تا ۱۵۷)

(۴) "کیا تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔ حالانکہ ابھی تم پر وُہ حالات نہیں گزرے جو تم سے پیشرو (اہلِ ایمان) پر گزر چکے ہیں؟ ان پر سختیاں اور تکلیفیں آئیں اور وُہ ہلا مارے گئے۔ یہاں تک کہ رسولؐ اور اُس کے ساتھ ایمان لانے والے لوگ پکار اُٹھے کہ اللہ کی مدد کب آئے گی۔

Marfat.com
Marfat.com

(تب انہیں مژدہ سنایا گیا کہ) خبردار رہو، اللہ کی مدد قریب ہے۔ (البقرہ ۔ ۲۱۴)

(۵) "کیا تم نے سمجھ رکھا ہے کہ جنت میں داخل ہو جاؤ گے حالانکہ ابھی اللہ نے یہ تو دیکھا ہی نہیں کہ تم میں سے جہاد میں جان لڑانیوالے اور پامردی دکھانیوالے کون ہیں"۔ (آل عمران ۔ آیت ۱۴۲)

(۶) "ہم ضرور تم لوگوں کو آزمائش میں ڈالیں گے تاکہ تمہارے حالات کی جانچ کریں اور دیکھیں کہ تم میں مجاہد اور ثابت قدم کون ہیں"۔ (محمد ۔ ۳۱)

(۷) کیا تم لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ یُوں ہی چھوڑ دیئے جاؤ گے حالانکہ ابھی اللہ نے تو دیکھا ہی نہیں کہ تم میں سے کون وہ لوگ ہیں جنہوں نے (اُس کی راہ میں) جان فشانی کی اور اللہ اور رسُول اور مومنین کے سوا کسی کو جگری دوست نہ بنایا۔ جو کچھ تم کرتے ہو۔ اللہ اُس سے باخبر ہے۔ (التوبہ ۔ ۱۶)

(۸) "مسلمانو! تمہیں مال اور جان دونوں کی آزمائشیں آکر رہیں گی اور تم اہلِ کتاب اور مُشرکین سے بہت سی تکلیف دہ باتیں سُنو گے۔ اگر ان سب حالات میں تم صبر اور خدا ترسی کی روش پر قائم رہو۔ تو یہ بڑے حوصلہ کا کام ہے"۔ (آل عمران ۔ ۱۸۶)

(۹) اس سے پہلے کتنے نبی ایسے گزر چکے ہیں۔ جن کے ساتھ مل کر بہت سے خدا پرستوں نے جنگ کی اللہ کی راہ میں جو مُصیبتیں اُن پر پڑیں۔ اُن سے وہ دل شکستہ نہیں ہوئے۔ انہوں نے کمزوری نہیں دکھائی۔ وُہ (باطل کے آگے) سرنگوں نہیں ہُوئے۔ ایسے ہی صابروں کو اللہ پسند کرتا ہے۔ اُن کی دُعا بس یہ تھی کہ "اے ہمارے رب، ہماری غلطیوں اور کوتاہیوں سے درگذر فرما، ہمارے کام میں تیرے حدود سے جو کچھ تجاوز ہو گیا ہو اُسے معاف کر دے، ہمارے قدم جما دے اور کافروں کے مقابلہ میں ہماری مدد کر"۔ آخر کار اللہ نے اُن کو دُنیا کا ثواب بھی دیا۔ اور اُس سے بہتر ثوابِ آخرت بھی عطا کیا۔ اللہ کو ایسے ہی نیک عمل لوگ پسند ہیں۔ (آلِ عمران ۔ ۱۴۶ ۔ ۱۴۸)

ان آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ :-

(۱) اہلِ ایمان کو اُن کے دعوئے ایمان میں ضرور آزمایا جائے گا۔

(۲) اس امتِ مسلمہ سے پہلے بھی جس نے ایمان کا دعویٰ کیا تھا اُسے آزمایا گیا ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

(۳) اگرچہ اللہ تعالیٰ کو تو پہلے ہی سے معلوم ہے کہ کون دعویٰ ایمان میں سچا ہے اور کون جھوٹا ہے مگر اللہ تعالیٰ ہر شخص کو اس کے عمل اور کردار سے بھی دیکھنا چاہتا ہے تاکہ اُس کے اپنے عمل کیمطابق اُسے سزا یا جزا دی جاسکے۔

(۴) اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو آدمی کے خبیث یا طیب ہونے کے بارے میں اُس وقت تک پتہ نہیں چل سکتا جب تک وُہ اپنے قول وفعل سے اپنی پاکیزگی اور خباثت کی عملی شہادت نہ دے دے۔

(۵) جنّت کا حصول اتنا آسان نہیں کہ ایک شخص ایمان کا دعوٰی کرے۔ اور اُس کے بعد فوراً ہی اُس کو جنّت کا پروانہ مل جائے۔ بلکہ اُس کے عمل اور کردار سے دیکھا جائے گا کہ دُنیا میں اُس نے جنت کو حاصل کرنے کے لیے کس قدر جدوجہد کی ہے۔ اس راہ میں آنے والی مُشکلات میں کہاں تک صبر کیا۔ دعوائے ایمان کے بعد اُس نے اپنا رفیق اور جگری دوست کس کو بنایا۔ اللہ اس کے رسُول اور مخلص اہلِ ایمان کو یا دُوسرے لوگوں کو۔

(۶) ایمان والوں کی آزمائش ان کی جانوں اور مالوں میں لازمی طور پر ہوگی اور اہلِ ایمان کو مشرکوں اور اہلِ کتاب سے تکلیف دہ باتیں بھی سُننی پڑیں گی۔ غرض دُنیا میں اُنہیں کسی نہ کسی حیثیت سے ضرور آزمایا جائے گا۔ پھر جس مومن کے پاس جتنے زیادہ ذرائع و وسائل ہوں گے۔ وُہ اُن میں اتنا ہی زیادہ آزمایا جائے گا۔

(۷) آزمائش میں صرف وہی مومن جنت کی بشارت کے حقدار ہیں جو مشکل اور مصیبت میں صبر اور بُردباری کا مظاہرہ کریں۔ خدا پر بھروسہ کریں۔ اُس کی رحمت کی اُمید رکھیں۔ اور اسی سے یہ دُعا کریں کہ ہمارے پاس جو کچھ بھی ہے یہ سب کچھ اُسی کا ہے اور دُنیا میں ہم اُسی کی مرضی پوری کرنے کے لیے جی رہے ہیں۔ اور ہم نے یہاں سے مدّتِ امتحان کے بعد اپنے اپنے حل کردہ پرچوں کا نتیجہ سُننے کے لئے جانا بھی اسی ہستی کے پاس ہے جو ہماری ہر حرکت سے پہلے ہی سے باخبر ہے۔

(۸) اہلِ ایمان پر جب بھی کوئی آزمائش آتی ہے تو وہ اس میں پست ہمت نہیں ہوتے۔ نہ شکستہ دل ہو کر کسی قسم کی کمزوری کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ اور نہ ہی باطل کے آگے سرنگوں ہوتے ہیں۔ بلکہ وہ اللہ تعالیٰ

Marfat.com
Marfat.com

سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں اور جادۂ حق پر گامزن رہنے کے لیے دعا کرتے رہتے ہیں۔

۹۔ اللہ تعالیٰ نے ثوابِ آخرت (انعامِ جنت) اُن اہلِ ایمان کے لیے رکھا ہوا ہے جو صابر اور محسن ہوں یعنی اچھے اعمال میں سبقت لے جانے والے ہوں اور خدا کی راہ میں آنے والے مصائب پر صبر کرنے والے ہوں ؎

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی ٭ یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

(اقبالؒ)

۷۔ اعمال کا دارومدار نیت پر

حضورؐ کے پیغام کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ اسلام میں مومن کے صرف ظاہری عمل ہی کو نہیں دیکھتا۔ بلکہ وہ یہ بھی دیکھتا ہے کہ اُس نے جو کتاب و سنت کے مطابق عمل کیا ہے وہ کس نیت سے کیا ہے؟ وہ خلوص سے کیا ہے یا کہ محض نمائشی طور پر۔ اگر اس کا عمل خدا کی خوشنودی کے لیے نہیں ہے تو وُہ عمل خواہ بظاہر کتنا ہی خوشنما کیوں نہ ہو، اللہ تعالیٰ کے ہاں وُہ پرِ کاہ کی حیثیت بھی نہیں رکھتا جیسا کہ قرآن میں مذکور ہے:

لَنْ یَّنَالَ اللّٰہَ لُحُوْمُھَا وَلَا دِمَآؤُھَا وَلٰکِنْ یَّنَالُہُ التَّقْوٰی مِنْکُمْ

(الحج) ۔ (۳۷)

نہ اُن (قربانی کے جانوروں) کے گوشت اللہ کو پہنچتے ہیں، نہ خون مگر اسے تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے (یعنی یہ قربانی تم کس نیت سے دے رہے ہو۔ آیا اس قربانی سے خدا کی رضا مطلوب ہے، یا ریاکاری؟)

"اے ایمان لانے والو! اپنے صدقات کو احسان جتا کر اور دُکھ دے کر اس شخص کی طرح خاک میں نہ ملا دو۔ جو اپنا مال محض لوگوں کے دکھانے کو خرچ کرتا ہے اور نہ اللہ پر ایمان رکھتا ہے نہ یومِ آخرت پر۔ اس کے خرچ کی مثال ایسی ہے، جیسے ایک چٹان تھی، جس پر مٹی کی تہہ جمی ہوئی تھی۔ اس پر جب زور کا مینہ برسا۔ تو ساری مٹی بہہ

Marfat.com
Marfat.com

گئی۔ اور صاف چٹان کی چٹان رہ گئی۔ ایسے لوگ اپنے نزدیک خیرات کر کے جو نیکی کماتے ہیں، اس سے کچھ بھی اُن کے ہاتھ نہیں آتا، اور کافروں کو سیدھی راہ دکھانا اللہ کا دستور نہیں ہے۔ (البقرہ۔ ۲۶۴)

(۴) فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ۙ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ الَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُوْنَ وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ۔ (الماعون۔ ۴تا۷)

"پھر تباہی ہے، اُن نماز پڑھنے والوں کے لیے جو اپنی نماز سے غفلت برتتے ہیں، جو ریاکاری کرتے ہیں۔ اور معمولی ضرورت کی چیزیں (لوگوں کو) دینے سے گریز کرتے ہیں"۔

(۵) وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۙ حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ۔ (البیّنۃ۔ ۵)

"اور اُن کو اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا تھا۔ کہ اللہ کی بندگی کریں۔ اپنے دین کو اُس کے لیے خالص کر کے، بالکل یکسو ہو کر، اور نماز قائم کریں۔ اور زکوٰۃ دیں۔ یہی نہایت صحیح اور درست دین ہے:

۸۔ توبہ کے لیے درِ رحمتِ ربانی کی وسعت و کشادگی: (۱) آپ کے پیغام کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اسلام کسی فردِ بشر کو خُدا کی رحمت سے مایوس نہیں کرتا۔ بلکہ جب بھی اِنسان کو اپنی غلطی کا احساس ہو جائے۔ اور اس پر وہ ندامت محسوس کرے، اور اپنے رب سے معافی مانگ کر کتاب وسنت کے مطابق اپنی اصلاح کر لے تو اللہ تعالےٰ اس کے تمام گناہ معاف کرنے کی ضمانت دیتا ہے۔

(۱) "قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ (الزمر۔ ۵۳)

Marfat.com
Marfat.com

اے نبیؐ کہہ دیجیے "کہ میرے بندو، جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے، اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو جاؤ۔ یقیناً اللہ سارے گناہ معاف کر دیتا ہے۔ وہ غفور رحیم ہے"۔

(۲) "اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَبَیَّنُوْا فَاُولٰٓئِکَ اَتُوْبُ عَلَیْهِمْ وَ اَنَا التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ"۔ (البقرہ۔ ۱۶۰)

"البتہ جو اس روش سے باز آجائیں اور اپنے طرزِ عمل کی اصلاح کر لیں اور جو کچھ چھپاتے تھے، اُسے بیان کرنے لگیں، ان کو میں معاف کر دوں گا اور میں بڑا درگزر کرنے والا اور رحم کرنے والا ہوں"۔

(۳) اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَیُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِیْنَ (البقرہ۔ ۲۲۲)

"بے شک اللہ اُن لوگوں کو پسند فرماتا ہے جو بدی سے باز رہیں اور پاکیزگی اختیار کریں۔

(۴) یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ یُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَیِّاٰتِكُمْ وَ یُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ۔ (التحریم۔ ۸)

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اللہ سے توبہ کرو، خالص توبہ، بعید نہیں کہ اللہ تمہاری برائیاں تم سے دور کر دے اور تمہیں ایسی جنتوں میں داخل فرما دے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی"۔

وضاحت: نصح کے معنی عربی زبان میں خلوص اور خیر خواہی کے ہیں۔ یعنی آدمی ایسی توبہ کرے جس میں ریاء اور نفاق کا شائبہ تک نہ ہو۔ آدمی دل سے اپنے نفس کے ساتھ خیر خواہی کرے کہ گناہ سے توبہ کر کے اپنے آپ کو بدانجامی سے بچالے۔

قبولیتِ توبہ کے لیے شرائط

(ب) قبولیت توبہ کے لیے چند شرائط ہیں اگر تائب میں وہ پائی جائیں تو پھر اللہ تعالیٰ اسے شرفِ قبولیت بھی عطا فرماتا ہے۔

سورۂ توبہ میں ان کا ذکر اس طرح آتا ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

"کچھ اور لوگ ہیں جنہوں نے اپنے قصوروں کا اعتراف کر لیا ہے۔ ان کا عمل مخلوط ہے۔ کچھ نیک ہے۔ اور کچھ بد۔ بعید نہیں کہ اللہ اُن پر پھر مہربان ہو جائے کیونکہ وہ درگزر کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔ اے نبیؐ! تم اُن کے اموال میں سے صدقہ لے کر انہیں پاک کرو۔ اور نیکی کی راہ میں انہیں بڑھاؤ۔ اور ان کے حق میں دعائے رحمت کرو۔ کیونکہ تمہاری دعا اُن کے لیے وجہ تسکین ہوگی، اللہ سب کچھ سُنتا جانتا ہے۔ کیا ان لوگوں کو معلوم نہیں۔ کہ وہ اللہ ہی اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور اُن کی خیرات کو قبولیت عطا فرماتا ہے، اور یہ کہ اللہ بہت معاف کرنے والا اور رحیم ہے؟ اور اے نبیؐ، اُن لوگوں سے کہہ دو۔ کہ تم عمل کرو، اللہ اور اُس کا رسُول اور مومنین سب دیکھیں گے کہ تمہارا طرز عمل اب کیا رہتا ہے۔ پھر تم اس کی طرف پلٹائے جاؤ گے جو کھلے اور چھپے سب کو جانتا ہے۔ اور وہ تمہیں بتا دے گا۔ کہ تم کیا کرتے رہے ہو۔" (التوبہ ۱۰۲ تا ۱۰۵)

آیات بالا سے حسب ذیل راہ نمائی ملتی ہے۔

(۱) جو شخص مومن ہو۔ اور اس سے کوئی غیر مخلصانہ طرزِ عمل بشری کمزوری کی بناء پر ہو جائے اور وہ اگر اپنے قصور کا خود اعتراف کرے تو اُسے معاف بھی کیا جائے گا، اس سے صدقات بھی قبول کیے جائیں گے۔ اور اس کے لیے دعائے رحمت بھی کی جائے گی یہ سب کچھ اس وقت ہوگا جبکہ اس کے طرز عمل سے یہ معلوم ہو جائے کہ

اولاً: وہ اپنے قصور کے لیے عذرات اور غلط تاویلات و توجیہات پیش کرنے کے بجائے اپنے قصور کا صاف صاف اعتراف کر لیتا ہے۔

ثانیاً: اُس کی سابقہ زندگی اور طرزِ عمل دیکھا جائے گا۔ کہ یہ عادی مجرم تو نہیں ہے۔ اور فی الواقع وہ اس سے پیشتر اپنی زندگی میں مخلص تھا یا کہ نہیں۔

ثالثاً: اس کے آئندہ طرزِ عمل سے دیکھا جائے گا کہ وہ اپنے قصور پر نادم، بے چین اور بے قرار نظر آتا ہے اور اس کی تلافی کی عملاً کوشش کر رہا ہے یا کہ نہیں۔

(۲) محدثین نے ان آیات کے نزول کے بارے میں جو واقعہ بیان کیا ہے۔ اس کی تفصیل

Marfat.com
Marfat.com

حضرت ابولبابہؓ بن المنذر اور ان کے چھ ساتھیوں کے بارے میں اس طرح آتی ہے کہ ابولبابہؓ اُن لوگوں میں سے تھے جو بیعتِ عقبہ کے موقعہ پر ہجرت سے پہلے اسلام لائے تھے۔ پھر جنگِ بدر، جنگِ اُحد اور دوسرے معرکوں میں برابر شریک رہے۔ مگر جنگِ تبوک کے موقع پر نفس کی کمزوری نے غلبہ کیا۔ اور کسی عذرِ شرعی کے بغیر پیچھے رہ گئے۔ ایسے ہی مخلص ان کے دوسرے ساتھی تھے۔ ان سے بھی یہ کمزوری سرزد ہوگئی۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک سے واپس تشریف لائے اور ان لوگوں کو معلوم ہُوا کہ پیچھے رہ جانے والوں کے متعلق اللہ اور اس کے رسولؐ کی کیا رائے ہے تو انہیں سخت ندامت ہُوئی۔ قبل اس کے کہ کوئی بازپرس ہوتی۔ انہوں نے خود ہی اپنے آپ کو ایک ستون سے باندھ لیا۔ اور کہا کہ "ہم پر خواب وخور حرام ہے جب تک ہم معاف نہ کر دیئے جائیں یا ہم مر جائیں"۔ چنانچہ وہ کئی روز اسی طرح بے آب و دانہ اور بے خواب بندھے رہے حتیٰ کہ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ آخر جب انہیں بتایا گیا کہ اللہ اور رسولؐ نے تمہارا قصور معاف کر دیا۔ تو انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ "ہماری توبہ میں یہ بھی شامل ہے۔ کہ جس گھر کی آسائش نے ہمیں فرض سے غافل کیا۔ اُسے اور اپنے تمام مال کو خدا کی راہ میں دے دیں"۔ مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "سارا مال دینے کی ضرورت نہیں۔ صرف ایک تہائی کافی ہے"۔ چنانچہ وہ انہوں نے اسی وقت وقف کر دیا۔

اس قصہ پر غور کرنے سے صاف معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ خدا کے ہاں معافی کس قسم کی کمزوریوں کے لیے ہے۔ یہ سب حضرات عادی غیر مخلص نہ تھے۔ بلکہ ان کا پچھلا کارنامۂ زندگی اُن کے اخلاصِ ایمان پر دلیل تھا۔ اُن میں سے کسی نے عُذرات نہیں تراشے، بلکہ اپنے قصور کو خود ہی مان لیا۔ انہوں نے اعترافِ قصور کے ساتھ اپنے طرزِ عمل سے ثابت کر دیا۔ کہ وہ واقعی نہایت نادم اور اپنے گناہ کی تلافی کے لیے سخت بے چین ہیں۔

یہ واقعہ اس طرف بھی اشارہ کر رہا ہے۔ کہ گناہوں کی تلافی کے لیے زبان اور قلب کی

Marfat.com
Marfat.com

توبہ کے ساتھ عملی توبہ بھی ہونی چاہیئے اور عملی توبہ کی ایک شکل یہ بھی ہے کہ خدا کی راہ میں مال خیرات کرے۔ (تلخیص از تفہیم القرآن جلد دوم صفحہ ۲۳۰ و ۲۳۱)

حضرت علیؓ نے توبہ کے لیے چھ شرائط بیان فرمائی ہیں جبکہ ایک بدّو نے ان سے دریافت کیا تھا :

(۱) جو کچھ ہو چکا ہے اس پر نادم ہو۔

(۲) اپنے جن فرائض سے غفلت برتی ہو ان کو ادا کر

(۳) جس کا حق مارا ہو اس کا واپس کر

(۴) جس کو تکلیف پہنچائی ہو اس سے معافی مانگ

(۵) آئندہ کے لیے عزم کر کہ اس گناہ کا اعادہ نہ کرے گا۔

(۶) اپنے نفس کو اللہ کی راہ میں گھلا دے جس طرح تُونے اب تک اُسے مَعْصِیَّت کا خوگر بنائے رکھا ہے اور اس کو اطاعت کی تلخی کا مزا چکھا جس طرح اب تک تُو اُسے معصیّتوں کا مزا چکھاتا رہا ہے (کشاف)

توبہ کے سلسلہ میں چند اُمور اور بھی ہیں جنہیں اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے :

اوّل یہ کہ توبہ درحقیقت کسی معصیّت پر اس لیے نادم ہونا ہے کہ وہ اللہ کی نافرمانی ہے ورنہ کسی گناہ سے اس لیے پرہیز کا عہد کر لینا کہ وُہ مثلاً صحت کے لیے نقصان دہ ہے، یا کسی بدنامی کا، یا مالی نقصان کا موجب ہے، تو یہ توبہ کی تعریف میں نہیں آتا۔

دُوسرے یہ کہ جس وقت آدمی کو احساس ہو جائے کہ اس سے اللہ کی نافرمانی ہوئی ہے، اُسی وقت اُسے توبہ کرنی چاہیے اور جس شکل میں بھی ممکن ہو بلا تاخیر اُس کی تلافی کر دینی چاہیے، اُسے ٹالنا مناسب نہیں ہے۔

تیسرے یہ کہ توبہ کر کے بار بار اُسے توڑتے چلے جانا اور توبہ کو کھیل بنا لینا اور اُسی گناہ کا بار بار اعادہ کرنا جس سے توبہ کی گئی ہو، توبہ کے جھُوٹے ہونے کی دلیل ہے، کیونکہ توبہ کی اصل رُوح گناہ پر شرمساری ہے، اور بار بار کی توبہ شکنی اس بات کی علامت ہے کہ اس کے پیچھے کوئی

Marfat.com
Marfat.com

شرمساری موجود نہیں ہے۔

چوتھے یہ کہ جو شخص سچے دل سے توبہ کرکے یہ عزم کر چکا ہو کہ پھر اس گناہ کا اعادہ نہ کرے گا، اس سے اگر بشری کمزوری کی بناء پر اُسی گناہ کا اعادہ ہو جائے تو پچھلا گناہ تازہ نہ ہوگا، البتہ اسے بعد والے گناہ پر پھر توبہ کرنی چاہیے اور زیادہ سختی کے ساتھ عزم کرنا چاہیے کہ آئندہ وہ توبہ شکنی کا مرتکب نہ ہو۔

پانچویں یہ کہ ہر مرتبہ جب معصیت یاد آئے، توبہ کی تجدید کرنا لازمی نہیں ہے لیکن اگر اُس کا نفس اپنی سابق گناہ گارانہ زندگی کی یاد سے لُطف لے رہا ہو تو پھر بار بار توبہ کرنی چاہیے یہاں تک کہ گناہوں کی یاد اس کے لیے لذت کی بجائے شرمساری کی موجب بن جائے۔ اس لیے کہ جس شخص نے فی الواقع خدا کے خوف کی بنا پر معصیت سے توبہ کی ہو وہ اس خیال سے لذت نہیں لے سکتا کہ وہ خدا کی نافرمانی کرتا رہا ہے اُس سے لذت لینا اس بات کی علامت ہے کہ خدا کے خوف نے اس کے دل میں جڑ نہیں پکڑی ہے۔

۹۔ خدا سے براہِ راست تعلق

آپؐ کے پیغام کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اسلام میں داخل ہونے کے بعد ہر شخص کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ براہ راست تعلق قائم ہو جاتا ہے۔ بندے اور اللہ کے درمیان کوئی پردہ حائل نہیں رہتا جب چاہے بندہ اپنی معروضات اور گذارشات اپنے رب کے سامنے پیش کر سکتا ہے بلکہ وہ تو ایسا داتا اور فیاضِ حقیقی ہے کہ وہ اس بندے پر سخت ناراض ہوتا ہے جو اس سے براہ راست نہیں مانگتا اور اسے اپنی حاجتوں اور مصیبتوں میں پکارنے کی بجائے دوسروں کو پکارتا رہتا ہے۔

(۱) وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِىْ عَنِّىْ فَاِنِّىْ قَرِيْبٌ ۭ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِىْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِىْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ (البقرہ - ۱۸۶)

"اور اے نبی میرے بندے اگر تم سے میرے متعلق پوچھیں، تو انھیں بتا دو کہ میں قریب ہی ہوں

Marfat.com
Marfat.com

پکارنے والا جب مجھے پکارتا ہے میں اس کی پکار سنتا ہوں اور جواب دیتا ہوں۔ لہذا انھیں چاہیے کہ وہ میری دعوت پر لبیک کہیں اور مجھ پر ایمان لائیں (یہ بات تم انھیں سنا دو) شاید کہ وہ راہ راست پائیں۔

(۲) وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ (المؤمن - ۶۰)

"تمہارا رب کہتا ہے کہ مجھے پکارو" میں تمہاری دعائیں قبول کروں گا، جو لوگ گھمنڈ میں آکر میری عبادت سے منہ موڑتے ہیں۔ ضرور ذلیل و خوار ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے"۔

(۳) اُدْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً ۚ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ۔ (الاعراف - ۵۵)

"اپنے رب کو پکارو، گڑگڑاتے ہوئے اور چپکے چپکے، یقیناً وہ حد سے گزرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

(۴) إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ (الفاتحہ)

"(اے اللہ) ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد چاہتے ہیں۔

خدا کے ہاں جواب دہی کا احساس

آپ کے پیغام میں ایک بہت بڑی خصوصیت یہ بھی ہے کہ اسلام مومن کے اندر یہ احساس پیدا کرتا ہے کہ وہ براہِ راست خدا کے ہاں اپنے اعمال کے بارے میں جواب دہ ہے۔ وہ دنیا میں جو کچھ بھی کرتا ہے وہ سب کچھ اللہ کی نگاہ میں ہے بلکہ جو خیالات اس کے دل میں آتے ہیں وہ ان سے بھی پوری طرح آگاہ ہے۔ اور قیامت کے دن سب کچھ ایک کتاب کی شکل میں اس کے سامنے پیش کر دیا جائے گا۔ جیسا کہ قرآن میں مذکور ہے۔

(۱) "آسمانوں میں اور زمین میں جو کچھ ہے سب اللہ کا ہے۔ تم اپنے دل کی باتیں خواہ ظاہر کرو، یا چھپاؤ۔ اللہ بہر حال ان کا حساب تم سے لے لے گا۔ پھر اسے

Marfat.com
Marfat.com

اختیار ہے جسے چاہے معاف کر دے اور جسے چاہے سزا دے۔ اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔" (البقرہ - ۲۸۴)

(۲) " اور نامۂ اعمال سامنے رکھ دیا جائے گا۔ اس وقت تم دیکھو گے کہ مجرم لوگ اپنی کتابِ زندگی کے اندراجات سے ڈر رہے ہوں گے کہ " ہائے ہماری کم بختی! یہ کیسی کتاب ہے؟ کہ ہماری کوئی چھوٹی بڑی حرکت ایسی نہیں رہی جو اس میں درج نہ ہو گئی ہو۔" جو جو کچھ انہوں نے کیا تھا۔ وہ سب اپنے سامنے حاضر پائیں گے اور تیرا رب کسی پر ظلم نہ کرے گا۔" (الکہف - ۴۹)

(۳) اِنَّ اِلَیْنَآ اِیَابَھُمْ (۲۵) ثُمَّ اِنَّ عَلَیْنَا حِسَابَھُمْ۔ (الغاشیہ ۲۶)

" اُن لوگوں کا پلٹنا ہماری طرف ہی ہے۔ پھر اُن کا حساب لینا بھی ہمارے ہی ذمہ ہے۔

۱۱۔ تقویٰ معیارِ فضیلت

آپؐ کے پیغام کی ایک بہت بڑی خصوصیت یہ بھی ہے کہ اسلام میں معیارِ فضیلت حسب نسب اور مال و دولت وغیرہ نہیں بلکہ تقویٰ اور خدا ترسی ہے۔ انسان جس قدر متقی اور خدا ترس ہو گا وہ اسی قدر اللہ تعالیٰ کے ہاں صاحبِ فضیلت و شرف ہو گا۔ جیسا کہ قرآن میں مذکور ہے:

اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ ۲ (الحجرات ۱۳)

"درحقیقت اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تمہارے اندر سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔"

اس آیت سے معیارِ فضیلت یہ معلوم ہوتا ہے کہ صاحبِ فضیلت وہ ہے جو دوسروں سے بڑھ کر خدا سے ڈرنے والا، برائیوں سے بچنے والا، اور نیکی و پاکیزگی کی راہ پر چلنے والا ہو۔ ایسا آدمی خواہ کسی نسل، قوم اور ملک سے تعلق رکھتا ہو، اپنی ذاتی خوبی کی بناء پر قابلِ قدر ہے اور جس کا حال اس کے برعکس ہو وہ بہرحال ایک کمتر درجے کا انسان ہے چاہے وہ کالا ہو یا گورا، مشرق میں پیدا ہوا ہو یا مغرب میں۔

Marfat.com
Marfat.com

اس کے متعلق حدیث میں بھی وضاحت کی گئی ہے:

(۱) اِنَّ اللّٰہَ لَا یَسْئَلُکُمْ عَنْ اَحْسَابِکُمْ وَلَا عَنْ اَنْسَابِکُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ،
اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ۔ (ابن جریر)

"اللہ قیامت کے روز تمہارا حسب نسب نہیں پوچھے گا۔ اللہ کے ہاں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو۔"

(۲) اِنَّ اللّٰہَ لَا یَنْظُرُ اِلٰی صُوَرِکُمْ وَاَمْوَالِکُمْ وَلٰکِنْ یَنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِکُمْ وَاَعْمَالِکُمْ (مسلم، ابن ماجہ)

"اللہ تمہاری صورتیں اور تمہارے مال نہیں دیکھتا وہ تمہارے دلوں اور تمہارے اعمال کی طرف دیکھتا ہے۔"

۱۴۔ خدا کا قانون سب پر لاگو

آپؐ کے پیغام کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اسلام میں کوئی فرد بشر اللہ کے قانون سے مستثنیٰ نہیں ہے یہاں تک کہ خود پیغمبر خدا بھی خدا کے قانون کا اسی طرح پابند ہوتا ہے جس طرح ایک عام مسلمان۔ جیسا کہ قرآن میں مذکور ہے:

(۱) فَاسْتَقِمْ کَمَا اُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ مَعَکَ وَلَا تَطْغَوْا ط
اِنَّہٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ۔ (ہود - ۱۱۲)

"پس اے نبیؐ، تم اور تمہارے وہ ساتھی جو (کفر و بغاوت سے ایمان و اطاعت کی طرف) پلٹ آئے ٹھیک ٹھیک راہ راست پر ثابت قدم رہو جیسا کہ تمہیں حکم دیا گیا ہے اور بندگی کی حد سے تجاوز نہ کرو۔ جو کچھ تم کر رہے ہو۔ اس پر تمہارا رب نگاہ رکھتا ہے۔"

(۲) "جو کچھ تمہارے رب کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے اس کی پیروی کرو اور اپنے ربّ کو چھوڑ کر دوسرے سرپرستوں کی پیروی نہ کرو۔ مگر تم نصیحت کم

Marfat.com
Marfat.com

ہی ماننے ہو۔" (الاعراف - ۳)

(۳) اے نبیؐ، ان سے کہو "میرا کام نہیں ہے کہ اپنی طرف سے اس (قرآن) میں کوئی تغیر و تبدل کر لوں۔ میں تو بس اُس وحی کا پیرو ہوں جو میرے پاس بھیجی جاتی ہے۔ اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو مجھے ایک بڑے ہولناک دن کے عذاب کا ڈر ہے (یونس ۱۵)

۱۳۔ قابلِ عمل نظامِ زندگی

آپؐ کے پیغام کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ آپؐ نے اپنے پیغام میں لوگوں کو ایک ایسا نظامِ زندگی دیا ہے جو کہ ایک طرف مکمل اور جامع بھی ہے اور دوسری طرف ہر زمانہ کے لیے قابلِ عمل بھی ہے اسے عمل کے لیے ایسا آسان کر دیا گیا ہے کہ اس پر انسان ہر زمانہ میں اپنی طاقت کے مطابق عمل کر سکتا ہے۔ خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف اس کے مطابق عمل کر کے اس کے قابلِ عمل ہونے کا بہترین ثبوت پیش کیا ہے بلکہ اس کے مطابق اسلامی ریاست کی تشکیل کر کے اسلامی خلافت کا ایک بہترین نمونہ بھی لوگوں کے سامنے پیش کر دیا ہے۔ جیسا کہ قرآن میں ذکر ہے۔

(۱) اے نبیؐ کہو "بے شک میری نماز، میرے مراسم عبودیت، میری زندگی اور میری موت اس اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو تمام کائنات کا ربّ ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ مجھے اس نے اس بات کا حکم دیا ہے اور سب سے پہلے اس کے اس حکم کے آگے سرِ تسلیم خم کرنے والا میں ہوں"۔ (الانعام - ۱۶۲ - ۱۶۳)

(۲) لَا یُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ط (البقرہ - ۲۸۶)

"اللہ کسی متنفس پر اس کی مقدرت سے بڑھ کر ذمہ داری کا بوجھ نہیں ڈالتا۔

اس سے معلوم ہوا کہ فی الواقع اسلام ایک ایسا قابلِ عمل نظامِ زندگی ہے کہ جس میں آدمی کو اس کی طاقت کے مطابق کام کرنے کی ہدایت کی گئی ہے۔

جیسا کہ حالتِ مرض یا سفر میں رمضان کے روزے مؤخر کرنے اور بعد میں ان کی قضا کرنے کی اجازت دے دی گئی ہے۔ پانی نہ ملنے کی وجہ سے تیمم کر سکتا ہے۔ اسی طرح حالت

Marfat.com
Marfat.com

مرض میں نماز بیٹھ یا لیٹ کر پڑھنے کی اجازت دے دی گئی ہے۔ زکواۃ اور حج کے فرائض کی پابندی صرف مالداروں پر ہے غریبوں پر نہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کا منشأ انسان کو سختی اور تکلیف میں ڈالنا نہیں بلکہ یسر اور آسانی پیدا کرنا ہے اور اس پر اتنا ہی بوجھ رکھا ہے جتنا کہ وہ آسانی سے اٹھا سکتا ہے جیسا کہ قرآن میں بیان کیا گیا ہے:

(۳) مَا أَنزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لِتَشْقَىٰ (طٰہٰ ۔ ۲)

"ہم نے یہ قرآن تم پر اس لیے نازل نہیں کیا ہے کہ تم مصیبت میں پڑ جاؤ"۔

(۴) يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ (البقرہ ۔ ۱۸۵)

"اللہ تمہارے ساتھ نرمی کرنا چاہتا ہے، سختی کرنا نہیں چاہتا۔

۱۴۔ خدا کی بندگی ۔ آزادی از غلامی غیر اللہ

آپ کے پیغام کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اسلام میں خدا کی بندگی اختیار کرنے کے بعد انسان کو تمام بندگیوں سے نجات مل جاتی ہے۔ خدا کی غلامی کرنیکے بعد انسان کسی کا غلام نہیں رہتا۔ گویا اسلام ہی ایک ایسا کامل دین ہے جس میں انسان کو حقیقی آزادی مل سکتی ہے۔ اسلام میں کسی کو کسی پر کوئی بالا دستی حاصل نہیں ہوتی۔ یہاں تک کہ خود پیغمبر خدا بھی کسی کو اپنا بندہ نہیں بنا سکتا بلکہ اسلام میں چھوٹے بڑے سب کے سب صرف خدا کے غلام اور بندے ہوتے ہیں، جیسا کہ قرآن میں ارشاد ہے:

(۱) "کسی انسان کا یہ کام نہیں ہے کہ اللہ تو اس کو کتاب اور حکم اور نبوت عطا فرمائے اور وہ لوگوں سے کہے کہ اللہ کی بجائے تم میرے بندے بن جاؤ، وہ تو یہی کہے گا کہ سچے ربانی بنو جیسا کہ اس کتاب کی تعلیم کا تقاضا ہے جسے تم پڑھتے اور پڑھاتے ہو۔ وہ تم سے ہرگز نہ کہے گا کہ فرشتوں کو یا پیغمبروں کو اپنا رب بنالو۔ کیا یہ ممکن ہے کہ ایک نبی تمہیں کفر کا حکم دے جب کہ تم مسلم ہو"؟ (آل عمران ۔ ۷۹، ۸۰)

(۲) "اللہ ایک مثال دیتا ہے ایک شخص تو وہ ہے جس کے مالک ہونے میں بہت سے

Marfat.com
Marfat.com

کچھ خلق آقا شریک ہیں جو اسے اپنی اپنی طرف کھینچتے ہیں۔ اور دوسرا شخص پورا کا پورا ایک ہی آقا کا غلام ہے۔ کیا ان دونوں کا حال یکساں ہو سکتا ہے ۔ الحمد للہ، مگر اکثر لوگ نادانی میں پڑے ہوئے ہیں۔" (یعنی ایک آقا کی غلامی اور بہت آقاؤں کی غلامی کا فرق تو خوب سمجھ لیتے ہیں مگر ایک خدا کی بندگی اور بہت سے خداؤں کی بندگی کا فرق سمجھانے کی کوشش کی جاتی ہے تو نادان بن جاتے ہیں") ہے

یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات (اقبال)

(۳) لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوقٍ فِي مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ (بخاری، مسلم)

" خالق کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت و فرمانبرداری نہیں ہے۔"

(۴) اِتَّبِعُوْا مَا اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ لَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ۔ (الاعراف - ۳)

" لوگو، جو کچھ تمہارے رب کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے اس کی پیروی کرو اور اپنے رب کو چھوڑ کر دوسرے سرپرستوں کی پیروی نہ کرو۔ مگر تم نصیحت کم ہی مانتے ہو۔"

وضاحت : یہاں "اولیاء" (سرپرستوں) کا لفظ اس معنی میں استعمال ہوا ہے کہ انسان جس کی رہنمائی پر چلتا ہے اسے درحقیقت اپنا ولی و سرپرست بناتا ہے خواہ زبان سے اس کی حمد و ثناء کے گیت گاتا ہو یا اس پر لعنت کی بوچھاڑ کرتا رہو، خواہ اس کی سرپرستی کا معترف ہو یا بہ شدت اس سے انکار کرے۔ (تلخیص تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۷)

۱۵۔ خدا۔ مختارِ مطلق آپ کے پیغام کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اسلام میں پورے کے پورے اختیارات صرف اللہ کے لیے ہوتے ہیں۔ اس کی خدائی میں کسی کو دخل دینے کا حق نہیں ہے خواہ وہ اللہ کا پیغمبر ہی کیوں نہ ہو سب اس کے ہاں بے اختیار بندے ہیں۔

Marfat.com
Marfat.com

(۱) "یَقُوْلُوْنَ هَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَیْءٍ ؕ قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ ۔" (۱۵۴) (آل عمران)

"یہ لوگ اب کہتے ہیں۔ کہ، اس کام کے چلانے میں ہمارا بھی کوئی حصہ ہے۔ اُن سے کہو" (کسی کا کوئی حصہ نہیں) اس کام کے سارے اختیارات اللہ کے ہاتھ میں ہیں۔"

(۲) لَیْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ اَوْ یَتُوْبَ عَلَیْهِمْ اَوْ یُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ ۔ (۱۲۸) آل عمران

"(اے پیغمبرؐ) فیصلہ کے اختیارات میں تمہارا کوئی حصہ نہیں، اللہ کو اختیار ہے چاہے انہیں معاف کرے چاہے انہیں سزا دے۔ کیونکہ وُہ ظالم ہیں۔"

(۳) وَرَبُّكَ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ وَیَخْتَارُ ؕ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِیَرَةُ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَتَعٰلٰى عَمَّا یُشْرِكُوْنَ (۶۸) (القصص)

"تیرا رب پیدا کرتا ہے۔ جو کچھ چاہتا ہے۔ اور وُہ (خود ہی اپنے کام کے لیے جسے چاہتا ہے) منتخب کر لیتا ہے۔ یہ انتخاب اُن لوگوں کے کرنے کا کام نہیں ہے اللہ پاک ہے اور بہت بالاتر ہے۔ اس شرک سے جو یہ لوگ کرتے ہیں۔"

(۴) قُلْ لَّاۤ اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ (یونس۔ ۴۹)

"اے محمدؐ! کہو میں اپنی ذات کے لیے بھی کسی نفع یا نقصان کی قدرت نہیں رکھتا۔ سوائے اس کے جو خُدا چاہے۔"

(۵) قُلْ لَّاۤ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِیْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَاۤ اَعْلَمُ الْغَیْبَ وَلَاۤ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّیْ مَلَكٌ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰۤى اِلَیَّ (الانعام، آیت ۵۰)

"اے محمدؐ، کہو، میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں، نہ

Marfat.com
Marfat.com

میں غیب کا حال جانتا ہوں اور نہ میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں (یعنی انسانی ضروریات سے پاک ہوں) میں تو صرف اس چیز کی پیروی کرتا ہوں جو مجھ پر وحی کی جاتی ہے"۔

(۶) اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ ۚ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِیْنَ ۔ (القصص ۵۶)

"اے نبیؐ، تم جسے چاہو اسے ہدایت نہیں دے سکتے، مگر اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔ وہ ان لوگوں کو خوب جانتا ہے جو ہدایت قبول کرنے والے ہیں"۔

(۷) یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ (التحریم ۔ ۱)

"اے نبیؐ، تم کیوں اُس چیز کو حرام کرتے ہو جو اللہ نے تمہارے لیے حلال کی ہے؟"

(۸) "اور یہ جو تمہاری زبانیں جھوٹے احکام لگایا کرتی ہیں کہ یہ چیز حلال ہے اور وہ حرام، تو اس طرح کے حکم لگا کر اللہ پر جھوٹ نہ باندھو"۔ (النحل ۔ ۱۱۶)

(۹) "فرمانروائی کا اقتدار اللہ کے سوا کسی کے لیے نہیں۔ اس کا حکم ہے کہ خود اس کے سوا تم کسی کی بندگی نہ کرو۔ یہی ٹھیٹھ سیدھا طریق زندگی ہے"۔ (یوسف ۴۰)

(۱۰) وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَیُرْسِلُ عَلَیْكُمْ حَفَظَةً ؕ (الانعام ۔ ۶۱)

"اور وہ اپنے بندوں پر پوری قدرت رکھتا ہے اور تم پر نگرانی کرنے والے (فرشتے) مقرر کرکے بھیجتا ہے"۔

(۱۱) "کہو، وہ اس پر قادر ہے کہ تم پر کوئی عذاب اوپر سے نازل کر دے، یا تمہارے قدموں کے نیچے سے برپا کر دے، یا تمہیں گروہوں میں تقسیم کرکے ایک گروہ کو دوسرے گروہ کی طاقت کا مزا چکھوا دے"۔ (الانعام ۔ ۶۵)

(۱۲) اَلَا لَهُ الْحُكْمُ ۫ وَهُوَ اَسْرَعُ الْحٰسِبِیْنَ (۶۲) الانعام

Marfat.com
Marfat.com

"خبردار ہو جاؤ فیصلہ کے سارے اختیارات اسی کو حاصل ہیں اور وہ حساب لینے میں بہت تیز ہے۔"

(۱۳) قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللّٰهُ ۚ وَمَا يَشْعُرُوْنَ أَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ - (۶۵) النمل

"ان سے کہو، اللہ کے سوا آسمانوں اور زمین میں کوئی غیب کا علم نہیں رکھتا۔ اور وہ (تمہارے زندہ و مردہ معبود تو یہ بھی) نہیں جانتے کہ کب وہ اٹھائے جائیں گے۔"

(۱۴) وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ (۲۰) أَمْوَاتٌ غَيْرُ أَحْيَاءٍ ۚ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۙ أَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ (۲۱) النحل

"اور وہ دوسری ہستیاں جنہیں اللہ کو چھوڑ کر لوگ پکارتے ہیں وہ کسی چیز کی بھی خالق نہیں بلکہ خود مخلوق ہیں۔ مُردہ ہیں نہ کہ زندہ۔ اور ان کو کچھ معلوم نہیں ہے کہ انہیں کب (دوبارہ زندہ کر کے) اُٹھایا جائے گا۔ (یعنی یہ اُن برگزیدہ ہستیوں کے بارے میں کہا گیا ہے جنہیں دنیا میں لوگوں نے حاجت روا اور مشکل کشا بنا رکھا ہے۔)

۱۶۔ اسلام۔ دین مذہب و سیاست

پیغام سیرت میں ایک بہت بڑی خصوصیت یہ بھی پائی جاتی ہے کہ اسلام میں مذہب و سیاست دونوں کے لیے مکمل رہنمائی موجود ہے اسکے برعکس دنیا میں جتنے بھی ادیان باطلہ اور غلط نظام ہائے زندگی پائے جاتے ہیں ان میں اگر مذہب ہے تو سیاست نہیں اور اگر سیاست ہے تو مذہب نہیں اور اگر کہیں یہ دونوں ہیں بھی تو وہ بالکل ہی ناتمام اور ناقص ہیں۔ ان کے ناقص ہونے کی سب سے بڑی دلیل یہی کافی ہے کہ ان کے ماننے والے افراط و تفریط کی راہ اختیار کرنے پر محض اس لیے

Marfat.com
Marfat.com

مجبور ہوتے ہیں کہ جب ان کو مذہب کے بارے میں مکمل ہدایات نہیں ملتیں تو وہ رہبانیت کی راہ اختیار کر لیتے ہیں اور جب انہیں سیاست کے بارے میں پوری رہنمائی نہیں ملتی تو وہ مادہ پرستی کی زندگی اختیار کر لیتے ہیں جس میں مذہب واخلاق کا کوئی دخل نہیں ہوتا اور اس میں اُن کے سامنے صرف اپنا ہی مفاد ہوتا ہے جس کے لیے وہ ہر جھوٹ، فریب اور بد دیانتی کو جائز قرار دیتے ہیں۔ یہی ان کی وہ دین سے الگ سیاست ہے جو انہیں بربریت اور چنگیزیت کی راہ پر لے جاتی ہے۔ جیسا کہ علامہ اقبالؒ نے فرمایا ہے :۔

جلالِ بادشاہی ہو کہ جمہوری تماشا ہو　　جُدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

ادیانِ باطلہ کے مقابلہ میں اسلام کی سب سے بڑی امتیازی خصوصیت ہی یہ ہے کہ اُس نے ان دونوں انتہاؤں کے درمیان توسط و اعتدال کی راہ اختیار کی ہے۔ اس میں انسان کی تمام زندگی کے لیے مکمل ہدایات موجود ہیں۔ یہ ایک طرف انسان کے فکر و نظر، عقیدہ و خیال، تعلیم و تربیت اور مذہب و اخلاق کی طرف رہنمائی کرتا ہے تو دوسری طرف یہ ان کے تمدن و معاشرت، معیشت و سیاست، قانون و عدالت، صلح و جنگ، ملکی معاملات اور بین الاقوامی تعلقات تک کے لیے بھی پوری پوری ہدایات دیتا ہے۔ گویا دنیا میں یہ واحد دین (نظامِ زندگی) ہے جس میں انسان کے لیے "ایک مکمل ضابطۂ حیات" (A COMPLETE CODE OF LIFE) اور ایک جامع دستورِ زندگی موجود ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ذکر فرمایا ہے۔

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ط (المائدہ - ۳)

"آج میں نے تمہارے دین کو تمہارے لیے مکمل کر دیا ہے اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی ہے اور تمہارے لیے اسلام کو تمہارے دین کی حیثیت سے قبول کر لیا ہے (لہٰذا حرام و حلال کی جو قیود تم پر عائد کر دی گئی ہیں ان کی پابندی کرو۔)

وضاحت : اس آیت کو سمجھنے کے لیے سب سے پہلے قرآن کی روشنی میں چند بنیادی حقائق کو ذہن

Marfat.com
Marfat.com

ذہن نشین کرنا بہت ضروری ہے

(۱) دنیا میں انسان خدا کا خلیفہ اور نائب ہے۔ (البقرہ ۳۰، الانعام ۱۶۵)

(۲) تمام انسانوں کا الٰہ واحد آقا و مالک اور حاکم حقیقی صرف خدا ہے جس نے انہیں پیدا کیا ہے۔ (البقرہ ۱۶۳، یوسف ۳۹، ۴۰)

(۳) خدا کا نائب اور خلیفہ ہونے کی حیثیت سے انسان پر فرض عائد ہوتا ہے کہ یہ اس ضابطے کی پابندی کرے جو بادشاہ حقیقی اور رب ارض و سماء نے اس کے لیے مقرر فرمایا ہے اگر ایسا کرتا ہے تو پھر اس کی پوری زندگی ہی وہ عبادت کہلاتی ہے جس کے لیے یہ دنیا میں بھیجا گیا ہے۔ اور یہی اس کا اصل مقصد زندگی ہے (الذاریات ۵۶) اور اس کی یاد دہانی کے لیے اللہ تعالیٰ نے ایک لاکھ سے زیادہ پیغمبر مبعوث فرمائے تھے (الانبیاء ۲۵) اب یہ وہی آخری پیغام ہے جسے آج سے چودہ سو سال قبل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بحیثیت رسول اللہ دنیائے انسانیت کو دیا تھا۔ یہ پیغام قیامت تک کے لیے ایک کامل دین کی شکل میں محفوظ ہو چکا ہے (الحجر ۹، المائدہ ۳)

(۴) یہاں خدا کی عبادت سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں انسان کو جو اختیارات دے رکھے ہیں اگر یہ انہیں اپنی مرضی کے بجائے خدا کی مرضی کے مطابق استعمال کرے تو یہ خدا کی عبادت ہے اور یہی اس کا زمین میں خدا کا خلیفہ اور نائب ہونے کا مطلب ہے۔ اس کے برعکس اگر یہ اپنی مرضی کرتا ہے یا اپنی برادری یا دنیا کے بادشاہ کی مرضی پوری کرتا ہے تو یہ سراسر اس کی خدا کے ساتھ بغاوت ہوگی۔ اب اگر انسان دنیا میں خدا کی مرضی پوری کرنی چاہتا ہے تو اسے پھر وہ طریقہ قبول کرنا پڑے گا جو خدا کے نزدیک پسندیدہ طریقۂ زندگی ہے اور وہ ہے دین اسلام۔ (آل عمران - ۱۹)

(۵) اسلام کے علاوہ باقی تمام دین ناقص، نامکمل اور ادھورے ہیں اور ان میں سے کوئی بھی اللہ کے ہاں قابل قبول اور پسندیدہ نہیں ہے خواہ وہ دین یہودیت ہو یا عیسائیت، ہندومت ہو یا بدھ مت اور خواہ وہ سرمایہ دارانہ نظام ہو یا اشتراکی نظام، خواہ وہ بادشاہ کا آمرانہ نظام ہو یا لادینی جمہوری

Marfat.com
Marfat.com

نظام اور یا وہ خود ساختہ سیاسی اور مذہبی نظام ہو، ان میں سے کسی کو بھی اختیار کرنے والا اپنا اصل مقصد زندگی پورا نہیں کر سکتا کیونکہ یہ سب انسانی زندگی کے تمام شعبوں میں رہنمائی نہیں کر سکتے اس لیے اگر انسان ان میں سے کسی کو قبول کرتا ہے تو وہ سراسر آخرت میں خسارے میں رہے گا۔" (آلِ عمران - ۸۵)

(۶) "اللہ تعالیٰ نے تمام نوعِ انسانی کے لیے جو ایک جامع اور کامل دین پسند فرمایا ہے وہ صرف اسلام ہے اس کو قبول کرنے والا ہی خلافت الٰہیہ کے فرائض ٹھیک طریقہ سے انجام دے سکتا ہے کیونکہ اسلام ہی ایک ایسا کامل دین ہے جس پر چل کر انسان اپنے اصل مقصد میں کامیاب و کامران ہو سکتا ہے اور اب تا قیامت یہی خداوند تعالیٰ کا نازل کردہ پسندیدہ دین ہے۔" (المائدہ - ۳)

(۷) جو لوگ برضا و رغبت دین اسلام کو قبول کر لیتے ہیں وہ مومن کہلاتے ہیں پھر انہیں اس بات کی پابندی بھی کرنی پڑتی ہے کہ وہ پورے کے پورے اسلام میں داخل ہو جائیں اور اس کے تقاضے مرتے دم تک پورے کرتے رہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ا۔ "اے ایمان لانے والو، تم پورے کے پورے اسلام میں آجاؤ اور شیطان کی پیروی نہ کرو کہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ جو صاف صاف ہدایات تمہارے پاس آچکی ہیں اگر ان کو پا لینے کے بعد پھر تم نے لغزش کھائی تو خوب جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ سب پر غالب اور حکیم و دانا ہے" (البقرہ ۲۰۹)

ب۔ "اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اللہ سے ڈرو جیسا کہ ڈرنے کا حق ہے۔ تم کو موت نہ آئے مگر اس حال میں کہ تم مسلم ہو۔ سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑ لو اور تفرقہ میں نہ پڑو۔" (آلِ عمران ۱۰۲، ۱۰۳)

وضاحت: ان آیات میں حسب ذیل ہدایات دی گئی ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو حکم دیا ہے کہ وہ پوری زندگی کو کسی استثنار اور تحفظ کے بغیر اسلام کے تحت لے آئیں ایسا نہ ہو کہ اسے مختلف حصوں (سیاست اور مذہب وغیرہ) میں تقسیم کر کے بعض حصوں میں اسلام کی پیروی اختیار کریں اور بعض حصوں کو اس کی پیروی سے مستثنیٰ کر لیں جیسے ادیانِ باطلہ میں لوگ کرتے ہیں۔

Marfat.com
Marfat.com

(۲) پوری کی پوری زندگی کو اسلام میں داخل کرنے کا مطلب یہ ہے کہ زندگی کے کسی حصہ میں بھی شیطان کی پیروی اختیار نہ کی جائے خواہ وہ مذہبی ہو یا سیاسی اور خواہ وہ انفرادی ہو یا اجتماعی بلکہ پوری زندگی اسلام کے مطابق ہونی چاہیے۔

(۳) اہل ایمان کو خدا کا خوف دلا کر تنبیہہ کی گئی ہے کہ اسلام قبول کر لینے کے بعد جان بوجھ کر خدا کے کسی حکم کی نافرمانی نہ کی جائے بلکہ اسلام قبول کر لینے کے بعد مرتے دم تک اس کی پابندی کی جائے اگر واضح ہدایات آجانے کے بعد پھر اسلام کے کسی ضابطہ کی عمداً خلاف ورزی کی گئی تو پھر اس خدا کی گرفت سے نہ بچ سکو گے۔ جو غالب اور حکمت والا ہے۔

(۴) اسلام میں فرقہ بندی اور گروہ بندی نہ کی جائے بلکہ سب کے سب مل کر اللہ کی رسی (دین اسلام) کو مضبوطی سے پکڑے رکھیں۔ کیونکہ یہی وہ رشتہ ہے جو ایک طرف خدا کے ساتھ تعلق مضبوط بناتا ہے تو دوسری طرف اہل ایمان میں اسلامی اخوت پیدا کرتا ہے۔

۱۷۔ نوعِ انسانی کے لیے دستورِ حیات

اس پیغام کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس میں تمام نوعِ انسانی کے لیے ضابطہ حیات ہے۔

(۱) شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَ الْفُرْقَانِ ۚ (البقرہ - ۱۸۵)

"رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا ہے جو انسانوں کے لیے سراسر ہدایت ہے اور ایسی واضح تعلیمات پر مشتمل ہے جو راہ راست دکھانے والی اور حق و باطل کا فرق کھول کر رکھ دینے والی ہیں"

(۲) اللہ، وہ زندۂ جاوید ہستی ہے، جو نظامِ کائنات کو سنبھالے ہوئے ہے۔ حقیقت میں اس کے سوا کوئی خدا نہیں ہے (اے نبیؐ) اس نے تم پر یہ کتاب نازل کی، جو حق لے کر آئی ہے۔ اور ان کتابوں کی تصدیق کر رہی ہے۔ جو پہلے آئی ہوئی تھیں۔ اس سے پہلے وہ انسانوں کی ہدایت کے لیے تورات اور انجیل نازل کر چکا ہے۔ اور اس نے وہ کسوٹی اتاری ہے۔ (جو حق اور باطل کا فرق دکھانے والی ہے) اب جو لوگ اللہ کے فرامین کو قبول کرنے سے انکار کریں ان کو

Marfat.com
Marfat.com

یقیناً سخت سزا ملے گی۔ اللہ بے پناہ طاقت کا مالک ہے۔ اور برائی کا بدلہ دینے والا ہے۔" (آل عمران ۴/۱۱)

۱۸۔ ا۔ اتحادِ اُمتِ مسلمہ اس پیغام کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ یہ اپنے ماننے والوں کو ایک اُمتِ مسلمہ کی شکل میں متحد و متفق دیکھنا چاہتا ہے۔ اس پیغام میں اتحاد و اتفاق کے لیے ایسے دائمی اور ہمہ گیر اصول دیئے گئے ہیں جن پر اس اُمتِ مسلمہ کا اتحاد و اتفاق ہو سکتا ہے۔

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ۪ وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ
اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًا۔

(آل عمران - ۱۰۳)

"سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑ لو۔ اور تفرقہ میں نہ پڑو۔ اللہ کے اس احسان کو یاد رکھو، جو اس نے تم پر کیا ہے۔ تم ایک دوسرے کے دشمن تھے۔ اس نے تمہارے دل جوڑ دیے۔ اور اس کے فضل و کرم سے تم بھائی بھائی بن گئے۔"

وَاِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ (المومنون ۵۲)

"یہ تمہاری اُمت ایک ہی اُمت ہے اور میں تمہارا رب ہوں۔ پس مجھ ہی سے ڈرو۔"

ب۔ حبل اللہ سے مُراد اس سے مراد اللہ کا دین ہے۔ اور اس کو رسی سے اس لیے تعبیر کیا گیا ہے کہ یہی وہ رشتہ ہے جو ایک طرف اہلِ ایمان کا تعلق اللہ سے قائم کرتا ہے۔ اور دوسری طرف تمام ایمان لانے والوں کو باہم ملا کر ایک جماعت بناتا ہے۔

ج۔ اتحاد و اتفاق کی بنیادیں اتحادِ اُمتِ مسلمہ کی حسبِ ذیل بنیادیں ہیں جن پر پوری اُمتِ مسلمہ کو متحد و متفق ہونا چاہیے۔

(۱) صرف ایک اللہ کو اپنا الٰہ اور رب مانا جائے۔ (آل عمران ۶۴)

(۲) اللہ کی ذات، صفات و اختیارات اور حقوق میں کسی کو شریک نہ کیا جائے۔ (")

(۳) اللہ کے سامنے اپنے آپ کو جوابدہ سمجھتے ہوئے آخرت پر ایمان لایا جائے۔ (الغاشیہ ۲۵،۲۶)

Marfat.com
Marfat.com

(۴) اُن وسیع اصول و کلیات کے مطابق زندگی بسر کی جائے جن کی تعلیم اللہ نے اپنے رسولوں اور کتابوں کے ذریعے سے دی ہے (البقرہ - ۴)

آپ کے پیغام میں بھی یہی اصول پیش کیے گئے ہیں اور دین اسلام کی بھی یہی بنیادیں ہیں۔ اور دیگر انبیاء علیہم السلام کی طرف سے بھی تمام انسانوں کو اوّل یوم پیدائش سے اسی دینِ اسلام کی طرف دعوت دی جاتی رہی ہے۔

۱۹۔ فرقہ بندی سے اجتناب آپ کے پیغام میں ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس میں اُمتِ مسلمہ کو فرقہ بندی سے منع کیا گیا ہے بلکہ فرقہ بندی اختیار کرنے والوں کی زبردست مذمت کی گئی ہے جیسا کہ قرآن میں ذکر ہے:

(۱) "کہیں تم ان لوگوں کی طرح نہ ہوجانا جو فرقوں میں بٹ گئے اور کھلی کھلی واضح ہدایات پانے کے بعد پھر اختلافات میں مبتلا ہوگئے۔ جنھوں نے یہ روش اختیار کی وہ اُس روز سخت سزا پائیں گے۔" (آلِ عمران - ۱۰۵)

(۲) "مگر بعد میں لوگوں نے اپنے دین کو آپس میں ٹکڑے ٹکڑے کرلیا ہے۔ ہر گروہ کے پاس جو کچھ ہے۔ اُسی میں وہ مگن ہے۔ اچھا تو چھوڑو انہیں۔ ڈوبے رہیں اپنی غفلت میں۔ ایک وقت خاص تک" (المؤمنون - ۵۳، ۵۴)

(۳) "جن لوگوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ اور گروہ گروہ بن گئے۔ یقیناً ان سے تمہارا کچھ واسطہ نہیں۔ ان کا معاملہ تو اللہ کے سپرد ہے۔ وہی ان کو بتائے گا کہ انھوں نے کیا کچھ کیا ہے" (الانعام - ۱۵۹)

ب۔ فرقہ بندی کے اسباب یہاں امت مسلمہ کو فرقہ بندی میں تقسیم کرنے والے محرکات (اسباب) بیان کئے جاتے ہیں۔ جن کا سدباب اگر یہ کرلے اور ان کو اپنے اندر رونما نہ ہونے دے تو یہ انتشار کا شکار ہونے سے بچ سکتی ہے۔

(۱) "دین میں ہر زمانے کے لوگوں کا اپنے ذہنوں کی غلط اُپج کو اختیار کرنا" (المائدہ ۔۔۔

Marfat.com
Marfat.com

(۲) "خواہشاتِ نفس کا غلبہ ہونا"۔ (مریم - ۵۹)

(۳) "اندھی عقیدت اور دین میں غلو کر کے اصل دین کو بدل کر اس میں نئی نئی باتوں کو اختراع کرنا"۔ (المائدہ - ۷۷)

(۴) "دین کے عقائد میں اپنے اوہام وقیاسات اور فلسفوں سے کمی وبیشی اور ترمیم وتحریف کرتے رہنا"۔ (البقرہ ۷۹)

(۵) "دینی احکام میں بدعات اور خود ساختہ قوانین کا اضافہ کرنا"۔ (البقرہ ۷۹)

(۶) "جزئیات میں موشگافیاں پیدا کرنا"۔ (الاعراف - ۱۴۲، النساء ۴۵-۴۶)

(۷) "فروعی اختلافات میں مبالغہ آرائیاں کرنا اور تعصب وضد میں آکر انہیں دین کے اصولوں جیسی اہمیت دے دینا"۔ (التوبہ - ۲۹ تا ۳۴)

(۸) "دین کے اہم امور کو غیر اہم اور غیر اہم کو اہم بنا کر پیش کرنا"۔ (النساء - ۵۱)

(۹) "دین کے لانے والے انبیاء اور اس کے علمبرداروں میں کسی کی عقیدت میں غلو کرنا اور کسی کے ساتھ بغض وعداوت رکھنا"۔ (النساء - ۱۵۰، ۱۵۱، توبہ ۳۰)

(۱۰) "تعصب اور ضد میں آکر حق کو ماننے سے پہلو تہی کرنا۔ یا حق وباطل میں آمیزش کرنا"۔ (البقرہ ۴۲)

۲۰- اسلامی اُخُوّت آپ کے پیغام کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اسلام تمام مسلمانوں میں رشتۂ اُخوّت ومُودّت پیدا کرتا ہے اور اپنے اندر اتحاد واتفاق قائم رکھنے کی تلقین کرتا ہے اور بلا امتیاز حسب، نسب، رنگ، نسل اور زبان تمام مسلمانوں کی ایک عالمگیر برادری قائم کرتا ہے۔

(۱) اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَ اَخَوَیْکُمْ۔ (الحجرات - ۱۰)

"مومن تو ایک دوسرے کے بھائی ہیں لہذا اپنے بھائیوں کے درمیان تعلقات کو درست کرو"۔

(۲) وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا۪ وَاذْکُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ اِذْ کُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِکُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِہٖٓ اِخْوَانًا۔ (آل عمران ۱۰۳)

Marfat.com
Marfat.com

"سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑلو۔ اور تفرقہ میں نہ پڑو۔ اللہ کے احسان کو یاد رکھو جو اُس نے تم پر کیا ہے۔ تم ایک دوسرے کے دشمن تھے، اس نے تمہارے دل جوڑ دیئے اور اس کے فضل وکرم سے تم بھائی بھائی بن گئے۔"

۲۱۔ حدودِ اطاعت

آپؐ کے پیغام کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اسلام میں اطاعت کی حدود کو متعین کر دیا گیا ہے کہ کس کی کس حد تک اطاعت کرنی چاہیے اور کون غیر مشروط اطاعت کا حقدار ہے؟ قرآن میں اُن کے بارے میں یہ ہدایات دی گئی ہیں:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا۔ (النساء، ۵۹)

"اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسولؐ کی اور ان لوگوں کی جو تم میں سے صاحب امر ہوں، پھر اگر تمہارے درمیان کسی معاملہ میں نزاع ہو جائے تو اسے اللہ اور رسُول کی طرف پھیر دو۔ اگر تم واقعی اللہ اور روزِ آخر پر ایمان رکھتے ہو، یہی ایک طریق کار ہے۔ اور انجام کے اعتبار سے بھی بہتر ہے۔"

یہ آیت اہل ایمان کے لیے حدود اطاعت اس طرح متعین کرتی ہے:

(۱) خُدا کی اطاعت

اہل ایمان پر یہ غیر مشروط اطاعت ہے کہ خدا کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت بھی جائز نہیں ہے۔

(۲) خُدا کے رسُولؐ کی اطاعت

یہ اطاعتِ خداوندی کا واحد ذریعہ ہے اسی لیے رسول کی اطاعت بھی اصل میں خدا ہی کی اطاعت ہوتی ہے۔

(۳) اولی الامر کی اطاعت

یہ اطاعت مشروط ہے کہ ایک تو وہ اہل ایمان میں سے ہوں۔ دوسرے ان کی اطاعت اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کے ماتحت اور تابع ہو۔

Marfat.com
Marfat.com

۲۱۔ کتاب و سنّت اصل معیارِ حق

اختلاف اور نزاع کی صورت میں اللہ اور اس کے رسول (کتاب و سنت) کو فیصل اور معیارِ حق بنانا اہل ایمان پر فرض اور لازمی قرار دیا گیا ہے اور اسے مستند ماخذ دستور تسلیم کرنا اسلامی نظام زندگی کی وہ لازمی خصوصیت ہے جو اسے کافرانہ نظام زندگی سے ممتاز کرتی ہے جس نظام میں یہ چیز نہ پائی جائے وہ ایک غیر اسلامی نظام ہے۔

۲۲۔ اُمتِ مُسلمہ کی ذمّہ داری

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ اللہ تعالٰے کے آخری نبیؐ ہیں اور آپؐ کے بعد نبوت کا دروازہ ہمیشہ کے لیے بند ہو گیا ہے۔ اب آپؐ کے بعد کسی نئے نبی نے نہیں آنا۔ بلکہ قیامت تک کے لیے آپؐ ہی کی نبوت کا زمانہ ہے۔ اس لیے آپؐ کے پیغام کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اب آپؐ کے پیغام کو دوسروں تک پہنچانا آپؐ ہی کی اُمت مسلمہ کی ذمّہ داری قرار پائی ہے تاکہ یہ آپؐ کے اس پیغام دعوت (اسلامی نظام) کو تا قیامت لوگوں کے سامنے پیش کرنے اور دنیا میں اسے قائم و نافذ کرنے کا فریضہ سرانجام دیتی رہے۔

ا۔ كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ط (آل عمران - ۱۱۰)

"اب دنیا میں وہ بہترین گروہ تم ہو جسے انسانوں کی ہدایت و اصلاح کے لیے میدان میں لایا گیا ہے۔ تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور بدی سے روکتے ہو۔ اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو"

ب۔ وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا (البقرہ - ۱۴۳)

"اور اس طرح تو ہم نے تم مسلمانوں کو "اُمّتِ وسط" (اعتدال پسند اُمّت) بنایا ہے۔ تاکہ تم دنیا کے لوگوں پر گواہ ہو اور رسول تم پر گواہ ہو"۔

دنیا میں اہل ایمان کو خدا کی طرف سے اُمتِ وسط اس لیے بنایا گیا ہے تاکہ یہ شہادتِ حق

Marfat.com
Marfat.com

کا فرض یعنی اسی طرح ادا کریں جس طرح خدا کے رسولؐ نے اپنی بعثت کی تئیس سالہ زندگی میں ادا کیا تھا۔ دنیا میں خدا کی طرف سے کسی شخص یا گروہ کا گواہی کے منصب پر مامور ہونا ہی درحقیقت اس کا امامت اور پیشوائی کے مقام پر سرفراز کیا جانا ہے۔ اس میں جہاں فضیلت اور سرفرازی ہے وہیں ذمہ داری کا بہت بڑا بار بھی ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس اُمت کے لیے خُدا ترسی، راست روی، عدالت اور حق پرستی کی زندہ شہادت بنے ہے، اسی طرح اس اُمت کو بھی تمام دنیا کے لیے زندہ شہادت بننا چاہیے، حتیٰ کہ اس کے قول اور عمل اور برتاؤ، ہر چیز کو دیکھ کر دنیا کو معلوم ہو کہ خدا ترسی اس کا نام ہے، راست روی یہ ہے، عدالت اس کو کہتے ہیں اور حق پرستی ایسی ہوتی ہے پھر اس کے معنی یہ بھی ہیں کہ جس طرح خدا کی ہدایت ہم تک پہنچانے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذمّہ داری بڑی سخت تھی حتیٰ کہ اگر وہ اس میں ذرا سی کوتاہی بھی کرتے تو خدا کے ہاں ماخوذ ہوتے، اُسی طرح دنیا کے عام انسانوں تک اس ہدایت کو پہنچانے کی نہایت سخت ذمہ داری ہم پر عائد ہوتی ہے۔ اگر ہم خدا کی عدالت میں واقعی اس بات کی شہادت نہ دے سکے کہ ہم نے تیری ہدایت، جو تیرے رسولؐ کے ذریعے سے ہمیں پہنچی تھی، تیرے بندوں تک پہنچا دینے میں کوئی کوتاہی نہیں کی ہے، تو ہم بہت بُری طرح پکڑے جائیں گے اور یہی امامت کا فخر ہمیں وہاں لے ڈوبے گا۔ ہماری امامت کے دور میں ہماری واقعی کوتاہیوں کے سبب سے خیال اور عمل کی جتنی گمراہیاں دنیا میں پھیلی ہیں اور جتنے فساد اور فتنے خُدا کی زمین میں برپا ہوئے ہیں۔ ان سب کے لیے آئمہ شر اور شیاطین انس و جن کے ساتھ ہم بھی ماخوذ ہوں گے۔ ہم سے پوچھا جائے گا کہ جب دنیا میں معصیت، ظلم اور گمراہی کا طوفان برپا تھا، تو تم کہاں مر گئے تھے[1]

۳۱

ج۔ ”اللہ کی راہ میں جہاد کرو جیسا کہ جہاد کرنے کا حق ہے۔ اُس نے تمہیں اپنے کام کے لیے چُن لیا ہے۔ اور دین میں تم پر کوئی تنگی نہیں رکھی۔ قائم ہو جاؤ اپنے باپ ابراہیمؑ کی ملت پر۔ اللہ نے پہلے بھی تمہارا نام ”مسلم“ رکھا تھا اور اس (قرآن) میں بھی

---

[1] تلخیص تفہیم القرآن جلد ۔ سورہ البقرہ

Marfat.com
Marfat.com

تمہارا یہی نام ہے) تاکہ رسُول تم پر گواہ ہو اور تم لوگوں پر گواہ۔ پس نماز قائم کرو، زکوٰۃ دو، اور اللہ سے وابستہ ہو جاؤ۔ وُہ ہے تمہارا مولیٰ، بہت ہی اچھا ہے وہ مولیٰ اور بہت ہی اچھا ہے وہ مددگار۔" (الحج - ۸)

۴۔ "اے لوگو جو ایمان لائے ہو، انصاف کے علمبردار اور خدا واسطے کے گواہ بنو اگرچہ تمہارے انصاف اور تمہاری گواہی کی زد تمہاری اپنی ذات پر یا تمہارے والدین اور رشتہ داروں پر ہی کیوں نہ پڑتی ہو۔ فریق معاملہ خواہ مالدار ہو یا غریب، اللہ تم سے زیادہ اُن کا خیر خواہ ہے لہذا اپنی خواہشِ نفس کی پیروی میں عدل سے باز نہ رہو۔ اور اگر تم نے لگی لپٹی بات کہی یا سچائی سے پہلو بچایا تو جان رکھو کہ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ کو اس کی خبر ہے۔" (النساء - ۱۳۵)

۵۔ "اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کی خاطر راستی پر قائم رہنے والے اور انصاف کی گواہی دینے والے بنو۔ کسی گروہ کی دُشمنی تم کو اتنا مشتعل نہ کر دے کہ انصاف سے پھر جاؤ۔ عدل کرو، یہ خدا ترسی سے زیادہ مناسبت رکھتا ہے۔ اللہ سے ڈر کر کام کرتے رہو، جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے پُوری طرح باخبر ہے۔" (المائدہ - ۸)

فریضۂ شہادتِ حق کے بارے میں مذکورہ بالا آیات حسب ذیل اُمور پر روشنی ڈالتی ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ نے اس اُمّتِ مسلمہ کو اُمّتِ خیر (بہترین اُمّت) اس لیے فرمایا ہے تاکہ یہ تمام نوعِ انسانی کی امامت و قیادت کرے انہیں نیکی کا حکم کرے اور بُرائی سے منع کرے اور یہ ہر حالت میں اللہ پر ایمان رکھے۔

(۲) خُدا نے حضوُرؐ کی پیروی اختیار کرنے والوں کو اُمّتِ وسط قرار دیا ہے۔ یعنی ایک ایسی اُمّت جو اعلیٰ اور اشرف بھی ہو اور عدل و انصاف اور توسط کی روش پر قائم بھی ہو۔ جو دُنیا میں دوسری قوموں کے درمیان صدر کی حیثیت رکھتی ہو۔ جس کا تعلق سب کے ساتھ یکساں ہو، اور یہ تعلق صرف حق و صداقت اور راستی پر مبنی ہو، ناحق اور ناروا تعلق کسی سے بھی نہ ہو۔

Marfat.com
Marfat.com

اب چونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نئے نبی نے تا قیامت نہیں آنا ہے اس لئے فریضۂ شہادتِ حق کی ذمّہ داری آپؐ کے بعد براہ راست آپؐ کی اس اُمتِ مسلمہ ہی پر عائد ہوتی ہے۔ اب یہ اس پر فرض ہے کہ دنیا میں اسلام کی عملی شہادت لوگوں کے سامنے اسی طرح پیش کرے جس طرح خود حضورؐ نے اپنی زندگی کا عملی نمونہ اس کے سامنے پیش کیا تھا۔ اگر اس نے اس سے غفلت کی تو پھر یہ اتنا بڑا سنگین جرم ہوگا کہ قرآن میں اس کی دوہری سزا بیان کی گئی ہے کیونکہ حضورؐ کے پیغام کی امین اب یہی امت مسلمہ ہے۔ اس کو ایک طرف خود اس پر عمل کرنا ہے تو دوسری طرف اقوامِ عالم کے سامنے اس پیغام کو پیش کر کے ان پر اتمامِ حجت بھی کرنا ہے تاکہ وہ قیامت کے دن یہ نہ کہہ سکیں کہ حضورؐ کا پیغام ہم تک کسی نے پیش ہی نہیں کیا تھا۔

(۳) خدا نے حضورؐ سے قبل بھی دینِ اسلام کو قبول کرنے والوں کا نام مسلمان (فرمانبردار) ہی رکھا تھا۔ اور اب اس قرآن میں بھی اہلِ ایمان کا نام مسلمان ہی رکھا گیا ہے۔

(۴) فریضۂ شہادتِ حق ادا کرنے والوں میں یہ اوصاف ہونے چاہئیں:

ا : وہ نماز قائم کرنے والے ہوں۔

ب : وہ زکوٰۃ ادا کرنے والے ہوں۔

ج : وہ خدا سے وابستہ (یعنی کتاب و سنت پر عمل کرنے والے) ہوں۔

د : وہ عدل و انصاف کرنے والے ہوں اور اس بارے میں حسب ذیل امور کو مدّنظر رکھنے والے ہوں کیونکہ یہ تقویٰ کے قریب ترطرزِ عمل ہوگا۔

(۱) وہ حق و صداقت سے پہلوتہی نہ کریں۔

(۲) وہ کسی کی رو رعایت نہ کریں۔

(۳) وہ اپنی ذات کا لحاظ نہ کریں۔

(۴) وہ اپنے والدین اور رشتہ داروں کو ترجیح نہ دیں۔

(۵) وہ کسی کی تونگری یا غربت کا بھی لحاظ نہ کریں۔

Marfat.com
Marfat.com

(۵) کسی کی عداوت بھی ان کے جذبات کو برانگیختہ نہ کرنے پائے ۔

(۵) اگر فیصلہ کرتے وقت عدل و انصاف کے تقاضے نہ پورے کئے گئے تو اہل ایمان کا اس قسم کا طرزِ عمل سراسر خلاف تقویٰ ہوگا۔ اور اُن کا ایسا طرزِ عمل خدا کے علم سے پوشیدہ نہ رہ سکے گا۔ بلکہ قیامت کو اسے اس کی پُوری پُوری جواب دہی کے لیے اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہونا پڑے گا۔ اور پھر وہاں اس کی گرفت سے بچانے والا کوئی ایک فرد بھی نہ مل سکے گا۔

(۵) اس اُمتِ مُسلمہ میں سے جو لوگ فریضۂ شہادتِ حق ادا کرنے کے لیے مذکورہ بالا اوصاف کو مدِنظر رکھیں گے اور مخلصانہ طریقہ سے اُن پر عمل پیرا ہوں گے تو دنیا و آخرت میں اُن کا مولیٰ اللہ تعالیٰ ہے۔ وہ لوگ (یعنی اہلِ ایمان) اس لحاظ سے بڑے ہی خوش قسمت اور صاحبِ نصیب ہیں جن کا دنیا اور آخرت میں دوست وحمایتی اور مددگار صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ کیونکہ اس سے بہتر نہ تو کوئی مولیٰ ہے اور نہ ہی کوئی نصیر (مددگار) ہے۔

۲۳۔ جماعتی زندگی کا التزام و اہتمام

آپ کے پیغام کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اسلام نے اہلِ ایمان کے لیے جماعتی زندگی کو لازمی قرار دیا ہے کیونکہ جماعتی زندگی میں قوت و طاقت ہوتی ہے اور جماعت پر ہی اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہوتا ہے۔ جماعتی زندگی کے لیے یہاں تک تاکید کی گئی ہے کہ جب تین آدمی سفر کو نکلیں تو ان میں سے ایک کو وہ اپنا امیر بنالیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص جنت کے وسط میں اپنا گھر بنانا چاہتا ہو تو اسے جماعت سے چپٹے رہنا چاہیے۔ اس لیے کہ شیطان ایک آدمی کے ساتھ ہوتا ہے اور جب وہ دو ہوجائیں تو وہ دُور ہوجاتا ہے۔ (الحدیث)

اِسلام کے دو قسم کے احکام ہیں۔ ایک وہ ہیں جو انفرادی سطح پر سرانجام دیئے جاتے ہیں۔ دوسرے اکثر احکام ایسے ہیں کہ وہ صرف اجتماعی سطح پر ہی سرانجام دیئے جا سکتے ہیں۔ اور اگر اہلِ ایمان جماعتی زندگی اختیار ہی نہ کریں تو وہ اسلام کے ان احکام پر

Marfat.com
Marfat.com

عمل نہیں کر سکیں گے۔ اسی حقیقت کو مدِّ نظر رکھ کر حضرت عمرؓ نے فرمایا ہے کہ :

لَا اِسْلَامَ اِلَّا بِالْجَمَاعَةِ وَلَا جَمَاعَةَ اِلَّا بِالْاِمَارَةِ وَلَا اِمَارَةَ اِلَّا بِالطَّاعَةِ۔

"جماعت کے بغیر اسلام نہیں، امیر کے بغیر جماعت نہیں اور اطاعت کے بغیر امیر نہیں ہے"۔ (جامع العلوم لابن عبدالبر)

گویا اسلام کے ساتھ جماعت، امارت اور اطاعت یہ تینوں چیزیں لازمی ہیں۔ اگر تینوں چیزیں نہ ہوں تو پھر اسلام پر عمل درآمد بہت مشکل ہے۔

اسی وجہ سے اللہ تعالٰے نے قرآن مجید میں اہلِ ایمان کو جماعتی زندگی کے بارے میں سخت تاکید کی ہے جیسا کہ سورۃ آلِ عمران میں ذکر ہے۔

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (آلِ عمران ۱۰۴)

"تم میں کچھ لوگ تو ایسے ضرور ہی ہونے چاہئیں جو نیکی کی طرف بلائیں۔ بھلائی کا حکم دیں اور برائیوں سے روکتے رہیں۔ اور جو لوگ یہ کام کریں گے وہی فلاح پائیں گے"۔

اس آیت میں اہلِ ایمان کی فلاح و کامیابی کو چار باتوں کے ساتھ مشروط کر دیا گیا ہے کہ جب تک اہلِ ایمان ان پر عمل نہ کریں وہ کامیاب نہیں ہو سکتے اور وہ یہ ہیں :

(۱) وہ جہاں بھی ہوں منظّم، متّحد اور جماعت بن کر رہیں۔

(۲) اللہ کے دین کی طرف دعوت دیں۔

(۳) نیکی کا حکم کریں۔

(۴) برائی سے روکتے رہیں۔

۲۴۔ اسلامی قیادت (اولی الامر) کے امتیازی اوصاف

آپؐ کے پیغام کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس میں مسلمانوں کے

Marfat.com
Marfat.com

قائدین اور اولی الامر کے امتیازی اوصاف کی نشاندہی کردی گئی ہے۔ جیسا کہ قرآن میں ذکر کیا گیا ہے:

(۱) تقویٰ: اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ ط (الحجرات - ۱۳)

"درحقیقت اللہ تعالےٰ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تمہارے اندر سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔" (یعنی اس کے اندر خدا کا خوف اور آخرت میں اپنے اعمال کی جواب دہی کا احساس ہو۔ جس کے نتیجے میں وہ دنیا میں فرائض کا پابند اور کبائر سے مجتنب ہو)

(۲) علم: ا۔ وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ کُلَّهَا۔ (البقرہ - ۳۱)

"اور اس (اللہ) نے آدمؑ کو ساری چیزوں کے نام سکھائے۔"

ب۔ یَرْفَعِ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ط (۱۱) المجادلہ

"تم میں سے جو لوگ ایمان رکھنے والے ہیں اور جن کو علم بخشا گیا ہے۔ اللہ اُن کو بلند درجے عطا فرمائے گا۔"

ج۔ وَتِلْکَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ج وَمَا یَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ ط

(۴۳) العنکبوت

"یہ مثالیں ہم لوگوں کی فہمائش کے لیے دیتے ہیں۔ مگر ان کو وہی لوگ سمجھتے ہیں جو علم رکھنے والے ہیں۔"

د۔ اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا۔ (فاطر - ۲۸)

"حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے بندوں میں سے صرف علم رکھنے والے ہی۔ اس سے ڈرتے ہیں"

(۳) جسمانی صلاحیتیں: قَالَ اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰهُ عَلَیْکُمْ وَزَادَہٗ بَسْطَةً فِی الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ۔ (البقرہ - ۲۴۷)

نبیؑ نے جواب دیا "اللہ تعالےٰ نے تمہارے مقابلے میں اسی (طالوت) کو منتخب کیا ہے اور اس کو دماغی وجسمانی دونوں قسم کی اہلیتیں فراوانی کے ساتھ عطا فرمائی ہیں۔"

(یعنی صاحب امر کو علم کے علاوہ جسمانی لحاظ سے بھی باصلاحیت اور صحت مند ہونا چاہیے)

Marfat.com
Marfat.com

(۴) امانت دار : اِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَأْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْأَمِيْنُ۔
(القصص - ۲۶)

"بہترین آدمی جسے آپ ملازم رکھیں وہی ہو سکتا ہے جو مضبوط اور امانت دار ہو۔"
(یعنی صاحب امر میں جسمانی قوت کے علاوہ امانت و دیانت بھی ہونی چاہیئے)

(۵) اھلیت : ذمی امانت کی ذمہ داری اس کو دی جائے جو اس کی پوری پوری اہلیت رکھتا ہو۔

اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ ط (النساء ۵۸)

مسلمانو! اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں اہلِ امانت کے سپرد کرو۔ اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ کرو"۔
(یعنی جو شخص جس منصب کا اہل ہو صرف اس کے حق میں بے لاگ فیصلہ کرو)

(۶) عدل : وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ (الشوریٰ ۱۵)

" اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمہارے درمیان عدل کروں"۔

(۷) بے غرض : وہ خود کسی منصب اور عہدہ کا حریص نہ ہو بلکہ وہ بے غرض ہو۔

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِى الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا ط وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ۔ (القصص - ۸۳)

" وہ آخرت کا گھر تو ہم ان لوگوں کے لیے مخصوص کر دیں گے جو زمین میں اپنی بڑائی نہیں چاہتے۔ اور نہ فساد کرنا چاہتے ہیں۔ اور انجام کی بھلائی تو متقین لوگوں ہی کے لیے ہے"۔

۲۵ - (ا) اسلام میں مشاورت کی اہمیت
آپؐ کے پیغام کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس میں ملک کی اسلامی

Marfat.com
Marfat.com

قیادت اور اُمتِ مسلمہ کے افراد کو اس بات کا پابند کیا گیا ہے کہ وہ سب معاملات جن کا ذکر کتاب وسنت میں نہیں ہے، انہیں باہم مشورہ سے طے کر لیا کریں. اس سلسلہ میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ بہترین نمونہ کی حیثیت رکھتا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے آپؐ کو مدینہ طیبہ کی اسلامی ریاست کے ایک سربراہ ہونے کی حیثیت سے حکم دیا کہ آپؐ بھی اہلِ ایمان سے مشورہ کر لیا کریں حالانکہ آپؐ پر تو براہ راست اللہ تعالےٰ کی طرف سے وحی نازل ہو رہی تھی. مگر اللہ تعالےٰ نے آپؐ کو اس کا حکم دے کر اہلِ ایمان کے لیے یہ مشروع اس لیے کر دیا تاکہ کوئی صاحبِ امر اور اسلامی خلافت کا سربراہ اپنے آپ کو عقلِ کُل نہ خیال کرنے لگے اور وہ اُمتِ مسلمہ کے مشورہ سے اپنے آپ کو بالکل ہی مُستغنی اور بے نیاز نہ سمجھنے لگے. چنانچہ اللہ تعالےٰ نے اپنے رسولؐ کو یہ حکم دے کر ایک طرف تو آپؐ کو اہلِ ایمان سے مشورہ کرنے کا پابند کر دیا، دوسری طرف اُمتِ مسلمہ کو بھی باہم مشورہ سے اپنے معاملات طے کرنے کی تاکید فرما دی اور تیسری طرف دُنیائے انسانیت کو بھی اسلام کے اس امتیازی وصف سے آگاہ کر دیا کہ اسلام میں رائے عامہ کا احترام کرنا اس کی بہت بڑی خصوصیت ہے. قرآن میں اس کے بارے میں اس طرح ذکر آتا ہے،

(۱) وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ (آلِ عمران ۱۵۹)

"اور (اے نبیؐ) تم ان کو بھی شریکِ مشورہ رکھو۔"

(۲) وَأَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ (الشوریٰ-۳۸)

اور وہ (اہلِ ایمان) اپنے معاملات باہم مشورہ سے چلاتے ہیں۔

ب. ارکانِ شوریٰ کے لیے چند ضروری اوصاف قرآن مجید میں جس جگہ مشورہ کرنے کا ذکر ہے وہاں اہلِ ایمان کے چند ضروری اوصاف بھی بیان کیئے گئے ہیں اور وہ یہ ہیں:

Marfat.com
Marfat.com

"وَالَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ يَغْفِرُوْنَ" (۳۷)

"وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ" (۳۸)

"وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ" (۳۹) (الشوریٰ)

(۱) جو بڑے بڑے گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے پرہیز کرتے ہیں۔

(۲) جو اگر غصہ میں آجائیں تو درگذر کر جاتے ہیں۔

(۳) جو اپنے رب کا حکم مانتے ہیں۔

(۴) نماز قائم کرتے ہیں۔

(۵) اپنے معاملات آپس میں مشورہ سے چلاتے ہیں۔

(۶) ہم نے جو کچھ بھی رزق انہیں دیا ہے اُس میں سے خرچ کرتے ہیں۔

(۷) اور جب ان پر زیادتی کی جاتی ہے تو اس کا مقابلہ کرتے ہیں۔ (یعنی باطل پرستوں اور ظالموں کا مقابلہ کرنے کے لیے طاقت کا استعمال بھی کرتے ہیں تاکہ اسلام کے نظامِ عدل میں باطل طاقتیں حائل نہ ہو سکیں اور وہ ظلم و تعدّی سے باز آجائیں)

۔ یہ ہیں وُہ اوصاف جو ارکانِ شوریٰ میں ہونے چاہئیں۔ انہی اوصاف کے حامل اہلِ ایمان اُمورِ مملکت میں صحیح اور مناسب مشورہ دے سکتے ہیں اور اسلامی قیادت کے لیے بھی موزوں ہو سکتے ہیں۔

۲۶۔ نظامِ ملوکیت کی بجائے نظامِ خلافت

پیغامِ سیرت کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ ریاست میں بجائے ملوکیت کے خلافت کا نظام پایا جاتا ہے کیونکہ دنیا میں ہر شخص فطری طور پر اللہ تعالیٰ کا خلیفہ اور نائب پیدا ہُوا ہے اب اگر یہ شعوری طور پر بھی اس حقیقت کو اچھی طرح جان لے اور اپنی پوری زندگی میں صرف اللہ تعالیٰ نے

Marfat.com
Marfat.com

ہی کو اپنا الٰہ واحد، حاکمِ حقیقی اور مقتدرِ اعلیٰ تسلیم کر کے اپنی پوری زندگی میں خدا ہی کے حکم کے مطابق زندگی بسر کرنے لگے تو گویا یہ وہ عبادت اور نظامِ خلافت ہے جسے بجا لانے کے لیے یہ پیدا ہوا ہے۔

اس کے برعکس اگر یہ دنیا میں خود ہی مقتدرِ اعلیٰ بن جائے یا خدا کے سوا کسی اور کو مقتدرِ اعلیٰ بنا لے تو یہ سراسر خدا کے ساتھ اس کی بغاوت ہوگی اور دنیا میں جہاں جہاں بھی اس قسم کا نظام پایا جاتا ہے اسے نظامِ ملوکیت ہی کہتے ہیں جو خدا کے ہاں ناقابلِ قبول ہے اور اہلِ ایمان پر فرض ہے کہ وہ ملک میں اس وقت تک ہر ممکن طریقہ سے اپنی جدوجہد جاری رکھیں جب تک کہ وہ اسے ختم کر کے نظامِ خلافت قائم نہیں کر لیتے۔

۲۷۔ نظامِ خلافت کی چند خصوصیات

نظامِ خلافت کی چند بڑی بڑی خصوصیات پیغامِ سیرت میں اس طرح بیان کی گئی ہیں:

۱۔ "اسلام کے نظامِ خلافت میں مقتدرِ اعلیٰ صرف اللہ تعالیٰ ہوتا ہے اور اُمتِ مسلمہ کا ہر فرد شعوری طور پر خدا کا خلیفہ اور نائب ہوتا ہے اور تمام اُمتِ مسلمہ خدا کی مرضی (کتاب و سنت) کے مطابق زندگی بسر کر کے اسے پورا کرتی ہے اسی کا نام عبادت ہے اور خدا کی اس عبادت میں وہ کسی دوسرے کو اس کی ذات و صفات اور حقوق و اختیارات میں شریک نہیں کرتی۔" (النور ۵۵)

۲۔ "نظامِ خلافت میں کوئی شخص خود خلیفہ، صدرِ مملکت اور اُمت کا سربراہ بننے کا حریص اور خواہشمند نہیں ہوتا۔ اور نہ ہی ایسے شخص کو پسند کیا جاتا ہے۔" (القصص ۸۳)

۳۔ "نظامِ خلافت میں اُمتِ مسلمہ اپنا سربراہ اور خلیفہ اپنی مرضی سے قرآن و سنت کی روشنی میں صرف ایسے شخص کو منتخب کرتی ہے جو اُمتِ مسلمہ میں سب سے زیادہ خدا ترس اور اہلِ تر ہو۔" (الشوریٰ ۳۸)

۴۔ "نظامِ خلافت میں جو شخص امتِ مسلمہ کا سربراہ منتخب ہو جاتا ہے اس کی شہری زندگی میں نہ کسی قسم کا امتیازی فرق پڑتا ہے اور نہ ہی اس کی بود و باش عام مسلمانوں سے کوئی بلند تر ہو جاتی ہے۔" (الکہف)

Marfat.com
Marfat.com

(۵) "نظامِ خلافت میں بیت المال کو اللہ تعالیٰ اور اُمت مسلمہ کی ایک امانت سمجھا جاتا ہے اس میں خلیفہ اپنی مرضی سے تصرف نہیں کرسکتا بلکہ وہ اسلامی قانون (کتاب وسنت) کے مطابق تصرف کرنے کا پابند ہوتا ہے"۔ (المؤمنون - ۸)

۶۔ نظامِ خلافت میں ہر مسلمان کو امر بالمعروف، نہی عن المنکر کی پوری پوری آزادی ہوتی ہے بلکہ اس سلسلہ میں پوری پوری حوصلہ افزائی کی جاتی ہے ہر شخص خلیفہ پر تنقید کرسکتا ہے اور اگر وہ غلطی کرے تو اسے ٹوک بھی سکتا ہے۔ (التوبہ - ۱۷، آل عمران ۱۰۴، ۱۱۰)

۷۔ نظامِ خلافت میں عدلیہ بالکل آزاد ہوتی ہے وہ خلیفۂ وقت کو بھی عدالت میں طلب کرسکتی ہے۔ اور کتاب وسنت کی روشنی میں اس کے خلاف فیصلہ بھی دے سکتی ہے۔ جیسا کہ قاضی شریح نے حضرت علیؓ کے دورِ خلافت میں خود حضرت علیؓ کو اپنی عدالت میں طلب کیا اور ان کے خلاف ایک غیر مسلم کے حق میں فیصلہ بھی صادر کیا جسے حضرت علیؓ نے بڑی خندہ پیشانی سے قبول فرما لیا۔ (اسلامی ریاست - ۲۵ ص)

۸۔ نظامِ خلافت میں ملک کا نظام کتاب وسنت اور ان کی روشنی میں تشکیل کردہ مجلس شوریٰ کے مشورے سے قائم کیا جاتا ہے۔ مجلس شوریٰ جہاں خلیفہ کو کتاب وسنت کی روشنی میں مشورہ دینے کی مجاز ہوتی ہے وہاں وہ اس کی غلطیوں پر اسے ٹوکنے کا اختیار بھی رکھتی ہے اور اگر مجلس شوریٰ یہ محسوس کرے کہ خلیفہ اسلام کے معیارِ مطلوب پر پورا نہیں اتر رہا ہے اور نظامِ خلافت کو اسلام کے اصولوں کے مطابق نہیں چلا رہا ہے تو وہ اسے معزول بھی کرسکتی ہے اور اس کی جگہ کسی دوسرے خدا ترس اور اہل تر آدمی کو خلیفہ بھی منتخب کرسکتی ہے (الشوریٰ ۳۸)

۹۔ نظامِ خلافت میں کسی کالے کو گورے پر کسی عربی کو عجمی پر کوئی فضیلت نہیں ہوتی اور نہ ہی حسب نسب، مال ودولت اور قوم وبرادری میں سے کوئی چیز وجہ فضیلت بن سکتی ہے اس میں معیارِ فضیلت صرف تقویٰ ہوتا ہے اور پورے ملک میں صرف اسی کو قدر ومنزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے جو سب سے زیادہ صاحب تقویٰ ہو اور کتاب وسنت کا بھی وہ سب سے زیادہ

Marfat.com
Marfat.com

پابند ہو۔ (الحجرات - ۱۴)

(۱۰) نظامِ خلافت میں بالادستی صرف خدا کے نازل کردہ قانون اسلام (کتاب وسنت) کو ہوتی ہے۔ اس کی پابندی جس طرح ایک مسلمان پر لازمی ہے اسی طرح خلیفہ پر بھی ہے۔ اللہ کے قانون سے کوئی بھی بالاتر اور مستثنیٰ نہیں کیونکہ ان سب کا مقتدرِ اعلیٰ اللہ تعالیٰ ہے اور باقی سب کے سب صرف اسی کے محکوم اور محتاج بندے ہیں اور اس کے آگے اپنے اعمال کے بارے میں جواب دہ ہیں۔ (یوسف ۴۰، الغاشیہ ۲۵، ۲۶)

۲۸۔ مسلمان حکمرانوں کے حقوق و فرائض

پیغامِ سیرت کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس میں اسلامی حکومت کے حقوق و فرائض کو اچھی طرح بیان کیا گیا ہے اور وہ یہ ہیں:

ا۔ ایک عادل مسلمان حکمران کے حقوق

قرآن میں ایک عادل مسلمان حکمران کے حقوق بڑی تفصیل سے بیان کیے گئے ہیں جنہیں ادا کرنا ملک کے مسلمان باشندوں پر بہت ضروری ہوتا ہے:

اے لوگو! جو ایمان لائے ہو اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور ان لوگوں کی جو تم میں سے صاحبِ امر ہوں۔ اگر تمہارے درمیان کسی معاملہ میں نزاع ہو جائے تو اسے اللہ اور اس کے رسول کی طرف پھیر دو اگر تم واقعی اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتے ہو۔ یہی ایک صحیح طریق کار ہے اور انجام کے لحاظ سے بھی بہتر ہے (النساء ۵۹)

کتاب وسنت کی روشنی میں ابن ماجہ نے اپنی کتاب تحریر الاحکام فی تدبیر اہل الاسلام میں ایک عادل حکمران کے حقوق بیان کیے ہیں:

(۱) ایک عادل مسلمان حکمران کی معروف میں دل و جان سے اطاعت کرنا۔

(۲) اس کی خیرخواہی ظاہر و باطن دونوں حالتوں میں کرتے رہنا۔

(۳) اس کی مدد کے لیے ہر وقت کمربستہ رہنا۔

Marfat.com
Marfat.com

(۴) اس کا احترام و تعظیم کرنا۔

(۵) غلطیوں پر متنبہ کرنا اور سچی بات کہنا

(۶) اس کو دشمنوں کی سازشوں اور ارادوں سے باخبر رکھنا۔

(۷) اسے عمّال اور ماتحت افسروں کے طرز عمل سے باخبر رکھنا۔

(۸) مصالح اُمت اور عوام کی بہبود کے کاموں میں اس کی مدد کرنا۔

(۹) لوگوں کو اس کی امداد اور اس سے محبت کرنے پر آمادہ کرنا

(۱۰) زبان، عمل اور مال کے ذریعے سے اس کا دفاع کرنا۔

ب۔ ایک مسلمان حکمران کے فرائض

ایک مسلمان حکمران کے فرائض یہ ہیں:

(۱) یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اگر ہم زمین میں اقتدار بخشیں تو نماز قائم کریں گے۔ زکوٰۃ دیں گے معروف کا حکم دیں گے اور منکر سے منع کریں گے۔ اور تمام معاملات کا انجام کار اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ (الحج - ۴۱)

(۲) "اے داؤدؑ ہم نے تمہیں زمین میں خلیفہ بنایا ہے لہذا تو لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ حکومت کر اور خواہش نفس کی پیروی نہ کر کہ وہ تجھے اللہ کی راہ سے بھٹکا دے گی (ص - ۲۶)

(۳) اللہ نے وعدہ فرمایا ہے تم میں سے ان لوگوں کے ساتھ جو ایمان لائیں اور نیک عمل کریں کہ وہ ان کو اسی طرح زمین میں خلیفہ بنائے گا۔ جس طرح ان سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں کو بنا چکا ہے۔ اُن کے لیے ان کے اس دین کو مضبوط بنیادوں پر قائم کر دے گا جسے اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میں پسند کیا ہے اور ان کی موجودہ حالت خوف کو امن و چین سے بدل دے گا پس وہ میری بندگی کریں اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں اور جو اس کے بعد کفر کرے تو ایسے ہی لوگ فاسق ہیں (النور - ۵۵)

مذکورہ بالا آیات کی روشنی میں حضرت ماوردیؒ اور قاضی ابویعلیٰؒ نے احکام السلطانیہ کے بالترتیب صفحات ۱۵-۱۶ اور ۲۷، ۲۸ میں ایک مسلمان حکمران کے فرائض اس طرح بیان کیے ہیں۔

Marfat.com
Marfat.com

(۱) حفاظتِ دین، دفاع اور تعلیم دین کا انتظام

(۲) شرعی قوانین کا نفاذ اور عدل کا قیام

(۳) قیام امن اور شہریوں کے مال جان اور آبرو کی حفاظت

(۴) حدود شرعیہ کا نفاذ اور مجرموں کی سرکوبی

(۵) فوج اور اسلحہ کا انتظام اور سرحدوں کی حفاظت

(۶) کفار محاربین کے خلاف جہاد کرنا

(۷) مالی نظام کا قیام اور سرکاری خزانے کی حفاظت کرنا۔

(۸) تنخواہوں کا عادلانہ نظام قائم کرنا۔

(۹) قومی خزانوں پر بےغرض اور بے لوث قسم کے امانت دار لوگوں کو نگران مقرر کرنا

(۱۰) عوام کی حالت سے براہ راست باخبر رہنا۔

۲۹۔ جہاد | پیغام سیرت کی ایک بہت بڑی خصوصیت یہ بھی ہے کہ اسلام اہلِ ایمان کے اندر ایک ایسی روح جہاد پھونکتا ہے جس سے ان کی زندگی کا نصب العین یہ بن جائے، کہ وہ دنیا میں اپنی جان ومال کے تصرفات کو تقرب الٰہی کا ذریعہ اور اس کی خوشنودی کا حصول سمجھنے لگیں۔

(۱) جہاد کا جامع مفہوم | جہاد کے معنی ہیں: "کسی مقصد کو حاصل کرنے کے لیے اپنی انتہائی کوشش صرف کر دینا"۔ مجاہد اصل میں وہ ہے جو ہر وقت اپنے مقصد کی دُھن میں لگا رہے۔ دماغ سے اسی کے لیے تدبیریں سوچے، زبان وقلم سے اسی کی تبلیغ واشاعت کرے، ہاتھ پاؤں سے اسی کے لیے دوڑ دھوپ اور محنت کرے۔ اپنے تمام امکانی وسائل اس کو فروغ دینے میں صرف کر دے، اور ہر اس مزاحمت کا پوری قوت کے ساتھ مقابلہ کرے جو اس راہ میں پیش آئے حتیٰ کہ جب جان کی بازی لگانے کی ضرورت ہو تو اس میں بھی دریغ نہ کرے۔ اس کا نام "جہاد" ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

(۲) جہاد فی سبیل اللہ | جہاد فی سبیل اللہ یہ ہے کہ یہ سب کچھ صرف اللہ کی رضا کے لیے اور اس غرض کے لیے کیا جائے کہ اس کا دین (اسلامی نظام) اس کی زمین پر قائم اور اسی کا کلمہ سارے کلموں پر غالب ہو جائے۔ اس کے سوا اور کوئی غرض مجاہد کے پیش نظر نہ ہو۔ جیسا کہ قرآن میں ذکر ہے:

ا۔ اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّ جَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ط (التوبہ - ۴۱)

"نکلو، خواہ ہلکے ہو یا بوجھل اور جہاد کرو اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ۔"

ب۔ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ج وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ الطَّاغُوْتِ فَقَاتِلُوْٓا اَوْلِیَآءَ الشَّیْطٰنِ ج اِنَّ كَیْدَ الشَّیْطٰنِ كَانَ ضَعِیْفًا۔ (النساء - ۷۶)

"جن لوگوں نے ایمان کا راستہ اختیار کیا وہ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں اور جنہوں نے کفر کا راستہ اختیار کیا ہے۔ وہ طاغوت کی راہ میں لڑتے ہیں۔ پس شیطان کے ساتھیوں سے لڑو۔ اور یقین جانو کہ شیطان کی چالیں حقیقت میں نہایت کمزور ہیں۔"

(۳) مدِمقابل قوتیں | مجاہد کا لفظ مقابلہ کا متقضی ہے اور اس کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ جو قوتیں اللہ کی راہ میں مزاحم ہیں، جو تم کو خدا کی مرضی کے مطابق چلنے سے روکتی ہیں اور اس کی راہ سے ہٹانے کی کوشش کرتی ہیں۔ جو تم کو پوری طرح خدا کا بندہ بن کر نہیں رہنے دیتیں اور تمہیں اپنا یا غیر اللہ کا بندہ بننے پر مجبور کرتی ہیں۔ ان کے خلاف اپنی تمام امکانی قوتوں اور ذرائع وسائل سے جد وجہد کرو۔ اسی جد وجہد پر تمہاری فلاح وکامیابی اور خدا سے تمہارے تقرب کا انحصار ہے۔

دنیا میں مومن مجاہد کا یہ جہاد ہر محاذ پر ہوتا ہے اور اسے اقامتِ دین کے لیے چوکھی

Marfat.com
Marfat.com

لڑائی لڑنی پڑتی ہے۔ کیونکہ اللہ کی راہ میں بے شمار قوتیں مزاحم ہوتی ہیں۔ ان میں سے چند یہ ہیں:
ایک طرف ابلیس اور اس کا شیطانی لشکر ہے جو انسان کو خدا کی بندگی سے روکتا رہتا ہے۔
دوسری طرف نفس امارہ ہے جو انسان کو بندۂ خدا بن کر زندگی بسر کرنے سے باز رکھتا ہے۔
تیسری طرف خدا سے باغی انسان ہیں جو انسانوں کو بندگیٔ رب سے روکتے رہتے ہیں۔
چوتھی طرف مذہبی اور سیاسی نظام ہیں جو خدا کی بغاوت پر قائم ہیں اور جو بندگیٔ حق کی بجائے بندگیٔ باطل پر انسان کو مجبور کرتے رہتے ہیں۔

اگرچہ ان سب کے درجے مختلف ہیں مگر سب کی ایک ہی کوشش ہے کہ آدمی کو خدا کا بندہ بن کر زندگی بسر نہ کرنے دیا جائے بلکہ یہ سب اسے اپنا ہی بندہ و غلام اور مطیع و فرمانبردار بنانے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ قرآن اسے فتنہ قرار دیتا ہے اور اسے ختم کرنے کے لیے وہ مومن کو قتال اور جہاد کرنے کا حکم دیتا ہے:

وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ ۚ (الانفال ۳۹)

(اے ایمان لانے والو) ان کافروں سے جنگ کرو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین پورا کا پورا اللہ کے لیے ہو جائے۔

(۴) تقربِ الٰہی کا وسیلہ خدا کے ہاں تقرب کا وسیلہ اور ذریعہ یہ ہے کہ وہ اس کا مطیع ہو اور باطن سے لے کر ظاہر تک خالصاً اس کا بندہ بن جائے اور یہ اس وقت تک ناممکن ہے جب تک کہ وہ ان تمام مانع اور مزاحم قوتوں کے خلاف بیک وقت جنگ آزما نہ ہو اور ہر وقت اور ہر حال میں ان سے کشمکش نہ کرتا رہے اور ان ساری رکاوٹوں کو پامال کرتا ہوا خدا کی راہ میں بڑھتا نہ چلا جائے۔ جیسا کہ قرآن میں ذکر ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۔ (المائدہ۔ ۳۵)

Marfat.com
Marfat.com

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو۔ اللہ سے ڈرو اور اس کی جناب میں باریابی کا ذریعہ تلاش کرو۔ اور اللہ کی راہ میں جدوجہد کرو، شائد کہ تمہیں کامیابی نصیب ہو جائے"۔

(۵) خدائی ہدایت و رہنمائی کی توفیق جو لوگ اللہ کی راہ میں اخلاص کے ساتھ دنیا بھر سے کشمکش کا خطرہ مول لے لیتے ہیں۔ انہیں اللہ تعالے اُن کے حال پر نہیں چھوڑ دیتا۔ بلکہ وہ اُن کی دستگیری و رہنمائی فرماتا ہے اور اپنی طرف آنے کی راہیں اُن کے لیے کھول دیتا ہے۔ وہ قدم قدم پر انہیں بتاتا ہے کہ ہماری خوشنودی تم کس طرح حاصل کر سکتے ہو۔ ہر ہر موڑ پر انہیں روشنی دکھاتا ہے کہ راہِ راست کدھر ہے اور غلط راستے کون سے ہیں۔ جتنی نیک نیتی اور خیر طلبی ان میں ہوتی ہے اتنی ہی اللہ کی مدد اور توفیق اور ہدایت بھی ان کے ساتھ رہتی ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے،

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ط (العنکبوت - ۶۹)

"اور جو لوگ ہماری خاطر مجاہدہ کریں گے انہیں ہم اپنے راستے دکھائیں گے"۔

(۶) خدا کی محبت اللہ تعالےٰ اپنے ان مجاہد بندوں کے ساتھ محبت کرتا ہے جن میں حسب ذیل صفات پائی جاتی ہوں۔

ا۔ قتال (جہاد) کرنا خدا کی محبت انہی لوگوں کے ساتھ ہوتی ہے جو اس کی راہ میں جان لڑانے والے اور خطرہ مول لینے کے لیے تیار ہوں۔

ب۔ بامقصد جنگ اللہ کو وہ مجاہدین پسند ہیں جو بامقصد جنگ کر رہے ہوں اور اس لحاظ سے ان میں تین صفات پائی جاتی ہوں۔

پہلی یہ کہ وہ خوب سوچ سمجھ کر اللہ کی راہ میں لڑیں۔ وہ کسی ایسی راہ میں نہ لڑیں جو فی سبیل اللہ کی تعریف میں نہ آتی ہو۔

دوسری یہ کہ وہ بدنظمی اور انتشار میں مبتلا نہ ہوں بلکہ مضبوط نظم کے ساتھ صف بستہ ہو کر لڑیں (یعنی جماعت بنا کر)

Marfat.com
Marfat.com

تیسری یہ کہ دشمنوں کے مقابلے میں وہ ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی مانند ہوں۔

(ج) **منظم فوج کی صفات** | کوئی فوج اس وقت تک میدان جنگ میں سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی مانند کھڑی نہیں ہوسکتی جب تک اس میں حسب ذیل صفات پیدا نہ ہو جائیں۔

اوّل: **عقیدے اور مقصد میں کامل اتفاق** | فوج کے عقیدے اور مقصد میں ایسا کامل اتفاق جو سپاہیوں اور افسروں کو آپس میں پوری طرح متحد کر دے۔

ثانی: **ایک دوسرے کے خلوص پر اعتماد** | فوج کے تمام افراد ایک دوسرے کے خلوص پر اعتماد کریں اور یہ اس وقت تک پیدا نہیں ہوسکتا جب تک وہ اپنے مقصد میں مخلص اور ناپاک اغراض سے پاک نہ ہوں۔

ثالث: **اخلاق کا ایک بلند معیار** | فوجی مجاہدین کے لیے اخلاق کا ایک ایسا بلند معیار ہوتا ہے۔ کہ اگر وہ اس سے نیچے گر جائیں تو ان کے دلوں میں نہ ایک دوسرے کی محبت ہوسکتی ہے اور نہ عزت و احترام اور نہ ہی وہ آپس میں متصادم ہونے سے بچ سکتے ہیں

رابع: **مقصد سے عشق** | فوجی مجاہدین کو اپنے مقصد سے ایسا عشق اور اسے حاصل کرنے کا ایسا پختہ عزم ہونا چاہیے۔ جو اُن کے اندر پوری طرح سرفروشی و جانبازی کا ناقابل تسخیر جذبہ پیدا کر دے اور وہ میدان جنگ میں واقعی سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح ڈٹ جائیں۔

یہ تھیں وہ بنیادیں جن پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں ایک ایسی زبردست عسکری تنظیم اٹھی جس سے ٹکرا کر بڑی سے بڑی قوتیں پاش پاش ہوگئیں اور صدیوں تک دنیا کی کوئی طاقت اس کے سامنے نہ ٹھہر سکی۔ (تلخیص از تفہیم القرآن جلد - ۵)

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ (الصّٰفّٰت - ۴)

"اللہ کو تو پسند وہ لوگ ہیں جو اس کی راہ میں اس طرح صف بستہ ہو کر لڑتے ہیں۔ گویا کہ

Marfat.com
Marfat.com

وہ ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں۔

۷) مظلوم کی مدد کے لئے جہاد اللہ تعالیٰ اہلِ ایمان کو یہ بھی حکم دیتا ہے کہ وہ ان ظالموں کے خلاف جہاد کریں جو مظلوموں پر ظلم کرنے سے باز نہیں آتے۔ جیسا کہ قرآن میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"آخر کیا وجہ ہے کہ تم اللہ کی راہ میں اُن بے بس مردوں، عورتوں اور بچوں کی خاطر نہ لڑو جو کمزور پاکر دبا لیے گئے ہیں اور فریاد کر رہے ہیں کہ خدایا! ہم کو اس بستی سے نکال جس کے باشندے ظالم ہیں۔ اور اپنی طرف سے ہمارا کوئی حامی و مددگار پیدا کر دے"۔ (النساء۔ ۷۵)

۸) اجرِ عظیم اللہ تعالیٰ اُخروی زندگی میں مجاہدین کو اجرِ عظیم عطا فرمائے گا۔ جیسا کہ قرآن میں ذکر ہے۔

۱) وَمَنْ يُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيُقْتَلْ أَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا۔ (النساء۔ ۷۴)

"پھر جو اللہ کی راہ میں لڑے گا اور مارا جائے گا یا غالب رہے گا۔ اسے ضرور ہم اجرِ عظیم عطا کریں گے"۔

۲) وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا ۚ بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ۔ (آلِ عمران۔ ۱۶۹)

"جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل ہوئے انہیں مُردہ نہ سمجھو، وہ تو حقیقت میں زندہ ہیں، اپنے رب کے پاس رزق پا رہے ہیں"۔

۹۔ مرعوب کن وسائل کی فراہمی دشمن طاقتوں کو مرعوب اور مغلوب کرنے کے لیے جہاں تک ممکن ہو جنگی آلات اور مادی وسائل کو جمع کرنا بھی جہاد کے زمرے میں آتا ہے۔ جیسا کہ قرآن میں ذکر ہے:

"اور تم لوگ جہاں تک بس چلے زیادہ سے زیادہ طاقت اور تیار بندھے رہنے والے

Marfat.com
Marfat.com

گھوڑے اُن کے مقابلے کے لیے ہتیار رکھو تاکہ اس کے ذریعہ سے اللہ کے اور اپنے دشمنوں کو اور ان دوسرے اعداء کو خوف زدہ کر دو جنہیں تم نہیں جانتے مگر اللہ جانتا ہے۔ اللہ کی راہ میں جو کچھ تم خرچ کرو گے اس کا پورا پورا بدل تمہاری طرف پلٹایا جائے گا اور تم پر ہرگز ظلم نہ ہو گا۔" (الانفال۔ ۶۰)

(۱۰) دشمن کے ساتھ مصالحت اگر دشمن مصالحت کے لیے تیار ہو تو اس کے ساتھ صلح کر لینا اچھا ہے۔ اگر مصالحت سے مقصد ان کے پیش نظر دھوکا دینا ہو تو ان کے لیے اللہ کافی ہے لہٰذا اسی کے بھروسہ پر صلح کی جائے۔ جیسا کہ قرآن میں مذکور ہے:

"اور اے نبیؐ، اگر دشمن صلح و سلامتی کی طرف مائل ہوں تو تم بھی اس کے لیے آمادہ ہو جاؤ۔ اور اللہ پر بھروسہ کرو، یقیناً وہی سب کچھ سننے والا اور جاننے والا ہے اور اگر وہ دھوکے کی نیت رکھتے ہوں تو تمہارے لیے اللہ کافی ہے وہی تو ہے جس نے اپنی مدد سے اور مومنوں کے ذریعہ سے تمہاری تائید کی۔" (الانفال - ۶۲)

(۱۱) خیانت کے اندیشہ پر فسخ معاہدہ اگر کسی معاہد قوم کے بارے میں اندیشہ ہو کہ وہ خیانت کی مرتکب ہو گئی ہے یا ہو گی تو اسے اصل حقیقت سے آگاہ کر دینا چاہیے۔ کہ اب ہمارا تمہارا معاہدہ نہیں رہا۔ جیسا کہ قرآن میں ذکر ہے:

وَ اِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْبِذْ اِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَاءٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْخَآئِنِيْنَ۔ (الانفال - ۵۸)

"اور اگر کبھی تمہیں کسی قوم سے خیانت کا اندیشہ ہو تو اس کے معاہدے کو اعلانیہ اس کے آگے پھینک دو، یقیناً اللہ خائنوں کو پسند نہیں کرتا۔

(۱۲) کفار اور منافقین سے جہاد کفار (خواہ وہ اہل کتاب اور مشرکین ہی کیوں نہ ہوں) کے خلاف غیر اللہ کا نظام ختم کرنے کے لیے جہاد کرنا چاہیئے۔

اُمتِ مسلمہ کا منافقین و مبتدعین کے ساتھ جہاد کا مطلب یہ ہے کہ اسلامی سوسائٹی میں اُن

Marfat.com
Marfat.com

کے جرائم پر پردہ نہ ڈالا جائے۔ نہ انہیں معاف کیا جائے۔ بلکہ علی رؤس الاشہاد ان پر مقدمہ چلایا جائے۔ اور انہیں قرار واقعی سزا دی جائے۔ تاکہ ان طاعون کے چوہوں سے اسلامی معاشرہ کو بچایا جا سکے۔ منافق اور مبتدع کی عادات و اطوار ایک جیسی ہوتی ہیں۔ یہ دونوں کتاب و سنت کے بجائے ایک خود ساختہ شریعت پر چلنے والے ہوتے ہیں۔ اس لیے اسلام نے ان کے ساتھ بھی سختی کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس سلسلہ میں قرآن کی یہ ہدایات ہیں:

(۱) "مشرک ناپاک ہیں، لہذا اس سال کے بعد یہ مسجد حرام کے قریب نہ پھٹکنے پائیں .....
..... جنگ کرو اہلِ کتاب میں سے ان لوگوں کے خلاف جو اللہ اور روزِ آخر پر ایمان نہیں لاتے اور جو کچھ اللہ اور اس کے رسول نے حرام قرار دیا ہے اسے حرام نہیں کرتے اور دین حق کو اپنا دین نہیں بناتے (ان سے لڑو) یہاں تک کہ وہ اپنے ہاتھ سے جزیہ دیں اور چھوٹے بن کر رہیں۔" (التوبہ - ۲۹)

(۲) يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ط
وَمَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ط (التحریم - ۹)

"اے نبی! کفار اور منافقین دونوں کا پوری قوت سے مقابلہ کرو اور ان کے ساتھ سختی سے پیش آؤ۔ آخر کار ان کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ بدترین جائے قرار ہے۔"

(۳) اسی طرح مبتدع کے بارے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

مَنْ وَقَّرَ صَاحِبَ بِدْعَةٍ فَقَدْ أَعَانَ عَلَىٰ هَدْمِ الْإِسْلَامِ (الحدیث)

"یعنی جس شخص نے کسی صاحب بدعت کی تنظیم و توقیر کی تو وہ دراصل اسلام کی عمارت ڈھانے میں مددگار ہوا۔"

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کے غلبہ کے بعد ان کے ساتھ خصوصاً سختی کرنے کی ہدایت فرمائی جیسا کہ آیت بالا میں مذکور ہے۔

۳۰۔ **اجتہاد** آپ کے پیغام کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اسلامی حکومت اور اسلامی نظام

Marfat.com
Marfat.com

کو متحرک اور قائم و دائم رکھنے کے لیے اجتہاد کو لازمی قرار دیا گیا ہے تاکہ ہر زمانہ میں جدید قسم کے مسائل کو بذریعہ اجتہاد حل کیا جا سکے۔

۱۔ اجتہاد سے مراد

اجتہاد سے مراد یہ ہے کہ وہ جدید مسائل جن کے بارے میں قرآن و سنت خاموش ہے اگر انہیں ہر زمانے کے اہل علم اور تفقہ فی الدین رکھنے والے مستنبطین حضرات قرآن و سنت اور سابقہ مجتہدین ملت کے اجتہادات کی روشنی میں حل کریں تو اسلام کے نزدیک یہ اجتہاد کہلاتا ہے۔ قرآن میں اس کے بارے میں اس طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے :۔

وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِّنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ ۖ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَىٰ أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنبِطُونَهُ مِنْهُمْ ۗ (النساء - ۸۳)

"یہ لوگ جہاں کوئی اطمینان بخش یا خوفناک خبر سن پاتے ہیں۔ اسے لے کر پھیلا دیتے ہیں حالانکہ اگر یہ اسے رسولؐ اور اپنی جماعت کے ذمہ دار اصحاب تک پہنچائیں۔ تو وہ ایسے لوگوں کے علم میں آجائے۔ جو ان کے درمیان اس بات کی صلاحیت رکھتے ہیں کہ اس سے صحیح نتیجہ اخذ کر سکیں۔

۲۔ حضرت معاذؓ کا اجتہاد

اجتہاد کے بارے میں وہ حدیث بڑی اچھی طرح روشنی ڈالتی ہے جس میں یہ ذکر ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب حضرت معاذ بن جبل کو یمن کا والی بنا کر روانہ فرمانے لگے تو آپؐ ان سے پوچھتے ہیں کہ "اے معاذ! تم وہاں معاملات کے فیصلے کس طرح کیا کرو گے؟" وہ عرض کرتے ہیں کہ "اللہ کی کتاب یعنی قرآن مجید کے مطابق"۔ پھر آپؐ پوچھتے ہیں کہ "اگر وہ دریافت طلب مسئلہ اللہ کی کتاب میں نہ ملے تو پھر"۔ وہ عرض کرتے ہیں "پھر میں اللہ کے رسولؐ کی سنت کے مطابق فیصلہ کروں گا"۔ حضورؐ پھر پوچھتے ہیں کہ "اگر وہ مسئلہ اللہ کے رسول کی سنت میں بھی نہ ملے تو پھر" وہ عرض

Marfat.com
Marfat.com

کرتے ہیں کہ " اَجْتَهِدُ بِرَاْئِي وَلَا آلُوْ " یعنی میں اپنی امکانی حد تک پوری کوشش کرونگا کہ معاملہ کے حل کرنے میں کتاب و سنت کی روشنی میں بہتر نتیجہ تک پہنچ سکوں اور اسے حل کر سکوں " حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کا یہ جواب سن کر بہت خوش ہوئے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ اس نے اپنے رسولؐ کے ارسال کردہ نمائندہ کو بڑے اچھے اجتہاد کی توفیق عطا فرمائی ہے (ترمذی۔ ابوداؤد)

۱۳۱۔ دینِ اسلام میں ہجرت کی اہمیت

پیغام سیرت کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس میں ایمان کے بعد جس چیز کو اہم ترین قرار دیا گیا ہے وہ ہجرت ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلام کے نزدیک سب سے زیادہ قابل قدر اور اہم چیز وہ اصول ہیں جن پر انسان ایمان لاتا ہے۔ اور جن کے متعلق وہ یقین رکھتا ہے کہ وہ حق ہیں اور خدا اور اس کے رسولؐ کے دیے ہوئے ہیں۔ ان کی خاطر اگر جان و مال کی قربانی دینے کے علاوہ اپنا وطن چھوڑنا پڑے تو بھی قطعاً گریز نہ کیا جائے۔

حضورؐ اور آپ کے صحابہ کرامؓ نے جو ہجرت کی تھی وہ اسی بناء پر تھی۔ کیونکہ جس وجہ سے آپ اور آپ کے ساتھیوں نے گھر بار چھوڑا، رشتہ داروں کو چھوڑا، جائیدادیں چھوڑیں اور صرف تن کے کپڑوں میں نکل کھڑے ہوئے وہ چیز یہ تھی کہ مسلمان ہونے کی حیثیت سے ان کو مکہ میں آزادی نہیں تھی۔ چنانچہ ایمان کے تقاضے پورے کرنے کے لیے اپنے وطن سے ہجرت کر کے حبش اور مدینہ میں جا آباد ہوئے[1] تاکہ وہ اپنے ایمان کے تقاضے بڑے اطمینان کے ساتھ پورے کر سکیں جیسا کہ قرآن میں مذکور ہے۔

(۱) قُلْ يٰعِبَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۔ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ۗ وَاَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ ۔ اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۔ (الزمر۔ ۱۰)

"(اے نبیؐ) کہو کہ اے میرے بندو جو ایمان لائے ہو، اپنے رب سے ڈرو جن لوگوں نے اس دنیا میں نیک رویہ اختیار کیا ہے۔ ان کے لیے بھلائی ہے۔ اور خدا کی زمین

---

[1] مکہ سے جن اہل ایمان نے ہجرت کی تھی ان کی تعداد ۱۰۳ تھی ان میں ۱۷ عورتیں بھی شامل تھیں

Marfat.com
Marfat.com

وسیع ہے۔ صبر کرنے والوں کو تو ان کا اجر بے حساب دیا جائے گا۔

۲۔ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ اَرْضِيْ وَاسِعَةٌ فَاِيَّايَ فَاعْبُدُوْنِ۔ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ثُمَّ اِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ (العنکبوت - ۵۶، ۵۷)

"اے میرے بندو جو ایمان لائے ہو۔ میری زمین وسیع ہے پس تم میری ہی بندگی بجا لاؤ۔ ہر مُتنفّس کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے، پھر تم سب ہماری طرف ہی پلٹ کر لائے جاؤ گے"۔

وضاحت: (ا) یہاں اہل ایمان کو ہدایت فرمائی گئی ہے کہ اگر اللہ کی بندگی کے لیے جگہ تنگ ہو گئی ہو تو اس کی زمین وسیع ہے، اپنا دین بچانے کے لیے کسی اور طرف نکل کھڑے ہو۔ اس کے ساتھ ان کو یہ خوشخبری بھی دی گئی ہے کہ ان کے لیے دنیا اور آخرت دونوں کی بھلائی ہے۔ ان کی دنیا بھی سدھرے گی اور آخرت بھی۔ کیونکہ انہوں نے دین کو دنیا اور اس کے عیش و آرام پر ترجیح دی ہے۔ محض دین کی خاطر گھر سے بے گھر، اور در سے بے در اور وطن سے بے وطن ہو کر دوسرے شہر یا علاقے میں ہجرت کی ہے۔ ایک علاقہ یا شہر یا ملک جب اللہ کی بندگی کرنے کے لیے تنگ ہو گیا تو وہ دوسری جگہ چلے گئے ہیں لہٰذا ایسے لوگوں کے لیے بے حساب اجر ہے جو خدا پرستی اور نیکی کے راستے پر چلنے میں ہر طرح کے مصائب و شدائد برداشت کر لیں اور راہ حق سے نہ ہٹیں۔

ب۔ اہل ایمان کو اس طرف بھی توجہ دلائی گئی ہے کہ تمہیں سب سے زیادہ فکر اپنے ایمان ہی کی ہونی چاہیے۔ رہی جان تو یہ تو کبھی نہ کبھی جانی ہی ہے ہمیشہ رہنے کے لیے تو کوئی بھی دنیا میں نہیں آیا ہے۔ اس لیے اصل مسئلہ قابل توجہ اور غور و فکر یہ ہے کہ ایمان کیسے بچایا جائے اور خدا پرستی کے تقاضے کس طرح پورے کیے جائیں۔ کیونکہ آخر کار تمہیں پلٹ کر تو ہمارے ہی پاس آنا ہے۔ وہاں یہ دیکھا جائے گا کہ تم نے ایمان پر جان کو ترجیح دی یا کہ جان پر ایمان کو۔ اس لیے اگر مومن کو ایمان بچانے کے لیے وطن اور قوم بلکہ جان کو بھی قربان کرنا پڑے تو اس سے اسے ہرگز گریز نہیں کرنا چاہیے۔

Marfat.com
Marfat.com

۳۲۔ ابلیسی چالوں سے آگاہی

ہنامہ سیرت کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس میں جہاں حضرتِ انسان کو بندگیٔ رب کی صراطِ مستقیم سے آگاہ کیا گیا ہے، وہاں اسے اس کے ازلی دشمن ابلیس (شیطان) اور اس کی گمراہ کن چالوں سے بھی بڑی اچھی طرح خبردار کر دیا گیا ہے۔ جیسا کہ قرآن میں مذکور ہے:

ا۔ "پھر جب تم قرآن پڑھنے لگو تو شیطانِ رجیم سے خدا کی پناہ مانگ لیا کرو۔ اسے اُن لوگوں پر تسلط حاصل نہیں ہوتا جو ایمان لاتے اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔ اور اس کا زور تو اُنہی پر چلتا ہے جو اس کو اپنا سرپرست بناتے اور اس کے بہکانے سے شرک کرتے ہیں۔" (النحل۔ ۹۸، ۹۹، ۱۰۰)

ب۔ "اُن کے معاملہ میں ابلیس نے اپنا گمان صحیح پایا اور انہوں نے اس کی پیروی کی، بجز ایک تھوڑے سے گروہ کے جو مومن تھا۔ ابلیس کو ان پر کوئی اقتدار حاصل نہ تھا، مگر جو کچھ ہُوا وہ اس لیے ہُوا کہ ہم یہ دیکھنا چاہتے تھے کہ کون آخرت کا ماننے والا ہے اور کون اس کی طرف سے شک میں پڑا ہوا ہے۔ تیرا ربّ ہر چیز پر نگران ہے۔" (سبا۔ ۲۰، ۲۱)

ج۔ "آدم کے بچو، کیا میں نے تم کو ہدایت نہ کی تھی کہ شیطان کی بندگی نہ کرو۔ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے، اور میری بندگی کرو، یہ سیدھا راستہ ہے؟ کیا تم عقل نہیں رکھتے تھے؟ مگر اس کے باوجود اس نے تم میں سے ایک گروہ کثیر کو گمراہ کر دیا۔" (یٰسین ۶۰ تا ۶۲)

اِس شیطان نے تمام نوعِ انسانی کو گمراہ کرنے کے لیے ایک ہمہ پہلو اور عالمگیر دستور اپنی کس کتاب میں تدوین کر رکھا ہے جس کا نام "حرص و ہوا" ہے۔ اس کی اس کتاب کے چار ابواب ہیں جن کے عنوانات ہیں "کفر، شرک، بدعت اور نفاق"۔ جب سے انسان اس زمین پر منصبِ خلافت پر سرفراز ہوا ہے اسی وقت سے شیطان نے اپنے اس دستور کو ہر اُس انسان پر نافذ کر رکھا ہے جس نے اس دنیا میں اپنا نصب العین خدا کی بندگی کے بجائے "حرص و ہوا" کو بنا رکھا ہے۔ ایسا انسان خواہ کسی گروہ، فرقے، طبقے، جماعت اور مذہب و ملت کے ساتھ تعلق رکھتا ہو۔ بہرحال اسے اس کی کتاب کے ان چاروں ابواب میں سے کم از کم ایک کی پابندی تو لازماً ہی کرنی پڑتی ہے۔ تب جا کر وہ اپنے

Marfat.com
Marfat.com

نصب العین میں کامیاب ہو سکتا ہے۔

(ج)۔ انسانی تاریخ گواہ ہے کہ اگرچہ انسان کے اندر اللہ تعالیٰ نے دونوں قسم کی صفات (تقویٰ اور فجور) ودیعت کر رکھی ہیں مگر انسان اپنی مرضی اور ارادے سے فجور کی طرف بوجہ حرص وہوا بہت جلدی راغب ہو جاتا ہے اور تقویٰ (بندگی رب کی راہ) کو اپنے ذاتی مفاد کی خاطر شب و روز ترک کرتا رہتا ہے۔ اس کی اِس کمزوری کو مدِنظر رکھتے ہوئے شیطان نے اللہ تعالیٰ کو ابتداء ہی سے کہہ دیا تھا کہ "میں دُنیا میں تمام نوعِ انسانی کو اپنی کتاب "حرص وہوا" کا گرویدہ اور پیروکار بنا کر دم لُوں گا۔ ہاں صرف معدودے چند تیرے ایسے صالح اور صابر بندے ہوں گے جو میری کتاب پر عمل پیرا نہ ہو سکیں گے بلکہ وُہ تیری ہی رضا اور بندگی و اطاعت کو اپنا نصب العین بنا کر تیرے پیغمبروں کا اتباع کر سکیں گے۔ اب دُنیا کے اِس معرکۂ حق و باطل میں شیطان کی انتہائی کوشش یہ ہے کہ لوگ خدا کی بندگی کر کے اس کی رضا حاصل نہ کر سکیں۔ چنانچہ وُہ اپنے اس مقصد میں کامیاب ہونے کے لیے بے شمار مکارانہ اور دلفریب چالیں چلتا رہتا ہے۔ یہاں ان میں سے بعض کا ذکر کیا جاتا ہے:۔

(۱) علمِ دین سے ناواقفیت: جب بھی اللہ کے رسُولوں اور ان کے ماننے والوں نے لوگوں کو خدا کی بندگی کی خالص دعوت پیش کی تو شیطان نے سب سے پہلے تو یہ کوشش کی کہ لوگ اُن کے قریب ہی نہ آئیں۔ اس مقصد کے لیے وُہ داعیانِ حق کے خلاف بے بنیاد پروپیگنڈہ کرنا شروع کر دیتا ہے کہ "یہ بشر ہو کر رسُول کیسے بن گئے آج تک تو خدا نے کسی بشر پر کتاب نازل ہی نہیں کی۔ یہ رسُول بھی عجیب ہے جو ہماری طرح ہی کھاتا پیتا ہے اور بازاروں میں اپنی ضروریات کے لیے خرید و فروخت بھی کرتا رہتا ہے۔ رسُول تو کوئی فرشتہ ہونا چاہیئے تھا یا اُسے عالم الغیب ہونا چاہیئے تھا اور یا پھر اسے خدائی اختیارات ہونے چاہیئے تھے۔ بس یہ تو کچھ بھی نہیں ہے۔ صرف ایک شاعر ہے، ایک دیوانہ ہے۔ اقتدار کا بھوکا ہے۔ اَن پڑھ ہے کوئی دوسرا انسان اس کو سکھاتا ہے۔ اِس کے ساتھ نہ تو کوئی سرمایہ دار ہے اور نہ ہی کوئی اور بڑا آدمی، صرف معاشرہ کے چند بے اور پسے ہوئے مفلس لوگ اس کے ساتھ ہیں۔ اس کی دعوت تو ہمارے لئے

Marfat.com
Marfat.com

ناقابلِ فہم ہے۔ اور اس پر عمل کرنے سے ہماری معاش برباد ہو جاتی ہے۔ یہ تو فلاں حکومت کے ایجنٹ ہیں۔ یہ تو ہمارے بزرگوں پر تنقید کرتے ہیں۔ یہ تو بڑے ہی بے ادب اور گستاخ ہیں۔ ان کو تو ہمارے معبودوں اور بزرگوں کی مار پڑی ہوئی ہے کیونکہ یہ ان کے خدائی اختیارات کی نفی کرتے رہتے ہیں اسی وجہ سے تو ہم ان کی کوئی بات بھی سننے کے لیے تیار نہیں ہیں"۔ یہ ہے اس کی پہلی کوشش۔ اگر اس کے باوجود کچھ لوگ اسلام کو پھر بھی قبول کر لیں تو پھر اس کی انتہائی کوشش یہ ہوتی ہے کہ انہیں کتاب وسنت (قرآن اور حضورؐ کے اسوۂ حسنہ) کا فہم وشعور ہی حاصل نہ ہو سکے بلکہ وہ علمِ دین سے ناواقف ہی رہیں تاکہ وہ پورے شعور کے ساتھ حضورِ اکرمؐ کے اسوۂ حسنہ پر عمل پیرا ہو کر بندگی رب کر ہی نہ سکیں بلکہ وہ اسلام قبول کرنے کے باوجود صرف اس کی کتاب "حرص دہوا" پر ہی عمل کرتے رہیں۔

چنانچہ اس مقصد کے لئے وہ اپنی تمام ذرّیت کے ذریعہ سے لوگوں کو یہ تلقین کرتا ہے کہ "آج قرآن اور حدیث کو سمجھنے اور اس کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے اپنی قیمتی زندگی کے دس بارہ سال ضائع کرنا سراسر حماقت اور بے وقوفی ہے۔ اس سے تو ہمارا معیارِ زندگی بلند نہیں ہو سکتا۔ ہمیں تو اس وقت اس تعلیم کی ضرورت ہے جس سے ہماری دنیا بنے۔ اور وہ تعلیم آج کل اسکولوں اور کالجوں میں پڑھائی جاتی ہے۔ یہ تمام تعلیم ہماری کتاب کے عین مطابق دی جاتی ہے۔ اس کا نصاب مرتب کرتے وقت ہم نے دو باتوں کا خاص خیال رکھا تھا۔ ایک یہ کہ معلّم اور متعلّم استاد اور شاگرد میں یہ احساس تک نہ ہونے پائے کہ اللہ تعالیٰ ہی خالق ورازق اور مالک وحاکم ہے اور وہی حاضر وناظر اور سمیع و بصیر ہے۔ اس سے ہمارا کوئی معاملہ بھی پوشیدہ نہیں رہ سکتا۔ دوسرے یہ کہ ہم نے ایک دن مرنا ہے اور اپنی پوری زندگی کا جواب بھی اسی کو دینا ہے۔ ہمارے اس جدید نصابِ تعلیم میں سب سے بڑی خوبی تو یہی ہے کہ وہ ان دونوں چیزوں سے پاک ہے۔ اسی واسطے میری کوشش ہے کہ تمام والدین اپنے بچوں کو یہ تعلیم ضرور پڑھائیں۔ کیوں کہ یہی تعلیم پھر انہیں بتدریج "حرص وہوا" کو اپنا نصب العین بنانے پر مجبور کر دیتی ہے۔ اور جب وہ یہ تعلیم حاصل کر کے میدانِ عمل میں آتے ہیں تو پھر وہ اپنا معیارِ زندگی بلند کرنے کے لئے ہر وہ کام کرنا جائز سمجھتے ہیں جس سے انہیں اپنے نصب العین میں مدد ملتی ہو۔ وہ چونکہ میری کتاب کے پوری طرح گرویدہ ہو چکے ہوتے ہیں اس لیے وہ اپنے ذاتی مفاد

Marfat.com
Marfat.com

کے لئے جھوٹ بولنا، بددیانتی کرنا، خیانت کرنا، رشوت لینا، سودی کاروبار کرنا یہاں تک کہ ملک و ملت کا دشمنوں کے ساتھ سودا کرنا بھی جائز سمجھتے ہیں۔ اور یہی تو میرا مشن ہے جو میں تا قیامت پورا کرنا چاہتا ہوں؛"

پھر وہ یہ بھی کہتا ہے کہ "اب اس جدید تعلیم کے مقابلہ میں قرآن و سنت کی تعلیم کا کیا فائدہ؟ یہ تو ان میں خدا کا خوف اور آخرت میں اپنی پوری زندگی کے بارے میں باز پرس کا زبردست احساس پیدا کر دیتی ہے۔ اور ایسا عقیدہ رکھنے والے تو حرص و ہوا کو ہرگز اپنا نصب العین نہیں بنا سکتے بلکہ وہ تو پھر پوری زندگی میں خدا کی بندگی و اطاعت کر کے اس کی رضا حاصل کرنے کی کوشش کرتے رہیں گے خواہ اس راہ میں ان کا کتنا ہی بڑا نقصان ہو جائے یا انہیں کتنی ہی بڑی بڑی تکالیف و مصائب سے دوچار ہونا پڑے اور خواہ ان کا معیارِ زندگی بھی کتنا پست ہو جائے مگر پھر بھی وہ نہ تو کفر کر سکتے ہیں، نہ شرک کر سکتے ہیں، نہ بدعتیں پھیلا سکتے ہیں اور نہ ہی منافقت کر سکتے ہیں۔ بلکہ وہ تو ایمان، اسلام، تقویٰ اور احسان کے پابند ہو جاتے ہیں اور اس کے ساتھ ہی وہ میری کتاب کے زبردست دشمن بن جاتے ہیں۔ اسلئے میری سب سے زیادہ کوشش یہ ہوتی ہے کہ والدین اپنی اس پیاری اولاد کو کتاب و سنت کی تعلیم دینے ہی سے غافل رہیں۔ یہی وجہ ہے کہ میں اُن کے ذہن میں یہ القاء کرتا رہتا ہوں کہ اب کتاب و سنت پر عمل کرنا بالکل ناممکن ہو گیا ہے۔ کیونکہ ان پر عمل کرنے کے لیئے صحابۂ کرام جیسا ایمان و اخلاق چاہیئے اور وہ اب تا قیامت ناممکن ہے اسلیئے میں نے مسلمان بننے کے لیئے اس معیار ہی کو منسوخ کر دیا ہے جو کتاب و سنت کی روشنی میں ہونا چاہیے۔ اس کے برعکس میری کتاب کے مطابق ایک مسلمان بننے کے لیئے اب بہت آسان معیار ہو گیا ہے جس پر ہر انسان عمل کر سکتا ہے۔ اور اس کے راستہ میں کوئی رکاوٹ بھی نہیں پیدا ہوتی۔ اور وہ یہ ہے کہ "انسان غیر شعوری طور پر صرف زبانی حد تک کلمہ "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ" کے الفاظ ادا کر دے یا وہ خوش قسمتی سے کسی مسلمان کے گھر پیدا ہو جائے" تو اُسے مفت ہی میں مسلمان بننے کی سند حاصل ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ ایک سید کے گھر پیدا ہونے والا سید، ایک جاٹ کے ہاں پیدا ہونیوالا جاٹ اور ایک راجپوت کے گھر پیدا ہونیوالا خود بخود راجپوت بن جاتا ہے۔ اسی طرح ایک مسلمان کے گھر پیدا ہونیوالا بھی خود بخود نسلی اور پیدائشی مسلمان بن جاتا ہے۔ اب اسے

Marfat.com
Marfat.com

شعوری طور پر اسلام کو سمجھنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ ہاں میری کتاب کے مطابق کسی دین فروش مولوی یا کسی دنیا پرست گدی نشین سے بھی اپنے مسلمان ہونے کے لیے سند حاصل کرنا بہت ضروری ہے۔ اُن کا معیار بھی کوئی زیادہ سخت نہیں ہے بلکہ میری کتاب کے مطابق صرف اُن تمام مراسم اور رواجوں کو پورا کرنا ہوتا ہے جو وُہ اپنی آمدنیوں کے لیے مذہب کے نام پر لوگوں میں شب و روز ایجاد کرتے رہتے ہیں۔ کیوں کہ میں نے انہیں اطمینان دلا دیا ہے کہ اپنے ذاتی مفاد کی خاطر مذہب کے نام پر ایسا کرنا بالکل درست اور جائز ہوتا ہے اگرچہ بعض مخصوص قسم کے لوگ ان سے منع کرتے رہتے ہیں کہ یہ حضورؐ کے اُسوۂ حسنہ کے خلاف ہیں مگر اُن کی سُنتا کون ہے اور ہم اپنے مفاد کو کیسے ترک کر سکتے ہیں؟ زیادہ تر یہی تو ہمارے ذرائع آمدنی ہیں مگر ایک خاص نکتہ کی بات یہ ہے کہ یہ سب کام ہماری کتاب کے مطابق لوگ اسی صورت میں کریں گے جب ان کے اندر دین کا فقدان ہوگا اور یہ کتاب و سنت سے غافل رہیں گے۔ اسلیے لوگوں کو دین اسلام سے لازماً غافل رکھنے کی ہر ممکن کوشش کی جائے کہ قرآن و حدیث کی عام اشاعت نہ ہونے پائے تاکہ ہم اپنے مشن میں کامیاب رہیں"۔

(۷) کفر و شرک اور بدعت و نفاق کی اشاعت عام

ابلیس کی ایک مکارانہ چال یہ بھی ہے کہ امت مسلمہ کے افراد میں کافرانہ اور مشرکانہ عقائد و نظریات کو عام فروغ دیا جائے تاکہ یہ بدعت و نفاق کی دلدل میں اس طرح پھنس کر رہ جائیں کہ تا قیامت اس سے نہ نکل سکیں خواہ علمائے ربانی انہیں نکالنے کی بھرپور کوشش بھی کر پائیں۔ چنانچہ زمانہ گواہ ہے کہ جب بھی ایسے خدا ترس علمائے کرام نے کفر و شرک اور بدعت و نفاق کے خلاف مُلک میں منظم ہو کر کوشش کی اور انہوں نے کتاب و سنت کی روشنی میں خالص دعوتِ توحید دی تو ابلیس فوراً ہی آگ بگولہ ہو گیا۔ یہ ایسے نازک وقت میں اپنے حواریوں اور پیروکاروں کو جمع کرنے کے لیے فوراً ہی سیٹی بجاتا ہے اور انہیں منظم اور مسلح کر کے میدانِ کارزار میں علمائے ربانی کے خلاف صف آرا کر دیتا ہے۔ پھر اپنی کتاب میں سے فتوے دینا شروع کر دیتا ہے کہ "یہ کتاب و سنت کی دعوتِ توحید دینے والے تو فلاں فلاں ہیں۔ یہ صرف دوسروں کو بے وقوف بنانے کے لیے زبان سے اللہ اور رسولؐ کا نام لیتے ہیں مگر یہ اندر سے بالکل سیاہ دل ہیں۔ اسلیے ان کے پیچھے نہ نماز پڑھیں

Marfat.com
Marfat.com

اور نہ ہی ان کا قرآنی وعظ سُنیں ورنہ تم بھی انہیں کی طرح فلاں فلاں ہو جاؤ گے۔ یہ بڑے بے ادب ہیں یہ تو اللہ کے ولیوں اور بزرگوں خصوصاً اصحابِ قبور کو تو مانتے ہی نہیں ہیں۔ حالانکہ ہماری کتاب کے پہلے اور دُوسرے باب "کفر اور شرک" میں صاف طور پر لکھا ہے کہ یہ سب کام اکیلا خدا نہیں کر سکتا۔ بلکہ اس کی خدائی میں انبیاء و اولیاء اور اقطاب و ابدال سب شامل ہیں۔ ہم تو اپنی آنکھوں سے شب و روز دیکھتے ہیں کہ لاکھوں لوگ ان کے مزاروں اور آستانوں پر اپنی حاجتیں لے کر جاتے ہیں اور پھر بامُراد ہو کر اپنے گھروں کو واپس لوٹتے ہیں۔ اللہ میاں نے انہیں پُورے پُورے اختیارات دے رکھے ہیں بلکہ انہی کی وجہ سے خدا کی خدائی چل رہی ہے۔ اسلئے ان کو خوش رکھنے کے لیئے گاہ بگاہ ان کے نام پر نذر و نیاز دیتے رہنا بڑا ثواب ہے۔ ویسے تو اللہ میاں کی طرح وُہ کچھ بھی کھاتے پیتے نہیں ہیں مگر اس قسم کی نذر و نیاز اور عرسوں سے ہمارے پیروکاروں اور مُریدوں کی دُنیا آباد ہو جاتی ہے کیونکہ یہی تو ان کی آمدنی کا ایک معقول ذریعہ ہے۔ اسی واسطے ہم نے اپنی کتاب "حرص و ہوا" کے تیسرے اور چوتھے باب "بدعت و نفاق" میں اس قسم کی سب نئی نئی باتوں کو جائز بلکہ اپنے ذاتی مفاد کے لیے واجب اور ضروری قرار دے دیا ہے تاکہ ہمارے پیروکاروں کا معاشی مسئلہ خود بخود حل ہوتا رہے اور وُہ ہر وقت ہمارے لیئے دُعاگو رہیں۔ مگر یہ عُلمائے ربّانی جو باتیں کرتے رہتے ہیں ان میں تو کوئی کشش ہے نہیں۔ کیونکہ ان میں تو عوام کو خدا کی رضا کے سوا کوئی مادی فائدہ نظر آتا نہیں ہے مگر جب وُہ ہماری کتاب پر عمل پیرا ہوتے ہیں تو ان کی عید ہو جاتی ہے اور اُن کی ہر مُراد پُوری ہونے لگتی ہے۔ یہ عُلمائے ربّانی تو بڑے احمق اور بے وقوف ہیں جو خواہ مخواہ خدا کے ساتھ جنت کا سودا کر کے اپنی دُنیا برباد کر رہے ہیں۔ انہیں ابھی تک یہ معلوم نہیں ہُوا کہ اس مادی دُنیا میں بغیر "حرص و ہوا" کے کوئی کام نہیں ہو سکتا۔ حکومت کے کسی محکمہ میں چلے جاؤ وہاں بھی زیادہ تر ہماری ہی کتاب "حرص و ہوا" پر عمل درآمد ہوتا رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم آئے دن معاشرہ اور ماحول کو مدِنظر رکھ کر اپنی نافذ کردہ شریعت میں ردّ و بدل کرتے رہتے ہیں تاکہ ہمارے دین فروش مولوی، دُنیا پرست گدی نشین، مفاد پرست سیاستدان اور ضمیر فروش حکومت کے اہلکار اپنے اپنے ذاتی مفاد کی خاطر جس طریقہ پر چاہیں ہماری کتاب کے ہر باب پر ہر وقت اور ہر جگہ عمل کرتے

Marfat.com
Marfat.com

رہیں تاکہ میرا یہ مشن دُنیا میں تا قیامت جاری ہو سکے۔ اس کے برعکس ان علمائے ربّانی کا تو ایک ہی قدیم اور خشک وعظ ہے کہ حضور اکرمؐ نے جو اپنے پیغام سیرت میں دعوتِ توحید دی ہے وہ یہ تھی کہ "صرف ایک ہی خدائے واحد کو اپنا معبودِ حقیقی تسلیم کرو، اسی کی عبادت کرو، اسی سے دعائیں مانگو اسی کو اپنی مصیبتوں اور تکلیفوں میں پکارو، اسی کے نام پر نذر و نیاز دو۔ وہی غیاثِ اعظم اور مشکلکشا ہے بیماری اور شفاء، نفع اور نقصان اسی کے ہاتھ میں ہے۔ وہی مالک و مختار ہے وہی وہاب و بے نیاز ہے، رسول، فرشتے، بزرگ اور اولیاء، جن اور انسان سب اسی کے عاجز اور محتاج بندے ہیں وہی قانون ساز اور فرمانروا ہے، وہی مقتدرِ اعلیٰ اور بادشاہِ حقیقی ہے یہ سب مخلوق اُسی کی ہے۔ اور اسی کو حق حاصل ہے کہ وہ اپنی مخلوق پر اپنا بے عیب قانون نافذ کرے، وہی مالکِ حقیقی اور ربّ کائنات ہے اسلیے وہی حق رکھتا ہے کہ بندگی و اطاعت اُسی کی کی جائے، انبیاء و اولیاء اور یہ سب انسان اپنے اعمال کے بارے میں اس کے ہاں جواب دہ ہیں۔ وہ تو سب سے باز پُرس کر سکتا ہے مگر اس سے کوئی نہیں کر سکتا اور نہ ہی اس کی بارگاہ میں بغیر اس کے اذن کے کوئی لب کُشائی کر سکتا ہے۔ جس نے دُنیا میں بندگیٔ رب سے غفلت برتی وہ آخرت میں ناکام و نامُراد ہوگا۔ خُدا کے ہاں کامیاب وہی ہے جس نے دُنیا میں کتاب و سُنّت کے مطابق زندگی بسر کی اور اپنے رب کی بندگی مرتے دم تک کرتا رہا" یہ ہیں ان دقیانوسی مولویوں کی خُشک باتیں۔ کیا ان پر عمل پیرا ہونے سے ہم خواہ مخواہ اپنی مزے کی یہ دُنیوی زندگی برباد کر دیں؟ بلکہ ہم تو اپنے ذاتی مفاد کی خاطر کوشش کرینگے کہ ملک کی تمام مذہبی اور سیاسی اہم جگہوں پر اپنے پیروکاروں کو قابض کر دیں تاکہ پُورے مُلک میں ہمارا ہی تسلط رہے خصوصاً ذرائع ابلاغ، نشریاتی اور تعلیمی ادارے حکومت کے تمام سرکاری محکمے اور مساجد ہماری اکثریت ہی کے زیرِ تسلّط رہیں تاکہ ان کی ان رجعت پسندانہ باتوں کو ملک میں فروغ ہی نہ ہو سکے۔ بلکہ ہماری کتاب کے چاروں ابواب "کفر و شرک اور بدعت و نفاق" انسانی معاشرہ کے سارے شعبوں کے لیے کھلے رہیں۔ ہماری اس کتاب میں صاف لکھا ہے کہ جن کے ساتھ رائے عامہ زیادہ ہو وُہی حق پر ہیں اور مُلک میں حکومت کرنے کا حق بھی انہی کو ہے۔ ہماری مخالفت کرنیوالے تو آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں ہیں یہ ہزار بار ڈھنڈورا پیٹتے رہیں کہ "جو قرآن و سُنّت کے مطابق

Marfat.com
Marfat.com

عمل کرنے وہ حق پر ہے خواہ وہ ایک ہی آدمی کیوں نہ ہو" مگر ہمارے نزدیک معیارِ حق قرآن و سُنت نہیں ہے اور نہ ہی اب یہ قابلِ عمل رہی ہیں۔ اس وقت تو ہماری ہی کتاب کا دستور پُوری دُنیا میں نافذ ہے۔ آج ہمیں فخر ہے کہ دنیا میں اربوں انسان اس پر دل وجان سے عمل کر رہے ہیں اسلیے ہم ڈنکے کی چوٹ کہیں گے کہ دُنیا میں ہم ہی حق پر ہیں لہٰذا دُنیا میں ہمارا ہی قانونی حق بنتا ہے کہ ہم اکثریت کے بل بوتے پر کفر وشرک اور بدعت و نفاق کے چاروں ابواب پر مشتمل کتاب "حرص وہوا" کو حکومت کی پُوری مشینری کے ذریعہ سے تمام مذہبی اور سیاسی، تمدنی اُور معاشی اداروں میں جاری و ساری رکھیں تاکہ ان کی اشاعت عام ہو"

(۳) آخرت کی جواب دہی کے احساس سے غفلت:

شیطان کی ایک اور مکارانہ چال یہ ہے کہ وہ اپنی ذریت کے ذریعہ سے اس امتِ مسلمہ کو آخرت کی جوابدہی سے غافل رکھنے کی ہر ممکن کوشش کرتا رہتا ہے۔ اسے اچھی طرح معلوم ہے کہ اگر اس اُمت کے اندر آخرت کی جواب دہی کا احساس پیدا ہو گیا تو پھر یہ اس کی کتاب "حرص وہوا" کے مطابق عمل پیرا نہیں ہو سکے گی۔ اس لیے یہ اپنے پیروکاروں کو بڑے ہمدردانہ انداز میں کہتا ہے کہ دیکھو! آخرت واخرت کچھ بھی نہیں، بس اصل میں تو یہ دنیا ہی کی زندگی ہے اسلیے اپنی اس زندگی میں خوب مزے کر لو۔ ہاں، اگر وہاں چارو ناچار خدا کے حضور پیش ہونے کی نوبت آہی گئی جیسا کہ بعض پُرانے لوگوں کا خیال ہے تو پھر بھی تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہماری کتاب "حرص وہوا" میں بڑی وضاحت سے لکھا ہوا ہے کہ دوزخ کی آگ تو ہمیں مس کر ہی نہیں سکے گی کیونکہ ہم تو بزرگوں کے نام لیوا ہیں، ان کے نام پر نذر ونیاز دیتے رہتے ہیں۔ ان کے مزاروں پر سجدہ وطواف بھی کرتے رہتے ہیں۔ اور جب وہ دُنیا میں ہماری سب حاجتیں پُوری کرتے ہیں تو وہاں بھی وہ لازماً ہمارے کام آئینگے اور وہ ہمیں دوزخ کی طرف جانے نہیں دیں گے بلکہ سیدھے جنت میں پہنچا دیں گے کیونکہ ہم ہی ان کے عقیدت مند اور نسلی کلمہ گو مسلمان"۔

(۴) باطل نظام کا تسلط:

شیطان کی چوتھی مکارانہ چال یہ ہوتی ہے کہ ملک میں باطل نظام ہی کا تسلط برقرار رہے تاکہ بندگیِ رب کی جگہ طاغوت ہی کی بندگی ہوتی

Marfat.com
Marfat.com

رہے۔ اب اگر مُلک میں اسلامی نظام قائم کرنے کے لیے کچھ کوشش ہونے لگے تو یہ فوراً ہی اپنے نشریاتی اداروں کے ذریعہ سے اسلام کے خلاف بڑے منظم طریقہ سے پروپیگنڈا کی مہم شروع کر دیگا کہ "یہ تو ہے ہی ناقابلِ عمل دین' آج تو یہ دنیا میں کسی جگہ بھی جاری وساری نہیں ہے۔ اس کے برعکس دُنیا میں ہماری شریعت پوری طرح نافذ ہے۔ ہماری کتاب میں جتنے بھی نظام لکھے ہُوئے ہیں وُہ سب اِس وقت دُنیا کے تمام ملکوں میں پائے جاتے ہیں کیونکہ یہ سب قابلِ عمل نظام ہیں۔ اس میں سرمایہ داری نظام بھی ہے اور سوشلزم بھی' آمرانہ نظام بھی ہے اُور لادین جمہوری نظام بھی۔ اب اگر ان کی جگہ کسی مُلک میں اِس صدیوں پرانے نظام کو نافذ کر دیا گیا تو پھر ملک کی معاشی تباہ ہوجائیگی۔ ہمارا رشتہ متمدن اور مہذب دُنیا سے کٹ جائے گا۔ دُنیا میں مادی وسائل رکھنے والی بڑی بڑی تمام حکومتیں ہماری مخالف ہو جائیں گی اور وُہ ہماری مادی امداد بند کر دیں گی۔ جس کی وجہ سے ہماری نہ صرف ترقی رُک جائے گی بلکہ ہم تو معاشی لحاظ سے تنزل و پستی کے عمیق گڑھے میں جاگریں گے۔

ال، ہماری طرف سے حکمرانوں کو اتنی رعایت ہے کہ وُہ اپنے اپنے ملک کی مسلم عوام کو بے وقوف بنانے کے لیے گاہ بگاہ اسلام کا نام ضرور استعمال کر لیا کریں۔ اس سلسلہ میں اگر مذہبی وزارت کا ایک برائے نام محکمہ بھی قائم کر دیا جائے اور اسکولوں اور کالجوں میں بھی رسمی طور پر دینیات (اسلامیات) کا بھی ایک بے جان سا مضمون جدید نصاب تعلیم میں شامل کر لیا جائے تو ایسا کرنے میں نہ تو ہمیں کوئی خطرہ ہے اور نہ ہی ملک وقوم کی ترقی میں کوئی فرق پڑتا ہے۔ کیونکہ جب ملک اور انسانی معاشرہ کے ہر شعبہ میں ضابطہ ہماری کتاب ہی کے مطابق جاری وساری رہے گا تو پھر ہمیں آخر فکر کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے؟ یہی تو ہم چاہتے ہیں کہ لوگوں کی زندگیوں میں عملاً باطل نظام ہی کا تسلّط رہے۔ اگر مسلمان حکمران اور عوام یہ کام خود کرنے لگیں تو وہ ہمارے شکریے کے مستحق ہیں اور ہم ان کو سلام کرتے ہیں کہ وُہ ہمارے مشن کو بہت اچھی طرح پُورا کر رہے ہیں۔"

(۱۱) فریضۂ اقامتِ دین سے غفلت: شیطان کی ایک اور مکّارانہ چال یہ بھی ہے کہ یہ اُمّتِ مُسلمہ کو فریضۂ اقامتِ دین سے غافل رکھنے کی ہر ممکن کوشش کرتا رہتا ہے اس سلسلہ میں اس کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ یہ فروعی اختلافات کو بہت ہی زیادہ

Marfat.com
Marfat.com

اہمیت دے تاکہ یہ بحث ومناظرہ میں ایسی مستغرق ہو جائے کہ اس کے اندر خدا کے دین کو قائم کرنے کا احساس تک نہ رہے۔ اس کی کوشش ہوتی ہے کہ اس میں اتحاد واتفاق کی بجائے زیادہ سے زیادہ فرقہ بندی اور پارٹی بازی اور جنگ وجدال کا بازار گرم رہے تاکہ یہ ملت اسلامیہ اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے متحد ومتفق نہ ہو سکے۔ اس کی اس سرتوڑ اور مسلسل کوشش کے باوجود اگر پھر بھی مخلص اہل ایمان کے اندر یہ احساس پیدا ہونے لگے کہ "ایمان کے تقاضے تو بندگیٔ رب ہی سے پورے کیے جا سکتے ہیں اور بندگیٔ رب کی واحد صورت یہ ہے کہ ملک میں اسلامی نظام پوری طرح قائم ونافذ ہو اور جب تک ایسا نہیں ہوتا اس وقت تک اس کے لیے کوشش کرتے رہنا ہی بندگیٔ رب کے قائمقام ہے کیونکہ اس کی رضا کا یہی ایک واحد طریقہ ہے" چنانچہ جب یہ احساس رکھنے والے جاں نثار اور سرفروش مجاہدین منظم ہو کر ملکی سطح پر ملک گیر اقامت دین کے لیے تحریک چلانے لگتے ہیں جس سے ان کے پیش نظر صرف رضائے الٰہی کا حصول ہوتا ہے۔ وہ اس کے لیے ایک طرف تو خود کتاب وسنت کے مطابق عمل پیرا ہوتے ہیں دوسری طرف وہ منظم ہو کر اصلاح معاشرہ کا کام کرتے ہیں اور تیسری طرف وہ ملک میں ایسی فضا ہموار کرنے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ ملک کی زمام کار خدا کے صالح اور متقی لوگوں کے ہاتھوں میں آجائے اور ان کے ذریعے سے ملک اور انسانی معاشرہ کے تمام شعبوں میں اسلامی نظام قائم ونافذ ہو جائے اور انسانی زندگی کی گاڑی اپنی صحیح سمت یعنی بندگیٔ رب کی صراط مستقیم پر گامزن ہو کر اپنی منزل مقصود کو پہنچ جائے، تو ایسی صالح اور منظم جماعت کے معرض وجود میں آتے ہی شیطان فوراً اپنے پیروکاروں میں خطرے کی گھنٹی بجانے لگتا ہے کہ "خبردار ہو جاؤ" یہ تو فلاں فلاں ہیں، ان کا مقصد اسلامی نظام کا نفاذ نہیں ہے بلکہ اپنے لیے کرسی اور اقتدار حاصل کرنا ہے، بھلا خدا کے نیک بندوں کو حکومت واقتدار کے ساتھ کیا سروکار؟ ہمارے فلاں حضرت تو ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ میاں کو جب منظور ہوتا ہے وہ خود ہی اپنے دین کو غالب کر دیتا ہے۔ اس کے لیے ملت اسلامیہ کو منظم اور متحد ہو کر کوشش کرنے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اور نہ ہی حضورؐ کا یہ مقصد بعثت تھا بلکہ ہماری کتاب میں تو صاف لکھا ہے کہ اللہ والوں کو تو کسی مسجد، آستانے یا کسی جنگل میں بیٹھ کر بس اللہ اللہ کرتے رہنا چاہیئے دنیا کے ان دھندوں اور بکھیڑوں میں پڑنے کی آخر ضرورت ہی کیا ہے؟ سیاست میں حصہ لینا تو دنیادار

Marfat.com
Marfat.com

لوگوں کا کام ہے۔ اس میں مذہب کو مداخلت کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ اسلام کے ٹھیکیدار خواہ مخواہ ملک گیر مہم چلا رہے ہیں اور مطالبہ کر رہے ہیں کہ "ایک طرف مُسلمان حُکمران اپنے اپنے ملک میں اسلامی نظام نافذ کریں اور دُوسری طرف تمام مسلمان متحد اور منظم ہو کر اس کے لیے اپنی مقدور بھر کوشش کرتے رہیں۔ یہاں تک کہ مُلک کا نظام کتاب وسُنّت کے مطابق قائم ونافذ ہو جائے"۔ مگر ان کا یہ مطالبہ تو ہم کسی صورت بھی پورا نہیں ہونے دیں گے۔ کیونکہ ہمیں خطرہ ہے کہ اگر یہ لوگ برسر اقتدار آگئے اور کتاب وسُنّت کے مطابق پورا اسلام نافذ ہوگیا تو پھر نہ ہماری خیر ہے اور نہ ہی ہماری یہ شریعت نافذ رہ سکے گی۔ بلکہ ہمارا تو یہ سب کچھ خود ساختہ مذہبی اور سیاسی کاروبار بھی ٹھپ ہو جائیگا۔ ہماری حرام آمدنی کے تمام چشمے خشک ہو جائیں گے۔ ہماری سکہ بند مذہبی اور سیاسی چودھراہٹ کا تو بالکل جنازہ ہی نکل جائے گا۔ کیا ہم بہ ہوش وحواس اسلامی نظام کا یہ مطالبہ منظور کر کے اپنی موت پر خود دستخط کر سکتے ہیں؟ نہیں! ہرگز نہیں! ہمیں اپنی کتاب کی قسم! ہم ایسا مطالبہ کسی صورت منظور نہیں ہونے دیں گے بلکہ ہم تو اس کے خلاف اپنا تن من دھن سب کچھ لگا دیں گے تاکہ یہ لوگ برسر اقتدار نہ آسکیں اور نہ ہی صدیوں پُرانا اسلامی نظام نافذ ہو سکے۔ ہم تو ضرور ان کے خلاف دائیں بائیں آگے پیچھے اُوپر نیچے یعنی ہر جانب سے اپنی پیادہ اور سوار، برّی، بحری اور فضائی فورس کو پُوری طرح کیل کانٹے سے لیس کر کے میدانِ کارزار میں لے آئیں گے۔ ہم ان کے خلاف ہر وہ حربہ استعمال کرینگے جس سے لوگ ان سے نفرت کرنے لگیں۔ ہماری ہر ممکن کوشش ہوگی کہ ان کو اسلامی نظام اور صالح افراد کی حمایت میں ایک فیصد ووٹ بھی نہ مل سکیں۔ بس یہی ایک واحد اور قابلِ عمل صُورت ہے جس کی وجہ سے ہم اپنی اکثریت کے بل بوتے پر تاقیامت کامیاب وکامراں ہو سکیں گے۔ ہم اپنے سابقہ تجربہ کی بنا پر پُوری اُمید رکھتے ہیں کہ یہ اُمّتِ مُسلمہ ہماری کتاب "حرص وہوا" پر عمل پیرا ہونے کی وجہ سے تاقیامت اسلامی نظام کے لیے نہ تو متحد ہو سکے گی اور نہ ہی اسلامی نظام کے علمبرداروں کا خواب شرمندۂ تعبیر ہو سکے گا۔[1]

یہ ہیں شیطان کی چند بڑی بڑی دلفریب اور مکّارانہ چالیں جن کے ذریعہ سے یہ لوگوں کو خدا کی بندگی اور حضور ؐ کے اُسوۂ حسنہ کے مطابق زندگی بسر کرنے سے شب وروز روکتا رہتا ہے

---

[1] شیطان کی ان باتوں کا جواب اگلے صفحات میں مذکور ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

اس اُمتِ مُسلمہ پر تو اللہ تعالیٰ کا کتنا بڑا احسان تھا کہ اُس نے اپنے آخری رسولؐ پر قرآن مجید نازل فرما کر شیطان کی اُن مکّارانہ چالوں کے بارے میں آج سے چودہ سو برس قبل ہی خبردار کر دیا تھا۔ مگر مقامِ افسوس ہے کہ آج یہ اُمتِ مسلمہ بھی اُسی طرح اُس کی ان مکّارانہ چالوں کا شکار ہو چکی ہے۔ جس طرح بنی اسرائیل ہو گئے تھے۔ قرآن میں شیطان کی دلفریب چالوں کا ذکر اس طرح آتا ہے:

(ا)۔ اور یاد کرو جبکہ ہم نے ملائکہ سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے نہ کیا۔ اُس نے کہا "کیا میں اُس کو سجدہ کروں جسے تُو نے مٹی سے بنایا ہے"؟ پھر وُہ بولا "دیکھ تو سہی' کیا یہ اس قابل تھا کہ تو نے اُسے مجھ پر فضیلت دی؟ اگر تو مجھے قیامت کے دن تک مہلت دے تو میں اس کی پُوری نسل کی بیخ کنی کر ڈالوں' بس تھوڑے ہی لوگ مجھ سے بچ سکیں گے"۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "اچھا تو جا' ان میں سے جو بھی تیری پیروی کریں' تجھ سمیت اُن سب کے لیے جہنم ہی بھرپور جزا ہے۔ تو جس جس کو اپنی دعوت سے پھسلا سکتا ہے پھسلا لے' ان پر اپنے سوار اور پیادے چڑھا لا' مال اور اولاد میں ان کے ساتھ ساجھا لگا' اور اُن کو وعدوں کے جال میں پھانس۔ اور شیطان کے وعدے ایک دھوکے کے سوا اور کچھ بھی نہیں۔ یقیناً میرے بندوں پر تجھے کوئی اقتدار حاصل نہ ہوگا۔ اور توکل کے لیے تیرا رب کافی ہے۔ (بنی اسرائیل ۔ ۶۱ تا ۶۵)۔

(ب)۔ اللہ کے ہاں بس شرک ہی کی بخشش نہیں ہے' اس کے سوا اور سب کچھ معاف ہو سکتا ہے۔ جسے وہ معاف کرنا چاہے۔ جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا وہ تو گمراہی میں بہت دُور نکل گیا وہ اللہ کو چھوڑ کر دیویوں کو معبود بناتے ہیں۔ وُہ اُس باغی شیطان کو معبود بناتے ہیں۔ جس کو اللہ نے لعنت زدہ کیا ہے (وہ اُس شیطان کی اطاعت کر رہے ہیں) جس نے اللہ سے کہا تھا کہ "مَیں تیرے بندوں میں سے ایک مقرر حصّہ لے کر رہوں گا' مَیں انہیں بہکاؤں گا' میں انہیں آرزوؤں میں اُلجھاؤں گا' مَیں انہیں حکم دُوں گا اور وُہ میرے حکم سے جانوروں کے کان پھاڑیں گے اور مَیں انہیں حکم دُوں گا اور وُہ میرے حکم سے خدائی ساخت میں ردّ و بدل کریں گے" اس شیطان کو جس نے اللہ کے بجائے اپنا والی و سرپرست بنا لیا وہ صریح نقصان میں پڑ گیا۔ وہ لوگوں سے وعدہ کرتا ہے اور انہیں اُمیدیں دلاتا ہے مگر شیطان کے سارے وعدے بجز فریب کے اور کچھ نہیں ہیں۔

Marfat.com
Marfat.com

ان لوگوں کا ٹھکانا جہنم ہے جس سے خلاصی کی یہ کوئی صورت نہ پائیں گے۔ (النساء ۱۱۶ تا ۱۲۱)

(ج) ۔ اور جب فیصلہ چکا دیا جائے گا تو شیطان کہیگا "حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے جو وعدے تم سے کئے تھے وہ سب سچے تھے اور میں نے جتنے وعدے کیے ان میں سے کوئی بھی پورا نہ کیا۔ میرا تم پر کوئی زور تو تھا نہیں، میں نے اس کے سوا کچھ نہیں کیا کہ اپنے راستے کی طرف تمہیں دعوت دی اور تم نے میری دعوت پر لبیک کہا۔ اب مجھے ملامت نہ کرو، اپنے آپ ہی کو ملامت کرو۔ یہاں نہ میں تمہاری فریاد رسی کر سکتا ہوں اور نہ تم میری۔ اس سے پہلے جو تم نے مجھے خدائی میں شریک بنا رکھا تھا میں اس سے بری الذمہ ہوں ایسے ظالموں کے لیے تو دردناک سزا یقینی ہے۔" (ابراہیم ۲۲)

67

وضاحت: (ا)۔ شیطان کو خدا کا شریک بنانے سے مراد یہ ہے کہ خدا کی بندگی و اطاعت کے بجائے شیطان کی اطاعت کی جائے۔ اس کی کئی صورتیں ہیں:۔

نفس امّارہ، والدین، بیوی اور اولاد، اعزّہ و اقارب، قوم و برادری، ماحول اور معاشرہ، اسلام فروش مولوی، دنیا پرست پیر اور گدّی نشین، قوم اور برادری کے متکبّر قائد اور راہنما اور چوہدری، شعبدہ باز سیاست دان، باطل پرست حکمران۔ اور ضمیر فروش صاحب امرا اور اہلکار۔ ان سب کی اطاعت کرنا دراصل شیطان ہی کی اطاعت ہوگی اگر وہ خدا کی نافرمانی کا حکم دیں۔ یہی وہ عملی شرک ہے جس سے ایک مسلمان کو لازماً بچنا چاہیئے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ناقابل معافی جرم ہے اور اس شرک سے وہ اس وقت تک بچ نہیں سکتا جب تک وہ پورے کا پورا اسلام میں داخل ہو کر خدا کی بندگی اپنی زندگی کے تمام شعبوں میں مرتے دم تک نہ کرتا رہے۔

(ب) قیامت کے دن جب شیطان اپنے آپ کو بری الذمہ قرار دیگا اور پوری کی پوری فرد جرم خود اپنے اس پیروکار انسان ہی کے سر تھوپ دیگا جو آج بے سوچے سمجھے اپنی حرص و ہوا کے گھوڑے پر سوار ہو کر بگٹٹ اس کی راہ پہ دوڑے چلا جا رہا ہے تو یہ اپنے حسرت بھرے الفاظ میں بے ساختہ کہنا شروع کر دیگا کہ "کاش! میں نے رسولِ اکرمؐ کے اسوۂ حسنہ کو اپنایا ہوتا، کاش! میں نے آپؐ کی اس دعوتِ توحید اور پیغامِ حق کو قبول کیا ہوتا جو آپؐ نے بندگیٔ رب کی طرف دی تھی، کاش! میں نے اس مکّار اور دھوکے باز شیطان کو دوست نہ بنایا ہوتا اور اس کی پُر فریب چالوں کو کتاب

Marfat.com
Marfat.com

سنّت کی روشنی میں خوب اچھی طرح سمجھ لیا ہوتا۔ اور اِسے اپنا جانی دشمن بنالیا ہوتا۔ تو آج ناکامی و نامرادی کا مُنہ نہ دیکھنا پڑتا۔ مگر یہ سب کچھ بے سُود ہوگا، کیونکہ اب یہ تلافیِ مافات کا وقت نہ ہوگا بلکہ یہ تو اُس کے سابقہ کرتوتوں کے مطابق جزا و سزا کا وقت ہوگا۔ اس کے برعکس اُس دن فوز و فلاح اُن خدا پرستوں کے قدم چومے گی۔ جنہوں نے پُورے شعُور کے ساتھ حضورؐ کے پیغامِ سیرت پر لبیک کہا تھا اور آپؐ کے اُسوۂ حسنہ کے مطابق زندگی بسر کر کے بندگیِ رب پر پُوری استقامت کا مظاہرہ کیا تھا۔ اگرچہ اس راہِ حق میں انہیں اپنی جان و مال کی قربانی بھی دینی پڑی تھی ہجرت اور فاقہ کشی کا بھی سامنا کرنا پڑا تھا۔

۳۳۔ اِنسان کا ابدی مقام

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام کی ایک آخری خصوصیت یہ بھی ہے کہ لوگوں کو اس حقیقت سے بھی اچھی طرح آگاہ کر دیا گیا ہے۔ کہ یہ زندگی امتحان کی زندگی ہے۔ یہاں اِنسان کا قیام بالکل عارضی اور مختصر عرصہ کے لیے ہے۔ اس کا اَبدی مقام اور قیام اس زندگی کے بعد ہوگا۔ جب قیامت برپا ہوگی۔ پھر حساب و کتاب کے بعد اِنسان کو اپنے نیک و بد اعمال کے مطابق جنت یا دوزخ میں سے کوئی ایک مقام ملے گا۔ قرآن نے انسان کے اس ابدی مقام پر بڑی تفصیل سے روشنی ڈالی ہے یہاں اسے اختصار کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے:

(۱) وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ ط وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ م لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ۔ (العنکبوت - ۶۴)

" اور یہ دنیا کی زندگی کچھ نہیں مگر ایک کھیل اور دل کا بہلاوا ہے۔ اصل زندگی کا گھر تو دارِ آخرت ہے۔ کاش یہ لوگ جانتے۔"

(۲) " آخر کار ہر شخص کو مرنا ہے، اور تم سب اپنے اپنے پورے اجر قیامت کے روز پانیوالے ہو، کامیاب دراصل وہ ہے جو وہاں آتشِ دوزخ سے بچ جائے۔ اور جنت میں داخل کر دیا جائے، رہی یہ دنیا، تو یہ محض ایک ظاہر فریب چیز ہے"۔ (آلِ عمران - ۱۸۵)

Marfat.com
Marfat.com

(۳) "پھر جب وہ ہنگامۂ عظیم برپا ہوگا، جس روز انسان اپنا سب کیا دھرا یاد کرے گا، اور ہر دیکھنے والے کے سامنے دوزخ کھول کر رکھ دی جائے گی، تو جس نے سرکشی کی تھی اور دنیا کی زندگی کو ترجیح دی تھی، دوزخ ہی اس کا ٹھکانا ہوگی۔ اور جس نے اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے کا خوف کیا تھا اور نفس کو بُری خواہش سے باز رکھا تھا، جنت اس کا ٹھکانا ہوگی۔" (النازعات۔ ۳۴ تا ۴۱)

(۴) اے انسان تو کشاں کشاں اپنے رب کی طرف چلا جا رہا ہے۔ اور اُس سے ملنے والا ہے۔ پھر جس کا نامۂ اعمال اُس کے سیدھے ہاتھ میں دیا گیا اس سے ہلکا حساب لیا جائیگا اور وہ اپنے لوگوں کی طرف خوش خوش پلٹے گا۔ رہا وہ شخص جس کا نامۂ اعمال اس کی پیٹھ کے پیچھے دیا جائے گا تو وہ موت کو پکارے گا اور بھڑکتی ہوئی آگ میں جا پڑے گا۔ وہ اپنے گھر والوں میں مگن تھا۔ اُس نے سمجھا تھا کہ اُسے پلٹنا نہیں ہے۔ پلٹنا کیسے نہ تھا، اُس کا رب اُس کے کرتوت دیکھ رہا تھا۔

(الانشقاق۔ ۶ تا ۱۵)

(۵) جو بدبخت ہوں گے وہ دوزخ میں جائیں گے (جہاں گرمی اور شدتِ پیاس) سے وہ ہانپیں گے، اور پھنکارے ماریں گے۔ اور اسی حالت میں وہ ہمیشہ رہیں گے جب تک کہ زمین و آسمان قائم ہیں۔ اِلّا یہ کہ تیرا رب کچھ اور چاہے بیشک تیرا رب پورا اختیار رکھتا ہے۔ رہے وہ لوگ جو نیک بخت نکلیں گے۔ تو وہ جنت میں جائیں گے۔ اور وہ وہاں ہمیشہ رہیں گے جب تک زمین و آسمان قائم ہیں۔ اِلّا یہ کہ تیرا رب کچھ اور چاہے۔ ایسی بخشش ان کو ملے گی جس کا سلسلہ کبھی منقطع نہ ہوگا۔ (ہود ۱۰۶، ۱۰۸)

مندرجہ بالا آیات انسان کی اخروی زندگی اور اس کے ابدی مقام کے بارے میں حسب ذیل رہنمائی کرتی ہیں:۔

(۱) **حیاتِ دنیوی** دنیا کی زندگی ایک کھیل کود، لہو و لعب اور متاعِ غرور کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ دنیا پرست انسان یہ خیال کرتا ہے کہ اسے اپنے

Marfat.com
Marfat.com

اہل وعیال میں بڑی مسرور کُن زندگی حاصل ہے اور اُسے اُخروی زندگی کی طرف نہیں پلٹنا۔ یہ انسان اپنے وہم و گمان میں جو کچھ چاہے سمجھتا رہے۔ بہرحال یہ بڑی تیزی سے کشاں کشاں اپنے ربِّ حقیقی کی طرف جا رہا ہے۔ کیونکہ یہاں تو ہر فردِ بشر کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔ خواہ وہ عام انسان ہو یا خُدا کا برگزیدہ پیغمبر

(۲) **قیامت کا دن** قیامت کا آنا اٹل ہے۔ وہ اچانک آئے گی۔ اس کا آنا ایک عظیم حادثہ ہوگا۔ اس کے آنے پر ایک بہت بڑا ہنگامہ برپا ہوگا۔ تمام نظامِ عالم نیست و نابود ہو جائے گا۔

(۳) **روزِ محشر اور حساب و کتاب** تمام انسانوں کو اپنے اپنے اعمال کی جوابدہی کے لیے روزِ محشر کو اللہ تعالےٰ کے حضور لازماً حاضر ہونا پڑے گا۔ اس دن ہر فردِ بشر اپنی کوشش اور دوڑ دھوپ کو یاد کرے گا جسے نامۂ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دیا گیا اس کا حساب کتاب نرمی سے لیا جائے گا اور وہ اپنے لوگوں میں بڑا خوش و خرم پلٹے گا۔ یہ وہ شخص ہے جس کے اندر خدا کا خوف اور آخرت میں خُدا کے ہاں جوابدہی کا احساس تھا۔ دنیا میں اُس نے اپنی خواہشات پر پورا پورا قابو رکھا تھا۔ یہ بہت خوش نصیب ہوگا۔

اس کے برعکس جسے نامۂ اعمال اس کی پیٹھ پیچھے سے دیا گیا وہ موت کو یاد کرے گا۔ یہ وہ شخص تھا جو دنیا میں خدا کا باغی رہا اور اپنی خواہشات کا بندہ بنا رہا یہ بہت بدنصیب ہوگا۔

(۴) **جنّت** یہ ان خوش نصیب لوگوں کی جگہ ہے جو حساب و کتاب میں کامیاب ہو جائیں گے۔ اصل میں یہی لوگ کامیاب ہیں۔ ان کو یہاں ان کی خواہش اور تمنا کے مطابق ہر چیز نصیب ہوگی اور وُہ یہاں ہمیشہ رہیں گے۔

(۵) **دوزخ** یہ جگہ ان بدنصیبوں کی ہوگی جو حساب و کتاب میں بُری طرح ناکام ہوں گے یہ دوزخ کی گرمی اور شدت کی وجہ سے ہانپیں گے اور پھنکارے ماریں گے۔ اصل میں یہی لوگ ناکام و نامراد ہوں گے۔ یہ بھی یہاں ہمیشہ رہیں گے۔

Marfat.com
Marfat.com

(۶) دائمی اور ابدی زندگی جنت اور دوزخ کی زندگی ہمیشہ کی زندگی ہوگی۔ اس میں موت نہیں آئے گی خدا کے نیک اور فرماں بردار لوگ ہمیشہ جنت میں عیش و آرام سے زندگی بسر کریں گے جبکہ خدا کے باغی اور نافرمان ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔ ان کا وہاں بڑا بُرا حال ہوگا۔ یہ موت کو بار بار پکاریں گے مگر وہ ان کو آئے گی نہیں۔

(۷) انسان کے لیے لمحۂ فکریہ یہ ہے آپ کے پیغام کی وہ آخری خصوصیت جس میں انسان کے ابدی مقام کی نشان دہی کی گئی ہے۔ اب انسان کے لیے یہ لمحۂ فکریہ ہے کہ وہ ان دونوں ابدی مقامات میں سے کس مقام کو اپنے لیے پسند کرتا ہے کیونکہ یہاں تو انسان جو بھی رویۂ زندگی اختیار کرے گا۔ اسی کے مطابق اسے اخروی زندگی میں ابدی مقام (جنت یا دوزخ کی شکل میں) ملے گا۔

خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو اپنی زندگیوں کا نصب العین پیغام سیرت کی روشنی میں بناتے ہیں اور پھر پورے خلوص سے اس جامع اور کامل پیغام سیرت پر عمل پیرا ہو رہے ہیں۔ جس میں اس قدر عظیم الشان خصوصیات پائی جاتی ہیں۔ جو کسی دوسرے نظام اور طریقۂ زندگی میں نہیں پائی جاتیں پھر یہ امت مسلمہ بھی بڑی ہی صاحب نصیب ہے جو ایسے پیغام کی حامل ہے جو تا قیامت محفوظ اور باقی رہنے والا ہے اور جس کی نظیر دنیا میں کسی قوم و ملت کے پاس موجود نہیں ہے اس کے باوجود اگر پھر بھی یہ اُمت مسلمہ اس پر عمل پیرا نہ ہوا اور اسے لوگوں تک پہنچا کر اتمام حجت نہ کرے تو پھر اللہ کے رسول ؐ کی اس شکایت کا کیا جواب دے گی جب وہ اللہ کے حضور قیامت کے دن پیش کریں گے کہ:

يٰرَبِّ اِنَّ قَوۡمِی اتَّخَذُوۡا هٰذَا الۡقُرۡاٰنَ مَهۡجُوۡرًا۔ (الفرقان - ۳۰)

"اے میرے رب، میری قوم کے لوگوں نے اس قرآن کو نشانۂ تضحیک بنا لیا تھا۔"

اگرچہ آپ کی یہ شکایت اُس وقت ان اہل قریش کے خلاف تھی جو آپ کے پیغام کو نشانۂ تضحیک بنا رہے تھے۔ مگر درجہ بدرجہ اس کا اطلاق اُن سب پر بھی ہوتا ہے جو آپ کے پیغام کو قبول کرنے کے باوجود اس کے تقاضے پورے کرنے سے مجرمانہ غفلت کے مرتکب ہو رہے ہیں۔

Marfat.com
Marfat.com

اگر یہ حقیقت ذہن نشین ہو جائے تو آج ہم پر بحیثیتِ اُمت مسلمہ ایک بہت بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ سب سے پہلے ہم خود اس پیغام سیرت کو سمجھیں، اس پر عمل پیرا ہوں، اسے اپنے ملک میں قائم ونافذ کریں اور اقوام عالم کے سامنے اس کی عملی شہادت پیش کر کے اتمام حجت ادا کریں۔ یہ پیغام سیرت جو قرآن وسنت پر مشتمل ہے۔ اس کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہماری واحد راہ نجات یہی ہے۔ کہ ہم ہوش کے ناخن لیں اور آج ہی سے ہم اس صراطِ مستقیم پر چل پڑیں جو ہمیں ہمارے ابدی مقام، فردوس گم گشتہ کی طرف لے جاتی ہے۔ یہ وہ شاہراہ ہے جس پر انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین چل رہے ہیں۔ اسی صراطِ مستقیم پر چلنے والوں کو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے اور انہی کے نقش قدم پر چلنے والے دنیا و آخرت میں کامیاب و کامران ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ہم مسلمانوں کو اپنے ایسے ہی منظورِ نظر بندوں میں شامل ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین ؛

Marfat.com
Marfat.com

چھٹا باب

پیغام سیرت

۱۔ **پیغام سیرت سے مراد** پیغام سیرت سے مراد پیغام نبوت و رسالت ہے۔ یہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ پیغام ہے جو بعثت کے بعد آپ اپنی زندگی کے آخری تیئس سال میں لوگوں کے سامنے پیش فرماتے رہے تھے۔ اس کے دو حصے ہیں اور یہ دونوں ہی اپنی جگہ بڑے اہم اور لازم و ملزوم ہیں۔ پہلے حصے کا نام "کتاب اللہ" ہے۔ جسے "قرآن حکیم" بھی کہا جاتا ہے اور دوسرے حصے کا نام "سنت" ہے۔ جو "اسوۂ حسنہ" بھی کہلاتا ہے۔

(۱) **کتاب اللہ** یہ پیغام سیرت کا وہ حصہ ہے جسے وحی جلی اور وحی متلو بھی کہا جاتا ہے لوگوں تک اس کا پہنچانا اور اس کی دعوت و تبلیغ کرنا فرض تھا جیسا کہ قرآن میں مذکور ہے۔

(۱) یہ اللہ کی کتاب ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں۔ (البقرہ - ۲)

(۲) "اے پیغمبر! جو کچھ تمہارے رب کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے وہ لوگوں تک پہنچا دو۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو اس کی پیغمبری کا حق ادا نہ کیا۔ اللہ تم کو لوگوں کے شر سے بچانے والا ہے۔ یقین رکھو کہ وہ کافروں کو (تمہارے مقابلے میں) کامیابی کی راہ ہرگز نہ دکھائے گا۔ (المائدہ - ۶۷)

(۲) **سنت** یہ پیغام سیرت کا وہ حصہ ہے جسے وحی خفی اور وحی غیر متلو بھی کہا جاتا ہے۔ اور اسے حدیث بھی کہتے ہیں کیونکہ آپ نے خدا تعالیٰ کی مرضی کے مطابق پیغام کے پہلے حصے کی پیروی میں اپنی زندگی کے آخری تیئس سال بسر کیے تھے۔ آپ نے اپنی بعثت کی زندگی میں ایک طرف قرآن کو لوگوں کے سامنے پیش کیا، دوسری طرف اس کے مطابق خود

Marfat.com
Marfat.com

عمل کیا۔ تیسری طرف جس نے اسے قبول کیا، آپؐ نے اُسے اس کی تعلیم دی کتاب کے مشکل الفاظ کی وضاحت فرمائی، اس کے رموز و اسرار اور اس کے منشار کو واضح فرمایا۔ اور اہلِ ایمان کے عقائد، نظریات اور خیالات کی تطہیر کر کے انہیں پاکیزہ بنایا۔ آپؐ کا یہ تمام کام سنت اور اسوۂ حسنہ کہلاتا ہے۔ پیغام کا یہ حصّہ بھی اسی طرح ضروری ہے جس طرح پیغام کا پہلا حصّہ ضروری ہے۔ قرآن کی طرح اس دوسرے حصّہ کا اتباع کرنا بھی اہلِ ایمان پر لازمی ہے۔ جب تک اس دوسرے حصّے کا اتباع نہ کیا جائے اس وقت تک کوئی بندہ نہ محبوب خدا ہو سکتا ہے اور نہ ہی وہ روحِ قرآن سے آشنا ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ قرآن میں مذکور ہے۔

اے نبیؐ لوگوں سے کہہ دو۔ "اگر تم حقیقت میں اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی اختیار کرو۔ اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہاری خطاؤں سے درگذر فرمائے گا۔ وہ بڑا معاف کرنے والا اور رحیم ہے۔" (آلِ عمران - ۳۱)

۲۔ نور پیغام سیرت کے ان دونوں حصّوں (کتاب وسُنت) کو نُور (روشنی) بھی کہا گیا ہے۔ کیونکہ یہ لوگوں کو کفر و شرک اور بدعت و نفاق کے اندھیروں سے نکال کر توحید و ہدایت کی روشنی کی طرف لے جاتا ہے اس وجہ سے اہلِ ایمان کے لیے اس کا اتباع کرنا لازمی قرار دیا گیا ہے۔ جیسا کہ قرآن میں مذکور ہے۔

(۱) لہٰذا جو لوگ اُس (نبی) پر ایمان لائیں اور اس کی حمایت و نصرت کریں اور اس روشنی (قرآن) کی پیروی اختیار کریں جو اس کے ساتھ نازل کی گئی ہے، وہی فلاح پانے والے ہیں۔" (الاعراف ۱۵۷)

(۲) تمہارے پاس اللہ کی طرف سے روشنی آگئی ہے اور ایک ایسی حق نما کتاب جس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو اس کی رضا کے طالب ہیں سلامتی کے طریقے بتاتا ہے اور اپنے اذن سے اُن کو اندھیروں سے نکال کر اجالے کی طرف لاتا ہے اور راہِ راست

Marfat.com
Marfat.com

کی طرف ان کی رہنمائی کرتا ہے۔" (المائدہ ۱۵، ۱۶)

(۳) "اے نبیؐ، ہم نے تم کو بھیجا ہے گواہ بنا کر، بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر، اللہ کی اجازت سے اس کی طرف دعوت دینے والا بنا کر اور روشن چراغ بنا کر۔ بشارت دے دو ان لوگوں کو جو (تم پر) ایمان لائے کہ اُن کے لیے اللہ کی طرف سے بڑا فضل ہے۔" (الاحزاب ۴۵-۴۶)

وضاحت: یہاں پہلی آیت میں نور سے مُراد قرآنِ حکیم ہے اور دُوسری آیت میں نور سے مراد صرف قرآن یا کتاب وسنت دونوں ہو سکتے ہیں اور تیسری آیت میں سراج منیر سے مراد آپؐ کی سیرتِ طیبہ (سنت اور اسوۂ حسنہ) ہے جس کی وجہ سے کفر و شرک اور بدعت و نفاق کے تمام اندھیرے کافور ہو گئے تھے۔

۳۔ کتاب وسنت

مذکورہ بالا کی روشنی میں پیغامِ سیرت سے مراد کتاب وسنت ہے۔ یعنی ایک تو اللہ تعالیٰ کا کلام جو قرآن کی شکل میں ہمارے پاس موجود ہے۔ دُوسرا آپؐ کا اسوۂ حسنہ جسے سُنت بھی کہتے ہیں۔ یہ بھی احادیث و سیَر کی شکل میں ہمارے پاس موجود ہے۔ ان دونوں (کتاب وسنت) کے مطابق عمل پیرا ہونے والا ہی مومن ومسلم کہلاتا ہے اور وہی جادۂ حق اور صراطِ مستقیم پر بھی گامزن ہوتا ہے، مگر جو شخص ان دونوں میں سے کسی ایک کو مانتا ہے اور دوسرے سے انکار کرتا ہے یا دونوں ہی کو نہیں مانتا تو وہ لازماً شیطان کا آلۂ کار بن جاتا ہے اور وہ کسی صورت میں بھی پیغامِ سیرت کے پیش کردہ صراطِ مستقیم پر نہیں چل سکتا۔ جیسا کہ حضورؐ کا ارشادِ گرامی ہے۔

تَرَكْتُ فِيكُمْ أَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا كِتَابَ اللّٰهِ وَسُنَّةَ نَبِيِّهِ (مؤطا امام مالکؒ)

میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں۔ اگر تم نے ان دونوں کو

Marfat.com
Marfat.com

مضبوطی سے تھامے رکھا تو کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ ان میں سے ایک تو اللہ کی کتاب (قرآن) ہے اور دوسری نبیؐ کی سنت (حدیث اور اسوۂ حسنہ) ہے۔

وضاحت:

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کتاب و سنت ہر دو پر عمل کرنے کو لازمی قرار دیا ہے کیونکہ یہ دونوں ہی ہدایت و رہنمائی کے لیے لازم و ملزوم ہیں۔ یہ امر واقعہ ہے کہ نبی کے بغیر کتاب انسانی سمجھ کے لیے ایک معمہ اور چیستاں بن جاتی ہے۔ اس کے معانی و مطالب نبی کی تعلیم و تشریح کے بغیر پوری طرح سمجھ میں آنا بہت مشکل ہیں اور اگر کوئی فردِ بشر نبی کے بغیر کتاب کو سمجھنے کی کوشش کرے گا تو وہ لازماً جادۂ حق سے بھٹک جائے گا۔ جیساکہ منکرینِ حدیث کا گروہ سنتِ رسول سے محروم ہو کر ضلالت و گمراہی کے اندھیروں میں ٹھوکریں کھاتا پھر رہا ہے۔

اس کے برعکس اگر کتاب اللہ کے بغیر نبی کو لیا جائے تو اس کے پیروکار اس کے انتقال کر جانے کے بعد اس کی عقیدت و محبت میں غلو کر کے اُسے بشر اور بندہ سمجھنے کے بجائے خدا کی ذات و صفات میں شریک کرنے لگتے ہیں یا اسے خدا ہی بنا لیتے ہیں۔ جیساکہ سابقہ امتوں نے اپنے پیغمبروں کے ساتھ کیا تھا کہ بعض نے حضرت عزیرؑ اور حضرت عیسیٰؑ کو خدا کا بیٹا بنا لیا تھا اور بعض نے حضرت عیسیٰؑ اور حضرت مریمؑ کو خدا بنا لیا تھا۔

۴۔ سلام

پیغامِ سیرت سے مراد اسلام بھی ہے جس کا مفہوم اطاعت و فرمانبرداری ہوتا ہے اور امن و سلامتی بھی۔ ہر اللہ کا پیغمبر لوگوں کو اس کی دعوت دیتا رہا ہے تاکہ لوگ اللہ کی اطاعت و فرماں برداری کر کے امن و سلامتی کی راہ پر گامزن ہو سکیں۔ یہی اللہ تعالیٰ کا وہ اصل پسندیدہ طریقہ ہے۔ جسے اس نے تمام نوعِ انسانی کے لئے مقرر فرمایا ہے اس کے دو حصے ہیں (۱) دین

Marfat.com
Marfat.com

(۲) شریعت ۔

(۱) **دین** دین سے مراد وہ اصول وکلیات ہیں جو اللہ تعالیٰ نے انسانی زندگی کے لیے لازمی قرار دیئے ہیں۔ جن کی دعوت وتبلیغ ہر اللہ کا پیغمبر اپنے اپنے زمانہ کے لوگوں کو کرتا رہا ہے۔ اور یہ بالکل غیر متبدل ہوتے ہیں۔ ان میں کوئی فردِ بشر خواہ وہ اللہ کا پیغمبر ہی کیوں نہ ہو کسی قسم کا ردّ وبدل نہیں کرسکتا بلکہ وہ خود بھی خُدا کے اس نازل کردہ دین کا پابند ہوتا ہے اور دوسروں کو بھی اس کی پابندی کرنے کے لیے دعوت وتبلیغ کرتا رہتا ہے ۔

(۲) **شریعت** شریعت سے مراد پیغمبر خُدا کا وُہ عملی طریقہ ہوتا ہے جسے وُہ اپنے اپنے زمانے کے حالات وضروریات کے پیش نظر خُدا کی رہنمائی اور اس کے نازل کردہ دین کی روشنی میں اختیار کرتا ہے۔ اس لحاظ سے شریعت میں تھوڑا بہت فرق اور ردّ و بدل ہوتا رہا ہے

۵ . عالمگیر اور دائمی شریعت

اب چونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کو مبعوث ہو کر نہیں آنا ہے اس لیے اب آپؐ کی شریعت اور طریقہ زندگی کو تا قیامت تمام نوعِ انسانی کے لیے لازمی قرار دیا گیا ہے۔ گویا آپؐ کے پیغام کے دو حصے ہیں: پہلا حصہ تو غیر متبدل اور دائمی ہے اور اس میں اسلام کے اصول وکلیات شامل ہیں۔ اس کے برعکس دوسرا حصہ شارعؑ کا طرزِ زندگی ہے جسے شریعت بھی کہتے ہیں۔ اس میں اسلام کی جزئیات اور تفصیلات شامل ہیں۔ تمام پیغمبروں کی شریعتیں صرف ان کے اپنے دورِ نبوت تک ہی محدود تھیں۔ اس کے برعکس چونکہ حضورؐ خاتم النبیین ہیں اور آپؐ کا دورِ نبوت تا قیامت باقی رہنے والا ہے۔ اس لیے آپؐ کی شریعت بھی پہلے حصہ کی طرح عالمگیر و دائمی قرار پائی ہے۔ اب آپؐ کے پیغام کے ان دونوں حصوں کو معلوم کرنا پھر ان پر ایمان لانا اور ان کے مطابق اپنی زندگی بنانا ہی انسان کی حقیقی فوز و فلاح ہے یہاں اس پیغام کو اچھی طرح ذہن نشین کرنے کیلیے چند بنیادی امور کی وضاحت کی جاتی ہے :

Marfat.com
Marfat.com

۱۔ چند بنیادی حقیقتیں۔ ۲۔ پیغام و دعوت۔
۳۔ کلمہ طیبہ۔ ۴۔ مومنانہ سیرت و کردار

انسان کی اصل حقیقت

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دنیائے انسانیت کو پیغام دیا ہے اسے پوری طرح سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ سب سے پہلے یہاں انسان کی اصل حقیقت کو ذہن نشین کر لیا جائے۔ صاحب تفہیم القرآن نے انہیں مقدمہ تفہیم القرآن میں اس طرح بیان فرمایا ہے،

۱۔ آزادیٔ عمل "خداوند عالم نے جو ساری کائنات کا خالق، مالک اور فرمانروا ہے۔ اپنی بے پایاں مملکت کے اس حصے میں جسے زمین کہتے ہیں، انسان کو پیدا کیا۔ اسے جاننے اور سوچنے اور سمجھنے کی قوتیں دیں، بھلائی اور برائی کی تمیز دی، انتخاب اور ارادے کی آزادی عطا کی، تصرف کے اختیارات بخشے اور فی الجملہ ایک طرح کی خود مختاری AUTONOMY دے کر اسے زمین میں اپنا خلیفہ بنایا۔"

۲۔ صحیح رویۂ زندگی "اس منصب پر انسان کو مقرر کرتے وقت خداوند عالم نے اچھی طرح اس کے کان کھول کر یہ بات اس کے ذہن نشین کر دی تھی کہ تمہارا اور تمام جہان کا مالک، معبود اور حاکم میں ہوں میری اس سلطنت میں نہ تم خود مختار ہو، نہ کسی دوسرے کے بندے ہو، اور نہ میرے سوا کوئی تمہاری اطاعت و بندگی اور پرستش کا مستحق ہے۔ دنیا کی یہ زندگی جس میں تمہیں اختیارات دے کر بھیجا جا رہا ہے دراصل تمہارے لیے ایک امتحان کی مدت ہے جس کے بعد تمہیں میرے پاس واپس آنا ہوگا۔ اور میں تمہارے کام کی جانچ کر کے فیصلہ کروں گا کہ تم میں سے کون امتحان میں کامیاب رہا ہے اور کون ناکام۔
تمہارے لیے صحیح رویہ یہ ہے کہ تم مجھے اپنا واحد معبود اور حاکم تسلیم کرو۔ جو ہدایات میں بھیجوں ان کے مطابق دنیا میں کام کرو۔ اور دنیا کو دارالامتحان سمجھتے ہوئے اس شعور کے ساتھ

Marfat.com
Marfat.com

زندگی گذارو کہ تمہارا اصل مقصد میرے آخری فیصلے میں کامیاب ہونا ہے۔ اس کے برعکس تمہارے لیے ہر وہ رویہ غلط ہے جو اس سے مختلف ہو۔ اگر پہلا رویہ اختیار کرو گے (جسے اختیار کرنے کے لیے تم آزاد ہو) تو تمہیں دنیا میں امن و اطمینان حاصل ہوگا اور جب میرے پاس پلٹ کر آؤ گے تو میں تمہیں ابدی راحت و مسرت کا وہ گھر دوں گا جس کا نام جنت ہے اور اگر دوسرے کسی رویہ پر چلو گے (جس پر چلنے کے لیے بھی تم کو آزادی ہے) تو دنیا میں تم کو فساد اور بے چینی کا مزہ چکھنا ہوگا اور دنیا سے گذر کر عالم آخرت میں جب آؤ گے تو ابدی رنج و مصیبت کے اس گڑھے میں پھینک دیئے جاؤ گے جس کا نام دوزخ ہے۔"

۳۔ خلافتِ ارضی اور ہدایت و رہنمائی | "انسان کو صحیح رویۂ زندگی سے آگاہ کرنے کے بعد مالکِ کائنات نے نوعِ انسانی کو زمین میں جگہ دی اور اس نوع کے اوّلین افراد (آدم اور حوّا علیہما السلام) کو زمین میں وہ ہدایت بھی دے دی جس کے مطابق انہیں اور اُن کی اولاد کو زمین میں کام کرنا تھا۔ یہ اولین انسان جہالت اور تاریکی کی حالت میں پیدا نہیں ہوئے تھے۔ بلکہ خدا نے زمین پر اُن کی زندگی کا آغاز پوری روشنی میں کیا تھا وہ حقیقت سے واقف تھے۔ انہیں ان کا قانونِ حیات بتا دیا گیا تھا۔ ان کا طریق زندگی خدا کی اطاعت (یعنی اسلام) تھا اور وہ اپنی اولاد کو بھی یہی بات سکھا کر گئے۔ کہ وہ مطیعِ خدا (مسلم) بن کر رہیں۔"

۴۔ انسان کی گمراہی کا آغاز | "رفتہ رفتہ انسان اس صحیح طریق زندگی (دینِ اسلام) سے منحرف ہو کر مختلف قسم کے غلط رویوں کی طرف چل پڑے۔ انہوں نے غفلت سے اس کو گم بھی کیا۔ اور شرارت سے اس کو مسخ بھی کر ڈالا۔ انہوں نے خدا کے ساتھ زمین و آسمان کی مختلف انسانی اور غیر انسانی، خیالی اور مادی ہستیوں کو خدائی میں شریک ٹھہرا لیا۔ انہوں نے خدا کے دیے ہوئے علمِ حقیقت (العلم) میں طرح طرح کے اوہام اور نظریوں اور فلسفوں کی آمیزش کر کے بے شمار مذاہب پیدا کر لیے۔ انہوں نے خدا کے مقرر کیے ہوئے

Marfat.com
Marfat.com

عادلانہ اصولِ اخلاق و تمدن (شریعت) کو چھوڑ کر یا بگاڑ کر اپنی خواہشات نفس اور اپنے تعصبات کے مطابق اپنے قوانین زندگی گھڑ لیے جس سے خدا کی زمین ظلم سے بھر گئی"۔

۵. خدا کی عدم مداخلت

"خدا نے جو محدود خود مختاری انسان کو دی ہے اس کے ساتھ یہ بات مطابقت نہ رکھتی تھی کہ وہ اپنی تخلیقی مداخلت سے کام لے کر ان بگڑے ہوئے انسانوں کو زبردستی صحیح رویۂ زندگی کی طرف موڑ دیتا اور اس نے دنیا میں کام کرنے کے لیے جو مہلت اس نوع کے لیے اور اس کی مختلف قوموں کے لیے مقرر کی تھی۔ اس کے ساتھ یہ بات بھی مطابقت نہ رکھتی تھی کہ اس بغاوت کے رونما ہوتے ہی وہ انسانوں کو ہلاک کر دیتا۔"

۶. بعثتِ انبیاء

"پھر جو کام ابتدائے آفرینش سے اس نے اپنے ذمے لیا تھا۔ وہ یہ تھا کہ انسان کی خود اختیاری کو برقرار رکھتے ہوئے اس کی مہلتِ عمل کے دوران میں اس کی رہنمائی کا انتظام وہ کرتا رہے گا چنانچہ اپنی اس خود عائد کردہ ذمہ داری کو ادا کرنے کے لیے اُس نے انسانوں ہی میں سے ایسے آدمیوں کو استعمال کرنا شروع کیا۔ جو اس پر ایمان رکھنے والے اس کی رضا کی پیروی کرنے والے تھے۔ اُس نے ان کو اپنا نمائندہ بنایا۔ اپنے پیغامات اُن کے پاس بھیجے۔ ان کو علمِ حقیقت بخشا۔ انہیں صحیح قانونِ حیات عطا کیا اور انہیں اس کام پر مامور کیا کہ بنی آدم کو اُسی راہِ راست کی طرف پلٹنے کی دعوت دیں جس سے وہ ہٹ گئے تھے۔"

۷. مقصدِ بعثت

"یہ پیغمبر مختلف قوموں اور ملکوں میں اُٹھتے رہے۔ ہزارہا برس تک ان کی آمد کا سلسلہ چلتا رہا۔ ہزارہا کی تعداد میں وہ مبعوث ہوئے۔ اُن سب کا ایک ہی دین تھا یعنی وہ صحیح رویّہ جو اوّل روز ہی انسان کو بتا دیا گیا تھا۔ وہ سب ایک ہی ہدایت کے پیرو تھے یعنی اخلاق و تمدّن کے وہ ازلی و ابدی اصول جو آغاز ہی میں انسان کے لیے تجویز کر دیے گئے تھے۔ اور اُن سب کا ایک ہی مشن تھا یعنی یہ کہ اس دین اور ہدایت

Marfat.com
Marfat.com

کی طرف اپنے ابنائے نوع کو دعوت دیں پھر جو لوگ اس دعوت کو قبول کرلیں ان کو منظم کر کے ایک ایسی اُمت بنائیں جو خود اللہ کے قانون کی پابند ہو اور دنیا میں قانونِ الٰہی کی اطاعت کا نظام قائم کرنے اور اُس قانون کی خلاف ورزی سے روکنے کے لیے جد وجہد کرے۔ ان پیغمبروں نے اپنے اپنے دَور میں اپنے اس مشن کو بڑی خوبی کے ساتھ ادا کیا۔"

۸۔ دعوت کا ردِ عمل "مگر ہمیشہ یہی ہوتا رہا کہ انسانوں کی ایک کثیر تعداد تو ان کی دعوت قبول کرنے پر آمادہ ہی نہ ہوئی اور جنہوں نے اسے قبول کر کے اُمتِ مسلمہ کی حیثیت اختیار کی وہ رفتہ رفتہ خود بگڑتے چلے گئے۔ حتیٰ کہ اُن میں سے بعض اُمتیں ہدایت الٰہی کو بالکل ہی گم کر بیٹھیں اور بعض نے خدا کے ارشادات کو اپنی تحریفات اور آمیزشوں سے مسخ کر دیا۔"

۹۔ حضورؐ کی بعثت "آخر خداوندِ عالم نے سرزمینِ عرب میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی کام کے لیے مبعوث کیا جس کے لیے پچھلے انبیاء آتے رہے تھے۔ اُن کے مخاطب عام انسان بھی تھے اور پچھلے انبیاء کے بگڑے ہوئے پیرو بھی۔ سب کو صحیح روّیہ کی طرف دعوت دینا سب کو از سرِ نو خدا کی ہدایت پہنچا دینا اور جو اس دعوت و ہدایت کو قبول کریں انہیں ایسی اُمّت بنا دینا اُن کا کام تھا جو ایک طرف خود اپنی زندگی کا نظام خدا کی ہدایت پر قائم کرے اور دوسری طرف دنیا کی اصلاح کے لیے جد وجُہد کرے۔"

۱۰۔ فریضۂ شہادتِ حق چونکہ حضورؐ کی تشریف آوری کے بعد سلسلۂ بعثت و نبوت ہمیشہ کے لیے منقطع ہو گیا ہے اور تا قیامت حضورؐ ہی کا دورِ نبوت باقی رہنے والا ہے اور آپؐ ہی کی امت کو امتِ خیر، امتِ وسطاً اور سب سے آخری اُمت ہونے کا شرف حاصل ہوا ہے۔ اس لیے اب فریضۂ شہادتِ حق ادا کرنے کی ذمہ داری بھی اسی پر عائد ہوتی ہے اور اس سے سبکدوش ہونے کا صرف یہ طریقہ ہے کہ سب سے پہلے یہ خود حضورؐ کے پیغام دعوت کو سمجھے، پُورے خلوص سے اسے عملی جامہ پہنائے اور اسے اپنے ملک و وطن میں قائم و نافذ کر کے خود بھی اس کی برکات سے مستفیض ہو اور اقوامِ عالم کو بھی اس سے متمتع ہونے

Marfat.com
Marfat.com

کی دعوتِ عام دے ۔ تاکہ آخرت میں اللہ تعالیٰ کے ہاں سرخرو ہو سکے ۔

۲۔ پیغام و دعوت

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا کا پیغمبر ہونے کی حیثیت سے جو پیغام لوگوں کو دیا ہے وہ بڑا ہی جامع ہے اور وہ انسانی زندگی کے تمام شعبوں کے لیے مکمل رہنمائی کرتا ہے اسے اختصار کے ساتھ یہاں بیان کیا جاتا ہے تاکہ آپ کے پیغام و دعوت کے چند اہم اور بنیادی اصول و کلیات کی کسی حد تک معرفت حاصل ہو جائے ۔

۱۔ وحدتِ خدا ہر پیغمبر جو دنیا میں آیا ہے اس کی دعوت کا مرکزی نقطۂ نظر خدا کی توحید اور اس کی وحدت کا صحیح تصور انسانوں کے ذہنوں میں ڈالنا تھا۔

چنانچہ ۔

(۱) آپ نے بھی اپنے پیغام میں سب سے پہلے یہی بات تبلائی ہے کہ تمام کائنات نہ تو بے خدا ہے اور نہ ہی اس کے بے شمار خدا ہیں بلکہ اس ساری کائنات کا خالق و رازق اور مالک و حاکم صرف ایک ہی خدا ہے اس کے سوا نہ کوئی پہلے تھا نہ اب ہے اور نہ آئندہ ہی ہوگا ۔ نیز نہ اس کی ذات میں نہ اس کی صفات میں، نہ اس کے اختیارات میں اور نہ اُس کے حقوق ہی میں کوئی دوسرا اس کا شریک اور حصہ دار ہے بلکہ وہ ہر لحاظ سے وحدہٗ لاشریک ہے اور پوری کائنات پر اس کا اپنا ہی اقتدار ہے :

وَإِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ ۖ لَّا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَٰنُ الرَّحِيمُ (۱۶۳ ۔ البقرہ)

تمہارا خدا ایک ہی خدا ہے ۔ اس رحمٰن و رحیم کے سوا کوئی خدا نہیں ہے ۔

وضاحت : ۱۔ یہ عظیم الشان وسیع و عریض کائنات خود اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اس کا خالق و حاکم بڑا ہی مدبّر و منتظم ہے جو اسے اپنی عظیم قوت و طاقت سے نہ صرف معرضِ وجود میں لایا ہے

Marfat.com
Marfat.com

بلکہ اسے برقرار بھی رکھے ہوئے ہے۔ اس عالم ہست و بود میں انسان جس قدر غور و خوض کرے گا خُدا کی توحید کا تصوّر اسی قدر اس کے قلب و دماغ میں راسخ ہوتا جائے گا۔

(ب) جدید تحقیقات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ عظیم الشان کرّۂ ارض جس پر ہم زندگی بسر کرتے ہیں۔ اس کا قطر ۱۳۸۴۰۰ کلومیٹر ہے۔ مگر جس نظام شمسی میں یہ کرّہ پایا جاتا ہے اس کا سورج اس سے زمین لاکھ گنا بڑا ہے اور وہ اس سے اتنی دُور واقع ہے کہ اس کی روشنی ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل فی سیکنڈ کی رفتار سے چار نوری سال کی مدت میں زمین تک پہنچتی ہے پھر ہمارا یہ نظام شمسی جس قریب ترین کہکشاں (GALAXY) میں واقع ہے اس میں تقریباً ۳ ارب اور بھی سورج پائے جاتے ہیں جو کائنات کا ایک معمولی سا حصّہ ہیں۔ ابھی تک انسانی مشاہدہ میں جو کہکشاں آچکی ہیں ان کی تعداد دس لاکھ تک ہے اور قریب ترین کہکشاں کی روشنی کو زمین پر آنے میں دس لاکھ سال کی مدت درکار ہوتی ہے جبکہ بعید ترین کہکشاں کی روشنی کو دس کروڑ سال لگ جاتے ہیں پھر خدا کی کل کائنات کے ساتھ اس انسانی مشاہدہ میں آنے والی کائنات کو وہی نسبت ہے جو ایک قطرہ کو سمندر کے ساتھ ہو سکتی ہے۔

(ج) اس سے اللہ تعالیٰ کے واحد الٰہ ہونے کا تصور بڑی اچھی طرح ذہن نشین ہو جاتا ہے کہ اس وسیع و عریض کائنات کا نظم اور اس کی حکمت و صنعت اور مناسبت سے یہی پتہ چلتا ہے کہ اس کے پیچھے لازماً کوئی ناظم و منتظم، حکیم و دانا، صانع و کاریگر اور منصوبہ ساز و مدبر ہستی ہے اور وہ ہے بھی صرف ایک ہی ہستی جسے "اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ" (۲۔ آل عمران) (اللہ وہ زندۂ جاوید ہستی جو تمام کائنات کو سنبھالے ہوئے ہے اس کے سوا کوئی خدا نہیں ہے) کہتے ہیں اور وہ صرف خدائے واحد رحمٰن و رحیم ہی کی مقدس ذات ہے۔

(د) اللہ تعالیٰ کے واحد الٰہ ہونے کے بارے میں یہ عقلی دلیل بھی دی گئی ہے کہ اگر اس کائنات میں ایک سے زیادہ خدا ہوتے تو یہ سارا کارخانہ ہست و بود موجودہ شکل میں باقی نہیں رہ سکتا تھا۔ زیادہ خداؤں کے باہمی اختلافات کی شکل میں یہ سارا نظام عالم درہم برہم ہو جاتا۔ جیسا کہ

Marfat.com
Marfat.com

قرآن میں مذکور ہے۔

لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ۚ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ (۲۲) (الانبیاء)

"اگر آسمان و زمین میں ایک اللہ کے سوا دُوسرے خُدا بھی ہوتے تو (زمین و آسمان) دونوں کا نظام بگڑ جاتا۔ پس پاک ہے اللہ رب العرش ان باتوں سے جو یہ لوگ بنا رہے ہیں"۔

(۳) اللہ تعالیٰ کے واحد الہ ہونے کے بارے میں ایک دلیل یہ بھی دی گئی ہے کہ اگر اللہ تعالےٰ کی خُدائی میں کچھ دُوسری ہستیاں بھی شریک ہوتیں تو وُہ خود مالکِ عرش بننے کی کوشش کرتیں۔"اس لیے کہ چند ہستیوں کا خدائی میں شریک ہونا دو حال سے خالی نہیں ہو سکتا۔ یا تو سب اپنی اپنی جگہ مستقل خُدا ہوں یا ان میں سے ایک اصل خُدا ہو اور باقی اس کے بندے ہوں جنہیں اس نے کچھ خدائی اختیارات دے رکھے ہوں۔ پہلی صورت میں یہ کسی طرح ممکن نہ تھا کہ سب آزاد اور خود مختار ہمیشہ ہر معاملہ میں ایک دوسرے کے ارادے سے موافقت کرکے اس اتھاہ کائنات کے نظم کو اتنی مکمل ہم آہنگی، یکسانیت اور تناسب و توازن کے ساتھ چلا سکتے۔ ناگزیر تھا کہ ان کے منصوبوں اور ارادوں میں قدم قدم پر تصادم ہوتا۔ اور ہر ایک اپنی خدائی دوسرے خداؤں کی موافقت کے بغیر چلتی دیکھ کر کوشش کرتا کہ وہ تنہا ساری کائنات کا مالک بن جائے۔ رہی دوسری صورت تو بندے کا ظرف خدائی اختیارات تو درکنار خدائی کے ذرّہ سے وہم اور شائبے تک کا تحمل نہیں کر سکتا۔ اگر کہیں کسی مخلوق کی طرف ذراسی خدائی بھی منتقل کر دی جاتی تو وہ پھٹ پڑتا چند لمحوں کے لیے بھی بندہ بن کر رہنے پر راضی نہ ہوتا اور فوراً ہی خداوند عالم بن جانے کی فکر شروع کر دیتا"۔ (تفہیم القرآن جلد۔۲)

جیسا کہ قرآن میں بڑی وضاحت سے بیان کیا گیا ہے۔

"قُلْ لَّوْ كَانَ مَعَهٗٓ اٰلِهَةٌ كَمَا يَقُوْلُوْنَ اِذًا لَّابْتَغَوْا اِلٰى ذِى الْعَرْشِ سَبِيْلًا ۚ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى

Marfat.com
Marfat.com

عَمَّا يَقُولُونَ عُلُوًّا كَبِيرًا (بنی اسرائیل - ۴۳)

"(اے محمد) ان سے کہو کہ اگر اللہ کے ساتھ دوسرے خدا بھی ہوتے جیسا کہ یہ لوگ کہتے ہیں تو وہ مالک عرش کے مقام کو پہنچنے کی ضرور کوشش کرتے۔ پاک ہے اور بالا و برتر ہے وہ اُن باتوں سے جو یہ لوگ کہہ رہے ہیں"۔

(۴) جس کائنات میں گیہوں کا ایک دانہ اور گھاس کا ایک تنکا بھی اس وقت تک پیدا نہ ہوتا ہو جب تک کہ زمین و آسمان کی ساری قوتیں مل کر اس کے لیے کام نہ کریں۔ اس کے متعلق صرف ایک انتہا درجے کا جاہل اور کُند ذہن آدمی ہی یہ تصوّر کر سکتا ہے کہ اس کی فرمانروائی ایک سے زیادہ خود مختار یا نیم مختار خدا کر رہے ہوں گے جس نے کچھ بھی اس نظام کے مزاج اور طبیعت کو سمجھنے کی کوشش کی ہو وہ تو اس نتیجے پر پہنچے بغیر نہیں رہ سکتا کہ یہاں خدائی بالکل ایک ہی کی ہے اور اس کے ساتھ کسی درجے میں بھی کسی اور کے شریک ہونے کا قطعی امکان نہیں ہے۔ جیسا کہ قرآن کی بے شمار آیات خدا کے اِلٰہِ واحد ہونے کے بارے میں دلالت کرتی ہیں۔

"اس پر بھی لوگوں نے جنوں کو اللہ کا شریک ٹھہرا لیا حالانکہ وہ اُن کا خالق ہے اور بے جانے بوجھے اس کے لیے بیٹے اور بیٹیاں تصنیف کر دیں حالانکہ وہ پاک اور بالاتر ہے اُن باتوں سے جو یہ لوگ کہتے ہیں وُہ تو آسمانوں اور زمین کا موجد ہے اس کا کوئی بیٹا کیسے ہو سکتا ہے جبکہ کوئی اس کی شریکِ زندگی ہی نہیں ہے۔ اس نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے اور وہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔ یہ ہے اللہ تمہارا رب، کوئی خدا اس کے سوا نہیں ہے۔ ہر چیز کا خالق۔ لہٰذا تم اسی کی بندگی کرو اور وہ ہر چیز کا کفیل ہے نگاہیں اس کو نہیں پا سکتیں اور وہ نگاہوں کو پا لیتا ہے۔ وہ نہایت باریک بین اور باخبر ہے"۔ (الانعام - ۱۰۰ تا ۱۰۳)

۲۔ تخلیقِ حضرتِ انسان

پیغامِ سیرت میں دوسری چیز جو بیان کی گئی ہے وہ یہ ہے

Marfat.com
Marfat.com

کہ اس کائنات میں اِنسان کس طرح معرضِ وجود میں آیا؟ ۔ اس کی تخلیق کیسے ہُوئی۔ اس کا مبدأ و معاد کیا ہے؟

(۱) **مدارجِ تخلیق**: اللہ تعالیٰ نے تخلیق انسانی کے مدارج کو قرآن میں اس طرح ذکر کیا ہے:

(۱) **تُراب** = مٹی، خاک : انسان کی تخلیق کا آغاز مٹی سے ہُوا:

" اللہ کے نزدیک عیسیٰؑ کی مثال آدمؑ کی سی ہے۔ کہ
اللہ نے اسے مٹی سے پیدا کیا اور حکم دیا کہ ہو جا
اور وہ ہو گیا۔" (آلِ عمران - ۵۹)

(۲) **طِین** = گارا = یعنی جو مٹی اور پانی کی آمیزش سے بنایا گیا ہو:

" اور ہم نے انسان کو مٹی کے ست سے بنایا۔" (المؤمنون-۱۲)

(۳) **طِینِ لازِب** = لیس دار گارا = جو کافی عرصہ پڑا رہنے کی وجہ سے لیسدار ہو جائے۔

" ان کو تو ہم نے لیسدار گارے سے پیدا کیا۔" (صٰفّٰت-۱۱)

(۴) **حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ** = بُودار گارا
(۵) **صَلْصَال** = سڑا ہُوا خشک گارا
(۶) **فَخَّار** = ٹھیکری۔ پکی مٹی

(ا) " ہم نے انسان کو سڑی ہُوئی مٹی کے سوکھے گارے سے بنایا۔" (الحجر-۲۸)
(ب) انسان کو اُس نے ٹھیکری جیسے سوکھے سڑے گارے سے بنایا۔" (الرحمٰن-۱۴)

(۷) **اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ** = جسدِ خاکی۔ اِنسانی پتلا = جو اعلیٰ درجے کی شکل وصورت اور بہترین انسانی ساخت پر بنایا گیا ہو۔

" بیشک ہم نے اِنسان کو بہترین ساخت پر پیدا کیا۔" (التین-۴)

(۸) نفخِ روح = روح پھُونکنا : " سب سے پہلے خدا نے بشر، انسان (حضرت آدمؑ) کو بہترین ساخت پر پیدا کیا پھر اس نے اُس میں اپنی

Marfat.com
Marfat.com

رُوح پھُونکی۔

"اور پھر یاد کرو اس موقع کو جب تمہارے رب نے فرشتوں سے
کہا کہ میں سڑی ہُوئی مٹی کے سوکھے گارے سے ایک بشر پیدا
کر رہا ہوں جب میں اسے پُورا بنا چکوں اور میں اس میں اپنی
رُوح پھُونک دُوں تو تم سب اس کے آگے سجدہ میں
گر جانا"۔ (الحجر ۲۸ تا ۲۹

(۹) زوجِ حضرت حوّا : حضرت آدمؑ کا جوڑا یعنی حضرت حوّا کو اُن کی اپنی جنس سے
پیدا کیا۔

ا۔ "وہ اللہ ہی ہے جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اُس کی
جنس سے اس کا جوڑا بنایا تاکہ اس کے پاس سکون حاصل
کر سکے"۔ (الاعراف - ۱۸۹)

(ب) آغازِ نسلِ انسانی | حضرت آدمؑ اور حضرت حوّا سے نسلِ انسانی کا آغاز ہُوا۔ اِس کی تفصیل یہ ہے۔

(۱) نُطفہ : حقیر پانی کا قطرہ

(۲) مضغہ : گوشت کی بوٹی

(۳) عِظام : ہڈیاں

(۴) لحم : ہڈیوں کے اوپر والا گوشت

(۵) طفل : جب وہ ماں کے پیٹ میں سے پیدا ہوتا ہے

(۶) اَجلِ مسمّٰی : مدّتِ مقررّہ (دنیا کی زندگی

(۷) موت : جب انسان دنیا سے انتقال کر جاتا ہے

(۸) بعث بعد الموت : مرنے کے بعد پھر زندہ ہونا (المومنون ۱۲ تا ۱۶ رکوع ۵)

Marfat.com
Marfat.com

(۹) حساب وکتاب : حساب کتاب کے لیے اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہونا (بنی اسرائیل - ۱۴) و الغاشیہ - ۲۶

(۱۰) دائمی زندگی اور ابدی مقام : حساب وکتاب کے بعد اچھے یا بُرے اعمال کے نتیجے میں جنت اور دوزخ میں کسی ایک مقام میں دائمی حیات ملے گی۔ (ہود ۱۰۴ تا ۱۰۸) و (ابراہیم ۴۲ تا ۵۱)

ج۔ ڈاروِن کے نظریۂ ارتقاء کی تردید

(۱) انسان کے ان تخلیقی مدارج سے اس حقیقت پر بڑی اچھی طرح روشنی پڑتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے کس طرح تخلیق فرمایا تھا۔ اس سے ڈاروِن کے اس نظریے کی بھی خود بخود تردید ہو جاتی ہے جس میں یہ کہا گیا ہے کہ انسان پہلے بندر تھا۔ پھر بتدریج ترقی کرتے کرتے انسان کی موجودہ شکل میں تبدیل ہوا ہے۔ اُس کا یہ نظریہ نہ صرف بودا اور کمزور اور خلاف حقیقت ہے بلکہ اس میں خود حضرت انسان، جسے اللہ تعالیٰ نے اشرف المخلوقات بنایا ہے، کی بھی سراسر توہین ہوتی ہے۔ کاش کہ اس نے براہِ راست اس پُر حکمت اور حق و صداقت سے لبریز کتاب (قرآن مجید) کا مطالعہ سمجھ کر کیا ہو۔ تو وہ ایسا جاہلانہ اور احمقانہ نظریہ ہرگز اختیار نہ کرتا۔

(۲) ڈاروِن کا نظریہ خلافِ قرآن ہونے کے علاوہ خود مشاہدہ کے بھی خلاف ہے کیونکہ اگر انسان کا آغاز بندر سے ہوا ہے تو کیا وجہ ہے آج بندروں سے انسان بنتے نظر نہیں آرہے؟ اور پھر دوسرا سوال یہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ بندر سے انسان آہستہ آہستہ بتدریج ترقی کرتا کرتا موجودہ شکل میں آیا ہے یا پھر یہ یک دم بندر سے انسان بن جاتا ہے۔ آج جو بندر ہمارے مشاہدے میں آرہے ہیں۔ ان میں سے نہ کوئی یک ایک انسان بنتا دکھائی دیتا ہے اور نہ ہی بتدریج انسانی شکل میں مسخ ہوتا

Marfat.com
Marfat.com

نظر آرہا ہے۔ اس کے برعکس قرآن نے جو حقیقت انسان کی پیدائش کے بارے میں بیان کی ہے وہ صرف حق و صداقت پر مبنی ہی نہیں بلکہ ہمارے روزمرہ کے مشاہدے میں بھی آرہی ہے۔

۲۔ **انسان پر خدا کے خصوصی احسانات** پیغام سیرت میں تیسری بات یہ بیان کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان پر چند ایسے خصوصی احسانات کیے ہیں جو اس کے علاوہ کسی دوسری مخلوق پر نہیں کئے گئے۔ قرآن میں بڑی تفصیل سے ان کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہاں ان کا خلاصہ بیان کیا جاتا ہے تاکہ انسان کو کم از کم اپنے اس مقام و منصب کا تو اندازہ ہو جائے جو اللہ تعالیٰ نے اسے اس کائنات میں دے رکھا ہے۔ جس کی وجہ سے ابلیس آتش حسد میں جل رہا ہے کہ بشر کو یہ اتنا بڑا مقام کیوں دے دیا گیا ہے۔ مگر افسوس ہے ان نادان انسانوں پر جو اس کا آلۂ کار بن کر خود اپنے مقام انسانیت سے نیچے گر رہے ہیں۔

(۱) **انسان کی معجزانہ پیدائش** اللہ تعالیٰ نے اس حضرت انسان کو معجزانہ طریقہ سے پیدا کیا ہے جس کے لیے اُس نے اپنے دونوں ہاتھوں کا بھی ذکر کیا ہے۔ اس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ انسان خدا کی قدرت کا ایک عظیم شاہکار ہے۔ (صٓ - ۷۵)

(۲) **اَحسن تقویم** اللہ تعالیٰ نے قسم کھا کر فرمایا ہے کہ میں نے انسان کو بہترین ساخت پر پیدا کیا ہے (التین - ۴)

(۳) **تنفیخ رُوح** انسان کے جسد خاکی میں اللہ تعالیٰ نے اپنی رُوح پھونکی ہے (الحجر - ۲۹)

(۴) **سمیع و بصیر** اللہ تعالیٰ نے اسے سننے والا اور دیکھنے والا بنایا ہے اور اسے حق و باطل کی تمیز عطا فرمائی ہے۔ (الدہر - ۲)

Marfat.com
Marfat.com

(۵) علم اور نطق و بیان | اسے اشیاء کا علم عطا فرمایا (البقرہ - ۳۱)، اور نطق و بیان سکھایا۔ (الرحمٰن - ۴)

(۶) خلافتِ ارضی | اسے زمین میں اپنا خلیفہ اور نائب بنایا اور اختیارات اور ارادے کی آزادی عطا کی۔ (البقرہ - ۲۰)

(۷) اشرف المخلوقات | اسے کائنات کی بے شمار مخلوقات پر فضیلت عطا کی گئی ہے۔ (بنی اسرائیل - ۷۰)

۸۔ تسخیر کائنات | اس کے لیے ارض و سماء کی تمام چیزوں کو مسخر کر دیا گیا ہے۔ (لقمان - ۲۰، البقرہ - ۲۹)

(۹) مسجودِ ملائکہ | اسے مسجودِ ملائکہ بنایا گیا ہے (الحجر - ۲۹ - ۳۰)

(۱۰) وحی و نبوّت سے رہنمائی | اس حضرتِ انسان پر اللہ تعالیٰ نے سب سے بڑا احسان یہ کیا ہے۔ کہ اس نے اُسے پیدا ہی نہیں کیا۔ بلکہ بذریعہ وحی اسے راہِ حق سے آگاہ بھی فرمایا ہے۔ اُس نے حضرت آدمؑ کو جب منصبِ خلافت پر سرفراز فرمایا۔ تو انھیں فرائضِ خلافت صحیح طریقہ سے سرانجام دینے کے لئے بذریعہ وحی رہنمائی بھی فرمائی۔ تاکہ زمین میں وہ اپنے مقصدِ حیات کو پورا کر سکیں۔ پھر نبوت و رسالت کا یہ سلسلہ اُن کی صالح اولاد میں بھی جاری رکھا۔ یہاں تک کہ جب نسل انسانی بلوغت و شباب کو پہنچ گئی۔ تو پھر ایک جامع اور ہمہ گیر نبوت و رسالت کے حامل انسان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرما کر قصرِ نبوت و رسالت کی تکمیل فرما دی اور لوگوں کی تاقیامت رہنمائی کے لئے قرآن مجید اور آپؐ کے اُسوۂ حسنہ کو محفوظ رکھنے کا اہتمام بھی فرما دیا۔ دراصل یہی وہ سب سے بڑا احسان ہے تمام نوع انسانی اور خصوصاً اس اُمتِ مسلمہ پر جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے سورہ آل عمران - ۱۶۴ میں بڑی وضاحت سے فرمایا ہے۔ اس پر جس قدر شکر کیا جائے بہت کم ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

۱۱۔مقام واحترام اللہ تعالیٰ کے ان خصوصی احسانات سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس کائنات میں انسان کا کتنا بڑا مقام ہے۔ آفاق والنفس میں غور وخوض اور قرآن مجید میں تدبر وتفکر کرنے سے یہ رہنمائی ملتی ہے کہ یہ انسان زمین میں خدا کا خلیفہ اور نائب ہے اور یہ ساری کائنات اس کی خدمت گزار ہے۔ اس کائنات میں اس کے مقام ومنصب کا تقاضا یہ ہے کہ یہ خدا تعالیٰ کے عطا کردہ اختیارات کو اس کی مرضی (کتاب وسنت) کے مطابق استعمال کرکے بندگی کے اس مقصد کو پورا کرے جس کے لئے اس کی تخلیق ہوئی ہے اور یہی اس کا یہاں مقام واحترام ہے ؎ آدمیت احترام آدمی باخبر شو از مقام آدمی (اقبال)

۱۲۔انسان کا مقصدِ زندگی آپؐ کی سیرت طیبہ کے پیغام سے چوتھی بات جو معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ آپؐ نے انسانوں کو ان کے اصل مقصدِ زندگی کے بارے میں ہر ممکن طریقہ سے آگاہ فرما دیا ہے جیسا کہ اوپر وضاحت کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ساری کائنات صرف اس حضرت انسان کے لیے پیدا کی ہے اور اسے اس نے محض اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔ ویسے تو انسان کو اپنی عقل وخرد سے خود بخود ہی اپنی ذات اور ارض وسماء کی تخلیق میں غور وخوض کرکے اپنا مقصد زندگی معلوم کر لینا چاہیے تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے یہ بات انسان کی عقل تک ہی محدود نہیں رہنے دی بلکہ اس پر پوری طرح اتمام حجت کرنے کے لیے وہ بار بار اپنے پیغمبروں کے ذریعہ سے انسانوں کو ان کے مقصد زندگی کے بارے میں آگاہ فرماتا رہا ہے تاکہ وہ کل قیامت کے دن اپنی عقل وخرد کے ناقص ہونے کا عذر پیش کرکے یہ نہ کہہ سکیں کہ دنیا میں تو ہمیں اپنے مقصد زندگی کے بارے میں اچھی طرح پتہ چل ہی نہیں سکا۔ چنانچہ اس مقصد کے پیش نظر اس نے دنیا کے ہر خطہ اور ہر قوم میں اپنے پیغمبروں کو مبعوث فرمایا۔ اور انہوں نے لوگوں کو ان کی تخلیق کا مقصد بڑی تفصیل سے بتلایا جیسا کہ قرآن میں مذکور ہے:

(۱) وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ

(الذاریات۔۵۶)

Marfat.com
Marfat.com

میں نے جنوں اور انسانوں کو اس کے سوا کسی چیز کے لیے پیدا نہیں کیا کہ وہ میری عبادت و بندگی کریں۔

(۲) وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ إِلَّا نُوْحِيْٓ إِلَيْهِ أَنَّهٗ لَآ إِلٰهَ إِلَّآ أَنَا فَاعْبُدُوْنِ

(الانبیاء - ۲۵)

"اور ہم نے تم سے پہلے جو رسول بھی بھیجا ہے اس کو یہی وحی کی ہے کہ "میرے سوا کوئی معبود (خدا) نہیں ہے۔ پس تم لوگ میری ہی بندگی کرو۔"

(۳) يٰٓأَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ (البقرۃ - ۲۱)

"لوگو، بندگی اختیار کرو، اپنے اُس رب کی جو تمہارا اور تم سب سے پہلے جو لوگ گزرے ہیں۔ ان سب کا خالق ہے۔ تمہارے بچنے کی توقع اسی صورت سے ہو سکتی ہے۔"

(۴) (اے نبیؐ) ان سے کہو، کہ "مجھے حکم دیا گیا ہے کہ دین کو اللہ کے لیے خالص کر کے اس کی بندگی کروں۔ اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ سب سے پہلے میں خود مسلم بنوں۔ (الزمر - ۱۱ - ۱۲)

(۵) اے نبیؐ کہو، کہ "اے اہل کتاب! آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے یہ کہ

ا۔ "اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہ کریں۔

ب۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔

ج۔ اور ہم میں سے کوئی اللہ کے سوا کسی کو اپنا رب نہ بنائے۔"

Marfat.com
Marfat.com

اس دعوت کو قبول کرنے سے اگر وہ مُنہ موڑ لیں تو صاف
کہہ دو کہ گواہ رہو کہ ہم تو مسلم (صرف خدا کی بندگی اور اطاعت کرنے
والے) ہیں۔ (آلِ عمران - ۶۴)

ان آیات میں انسان کے مقصدِ زندگی کے بارے میں یہ رہنمائی ملتی ہے کہ:

(۱) اللہ تعالیٰ نے انسان کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔

(۲) تمام پیغمبر لوگوں کو بندگیِ رب ہی کی دعوت دیتے رہے ہیں۔

(۳) آپؐ کی سیرتِ طیبہ کا پیغام بھی یہی ہے کہ تمام انسان صرف خدا کی عبادت کر آپؐ نے صرف یہ دعوت زبانی حد تک ہی نہیں دی بلکہ خود پوری زندگی میں اسی کی بندگی کرکے اپنی زندگی کا بہترین نمونہ بھی پیش کیا ہے۔

(۴) آپؐ کی دعوت کا بنیادی کلمہ جو تمام انبیاء علیہم السلام کی دعوت میں مشترک تھا وہ یہ ہے۔

(ا) صرف خدا کی بندگی کی جائے۔

(ب) خدا کی ذات، صفات، اختیارات اور حقوق میں کسی دوسرے کو شریک نہ کیا جائے

(ج) انسانوں میں سے کوئی انسان خدا کے سوا کسی کو اپنا رب نہ بنائے (یعنی اس کی پوجا پاٹ اور پرستش میں، اس کی بندگی و غلامی میں اور اس کی اطاعت و فرمانبرداری میں کسی اور کو اُس کے سوا رب، معبود، آقا و مالک اور بادشاہ و حاکم کی حیثیت نہ دی جائے۔

۵۔ میثاق روز اوّل

تقریباً اسی قسم کا وہ میثاقِ روزِ اوّل ہے جو اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں سے ان کو دنیا میں بھیجنے سے قبل لیا تھا جس کا ذکر قرآن میں اس طرح آتا ہے۔

"اے نبیؐ، لوگوں کو یاد دلاؤ وہ وقت جبکہ تمہارے رب نے بنی آدم کی پشتوں سے اُن کی نسل کو نکالا تھا، اور انہیں خود اُن کے اُوپر گواہ بناتے ہوئے پوچھا تھا "کیا میں تمہارا رب

Marfat.com
Marfat.com

نہیں ہُوں"؟ انہوں نے کہا تھا "ضرور آپ ہی ہمارے رب ہیں۔ ہم اس پر گواہی دیتے ہیں"
یہ ہم نے اس لیے کہا کہ کہیں تم قیامت کے روز یہ نہ کہہ دو کہ "ہم تو اس بات سے بے خبر
تھے"۔ یا یہ نہ کہنے لگو کہ "شرک کی ابتداء تو ہمارے باپ دادا نے ہم سے پہلے کی تھی اور
ہم بعد میں ان کی نسل سے پیدا ہُوئے، پھر کیا آپ ہمیں اس قصور میں پکڑتے ہیں جو غلط
کار لوگوں نے کیا تھا"۔ (الاعراف - ۱۷۳)

وضاحت: جیسا کہ متعدد احادیث سے معلوم ہوتا ہے یہ معاملہ تخلیقِ آدم کے موقع پر پیش آیا تھا۔ اس وقت جس طرح فرشتوں کو جمع کرکے انسانِ اوّل کو سجدہ کرایا گیا تھا۔ اور زمین پر انسان کی خلافت کا اعلان کیا گیا تھا۔ اُسی طرح پُوری نسلِ آدم کو بھی، جو قیامت تک پیدا ہونے والی تھی، اللہ تعالیٰ نے بیک وقت وجود اور شعور بخش کر اپنے سامنے حاضر کیا تھا۔ ان سے اپنی ربوبیت کی شہادت لی تھی۔ اس آیت کی تفسیر میں حضرت اُبیؓ بن کعب نے غالباً نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے استفادہ کرکے جو کچھ بیان کیا ہے۔ وہ اس مضمون کی بہترین شرح ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ نے سب کو جمع کیا اور (ایک ایک قسم یا ایک ایک دور کے) لوگوں کو الگ الگ گروہوں کی شکل میں مرتب کرکے انہیں انسانی صورت اور گویائی کی طاقت عطا کی، پھر ان سے عہد و میثاق لیا اور انہیں آپ اپنے اوپر گواہ بناتے ہُوئے پوچھا "کیا میں تمہارا رب نہیں ہُوں"؟ انہوں نے کہا تھا "ضرور آپ ہی ہمارے رب ہیں"۔ تب اللہ نے فرمایا کہ میں تم پر زمین و آسمان سب کو اور تمہارے باپ آدمؑ کو گواہ ٹھہراتا ہُوں تاکہ قیامت کے روز تم یہ نہ کہہ سکو کہ ہم کو اس کا علم نہ تھا۔ خوب جان لو کہ میرے سوا کوئی مستحقِ عبادت نہیں ہے اور میرے سوا کوئی رب نہیں ہے۔ تم میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا۔ میں تمہارے پاس اپنے پیغمبر بھیجوں گا۔ جو تم کو یہ عہد و میثاق جو میرے ساتھ باندھ رہے ہو، یاد دلائیں گے اور تم پر اپنی کتابیں بھی نازل کروں گا۔ اس پر سب انسانوں نے کہا کہ ہم گواہ ہُوئے۔ آپ ہی ہمارے

Marfat.com
Marfat.com

رب اور آپ ہی ہمارے معبود ہیں۔ آپ کے سوا کوئی ہمارا رب ہے نہ کوئی معبود ہے۔"

اس قسم کا عہد و پیمان لیا جانا نہایت معقول معلوم ہوتا ہے کہ انسان جیسی صاحب عقل و شعور اور صاحب تصرف و اختیارات مخلوق کو زمین پر بحیثیت خلیفہ مامور کرتے وقت اللہ تعالیٰ اسے حقیقت سے آگاہی بخشے اور اس سے اپنی وفاداری کا اقرار (OATH OF ALLEGIANCE) لے۔ اس معاہدہ کا پیش آنا قابل تعجب نہیں۔ البتہ اگر یہ پیش نہ آتا تو ضرور قابل تعجب ہوتا۔ (تلخیص تفہیم القرآن۔ جلد دوم)

۶۔ بندگی ربّ کی دعوت مذکورہ بالا سے اچھی طرح معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ حضرت انسان دنیا میں خُدا کی بندگی کرنے کے لیے پیدا ہوا ہے۔ اس کا یہاں آنے کا مقصد ہی یہ ہے کہ یہ خُدا کا بندہ بن کر زندگی بسر کرے۔ اس سے یہ بھی ثابت ہو جاتا ہے کہ خدا کے پیغمبروں کے پیغام کی چھٹی اہم اور بنیادی بات یہ ہے کہ وہ لوگوں کو بندگیِ رب (خدا کی عبادت) کی دعوت دیں۔

ا۔ عبادت کا مفہوم یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ عبادت کا مفہوم اور اس کی اصل حقیقت ذرا تفصیل سے بیان کر دی جائے تاکہ عبادت کا صحیح شعور حاصل ہو جائے۔ عبادت کا مفہوم یہ ہے۔

(۱) پوجا پاٹ اور پرستش کرنا۔

(۲) اطاعت و فرمانبرداری کرنا۔

(۳) بندگی اور غلامی کرنا۔

(ب) عبادت کی اقسام اس کائنات میں اللہ تعالیٰ کی دو طرح کی عبادت ہو رہی ہے

(۱) **تکوینی عبادت** : اسے جبری، غیر ارادی اور غیر اختیاری عبادت بھی کہتے ہیں۔

(۲) **تشریعی عبادت** : اسے اختیاری اور ارادی عبادت بھی کہتے ہیں۔

(۳) بارِ امانت کی ادائیگی : اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ امانتوں اور اس کے دیئے گئے اختیارات

Marfat.com
Marfat.com

کو اس کی مرضی کے مطابق استعمال کرنے کو عبادت کہتے ہیں۔

(۱) تکوینی عبادت — یہ وہ عبادت ہے جس میں کائنات کی ہر چیز شامل ہے اور خود انسان بھی اس میں برابر کا شریک ہے مثلاً اللہ تعالیٰ نے انسان کو آنکھیں دیکھنے کے لیے، کان سننے کے لیے اور زبان بولنے کے لیے دی ہے جب جسم کے یہ سب اعضاء اپنا اپنا کام کر رہے ہیں تو پھر یہ سب در اصل اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت میں مصروف ہیں۔ البتہ ان کی یہ تمام عبادت تکوینی، غیر اختیاری اور غیر ارادی عبادت ہو گی جیسا کہ قرآن میں مذکور ہے۔

" اس کی پاکی ساتوں آسمان اور زمین اور وہ ساری چیزیں بیان کر رہی ہیں جو ان میں ہیں۔ کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو اس کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح نہ کر رہی ہو مگر تم ان کی تسبیح سمجھتے نہیں ہو حقیقت یہ ہے کہ وہ بڑا ہی بردبار اور درگزر کرنے والا ہے۔" (بنی اسرائیل - ۴۴)

وضاحت: یہ ہے وہ تکوینی عبادت جس میں انسان سمیت کائنات کا ذرہ ذرہ جکڑا ہوا ہے۔ اس قسم کی عبادت کے لیے اس حضرت انسان کو خالق کائنات نے تخلیق نہیں کیا بلکہ اسے اُس نے جس عظیم الشان عبادت کے لیے منصب خلافت پر سرفراز کیا تھا وہ ایک دوسری عبادت ہے جسے تشریعی عبادت کہتے ہیں۔

(۲) تشریعی عبادت — اللہ تعالیٰ نے انسان کو زمین میں جو اختیارات دیے ہیں جو قوتیں اور صلاحیتیں بخشی ہیں۔ ان کو اگر یہ صرف اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق استعمال کرے تو یہ اس کی وہ تشریعی اور اختیاری عبادت ہے جس کے لیے خدا نے اسی کو دنیا میں اپنا خلیفہ اور نائب بنا کر بھیجا تھا۔

(۳) بار امانت — یہی تو وہ اختیارات کی امانت اور بوجھ ہے جسے ارض و سماء اور پہاڑ اٹھانے سے عاجز آ گئے تھے مگر یہ حضرت انسان اپنے کمزور و ناتواں

Marfat.com
Marfat.com

کندھوں پر اُٹھانے کے لیے تیار ہو گیا تھا۔ جیسا کہ قرآن میں بیان کیا گیا ہے:

"ہم نے اس امانت (اختیارات) کو آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش کیا تو وہ اسے اُٹھانے کے لیے تیار نہ ہوئے اور اس سے ڈر گئے۔ مگر انسان نے اس کو اُٹھا لیا۔ بے شک وہ بڑا ظالم و جاہل ہے۔" (الاحزاب - ۷۲)

وضاحت: (۱) جاہل اور ظالم اس لیے ہے کہ اس بارِ امانت کا حامل ہو کر بھی اپنی ذمہ داری محسوس نہیں کرتا اور خیانت کر کے اپنے اوپر آپ ظلم کرتا ہے۔

(۲) اب اگر انسان اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ اختیارات کو اس کی امانت تصور کرتے ہوئے صرف اسی کی مرضی کے مطابق استعمال کرتا ہے تو یہ اس کی اختیاری، ارادی اور تشریعی عبادت ہو گی۔

اسی تشریعی عبادت کے لیے اللہ تعالیٰ نے انسان کو دنیا میں پیدا کیا ہے۔ اب جب تک انسان دنیا میں یہ (تشریعی) عبادت اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق نہیں کرتا۔ اس وقت تک وہ اپنے مقصد زندگی میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔

۷۔ دینِ اسلام | حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو پیغام دنیائے انسانیت کو دیا ہے اس میں بڑی تفصیل سے وہ طریقۂ زندگی بتلا دیا گیا ہے جسے انسان اگر دلی طور پر قبول کرے اور اپنی پوری زندگی اس کے مطابق بنائے تو پھر انسان کی پوری کی پوری زندگی اللہ تعالیٰ کی عبادت بن سکتی ہے اور وہ طریقۂ زندگی اسلام ہے جسے قرآن میں اس طرح بیان کیا گیا ہے:

(۱) اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ (۱۹) (آلِ عمران)

اللہ کے نزدیک دین (صحیح طریقۂ زندگی) صرف اسلام ہے

(۲) وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ

Marfat.com
Marfat.com

فِی الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ۔ (آل عمران ۸۵)

"اس فرماں برداری (اسلام) کے سوا جو شخص کوئی اور طریقۂ زندگی اختیار کرنا چاہے وہ ہرگز قبول نہ کیا جائے گا۔ اور وہ آخرت میں ناکام و نامراد رہے گا۔"

(۳) اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا۔ (۳) (المائدہ)

"آج میں نے تمہارا دین تمہارے لیے مکمل کر دیا۔ اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو تمہارے دین کی حیثیت سے قبول کر لیا ہے"۔

ان آیات میں حسب ذیل امور کی وضاحت کی گئی ہے

(۱) اللہ تعالیٰ کے ہاں صحیح طریق زندگی صرف اسلام ہے۔

(۲) اسلام کے علاوہ اللہ تعالیٰ کے ہاں تمام ادیان باطلہ (غلط نظامہائے زندگی) ناقابل قبول ہیں۔

(۳) اسلام کے علاوہ دوسرے طریقوں پر زندگی گزارنے والے انسان اُخروی زندگی میں سراسر ناکام و نامراد ہوں گے۔

(۴) اللہ تعالیٰ نے اسلام کو مکمل نظام زندگی کی حیثیت سے نازل فرما دیا ہے اور اب اس نظام پر عمل کرنے ہی سے انسان کو اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہو سکتی ہے کیونکہ دین اسلام ہی اللہ تعالیٰ کا سچا اور پسندیدہ دین ہے لہذا انسان کو حقیقی کامیابی بھی اسی دین اسلام کو اپنی زندگی کا نصب العین بنانے ہی سے ہو سکتی ہے۔

۸۔ **عقیدۂ آخرت پر یقین** | دراصل پیغام و دعوت کا دار و مدار عقیدۂ توحید کے بعد حسب ذیل عقیدۂ آخرت پر غیر متزلزل ایمان و ایقان رکھنا ہے۔ (البقرہ ۔۴)

(۱) انسان اس دنیا میں غیر ذمہ دار نہیں ہے۔ بلکہ وہ اپنے اعمال کے لیے خدا کے ہاں جوابدہ ہے۔
(۲) دنیا کا موجودہ نظام ابدی نہیں ہے بلکہ ایک وقت پر جسے خدا ہی جانتا ہے اس کا خاتمہ ہو جائے گا۔

Marfat.com
Marfat.com

(۳) اِس عالم کے خاتمے کے بعد خدا ایک دوسرا عالم بنائے گا جس میں وہ تمام نوعِ انسانی کو از سرِ نو زندہ کر کے ان کے اعمال کا حساب لے گا۔

(۴) خدا کے اس فیصلے کی رُو سے جو لوگ نیک قرار پائیں گے وہ جنت میں اور جو بد ٹھہریں گے وہ دوزخ میں رہیں گے۔

(۵) خدا کے ہاں اصل معیار موجودہ زندگی کی خوشحالی و بدحالی نہیں ہے، بلکہ آخرت میں کامیابی و ناکامی ہے۔

۳۔ کلمۂ طیبہ

اس سے قبل گذشتہ صفحات میں پیغام و دعوت سے یہ حقیقت اچھی طرح واضح ہو گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو دنیا میں اپنا نائب اور خلیفہ بنا کر بھیجا ہے اسے دنیا میں ایک محدود وقت کے لیے اختیارات بھی دیے گئے ہیں۔ ان اختیارات کو استعمال کرنے میں اسے آزادی بھی دی گئی ہے۔ ساتھ ہی اسے اس حقیقت سے بھی آگاہ کر دیا گیا ہے کہ اگر اس نے ان اختیارات کو خدا کی مرضی کے مطابق استعمال کیا تو یہ دنیا میں اپنے مقصدِ زندگی میں کامیاب ہو جائے گا اور اگر اس نے خدا کے علاوہ کسی دوسرے کی مرضی کے مطابق خدا کے عطا کردہ اختیارات کو استعمال کیا تو یہ سراسر اپنے مقصدِ زندگی میں ناکام و نامراد ہوگا۔ اب اگر یہ اپنے مقصدِ زندگی میں کامیاب ہو جاتا ہے تو اسے اس زندگی کے بعد بطورِ جزا جنت الفردوس میں ہمیشہ کی خلافت حاصل ہو جائے گی جس میں اُسے مسرت و شادمانی ہوگی۔ اور اگر یہ ناکام ہوتا ہے۔ تو اسے ہمیشہ کے لیے المناک زندگی کے دن آگ کے اس گڑھے میں بطورِ سزا کاٹنے پڑیں گے جس کا نام جہنم ہے۔

چونکہ کلمہ طیبہ ہی مفتاح الاسلام ہے۔ اس لیے اسے قبول کرنے والے پر یہ لازم آتا ہے کہ وہ سب سے پہلے اس کلمے کا فہم و شعور حاصل کرے کیونکہ اسے اچھی طرح سمجھنے اور ذہن نشین کرنے ہی سے

Marfat.com
Marfat.com

مسلمان کے اندر ایک ایسی تبدیلی آسکتی ہے جسکے بعد اسے کسی خارجی تنبیہہ ، خوف اور دباؤ کی ضرورت ہی نہیں رہتی بلکہ وہ اپنے دل کی پوری آمادگی سے بندگیٔ رب کے تقاضے تادم زیست پورے کرنے لگتا ہے خواہ اسے کوئی دیکھے یا نہ دیکھے اور خواہ وہ جلوت میں ہو یا خلوت میں اور خواہ وہ زندگی کے کسی بھی شعبے میں زندگی گزار رہا ہو اسے ہر حال میں خدا کی خوشنودی کو مقدم رکھنا ہوتا ہے۔

۱۔ اسلام میں داخل ہونے کا طریقہ

پیغام سیرت سے یہ رہنمائی ملتی ہے کہ جو شخص اپنی پوری زندگی میں بندگیٔ رب کرنے کا خواہشمند ہو تو پھر وہ اپنے پورے دل کو اسلام قبول کرنے کے لیے آمادہ کرے اگر اس کا دل و دماغ شعوری طور پر اس کے لیے آمادہ ہو جائے کہ وہ دنیا میں اپنا مقصد زندگی صرف بندگیٔ رب کو بنانا چاہتا ہے۔ اور اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے وہ پیغام سیرت (اسلام) کو بحیثیت نظام زندگی اور طریق زندگی اس طرح قبول کرتا ہے کہ اب وہ اپنے تمام اختیارات کو صرف خدا کی مرضی (اسلام) کے مطابق ہی استعمال کرے گا تو یہ عہد کرتے ہوئے اسے اپنی زبان سے یہ کلمۂ توحید و رسالت ادا کرنا پڑے گا کہ

"لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ"۔

(اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے آخری نبی اور رسول ہیں)

۲۔ کلمۂ توحید و رسالت

کلمہ توحید و رسالت کو کلمۂ طیبہ بھی کہتے ہیں۔ یہ ایک ایسا پاکیزہ کلمہ ہے کہ توحید و رسالت دونوں چیزوں کا اقرار کرتے ہی انسان کچھ کا کچھ ہو جاتا ہے پہلے وہ کافر تھا مگر اب وہ مومن بن گیا ہے۔ پہلے وہ دوزخی تھا مگر اب وہ جنتی بن گیا ہے پہلے وہ اپنی مرضی کرنے میں آزاد تھا۔ مگر اب وہ خدا کی مرضی کا پابند بن گیا ہے۔ پہلے وہ جسے چاہے اپنا رہنما اور ہادی و رہبر بنالے مگر اب اس کا رہنما اور ہادی و رہبر صرف ایک ہی ہے جس کی

Marfat.com
Marfat.com

رسالت کا اس نے اقرار کیا ہے پہلے اس نے اپنی زندگی کو کئی آقاؤں میں تقسیم کر رکھا تھا مگر اب اس کا دُنیا و آخرت میں صرف ایک ہی آقا ہے جس کی توحید کا اُس نے اقرار کیا ہے۔ چوں کہ انسان نے اب شعوری طور پر کلمہ کی اس حقیقت کو تسلیم کر کے توحید رسالت کا اقرار کیا ہے اور اسلام میں داخل ہو کر بندگیِ رب کو اپنی زندگی کا نصب العین بنایا ہے تو اسی وجہ سے اب اس میں یہ عظیم تبدیلی آگئی ہے کہ پہلے وہ خدا کے غضب کا مستحق تھا مگر اب وہ خدا کی رحمت کا حقدار ہو گیا ہے پہلے وہ بے لگام گھوڑے کی طرح ہر چراگاہ میں مُنہ مارتا پھرتا تھا۔ مگر اب وہ کتاب و سنت کی مقرر کردہ حدود کے اندر رہ کر اپنی ضروریات زندگی پوری کرنے کا پابند ہو گیا ہے پہلے وہ خدا کا باغی تھا مگر اب وہ اس کا مومن و مسلم بندہ بن گیا ہے۔

۴- انقلابی کلمہ (۱) "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ" یہ کلمہ طیبہ کا پہلا جزو ہے یہ پیغام سیرت کا حد درجہ انقلابی کلمہ ہے۔ "لفظی پہلو سے انتہائی مختصر اور معنوی لحاظ سے بے حد عمیق ہے۔ ایک اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں۔ صرف وہی ایک اللہ ہے۔ اِلٰہ اُس طاقت یا ہستی کو کہتے ہیں جس کی غلامی کی جائے جس پر آدمی والہانہ طور پر فدا ہو جس کی عظمت مان کر پرستش کرے، جس کی تحمید و تقدیس کرے، جس کے گن گائے، جس کی تسبیح کرے، جس کو نذر پیش کرے، جس سے بھلائی کی اُمیدیں لگائے اور جس کی گرفت سے ڈرے، جس سے نیکی کی جزا کا امیدوار ہو اور جس سے بُرائی کی سزا کا اندیشہ رکھے، جس کو اپنا مالک و مختار سمجھے، جس کو فرمانروا اور قانون ساز مانے، جس کے مطالبوں کو پُورا کرے اور جس کے منع کردہ امور سے باز رہے، جس کے دیئے ہوئے اُصولوں کو زندگی کی بنیاد بنائے، جس کی مقررہ حدوں کی پابندی کرے، جس کے ضابطہ حلال و حرام کو بے چوں و چرا مانے، جس کو اپنے لیے سرچشمہ ہدایت تسلیم کرے جس کی مرضی کے مطابق نظامِ حیات کی تشکیل کرے، جس کے پسندیدہ لوگوں کا احترام کرے اور جس کے مخالفوں کی مخالفت کرے، جس کے اشاروں پر تن من دھن کی بازی لگا دے اور جس کی رضا کو زندگی کا نصب العین قرار دے، اُلوہیت کا یہ وہ وسیع مفہوم ہے

Marfat.com
Marfat.com

جو صرف ایک لفظ "الٰہ" میں پنہاں ہے"

(۳) باطل خداؤں پر ضرب کاری | الوہیت کے یہ حقوق خدائے واحد سے الگ کر کے بہت سی انسانی طاقتوں نے پارہ پارہ کر کے بانٹ رکھے

تھے اور بے شمار الٰہ تمدن پر سوار تھے۔ انسان کا اپنا نفس اور اس کی خواہشیں، خاندان اور برادری کی رسمیں، نسلی، قومی اور قبیلوی وحدتوں کی روایات، جاگیردار اور پوجاری طبقوں کی بالادستی۔ شاہی خاندانوں اور درباری اشراف کی کبر پسندی، یہ مختلف طبق بر طبق الوہیتیں تھیں۔ جن کے نیچے عام آدمی پس رہا تھا۔

(د) "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ" کی شاہِ ضرب اس پر یک دم پڑی۔ اس کلمہ کا کہنے والا گویا اعلان کرتا ہے کہ خدا کے سوا کسی کی عظمت مجھے تسلیم نہیں، کسی کی بالادستی قبول نہیں، کسی کا بنایا ہوا ضابطہ، قانون منظور نہیں، کسی کے حاصل کردہ فوق الانسانی حقوق جائز نہیں، کسی کے سامنے سرِ تسلیم خم نہیں کیا جائے گا، کسی کی رضا جوئی اب نہ کی جائے گی اور کسی کے اشارۂ ابرو پر اب زندگی کا نظام نہیں چلے گا۔ خدا کے سوا ہر دوسری خدائی کا بت توڑ دیا جائے گا۔ یہ کلمہ گویا انسان کی سچی آزادی کا اعلان تھا:

"لَا اِلٰہَ ضرب است و ضرب کاری است"

د لَا اِلٰہَ صرف ضرب ہی نہیں بلکہ ایک ایسی ضرب کاری ہے جو ہر باطل کا سر توڑ دیتی ہے ؎

ما دو تیغ لَا و اِلَّا داشتیم ماسوا اللہ را نشاں نہ گذاشتیم (اقبالؒ)

ہم لَا و اِلَّا کی دو تلواریں رکھتے ہیں ہم ان دونوں تلواروں کے ذریعہ سے باطل خداؤں کا نام و نشان مٹا دیں گے اور صرف خدائے واحد کی توحید کا جھنڈا سربلند کریں گے۔

ب. مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہ | یہ کلمہ طیبہ کا دوسرا جزو ہے اس میں مسلمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اقرار کرتا ہے۔ گویا اب اس کی زندگی

Marfat.com
Marfat.com

میں معیارِ حق صرف حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوں گے جنہیں اس نے بحیثیت رسول تسلیم کیا ہے۔

اب اس کلمہ کے دوسرے جزو "محمد رسول اللہ" میں یہ اقرار شامل ہے کہ انسانی ہدایت اور تمدن کی اصلاح کے لیے واحد ذریعہ وہ سلسلۂ نبوت و رسالت ہے جو اللہ تعالیٰ نے قائم کیا ہے۔ زندگی کا اصل علم وہ ہے جو وحی کے ذریعے آیا ہے اور اسی سے عقل انسانی کو سوچنے کے لیے راہ نما اصول ملتے ہیں۔ پھر یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی سلسلہ رسالت کی تکمیل فرمانے والے ہیں۔ اور اب زندگی کی رہنمائی اسی ہستی کے واسطے سے حاصل ہوسکتی ہے اور اسی ہستی کی قیادت میں قافلۂ انسانیت فلاح و ارتقاء کی راہ پر گامزن ہوسکتا ہے۔ اس کلمے کی یہی اہمیت تھی کہ جس کی وجہ سے اس کا اقرار اسلام میں داخلہ کی شرطِ اوّل ٹھہرا۔ اس کلمے کو نماز میں شامل کیا گیا۔ اسے افضل الذکر قرار دیا گیا اور ہر لحاظ سے یہ کلمہ تحریکِ اسلامی کا طغریٰ یا سلوگن بن گیا!"

"حضورؐ کا یہ انقلابی کلمۂ حق جس دل میں اُترا اس کی کایا پلٹ دی جس زندگی میں داخل ہُوا اس کا نقشہ بدل دیا اور اس بیج سے نئی انسانیت پیدا ہوئی اور نشوونما پانے لگی۔ (تلخیص محسنِ انسانیت صفحہ ۲۷ تا ۲۹)

اس کلمۂ طیبہ کے انقلابی کلمہ ہونے کا یہ مطلب ہے کہ گویا اسے شعوری طور پر پڑھنے والا اور اسلام کو قبول کرنے والا خدا کی ساری باغی طاقتوں کے خلاف اعلانِ جنگ کر دیتا ہے۔ اب وہ خدا کے تمام باغیوں کا باغی بن گیا ہے اور خدا کی تمام باغی قوتیں اس کی دشمن بن گئی ہیں۔ اب اس نے دنیا میں چومکھی لڑائی لڑنے کا آغاز کر دیا ہے کہیں شیطان کے ساتھ مقابلہ ہے تو کہیں خود اپنے نفسِ امّارہ کے ساتھ نبرد آزما ہے، کہیں بیوی مخالف ہے تو کہیں اولاد دشمن بن گئی ہے۔ کہیں برادری، ماحول اور معاشرہ کے ساتھ کشمکش پیدا ہو گئی ہے تو کہیں دین فروش مولویوں اور دنیا پرست گدی نشینوں کے فتووں کی زد میں آگیا ہے کہیں خود غرض سیاست دانوں، چوہدریوں اور لیڈروں کے نرغے میں ہے تو کہیں وقت کے

Marfat.com
Marfat.com

حکمرانوں کے زیرِ عتاب آگیا ہے۔ کیونکہ یہ سب طاغوت خدا کی بندگی کی جگہ اپنی بندگی کرانا چاہتے ہیں اور وہ اب ان کی بندگی کرنے کے لیے تیار نہیں۔ شاید کلمے کی اسی حقیقت کو مدِنظر رکھتے ہوئے علامہ اقبال نے فرمایا تھا کہ ؎

چوں می گویم مسلمانم بلرزم　　　　که دانم مشکلات لا الٰہ را

(یعنی جب میں کہتا ہوں کہ میں مسلمان ہوں تو میں لرزہ براندام ہو جاتا ہوں کیونکہ میں لاالٰہ الا اللہ کی مشکلات سے واقف ہوں) گویا حضورؐ کے اس کلمہ کی دعوت ایک ہمہ گیر انقلاب کی دعوت تھی جو صرف مذہب ہی کو نہیں بلکہ پورے نظامِ زندگی کو بدل ڈالنا چاہتی تھی جس کی زد میں زندگی کے تمام شعبے آتے تھے۔ کیونکہ یہ کلمہ اس چیز کا تقاضا کرتا تھا کہ جو اس کائنات کا خالق ہے پوری زندگی میں اطاعت و بندگی بھی اسی کی ہونی چاہیے۔ اور وہ صرف ایک ہی بادشاہ قدوس اللہ تعالیٰ ہے اس کے سوا اور کوئی نہیں ہے۔

۴. کلمۂ طیبہ کی افادیت

(۱) اللہ تعالیٰ نے کلمۂ طیبہ کو شجرِ طیبہ سے تشبیہ دی ہے۔ جس طرح شجرِ طیبہ سے بنی نوع انسان کو فائدہ پہنچتا ہے اسی طرح اگر کوئی شخص یا قوم اسے بنیاد بنا کر اپنی زندگی کا نظام اس کے مطابق تعمیر کرے تو اسے ہر آن اس کے مفید نتائج حاصل ہوتے رہتے ہیں۔ اس کلمہ کی افادیت یہ ہے کہ

"قلب میں طمانیت، فکر میں سلجھاؤ، طبیعت میں سلامتی، مزاج میں اعتدال، سیرت میں مضبوطی، اخلاق میں پاکیزگی، روح میں لطافت، برتاؤ میں خوشگواری، معاملات میں راست بازی، کلام میں صداقت شعاری، قول و قرار میں پختگی، معاشرت میں حسنِ سلوک، تہذیب میں فضیلت، تمدن میں توازن، معیشت میں عدل و مساوات، سیاست میں دیانت، جنگ میں شرافت، صلح میں خلوص اور عہد و پیمان میں وثوق پیدا کرتا ہے یہ ایک ایسا پارس ہے جس کی تاثیر اگر کوئی

Marfat.com
Marfat.com

ٹھیک ٹھیک قبول کرلے تو کندن بن جائے"۔ (تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۴۸۴ تا ۴۸۵)

(۲) یہ کلمہ طیبہ ایسا کلمہ ہے کہ جب، جہاں جس شخص یا قوم نے بھی صحیح معنوں میں اسے اپنایا اس کی خوشبو سے اس کا ماحول معطر ہو گیا۔ اور اس کی برکتوں سے اُسی شخص یا قوم نے خود ہی فائدہ نہیں اٹھایا بلکہ اس کے گرد و پیش کی دنیا بھی ان سے مالامال ہو گئی۔ اس کلمہ کی وجہ سے ایک پائیدار نقطہ نظر ایک مستحکم نظام فکر اور ایک جامع نظریۂ حیات ملتا ہے جو ہر عقدے کو حل کرنے اور ہر گتھی کو سلجھانے کے لیے شاہِ کلید کا حکم رکھتا ہے سیرت کو مضبوطی اور اخلاق کو ایسی استواری نصیب ہوتی ہے جسے زمانہ کی گردشیں متزلزل نہیں کر سکتیں۔ زندگی کے ایسے ٹھوس اصول ملتے ہیں جو ایک طرف انسانوں کے قلوب کو سکون اور دماغوں کو اطمینان بخشتے ہیں۔ اور دوسری طرف انہیں سعی و عمل کی راہوں میں بھٹکنے، ٹھوکریں کھانے اور تلوّن کا شکار ہونے سے بچاتے ہیں پھر جب وہ موت کی سرحد پار کر کے عالم آخرت کی حدود میں قدم رکھتے ہیں تو وہاں انہیں کسی قسم کی حیرانی اور سراسیمگی و پریشانی لاحق نہیں ہوتی بلکہ وہاں ہر منزل سے وہ پوری ثابت قدمی کے ساتھ گزرتے ہیں اور فتح و نصرت ان کے قدم چومتی ہے۔

۵۔ کلمۂ توحید۔ خاتمۂ حاکمیتِ طاغوت

حضورؐ جن لوگوں کے سامنے کلمۂ توحید پیش فرما رہے تھے اگرچہ وہ قبل ازیں آپؐ کی سیرت و کردار کے بڑے مداح تھے مگر اس انقلابی دعوت کو سنتے ہی وہ آپؐ کے بدترین دشمن ہو گئے۔ اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ یہ کلمہ عربی زبان میں پیش کیا جا رہا تھا جو ان کی مادری زبان تھی۔ وہ اس کے مفہوم سے بخوبی واقف تھے انہیں معلوم تھا کہ اسے قبول کر لینے کے بعد ان کی طاغوتی حاکمیت کا قطعی طور پر خاتمہ ہو جائے گا۔ پھر وہ شترِ بے مہار، فیلِ بے زنجیر اور اسپِ بے لگام کی طرح آزاد نہیں رہیں گے۔ بلکہ انھیں اسلام کے ضابطۂ حیات (کتاب و سنت) کے مطابق اپنی زندگی کے تمام شعبوں کو استوار کرنا ہو گا۔

یہ ہے وہ اصل وجہ جس کی بنا پر تاریخ انسانی کے ہر دور میں صاحبِ اقتدار لوگ دعوتِ حق کی مخالفت کرتے رہے ہیں۔ انہیں اس سے خطرہ صرف مکر و فریب کی سیاست کے علمبردار لیڈروں ہی کو نہ تھا بلکہ دین فروش

Marfat.com
Marfat.com

مذہبی طبقہ بھی اس سے اپنا تقدس خطرے میں محسوس کر رہا تھا کیونکہ یہ سب جانتے تھے کہ کلمۂ توحید قبول کرنے پر ان کی حاکمیت کا سنگھاسن[1] زمین بوس ہوئے بغیر نہیں رہ سکے گا اور یہی ان کے طاغوتی نفس کو ناگوار تھا۔

۴۔ مومنانہ سیرت و کردار

۱۔ مومن کا سودائے زندگی

یہاں پیغامِ سیرت پر ایمان لانے والوں کا مومنانہ سیرت و کردار بیان کیا جاتا ہے۔ جس کی بنیاد وہ کلمۂ طیبہ ہے جسے پچھلے صفحات میں بیان کیا گیا ہے کہ اگر انسان اسے شعوری طور پر قبول کرلے اور اپنے قلب و دماغ میں اُسے اچھی طرح بٹھالے تو اُس کے اندر ایک انقلابِ عظیم برپا ہوجاتا ہے۔ جب مومن اپنے دل کی پوری آمادگی کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے جنت کے بدلے اپنی پوری زندگی کا سودا کرلیتا ہے تو پھر اس کے ساتھ ہی اس کے اندر وہ انقلابی تبدیلیاں خود بخود رُونما ہونے لگتی ہیں جن کا ذکر قرآن میں اس طرح کیا گیا ہے:

" حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے اُن کے مال اور نفس جنت کے بدلے خرید لیے ہیں۔

(۱) وہ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں۔

(۲) وُہ مارتے اور مرتے ہیں۔

(۳) ان سے (جنت کا وعدہ) اللہ کے ذمّے ایک پُختہ وعدہ ہے۔ توراۃ اور انجیل اور قرآن میں اور کون ہے جو اللہ سے بڑھ کر اپنے عہد کا پُورا کرنے والا ہو۔ پس خوشیاں مناؤ اپنے اِس سودے پر جو تم نے خدا سے چکا لیا ہے۔ یہی سب سے بڑی کامیابی ہے

(۴) (وہ) اللہ کی طرف بار بار پلٹنے والے

(۵) اس کی بندگی بجا لانے والے

(۶) اس کی تعریف کے گُن گانے والے۔

---

[1] شاہی تخت۔ راج۔ گدی۔

Marfat.com
Marfat.com

(۷) اس کی خاطر زمین میں گردش کرنے والے

(۸) اس کے آگے رکوع اور سجدہ کرنے والے۔

(۹) نیکی کا حکم دینے والے اور

(۱۰) برائی سے روکنے والے

(۱۱) اللہ کی حدود کی حفاظت کرنے والے۔

(اس شان کے ہوتے ہیں وہ مومن جو اللہ سے خرید و فروخت کا یہ معاملہ طے کرتے ہیں)

اور اے نبیؐ اِن مومنوں کو خوشخبری دے دو۔" التوبہ ۔ ۱۱۱، ۱۱۲)

۲۔ انصار اللہ سے مراد مذکورہ بالا اوصاف رکھنے والے مومن ہی انصار اللہ کہلاتے ہیں جن کی امتیازی شان یہ ہوتی ہے کہ وہ اللہ کے دین اسلام کو قبول کرکے نہ صرف اس پر مخلصانہ طریقے سے خود عمل پیرا ہوتے ہیں بلکہ اسے اپنے ملک اور پھر دنیا میں قائم کرنے کی کوشش بھی کرتے ہیں اور اگر یہ قائم ہو تو پھر اُسے قائم رکھنے کا اہتمام بھی کرتے ہیں جو ایسے اہل ایمان انصار اللہ (اللہ کے مددگار) کہلاتے ہیں۔ اس سے کسی کو یہ غلط فہمی نہ ہونے پائے کہ اللہ تعالیٰ (معاذ اللہ) کسی کام کے لیے اپنی کسی مخلوق کی مدد کا محتاج ہے بلکہ اس کی اصل حقیقت یہ ہے کہ زندگی کے جس دائرے میں اللہ نے خود انسان کو کفر و ایمان اور اطاعت و معصیت کی آزادی بخشی ہے اس میں وہ اپنی قوت قاہرہ سے کام لے کر لوگوں کو بجبر مومن و مسلم نہیں بناتا بلکہ انبیاء اور اپنی کتابوں کے ذریعے سے ان کو راہ راست دکھلانے کے لیے تذکیر و تعلیم اور تفہیم و تلقین کا طریقہ اختیار فرماتا ہے اب جو مومن بھی انبیاء علیہم السلام کے اِس کام کو دنیا میں سرانجام دیں گے وہی انصار اللہ کہلائیں گے۔

۳۔ اہل ایمان کی ارتقائی منازل جو انسان حضورؐ کے پیغام و دعوت کو بدل و جان قبول کر لیتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی ان کی زندگیوں میں فوراً عملی انقلاب آنا شروع ہو جاتا ہے۔ اب جس قدر پیغام سیرت پر ایمان و عقیدہ زیادہ راسخ ہو گا۔

Marfat.com
Marfat.com

اسی قدر اُن کی سیرت و کردار میں ارتقائی منازل بھی زیادہ پائی جائیں گی اور وہ اس طرح ہونگی۔

(۱) مُؤْمِن : جو انسان پیغمبروں کی تذکیر و تعلیم اور دعوت و تبلیغ کو برضا و رغبت قبول کر لیتا ہے وہ مومن کہلاتا ہے۔

(۲) مُسْلِم : جب مومن اپنے ایمان کے تقاضے پورے کرنے لگتا ہے اور وہ عملاً مطیع و فرماں بردار بن جاتا ہے تو اس وقت وہ مسلم قانت اور زاہد و عابد کہلانے لگتا ہے۔

(۳) مُتَّقِی : جب مسلمان خدا کی اطاعت و فرماں برداری میں خدا ترسی کا رویہ اختیار کرتا ہے تو وہ متقی اور پرہیزگار کہلانے لگتا ہے۔

(۴) مُحسِن : جب مسلمان خدا ترسی کے ساتھ ساتھ پورے خلوص سے اور خوشی خوشی نیکیوں کی طرف سبقت بھی کرنے لگتا ہے تو وہ محسن کہلاتا ہے۔

(۵) اَنْصَارُ اللّٰہ : جب مسلمان اس سے بھی مزید ایک قدم آگے بڑھ کر خود تذکیر و تعلیم کے ذریعے بندگانِ خدا کی اصلاح کرنے اور کفر و فسق کی جگہ اللہ کی اطاعت کا نظام قائم کرنے کے لیے منظم ہو کر کام کرنے لگتے ہیں تو اللہ تعالیٰ انہیں اپنا انصار (مددگار) ہونے کی سند عطا فرماتا ہے اور یہ وہ بلند سے بلند تر مقام ہے جس پر کسی بندے کی پہنچ ہو سکتی ہے۔ نماز، روزہ اور تمام اقسام کی عبادات میں تو انسان محض بندہ و غلام ہوتا ہے مگر تبلیغ دین اور اقامت دین کی جدوجہد میں بندے کو خدا کی رفاقت و معیت اور نصرت و مددگاری کا وہ شرف بھی حاصل ہو جاتا ہے جو اس دنیا میں رُوحانی ارتقاء کا سب سے اونچا مرتبہ ہے "(تلخیص تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۲۸۰)

پیغام سیرت کے انسانِ مطلوب کی یہ وہ بلند ترین ارتقائی منزل ہے جس تک پہنچنے کے لیے خود اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو حکم دیتا ہے۔ جیسا کہ قرآن میں مذکور ہے۔

"اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، اللہ تعالیٰ کے مددگار بنو جس طرح عیسیٰ ابن مریم نے حواریوں کو خطاب کر کے فرمایا تھا" کون ہے اللہ کی طرف

Marfat.com
Marfat.com

بلانے میں میرا مددگار؟" حواریوں نے جواب دیا تھا: "ہم ہیں اللہ کے مددگار۔ (الصف ۱۴)

۴۔ بندگیٔ ربّ کا ایک جامع تصوّر
بندگیٔ رب کا تصور اپنے اندر ایک جامع مفہوم رکھتا ہے۔ کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کی تکوینی حکومت کائنات کے ذرہ ذرہ پر قائم ہے اسی طرح انسان خدا کی تشریعی حکومت بھی اس زمین کے ہر خطے میں قائم کرے اور پھر پوری زندگی میں مرتے دم تک اس کی اطاعت کرتا رہے اس طرح زندگی بسر کرنے والا انسان صحیح معنوں میں خدا کی بندگی کرنے والا ہوگا۔ قرآن کے حسب ذیل الفاظ سے اس کی وضاحت ہوتی ہے۔

۱۔ رَبّ : ملک کا مالک۔ بادشاہ اور حکمران
۲۔ دین : اقتدار۔ حکومت۔ نظام حکومت
۳۔ شریعت : قوانین۔ کسی ملک میں نافذ کردہ قوانین۔
۴۔ انصار : مددگار، معاونین۔ اہل کار حکومت یعنی وہ کارکنان جن کے ذریعہ سے ملکی قوانین پر عمل درآمد کرایا جاتا ہے۔
۵۔ تشریعی عبادت : اطاعت و فرمانبرداری۔ یعنی وہ اطاعت و فرماں برداری جو ملک کے باشندے پورے خلوص کے ساتھ ملک میں نافذ کردہ قوانین کے مطابق بجالاتے ہیں۔

اب اگر ملک کا بادشاہ اور حکمران صرف اللہ تعالیٰ ہو اور اس کے دین اسلام کے مطابق نظام حکومت قائم ہو اور اس میں حضورؐ کی شریعت ملکی قوانین کی حیثیت سے نافذ ہو اور اس پر انصار اللہ (اسلامی حکومت کے اہل کاروں) کے ہاتھوں عمل درآمد ہو رہا ہو اور ملک کے رہنے والے اس پر پورے اخلاص سے عمل پیرا ہوں تو یہ ہے وہ اصل نظام بندگی اور اطاعت جو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے چاہتا ہے اسی کے لیے حضورؐ اور صحابہ کرامؓ نے تیرہ سالہ مکی زندگی میں دکھ اٹھائے۔ اسی کے لیے انہیں ہجرت کرنی پڑی اور

Marfat.com
Marfat.com

پھر یہی وہ نظام بندگی ہے جسے آپؐ نے مدینہ طیبہ میں اسلامی ریاست کی تشکیل کر کے قائم کیا اور پھر اسی نظام بندگی کو خلفائے راشدین اپنے دور حکومت میں قائم و دائم رکھنے کی کوشش کرتے رہے۔

۵- اہلِ ایمان کی ذمہ داری بندگی رب کے اس مفہوم کے معلوم ہو جانے کے بعد اہلِ ایمان پر یہ اولین ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کو اپنا رب (یعنی ملک کا بادشاہ اور حکمران) تسلیم کریں اور اُسی کے دین حق (یعنی اسلامی نظام حکومت) کو اپنے ملک کا نظام حکومت بنائیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت (قوانین) ہی کو نافذ کرنے کا اہتمام کریں اور پھر بحیثیت انصار اللہ اُن پر یہ بھی فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ نافذ کردہ شرعی قوانین پر اسی طرح عمل درآمد کریں اور کرائیں، جس طرح ایک ملک کی فوج اور پولیس اپنے ملکی قوانین کی نگرانی اور حفاظت کرتی ہے پھر اس ملک کے رہنے والے اہلِ ایمان پر بھی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ خود بھی ان شرعی قوانین پر پورے خلوص کے ساتھ عمل پیرا ہوں اور دوسروں کو بھی ان کی اطاعت کا پابند کریں تاکہ ملک میں صرف اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت اور بندگی و اطاعت کا نظام قائم و نافذ ہو۔ اس کے برعکس آج انسانوں نے اپنی مرضی سے جو قوانین بنا کر خدا کی زمین میں رائج کر رکھے ہیں۔ یہ سراسر خدا کے ساتھ بغاوت و سرکشی ہے۔ اہلِ ایمان اس وقت تک آرام اور چین سے بیٹھ نہیں سکتے جب تک اس فتنہ و فساد (غیر اسلامی قوانین) کو ختم کر کے اسلام کے نظام عدل کو زمین میں قائم نہیں کر دیتے۔ اہلِ ایمان کو یہ حقیقت قطعاً فراموش نہیں کرنی چاہیے کہ کسی ملک میں خدا کے قانون کی جگہ غیر اللہ کے قانون کا نفاذ اور اس پر عمل درآمد اسلام کے نزدیک صریحاً ایک کافرانہ اور باغیانہ رویۂ زندگی ہے جسے کوئی مومن بہ قائمی ہوش و حواس اپنی زندگی میں ہرگز برداشت نہیں کر سکتا بلکہ اسے تو مرتے دم تک ایسے باطل نظام کے خلاف جہاد کرتے رہنا چاہیے۔ جیسا کہ حضورؐ کے اسوۂ حسنہ

Marfat.com
Marfat.com

سے معلوم ہوتا ہے۔ قرآن میں آپ کی بعثت کا مقصد ہی یہ تبلایا گیا ہے کہ

(۱) هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ (التوبہ - ۳۳)

"وہ اللہ ہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ اسے پوری جنس دین پر غالب کر دے خواہ مشرکوں کو یہ کتنا ہی ناگوار ہو۔"

اہل ایمان کو بھی قرآن میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ اسلامی نظام کی خاطر جان کی بازی لگا دینے سے بھی دریغ نہ کریں۔

(۲) وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰی لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّیَكُوْنَ الدِّیْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ (الانفال - ۳۹)

"اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، ان کافروں سے جنگ کرو۔ یہاں تک کہ فتنہ (غیر اسلامی نظام) باقی نہ رہے اور دین حق (یعنی اسلامی نظام) پورے کا پورا اللہ کے لیے ہو جائے۔"

(۳) فَمَنْ یَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَیُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰی لَا انْفِصَامَ لَهَا وَاللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ (البقرۃ ۲۶۵)

"اب جو کوئی طاغوت کا انکار کر کے اللہ پر ایمان لے آیا۔ اس نے ایک مضبوط سہارا تھام لیا، جو کبھی ٹوٹنے والا نہیں (اور اللہ جس کا سہارا اس نے لیا ہے) سب کچھ سننے والا اور جاننے والا ہے۔"

(۴) وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ۔ (النحل)

"ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیج دیا، اور اس کے ذریعے سے سب کو خبردار کر دیا کہ "اللہ کی بندگی کرو اور طاغوت کی بندگی سے بچو۔"

Marfat.com
Marfat.com

(۵)۔ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ (۴۴) ..... هُمُ الظّٰلِمُوْنَ (۴۵) ..... هُمُ الْفٰسِقُوْنَ

(المائدہ ۴۷)

" اور جو لوگ اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلے نہیں کرتے وہی کافر ہیں ..... وہی ظالم ہیں ...... وہی فاسق ہیں۔

وضاحت : (۱) حضورؐ کی بعثت کا مقصد دین حق کو غالب کرنا تھا

(۲) اہلِ ایمان پر اس وقت تک جہاد وقتال فرض ہے جب تک وہ باطل نظام کی جگہ حق کا نظام قائم نہیں کر لیتے۔

(۳)۔ صحیح معنوں میں مومن وہی ہے جو طاغوت کا منکر ہو کر اللہ پر ایمان لائے

(۴)۔ ہر پیغمبر کی بعثت کا مقصد بھی یہی تھا کہ طاغوت کا منکر ہو کر خدا کی بندگی کی جائے۔

(۵)۔ جو شخص بھی خدا کے نازل کردہ ضابطۂ حیات کے مطابق اپنے معاملات زندگی کے فیصلے نہیں کرتا وہی کافر، ظالم اور فاسق ہے۔

۴۔ قرآن کے چند اہم الفاظ کی تشریح

آیاتِ بالا اور قرآن کے دیگر مقامات میں حسب ذیل الفاظ بہت کثرت سے استعمال ہوئے ہیں۔ یہاں ان کی تشریح کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ تاکہ بندگیٔ رب کا ایک واضح تصور سامنے آسکے۔

۱۔ **ظالم** : ظلم کے معنی حق تلفی کے ہیں. ظالم اس کو کہتے ہیں جو کسی کا حق تلف کرے۔ جو شخص خدا کی نافرمانی کرتا ہے، وہ درحقیقت تین بڑے بنیادی حقوق تلف کرتا ہے۔

اولاً خدا کا حق، کیونکہ وہ اس کا مستحق ہے کہ اس کی فرماں برداری کی جائے۔

ثانیاً ان تمام چیزوں کے حقوق جن کو اس نے خدا کی نافرمانی کے ارتکاب میں

Marfat.com
Marfat.com

استعمال کیا۔ اُس کے اعضائے جسمانی، اُس کے قوائے نفس، اس کے ہم معاشرت انسان وہ فرشتے جو اس کے ارادے کی تکمیل کا انتظام کرتے ہیں اور وہ اشیا، جو اس کام میں استعمال ہوتی ہیں۔ ان سب کا اس پر یہ حق تھا۔ کہ وہ صرف ان کے مالک ہی کی مرضی کے مطابق اُن پر اپنے اختیارات استعمال کرے۔ مگر جب اس کی مرضی کے خلاف اس نے ان پر اپنے اختیارات استعمال کئے۔ تو درحقیقت اُس نے اُن پر ظلم کیا

ثالثاً :۔ انسان کے خود اپنے نفس کا حق۔

۲۔ **فاسق** : نافرمان۔ اطاعت کی حد سے نکل جانے والا۔

ایک مومن یہ عہد کرتا ہے کہ وہ اللہ کے احکام کی پابندی پوری زندگی میں کرے گا۔ اگر وہ ایسا کرتا ہے تو اس کی پوری زندگی اللہ تعالیٰ کی عبادت ہوگی۔ اگر وہ اس عہد کو توڑ کر اس کی نافرمانی کرتا ہے تو ایسا رویۂ زندگی اختیار کرنے والا فاسق ہوگیا۔ اور یہ خدا کی بندگی کے انحراف کا پہلا مرتبہ ہے۔

۳۔ **کافر** : "کفر" کے اصلی معنی چھپانے کے ہیں۔ اسی سے انکار کا مفہوم پیدا ہوا اور یہ لفظ ایمان کے مقابلے میں بولا جانے لگا۔ ایمان کے معنی ہیں ماننا۔ قبول کرنا۔ تسلیم کرنا اس کے برعکس کفر کے معنی ہیں نہ ماننا، ردّ کر دینا۔ انکار کرنا۔ قرآن کی رُو سے کافرانہ رویہ کی مختلف صورتیں ہیں۔

ایک : انسان سرے سے خدا ہی کو نہ مانے، یا اس کے اقتدار اعلیٰ کو تسلیم نہ کرے اور اس کو اپنا اور ساری کائنات کا مالک اور معبود ماننے سے انکار کر دے یا اسے واحد مالک اور معبود نہ مانے۔

دوسرے : اللہ کو تو مانے مگر اس کے احکام اور اس کی ہدایات کو واحد منبع علم و قانون تسلیم کرنے سے انکار کر دے۔

Marfat.com
Marfat.com

تیسرے: خدا کے پیغمبروں کو تسلیم نہ کرے۔

چوتھے: خدا کے پیغمبروں میں سے بعض کو مانے اور بعض کا انکار کر دے۔

پانچویں: پیغمبروں کی تعلیمات کو قبول نہ کرے۔

چھٹے: عملاً احکام الٰہی کی دانستہ نافرمانی کرے اور اس پر اصرار کرتا رہے اور اپنی دنیوی زندگی میں اپنے رویے کی بنا اطاعت پر نہیں بلکہ نافرمانی ہی پر رکھے۔ یہ خدا کی بندگی سے انحراف کا دوسرا مرتبہ ہے۔

یہ سب مختلف طرز فکر و عمل اللہ کے مقابلے میں باغیانہ ہیں اور ان میں سے ہر ایک رویے کو قرآن کفر سے تعبیر کرتا ہے اس کے علاوہ بعض مقامات پر قرآن میں کفر کا لفظ کفرانِ نعمت کے معنی میں بھی استعمال ہوا ہے اور شکر کے مقابلے میں بولا گیا ہے۔ شکر کے معنی یہ ہیں کہ نعمت جس نے دی ہے انسان اس کا احسان مند ہو۔ اس کے احسان کی قدر کرے، اس کی دی ہوئی نعمت کو اس کی رضا کے مطابق استعمال کرے اور اس کا دل اپنے محسن کے لیے وفاداری کے جذبے سے لبریز ہو اس کے مقابلے میں کفر یا کفرانِ نعمت یہ ہے کہ آدمی یا تو محسن کا احسان ہی نہ مانے اور اسے اپنی قابلیت یا کسی کی عنایت یا سفارش کا نتیجہ سمجھے یا اس کی دی ہوئی نعمت کی ناقدری کرے اور اسے ضائع کر دے یا اس کی نعمت کو اس کی رضا کے خلاف استعمال کرے یا اس کے احسانات کے باوجود اس کے ساتھ غدر اور بے وفائی کرے۔ اس نوع کے کفر کو ہماری زبان میں بالعموم احسان فراموشی، نمک حرامی، غداری اور ناشکرے پن کے الفاظ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

۴۔ طاغوت: لغت کے اعتبار سے ہر اس شخص کو کہا جائے گا جو اپنی جائز حد سے تجاوز کر گیا ہو۔ قرآن کی اصطلاح میں طاغوت سے مراد وہ بندہ ہے جو بندگی کی حد سے تجاوز کر کے خود آقائی و خداوندی کا دم بھرے اور خدا کے بندوں سے اپنی بندگی کرائے۔ خدا کے مقابلے میں ایک بندے کی سرکشی کا یہ تیسرا اور آخری

Marfat.com
Marfat.com

مرتبہ ہے۔ طاغوت کی جمع طواغیت ہے اور یہ بے شمار ہیں۔ ان میں سے بعض یہ ہیں۔

پہلا ، شیطان جو بندے کے سامنے نت نئی جھوٹی ترغیبات کا سدا بہار سبز باغ پیش کرتا رہتا ہے۔

دوسرا: آدمی کا اپنا نفس جو اسے جذبات وخواہشات کا غلام بنا کر زندگی کے ٹیڑھے سیدھے راستوں میں کھینچے کھینچے لیے پھرتا ہے۔

تیسرا: آدمی کے بیوی بچے، اعزہ اور اقربا، برادری اور خاندان میں سے ہر ایک جو اس سے اپنی اغراض کی بندگی کراتا ہے۔

چوتھا: آدمی کا اپنا دوست جو اسے اپنی اغراض کا بندہ بناتا ہے۔

پانچواں: آدمی کی سوسائٹی، قوم اور ماحول اور معاشرہ جو اسے خدا کی بندگی کی جگہ اپنی رسوم اور طور طریقوں کا پابند بناتے ہیں۔

چھٹا: آدمی کے پیشوا اور راہنما جو اسے اپنے خود ساختہ ضابطوں میں جکڑتے ہیں۔ اور خدا کی بندگی سے منحرف کرا کر اپنا بندہ بناتے ہیں۔

ساتواں: حکومت اور حکام جو خدا کے قانون کی جگہ اپنے احکام جاری کرتے ہیں اور خدا کی اطاعت کی جگہ اپنی اطاعت کرواتے ہیں۔

یہ سب کے سب طاغوت ہی طاغوت ہوتے ہیں جن میں سے ہر ایک اس سے اپنی اغراض کی بندگی کراتا ہے اور بے شمار آقاؤں کا یہ غلام ساری عمر اسی چکر میں پھنسا رہتا ہے کہ کس آقا کو خوش کرے اور کس کی ناراضی سے بچے (تلخیص تفہیم القرآن۔ جلد ۱)

۷۔ پیغام سیرت کی قابل توجہ باتیں

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا ئے انسانیت کو جو پیغام دیا ہے وہ یہ ہے۔ کہ

(۱) مومن سب سے پہلے طاغوت کا انکار کرے خواہ وہ شیطان کی شکل میں ہو، یا نفس امارہ کی شکل میں، یا وہ بیوی بچے، اعزہ واقارب، خاندان، دوست سوسائٹی

Marfat.com
Marfat.com

مذہبی وسیاسی رہنما اور امراء و حکام کی شکل میں ہو۔ ان سب کی بندگی کا انکار کرکے وہ خدا کی بندگی کرنے کا عہد کرے۔

(۲) پھر مومن دین اسلام (اسلامی نظام) کو اپنے ملک میں قائم کرنے کے لیے اپنے تمام ذرائع و وسائل لگا دے جو اس کے اختیار میں ہیں۔

(۳) اگر زندگی بھر کوشش کرنے کے باوجود اللہ کا دین (اسلامی نظام) قائم نہیں ہوتا تو اسے مایوس نہیں ہونا چاہیئے۔ اس کی یہ انتھک جدوجہد ہی اللہ تعالےٰ کی عبادت اور بندگی قرار دی جائے گی۔

(۴) اگر اللہ کا دین اس کی زندگی میں قائم ہو جاتا ہے تو اس کے مطابق زندگی بسر کرنا خدا کی بندگی اور اطاعت ہوگی۔

(۵) اہل ایمان کو حضورؐ کی سیرت طیبہ یہ پیغام بھی دیتی ہے کہ جب اللہ کا دین پوری طرح قائم ہو جائے تو پھر اس کی حفاظت کرنا اس کے تمام تقاضے پورے کرنا لازمی ہیں اور زندگی کے کسی حصے میں بھی اتباع شیطان نہیں کرنی چاہیے اور اگر کسی جگہ پورا اسلام قائم نہ ہو تو جہاں تک اسلام پر عمل کرنا ممکن ہو وہاں اس کے عملی تقاضے پورے کرنے چاہیے اور باقی حصہ اسلام کو قائم کرنے کے لیے تمام اہل ایمان منظم ہو کر اپنی کوشش اور جدوجہد جاری رکھیں حتیٰ کہ پورے کا پورا اسلام ملک میں قائم ہو جائے اور زندگی کے تمام شعبے اسلام کے مطابق چلنے لگیں۔ ایسا کرنے والے ہی انصار اللہ کے زمرے میں آئیں گے یہ ہے سیرت کے پیغام کا خلاصہ جسے قرآن میں اس طرح بیان کیا گیا ہے۔

(۱) وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ (بنی اسرائیل ۲۳)

”تیرے رب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ تم لوگ کسی کی عبادت نہ کرو مگر صرف اس کی۔“

Marfat.com
Marfat.com

(۲) وَجَاهِدُوا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ (الحج ۷۸)
"اللہ کی راہ میں جہاد کرو جیسا کہ جہاد کرنے کا حق ہے (نظام اسلام کو قائم کرنے کے لئے سر دھڑ کی بازی لگا دو)"

(۳) اے ایمان لانے والو! تم پورے کے پورے اسلام میں آجاؤ اور شیطان کی پیروی نہ کرو۔ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے (البقرہ - ۲۰۸)

وضاحت: یعنی خواہ تمہاری فکر و نظر ہو یا عقیدہ و خیال، تعلیم و تربیت ہو یا مذہب و اخلاق، تمدن و معاشرت ہو یا معیشت و سیاست، قانون و عدالت ہو یا صلح و جنگ، ملکی معاملات ہوں یا بین الاقوامی تعلقات اور انفرادی زندگی ہو یا اجتماعی غرض زندگی کے تمام شعبے خدا کی بندگی اور حضورؐ کی پیروی میں استوار کیے جائیں۔

۸۔ پیغامِ سیرت کا انسانِ مطلوب

پیغام سیرت کے انسان مطلوب کی ایک تھوڑی سی جھلک جناب نعیم صدیقی صاحب نے بھی اپنی کتاب "محسن انسانیت" میں اس طرح دکھائی ہے:

"بے شمار اصلاحی اور تعمیری اور انقلابی تحریکیں اس دنیا میں کام کر رہی ہیں مگر ان میں سے ہر ایک نے انسان کو جوں کا توں رکھ کر خارجی نظام کو بدلنے کی تدبیریں کی ہیں لیکن ہر وہ تبدیلی حقیقی مسائل کو حل کرنے کے لحاظ سے بالکل رائیگاں رہی جو انسان کو اندر سے نہیں بدل سکی محسن انسانیت کے کارنامہ کا مبہوت کر دینے والا یہ پہلو بڑا ہی اہم ہے کہ انسان اندرون سے بدل گیا ۔ انسانی روپ میں جو خواہش پرست حیوان پایا جاتا تھا۔ کلمۂ حق کے اثر سے وہ بالکل مٹ گیا اور معاً اس کی راکھ سے خدا پرست اور با اصول انسان ابھر آیا۔ اس نئے انسان کے کردار کی درخشانی دیکھیے تو آنکھوں میں چکا چوند آجاتی ہے۔ حضرت عمرؓ جیسا مکّہ کا میخوار نوجوان بدلا تو کہاں پہنچا؟ فضالہؓ میں تبدیلی آئی تو کس شان سے آئی۔ ذوالبجادینؓ کو دیکھیے کہ کس طرح دولت و

Marfat.com
Marfat.com

آسائش کو لات مار کر درویشانہ زندگی اختیار کرتا ہے۔ حضرت ابوذرؓ کو دیکھئے کہ کیا انقلابی جذبہ ہے کہ کعبہ میں کھڑے ہو کر جاہلیت کو چیلنج کیا اور خوب مار کھائی۔ کعب بن مالکؓ کا کردار دیکھیے۔ ابوخیثمہؓ کا رنگ ملاحظہ فرمائیے۔ لُبینہؓ اور سُمیّہؓ جیسی کنیزوں کی انقلابی شجاعت و عزیمت پر نگاہ ڈالیے۔ ماعز بن مالک اسلمی اور غامدیہ پر توجہ کیجیے۔ نجاشی کے دربار میں حضرت جعفر طیارؓ کی جرأت سے سبق لیجئے۔ ایرانی سپہ سالار کے دربار میں ربیع بن عامرؓ کی شانِ استغنیٰ سے رُوح اخذ کیجیے اور ستاروں کے اس جھرمٹ میں سے کون ہے جس کا ایمان لڑکھڑاتا نظر آتا نہیں ہے؟

ان ہستیوں سے وہ معاشرہ بنا اور ایسے قائدین اور کارکنوں کے ہاتھوں وہ نظامِ حق چلا جس نے بندشِ شراب کی منادی کی تو ہونٹوں سے لگے ہوئے پیالے فوراً الگ ہو گئے اور بہترین شراب کے مٹکے گلیوں میں لنڈھا دیے گئے۔ جس نے اگر عورتوں کو سر و سینہ ڈھانپنے کا حکم دیا تو حکم ملتے ہی کسی تاخیر کے بغیر دوپٹے اور اوڑھنیاں بنالی گئیں جس نے اگر جہاد کے لیے پکارا تو نوعمر لڑکے ایڑیوں پر کھڑے ہو ہو کر یہ کوشش کرتے دکھائی دیتے کہ وہ لوٹائے جانے سے بچ جائیں۔ جس نے اگر چندہ مانگا تو جہاں حضرت عثمانؓ جیسے دولتمند تاجروں نے سامان سے لدے ہوئے اونٹوں کی قطاریں لا لا کر کھڑی کر دیں اور حضرت ابوبکرؓ جیسے فدائیوں نے گھر کی ساری متاع تحریک کے قدموں میں ڈال دی۔ وہاں ایسے مزدور بھی تھے جنہوں نے دن بھر کی مزدوری سے حاصل شدہ کھجوریں جنگی فنڈ میں دے کر دامن جھاڑ دیا۔ جس نے اگر مہاجرین کی آبادکاری اور بحالی کے لیے انصار کو پکارا تو انہوں نے اپنے مکان اور کھیت اور باغ آدھوں آدھ بانٹ دیئے اور اُخوت کا ایک بے مثال سماں پیدا کر دیا۔ جس نے اگر عہدوں کو خدمت کی روح سے بالاتر کر کے سول سروس کے لیے کارکن طلب کیے تو ایک درہم روز کے قلیل معاوضے پر گورنری کے فرائض انجام دینے والے حکام دنیا کے سامنے نمودار ہو گئے۔

Marfat.com
Marfat.com

جس نے اگر مالِ غنیمت کو سپہ سالار کے پاس جمع کرانے کا حکم دیا تو اس شان سے تعمیل کی گئی کہ فوج ایک ایک سوئی اپنے افسر کو پیش کر دیتی تھی۔ اور یہ واقعہ ہمیشہ تاریخ میں درخشاں رہے گا۔ کہ مدائن کے اموال کا ایک قیمتی حصہ عامر نامی سپاہی کے ہاتھ آیا اور بغیر اس کے کہ کسی کو بھی اس خزانہ زر و جواہر کا علم ہو۔ وہ رات کی تاریکی میں چپکے چپکے سے اپنے سردار تک پہنچا دیتا ہے۔

یہ ہستیاں تھیں جنہوں نے نیکی کا ایسا ماحول تیار کیا کہ جس میں شاذ و نادر ہی جرائم ہوئے تھے اور حضورؐ کے پورے دس سالہ دور میں گنتی کے چند مقدمات عدالتوں میں آئے۔ یہ نیکی کا ایسا ماحول تھا جس میں کوئی سی آئی ڈی نہیں رکھی گئی بلکہ لوگوں کے ضمیر ہی اُن کے پاسبان اور نگران بن گئے۔ یہ تھا وہ انقلاب جس نے باہر کے نظام کے ساتھ ساتھ اندر سے انسانی قلب و ذہن کو بدلا اور ایک نیا کردار پیدا کیا۔ اسی لیے وہ حقیقی اور بنیادی مسائل حیات کو حل کرنے میں کامیاب ہوا اور اس کے ذریعے وقت کے تمدنی بحرانوں میں راہ نجات پیدا ہوئی"۔

یہ ہے پیغام سیرت کا وہ انسانِ مطلوب جسے زمین میں منصبِ خلافت اور متاعِ حیات سے نواز کر دنیا میں بندگیِ رب بجا لانے کے لیے پیدا کیا گیا ہے اور یہ اپنے مقصد میں اس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتا جب تک پیغام سیرت میں پیش کردہ بنیادی عقائد (توحید و رسالت اور آخرت) پر اپنی عملی زندگی کی بنیاد نہ رکھے اور پھر پوری زندگی میں بندگیِ رب کے جامع تصور کو مدنظر رکھ کر اپنا رویّہ زندگی اختیار نہ کرے

مومن کا مضبوط سہارا دین کے معاملے میں کوئی زور زبردستی نہیں ہے۔ صحیح بات غلط خیالات سے الگ چھانٹ کر رکھ دی گئی ہے۔ اب جو کوئی طاغوت کا انکار کر کے اللہ پر ایمان لے آیا، اس نے ایک مضبوط سہارا تھام لیا، جو کبھی ٹوٹنے والا نہیں ہے۔ اور اللہ (جس کا سہارا اس نے لیا ہے) سب کچھ سننے والا اور جاننے والا ہے۔ (البقرہ: ۲۵۶)

Marfat.com
Marfat.com

پیغامِ سیرت کے نزدیک اصل نیکی

پیغامِ سیرت کے نزدیک اصل نیکی یہ ہے کہ انسان اپنے خالقِ حقیقی پر ایمان لائے اور پھر تا دمِ زیست ایمان کے تقاضے پورے کرتا رہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں مذکور ہے:

(۱) نیکی یہ نہیں ہے کہ تم نے اپنے چہرے مشرق کی طرف کر لیے یا مغرب کی طرف، بلکہ نیکی یہ ہے کہ آدمی اللہ اور یومِ آخر اور ملائکہ اور اس کی نازل کردہ کتاب اور اس کے پیغمبروں کو دل سے مانے، اور اللہ کی محبت میں اپنا دل پسند مال رشتے داروں، یتیموں اور مسافروں پر، مدد کے لیے ہاتھ پھیلانے والوں پر اور غلاموں کی رہائی پر خرچ کرے۔ نماز قائم کرے اور زکوٰۃ دے۔ اور نیک وہ لوگ ہیں کہ جب عہد کریں تو اُسے پورا کریں اور تنگی و مصیبت کے وقت میں اور حق و باطل کی جنگ میں صبر کریں۔ یہ ہیں راست باز لوگ اور یہی متقی ہیں۔ (البقرہ ۱۷۷)

(۲) یہ کوئی نیکی کا کام نہیں ہے کہ تم اپنے گھروں میں پیچھے کی طرف سے داخل ہوتے ہو۔ نیکی تو اصل میں یہ ہے کہ آدمی اللہ کی ناراضگی سے بچے۔ لہٰذا تم اپنے گھروں میں دروازوں ہی سے آیا کرو۔ البتہ اللہ سے ڈرتے رہو شاید کہ تمھیں فلاح نصیب ہو جائے۔ (البقرہ: ۱۸۹)

(۳) تم نیکی کو نہیں پا سکتے جب تک کہ اپنی وہ چیز (خدا کی راہ میں) خرچ نہ کرو جسے تم عزیز رکھتے ہو۔ اور جو کچھ تم خرچ کرو گے اللہ تعالیٰ اس سے بے خبر نہ ہو گا۔ (آلِ عمران: ۹۲)

(۴) جو کام نیکی اور خدا ترسی کے ہیں۔ ان میں سب کے ساتھ تعاون کرو اور جو گناہ کے کام ہیں۔ ان میں کسی کے ساتھ تعاون نہ کرو۔ اللہ سے ڈرو اس کی سزا بہت سخت ہے۔ (المائدہ: ۲)

(۵) اللہ تعالیٰ تمھیں اس بات سے نہیں روکتا کہ تم لوگوں کے ساتھ نیکی اور انصاف کا برتاؤ کرو۔ جنھوں نے دین کے معاملہ میں تم سے جنگ نہیں کی اور تمھیں تمھارے گھروں سے نہیں نکالا ہے۔ اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ (الممتحنہ: ۸)

Marfat.com
Marfat.com

ساتواں باب

اسلامی معاشرہ کی تعمیر و تزئین

کتاب و سنت میں ایک طرف تو اسلام کی بنیادی دعوت پر بہت زور دیا گیا ہے جیسا کہ اس کتاب کے پانچویں باب "پیغام سیرت" میں ذکر کر دیا گیا ہے۔ دوسری طرف اسلام نے ایک مسلم معاشرہ کی تعمیر و تزئین کے لیے بھی بڑی تفصیل سے ہدایات دی ہیں۔ یہاں انہیں پیغام سیرت کے آئینہ میں اختصار کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے۔ اس باب میں سات چیزوں کی وضاحت کی گئی ہے:

۱ : مکارم اخلاق

۲ : آداب زندگی

۳ : اسلامی ضابطہ اخلاق

۴ : اسلامی معاشرہ کے بنیادی حقوق

۵ : خدا کے ہاں بازپرس کا احساس اور عملی زندگی پر اس کے اثرات

۶ : ایک صالحہ معاشرہ پر اسلام کی برکات

۷ : دور حاضر میں اسلامی نظام کی ضرورت و اہمیت اور اس کے لیے صحیح طریق کار

۱۔ مکارم اخلاق

مکارم اخلاق سے مراد وہ اچھے اور پاکیزہ اخلاق ہیں جن کی تعلیم اسلام دیتا ہے۔ گویا انہی کا دوسرا نام اسلام ہے۔ یہ ایک طرف انسان کے عقائد و نظریات کی تطہیر کرتے ہیں تو دوسری طرف اسے اخلاقِ حسنہ سے بھی مزین کرتے ہیں۔ ان کی مختصر تفصیل یہ ہے:

۱۔ مقصد بعثت (۱) اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی

Marfat.com
Marfat.com

بعثت کا مقصد یہ بیان فرمایا ہے کہ آپؐ کو کتاب و حکمت کی تعلیم دینے کے ساتھ ساتھ لوگوں کا تزکیۂ نفس بھی کرنا ہے:

هُوَ الَّذِی بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَ یُزَكِّیْهِمْ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۝ (آل عمران-۱۶۴)

وہ اللہ ہی ہے جس نے (عرب کے) اُمیوں میں ایک ایسا رسُول بھیجا ہے جو انہی میں سے ہے وہ انہیں خدا کے احکام پڑھ کر سُناتا ہے ان کا تزکیۂ نفس کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے حالانکہ اس سے پیشتر وہ کھلی گمراہی میں تھے۔

(۲)۔ حضورؐ خود بھی ارشاد فرماتے ہیں کہ میری بعثت مکارمِ اخلاق کی تکمیل کیلئے ہوئی ہے

ا۔ "بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ حُسْنَ الْاَخْلَاقِ" (مؤطا امام مالک)

مجھے اللہ کی طرف سے بھیجا گیا ہے تاکہ اخلاقی اچھائیوں کو تمام و کمال تک پہنچاؤں۔

ب۔ "اِنَّمَا بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْاَخْلَاقِ" (کنز العمال)

مَیں دنیا میں اس لیے بھیجا گیا ہُوں تاکہ اچھے اخلاق کی تکمیل کا فریضہ سرانجام دوں

(۳) حضرت ابوذر غفاریؓ نے اپنے بھائی کو حضورؐ کی دعوت کا جائزہ لینے کے لیئے مکہ میں بھیجا۔ اس نے واپس آکر تبلایا کہ:

" رَاَيْتُهٗ يَاْمُرُ بِمَكَارِمِ الْاَخْلَاقِ" (کنز العمال)

"مَیں نے اسے لوگوں کو اچھی باتوں کی تعلیم دیتے پایا"

(۴)۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ

"مَكَارِمُ الْاَخْلَاقِ مِنْ اَعْمَالِ الْجَنَّةِ" (کنز العمال)

اچھے اخلاق جنت کے کام ہیں۔

قرآن وحدیث سے واضح ہو جاتا ہے کہ حضورؐ کی بعثت اس لیے تھی کہ لوگوں کے اخلاق د

Marfat.com
Marfat.com

معاملات کو درست کیا جائے' ان کے اندر سے بُرے اخلاق کی جڑیں اُکھاڑ دی جائیں اور اُنکی جگہ اچھے اخلاق پیدا کیے جائیں۔ یہی تزکیہ آپؐ کی بعثت کا مقصد تھا۔ حضورؐ نے اپنے قول وعمل سے تمام اچھے اخلاق کی فہرست مرتب کی۔ اور اہلِ ایمان کو بھی پُوری زندگی کے تمام شعبوں پر ہر طرح کے حالات میں کاربند رہنے کی ہدایت فرمائی۔

۲۔ حُسنِ اخلاق کی تفسیر حضرت عبداللہ بن مبارکؒ نے حسنِ اخلاق کی تفسیر ان الفاظ میں فرمائی ہے:

"ھُوَ طَلَاقَۃُ الْوَجْہِ وَ بَذْلُ الْمَعْرُوْفِ وَ کَفُّ الْاَذٰی"

حُسنِ اخلاق نام ہے خوش رُوئی کا' مال وزر خرچ کرنے کا اور کسی کو تکلیف نہ دینے کا۔

۳۔ اُسوۂ رسُولؐ حضورؐ کے اسوۂ حسنہ کے بارے میں حضرت عبداللہؓ بن عمرو بن العاصؓ فرماتے ہیں کہ: "رسولِ خدا نہ تو بے حیائی کی بات زبان سے نکالتے اور نہ بے حیائی کا کام کرتے' اور نہ دُوسروں کو بُرا بھلا کہتے اور ارشاد فرماتے تھے کہ:

"اِنَّ مِنْ خِیَارِکُمْ اَحْسَنُکُمْ اَخْلَاقًا" (بخاری ومسلم)

تم میں بہتر لوگ وُہ ہیں جو اخلاق کے اچھے ہیں۔

۴۔ حضرت معاذ والیٔ یمن کو نصیحت آپؐ نے حضرت معاذؓ بن جبل کو یمن کا والی بنا کر بھیجتے وقت نصیحت فرمائی کہ

اے معاذ! "اَحْسِنْ خُلُقَکَ لِلنَّاسِ" (مؤطا امام مالکؒ)

لوگوں کے ساتھ بہتر اخلاق سے پیش آنا

۵۔ سادہ زندگی حضورؐ کا ارشاد ہے کہ:-

"اِنَّ الْبَذَاذَۃَ مِنَ الْاِیْمَانِ" (ابوداؤد' ابن ماجہ)

سادہ زندگی گزارنا ایمان ہے۔

۶۔ مکارمِ اخلاق کی بنیادیں مسلمان کے اندر مکارم اخلاق اسی وقت نشوونما پا

سکتے ہیں جب کہ ان کی بنیاد اُس ایمان وایقان اور اخلاص پر ہو جو پیغام سیرت (کتاب وسنت) کے مطابق ہو کیونکہ عمل صالح سے پہلے اس کا شعور ہونا بہت ضروری ہے۔ اسلامی تعلیمات میں اللہ پر، اس کے فرشتوں، رسولوں اور کتابوں پر اور یوم آخرت پر ایمان لانا شامل ہے جیسا کہ قرآن میں مذکور ہے:

"نیکی یہ نہیں ہے کہ تم نے اپنے چہرے مشرق کی طرف کر لیے یا مغرب کی طرف، بلکہ نیکی یہ ہے کہ آدمی اللہ کو اور یوم آخر اور ملائکہ اور اللہ کی نازل کی ہوئی کتاب اور اس کے پیغمبروں کو دل سے مانے"۔ (البقرہ - ۱۷۷)

۷۔ اجزائے ایمان اس آیت میں پانچ چیزوں پر ایمان لانے کو نیکی قرار دیا گیا ہے انہیں اجزائے ایمان بھی کہتے ہیں کیونکہ ان کا انکار کرنے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے۔ (سورۂ نساء - ۱۳۶)

(۱) خدا (۲) فرشتے (۳) رسول (۴) آسمانی کتابیں (۵) یوم آخر

۸۔ اسلامی عقائد ان اجزائے ایمان پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ انہیں دل سے تسلیم کیا جائے۔ ان میں سے کسی ایک کا انکار کرنے والا مومن نہیں رہ سکتا۔ اسی طرح ان کے علاوہ اپنی طرف سے کسی نئے عقیدہ کو ایمان کا جزو قرار دینے والا بھی مومن نہیں رہتا ہے۔ ان کے بارے میں جب تک ایک مسلمان کے عقائد و نظریات کتاب وسنت کے مطابق نہ ہوں اس کی زندگی مکارم اخلاق سے پوری طرح آراستہ نہ ہو سکے گی اور وہ یہ ہیں:

اللہ (۱) اللہ تعالیٰ کے بارے میں مسلمان کا یہ عقیدہ ہونا چاہیے کہ وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ ہی رہے گا۔ وہ زندۂ جاوید ہے۔ وہ کبھی فنا نہ ہوگا۔ وہ اکیلا اور یکتا ہے۔ اس کی ذات وصفات اور حقوق واختیارات میں کوئی دوسرا اس کا شریک نہیں ہے۔ نہ اس کے ماں باپ ہیں، نہ بیوی بچے، نہ اس کا کوئی کنبہ اور برادری ہے سب اسکے

Marfat.com
Marfat.com

محتاج ہیں، وہ کسی کا محتاج نہیں ہے۔ اس ساری عظیم الشان کائنات کا وہ اکیلا ہی خالق درازق ہے۔ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اس کی ذات ہر عیب اور نقص سے پاک ہے۔ (سورۃ الفاتحہ والاخلاص والبقرہ۔ ۲۵۵)

(۲)۔ ساری کائنات کا حقیقی بادشاہ، آقا، مالک اور حاکم وہی ہے، وہی مقتدر اعلیٰ ہے۔ انس وجن اور فرشتوں سمیت تمام مخلوق اسی کی محکوم اور دست بستہ غلام ہے اور وہ اپنی مخلوق پر قاہر وغالب ہے۔ (الناس والانعام۔ ۶۲، ۶۳)

(۳)۔ وہی ہر جگہ موجود، حاضر و ناظر ہے، وہی عیب دان ہے، وہی انسان کی نیت و ارادہ اور خیالات وجذبات اور تمام پوشیدہ بھیدوں سے پوری طرح واقف ہے اور وہ اپنے بندوں کی شاہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔ وہی اگلی پچھلی ساری باتوں کا جاننے والا ہے۔ درخت سے گرنے والا کوئی پتہ اور زمین کے تاریک پردوں میں چھپا ہوا کوئی دانہ ایسا نہیں ہے جو اس کے علم سے باہر ہو۔ (الحدید۔ ۴، الانعام۔ ۵۹)

(۴)۔ موت وحیات کا خالق ومالک بھی وہی ہے۔ جسے جب چاہے موت دے اور جسے جتنی چاہے زندگی عطا کرے۔ تمام خزانوں کا مالک بھی وہی ہے۔ رزق کا کم کرنا یا زیادہ کرنا اسی کے اختیار میں ہے۔ (الانعام۔ ۱۷، ۶۰، بنی اسرائیل۔ ۳۰)

(۵) حقیقی عادل اور منصف وہی ہے۔ علیم وحکیم بھی وہی ہے۔ اس کے تمام کام حکمت پر مبنی ہیں۔ اسے اپنے بندوں سے بے پناہ محبت ہے۔ اس کی رحمت ومغفرت سے مومن کبھی مایوس نہیں ہوتا۔ اس کی رحمت ہر جگہ عام ہے۔ وہ خود توّاب (توبہ قبول کرنیوالا) ہے اور توّاب (توبہ واستغفار کرنے والے) ہی کو پسند فرماتا ہے۔ مومن کی سب سے زیادہ محبت اللہ ہی سے ہوتی ہے اور ہر کام میں اسے صرف اس کی رضا مطلوب ہوتی ہے۔ (المومن۔ ۳، الاعراف ۱۵۶ الیل۔ ۲۰، یٰس۔ ۵۴، البقرہ۔ ۲۲۲)

(۶)۔ مومن کو صرف اسی کا شکر گزار ہونا چاہیئے۔ وہی تنہا عبادت کے لائق ہے۔ اسی کے

Marfat.com
Marfat.com

حضور قیام اور سجدہ کیا جائے۔ اسی سے خوف کھایا جائے اور اسی سے ہدایت و راہنمائی طلب کی جائے۔ خدا ہی کا حق ہے کہ اس کی اطاعت کی جائے۔ حلال و حرام کے قوانین دینا بھی اسی کا حق ہے اور اس میں کوئی دُوسرا اس کا شریک نہیں ہے۔ (البقرہ۔ ۸، ۲۳، الحج ۷۰، آل عمران۔ ۷۵، الفاتحہ، النحل ۱۱۶، الکہف۔ آخری آیت)

(۷)۔ کفر و شرک اور بدعت و نفاق بدترین اخلاقی بُرائیاں ہیں۔ حالتِ کفر میں مرنیوالوں پر خدا کی لعنت برستی ہے۔ اسی طرح فرشتے اور ساری دُنیا کے انسان بھی ان پر لعنت کرتے ہیں۔ (البقرہ۔ ۱۶۱)

(۸)۔ شرک سراسر جھوٹ اور سب سے بڑا ظلم ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں سارے گناہ قابلِ معافی ہیں مگر شرک کو وہ ہرگز معاف نہ فرمائے گا۔ (النساء ۱۱۶)

(۹) انسان کی اچھی یا بُری تقدیر کا خالق بھی اللہ تعالیٰ ہی ہے اور اُس پر ایمان لانا بھی خدا کی صفات پر ایمان لانا ہے۔

وضاحت: (۱) انسان کو مسئلہ تقدیر کے بارے میں زیادہ بحث و تجسس سے گریز ہی کرنا چاہیے کیونکہ اس میں جو خدا کی حکمت کارفرما ہے وہاں تک ہماری رسائی ناممکن ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں کسی فرد بشر کو اس کی اچھی یا بُری تقدیر کے بارے میں پیشگی آگاہ نہ فرمانا ایک بہت بڑی حکمت ہے تاکہ انسان اپنے مقدر کو بہتر سے بہتر بنانے میں ہر ممکن کوشش کرتا رہے۔ اگر اللہ تعالےٰ ہر انسان کو اس کے اپنے مقدر کے بارے میں پیشگی آگاہ کر دیتا تو وہ سعی و عمل سے جی چُرانے لگتا۔ اس طرح انسان کے امتحان کا وُہ مقصد ہی فوت ہو جاتا جس کے لیے یہ دُنیا میں آیا تھا۔

(۲)۔ کتاب و سُنّت کی روشنی میں یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو خلافتِ ارضی عطا کر کے اس کو کچھ مدّت تک کام کرنے کا موقع دیا ہے تاکہ اس کا امتحان لیا جائے کہ یہ خدا کے عطا کردہ اختیارات کو خدا کی مرضی کے مطابق استعمال کرتا ہے یا کہ نہیں۔

(۳)۔ اب اگر یہ خدا کی مشیت اور اس کی مرضی کے فرق کو اچھی طرح معلوم کر لے تو مسئلۂ تقدیر سے

Marfat.com
Marfat.com

بڑی آسانی سے سمجھ میں آسکتا ہے۔ خدا کی مشیت تو عام ہے اور ہر کام میں ہے۔ اس کے بغیر نہ تو کوئی چور چوری کرسکتا ہے اور نہ ہی کوئی نمازی نماز پڑھ سکتا ہے مگر خدا کی مرضی صرف خدا کے پیغمبروں ہی کے ذریعہ سے معلوم ہوسکتی ہے اور وہ ہے اسلام کو شعوری طور پر قبول کر کے اس کے مطابق زندگی گزارنا۔ اب ہمارے لیے خدا کی مرضی کو معلوم کرنے کا واحد ذریعہ صرف خدا کی کتاب (قرآن مجید) اور حضورؐ کا اسوۂ حسنہ (سنّت) ہے۔ اگر انسان خدا کے عطا کردہ اختیارات کو کتاب وسنّت کے مطابق استعمال کرتا ہے تو پھر خدا کے ہاں اس کی تقدیر اچھی ہوگی اور اگر ایسا نہیں کرتا تو اس کی تقدیر بُری ہوگی۔ ان میں سے پہلی صورت میں تو خدا کی مشیت اور رضا دونوں ہی شامل ہوں گی مگر دوسری صورت میں صرف اس کی مشیت کارفرما ہوگی۔

فرشتے: یہ اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار بندے ہیں۔ یہ نور سے پیدا کیے گئے ہیں۔ یہ جنّوں کی طرح ہماری نگاہوں سے اوجھل ہوتے ہیں۔ یہ نہ مرد ہیں نہ عورت۔ یہ اپنی مرضی سے کچھ نہیں کرتے۔ انہیں خدا کی خدائی میں قطعاً دخل نہیں ہے بلکہ یہ اس کی بے اختیار رعیّت اور فرمانبردار بندے ہیں۔ یہ وہی کام کرتے ہیں جو خدا کی طرف سے انہیں حکم ہوتا ہے۔ یہ خُدا کے خوف سے ہروقت لرزتے رہتے ہیں اور ہروقت اسی کی حمد وثنا اور تسبیح وتقدیس میں لگے رہتے ہیں (التحریم ۔۶، الانبیاء ۔۱۹، ۲۰، ۲۶ تا ۲۸ اور الزخرف ۔ ۱۹)

فرشتوں کی تعداد اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ بعض فرشتوں کا ذکر قرآن وحدیث میں بھی آیا ہے

(۱) **حضرت جبرائیلؑ:** یہ خدا کا پیغام لے کر اس کے پیغمبروں کے پاس تشریف لایا کرتے تھے۔ (البقرہ ۔ ۹۷)۔ حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی بعثت کے بعد اب ان کا یہ کام پُورا ہوگیا ہے۔

(۲) **حضرت میکائیلؑ:** یہ بارش کا انتظام کرنے اور مخلوقِ خدا کو روزی پہنچانے کے کام پر مقرر ہیں۔ (البقرہ ۔ ۹۸)

(۳) **حضرت عزرائیلؑ:** اسے ملک الموت (موت کا فرشتہ) بھی کہتے ہیں۔ یہ لوگوں کی جان

Marfat.com
Marfat.com

نکالنے پر مقرر ہیں۔ (مشکوٰۃ)

(۴)۔ حضرت اسرافیل: یہ مُنہ میں صور لیے اس انتظار میں کھڑے ہیں کہ خداوند تعالیٰ کی طرف سے انہیں حکم ہو اور وُہ اس میں پھُونک ماریں تاکہ قیامت برپا ہو جائے اور یہ دُنیا نیست و نابود ہو جائے۔ (البقرہ - ۹۸)

(۵)۔ کراماً کاتبین: یہ دو فرشتے ایسے ہیں جو ہر انسان کے ساتھ رہتے ہیں ایک کا کام انسان کے نیک اعمال لکھنا ہے اور دُوسرے کا کام بُرے اعمال نوٹ کرنا ہے۔ (الانفطار - ۱۱)

(۶)۔ مُنکر نکیر: جب انسان دُنیا سے انتقال کر جاتا ہے تو اس کی قبر کی زندگی میں اس کے پاس سوال و جواب کرنے کیلئے دو فرشتے آتے ہیں۔ انہیں منکر نکیر کہتے ہیں۔ (مشکوٰۃ - براء بن عازب)

(۷)۔ حضرت خضرؑ: ان کا نام قرآن میں نہیں آیا۔ سورہ کہف میں ان کے لیے لفظ "عبد" آیا ہے۔ انہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے تعلیم دی تھی یہ لوگوں میں حضرت خضرؑ کے نام سے مشہور ہیں۔ بعض احادیث میں بھی ان کا یہ نام آتا ہے۔ تفقہ فی الدین رکھنے والے علماء حضرت خضرؑ کو بھی فرشتوں ہی میں شمار کرتے ہیں کیونکہ قرآن میں لفظ "عبد" کا اطلاق جن وانس کے علاوہ فرشتوں پر بھی ہوتا ہے۔ (الکہف - ۶۵، الانبیاء - ۲۶، ۲۷، الزخرف - ۱۹)۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرشتوں کا انسانی شکل میں لوگوں کے پاس آنا خود قرآن میں مذکور ہے:

ا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت لُوط علیہ السلام کے پاس جب فرشتے پیغام بشارت اور عذاب لے کر آئے تھے تو اس وقت وہ انسانی شکل ہی میں آئے تھے۔ (ہود - ۶۹، ۷۰)

ب۔ حضرت مریم کے پاس جو فرشتہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت لے کر آیا تھا وُہ بھی انسانی شکل ہی میں تھا۔ (مریم - ۱۷)

ج۔ جب حضرت سلیمانؑ کے بعد بنی اسرائیل پر اخلاقی زوال آیا تو ان کی آزمائش کے لئے اللہ تعالیٰ نے ہاروت و ماروت دو فرشتوں کو ... انسانی شکل ہی میں بھیجا تھا۔ (البقرہ - ۱۰۲)

د۔ خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بعض دفعہ حضرت جبرائیلؑ بھی انسانی شکل ہی میں خدا کا پیغام لیکر

Marfat.com
Marfat.com

آیا کرتے تھے۔ (مشکوٰۃ)

ان شواہد کی بنا پر یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت خضر علیہ السلام کو بھی انسانی شکل ہی میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی راہنمائی کے لیے بھیجا تھا تاکہ انہیں کائنات میں سے چند ہونیوالے واقعات کی حکمتوں سے آگاہ کیا جائے۔

پھر حضرت خضر علیہ السلام کے فرشتہ ہونے پر خود ان کی یہ بات بھی دلالت کرتی ہے کہ "میں نے جو کچھ عمل کیا ہے وہ میں نے اپنی مرضی سے نہیں کیا" (الکہف۔۸۲)۔ اور یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ فرشتے اپنی مرضی سے کچھ نہیں کرتے بلکہ تمام امور اللہ تعالیٰ ہی کے حکم سے بجا لاتے ہیں جیسا کہ ایک بار حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے استفسار پر حضرت جبرائیل علیہ السلام جواب میں کہتے ہیں کہ ہم تو صرف آپؐ کے رب کے حکم ہی سے آتے ہیں (مریم۔۶۴) اور وہی کچھ کرتے ہیں جس کا حکم ہوتا ہے (التحریم۔۶) یعنی ہم اپنی مرضی کے بجائے خدا کی مرضی کے پابند ہیں۔

اب اگر حضرت خضر علیہ السلام کو فرشتہ کے بجائے حقیقتاً جنس بشریت ہی میں شمار کیا جائے تو پھر یا تو وہ کوئی پیغمبر ہو سکتے ہیں یا کوئی ولی اللہ یا کوئی عام انسان۔ پہلی صورت میں یہ بات دین حق اور کتاب وسنت کے قطعاً خلاف ہے کہ بیک وقت اللہ تعالیٰ لوگوں کی رہنمائی کیلئے دو پیغمبروں کو بھیجے اور ان دونوں کو متضاد قسم کے احکام دے۔ دوسری اور تیسری صورت میں یہ بات خود خدا کے پیغمبر کی شان کے بھی خلاف معلوم ہوتی ہے کہ اسے ایک غیر نبی کا شاگرد بنا دیا جائے۔ جبکہ وہ نبی خود بھی صاحب شریعت ہو اسلیے وہی بات درست معلوم ہوتی ہے جو اوپر بیان کی گئی ہے جو حقیقت پر مبنی ہونے کے علاوہ کتاب وسنت سے پوری طرح مطابقت بھی رکھتی ہے۔ کہ وہ اصل میں فرشتہ تھے جنہیں اللہ تعالےٰ نے انسانی شکل میں حضرت موسےٰ کی تعلیم کے لیے بھیجا تھا۔

رسول

(۱)۔ خدا نے اپنے بندوں تک اپنے احکام پہنچانے اور ان کی ہدایت وراہنمائی کے لیے جو انتظام کیا ہے اس کو "رسالت" کہتے ہیں اور خدا کے احکام پہنچانے والے برگزیدہ بندوں کو رسول، نبی یا پیغمبر کہتے ہیں (الحج۔۷۵)۔ رسول خدا کا پیغام ٹھیک ٹھیک پہنچاتے

Marfat.com
Marfat.com

ہیں، کبھی خیانت نہیں کرتے، نہ بڑھا چڑھا کر بیان کرتے ہیں اور نہ کچھ چھپاتے ہیں۔ خدا کی طرف سے ان پر جو وحی نازل ہوتی ہے، اس کو بندوں تک پہنچانے کا حق ادا کرتے ہیں۔ (الاحزاب: ۳۹)

(۲) رسالت وہبی چیز ہے۔ خدا جس کو چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔ اس منصب کو حاصل کرنے میں انسان کے اپنے ارادے اور کوشش کو کوئی دخل نہیں ہوتا (جیسا کہ جھوٹے مدعیانِ نبوّت نے خود نبی بننے کی کوشش کی ہے) رسالت خدا کا خصوصی عطیہ ہے، اس کا خصوصی فضل و کرم ہے وہ جس پر چاہے کرے۔ وہی جانتا ہے کہ یہ عظیم خدمت سرانجام دینے کے لیے کونسا فردِ بشر موزوں ترین ہے:
(الانعام ۱۲۴، القصص ۶۸، الشوریٰ ۵۲، النحل ۲)

(۳)۔ رسول بھی بشر اور انسان ہی ہوتے ہیں، فرشتے[۱] جن یا کوئی اور مخلوق نہیں ہوتے اور نہ ان کا خدائی میں کوئی دخل ہوتا ہے۔ ان میں اور عام انسانوں میں صرف یہ فرق ہوتا ہے کہ خدا ان کو اپنی ترجمانی اور فریضۂ رسالت کے لیے منتخب فرما لیتا ہے اور لوگوں کی رہنمائی کے لیے ان پر وحی بھیجتا ہے۔ (یونس ۲، القصص ۵۶، آل عمران ۱۲۸، الکہف ۱۱۰)

(۴)۔ رسول جو دین پیش کرتے ہیں وہ خود بھی اسی کی اطاعت کرتے ہیں اور اپنی زندگی کا کامل نمونہ پیش کرتے ہیں۔ ان کا یہ مقام نہیں ہوتا کہ وہ دوسروں کو تو دین کی اطاعت کا حکم دیں اور اپنے آپ کو اس سے مستثنیٰ رکھیں۔ (یونس ۱۵)

(۵)۔ رسول ہر دور میں آئے، ہر ملک میں آئے، مسلمان تمام رسولوں پر ایمان لاتے ہیں۔ کسی کا انکار نہیں کرتے۔ جن پیغمبروں کے تذکرے قرآن و حدیث میں آتے ہیں، ان پر ایمان کا اظہار کرتے ہیں اور ان کا پورا پورا احترام کرتے ہیں۔ البتہ جن کا تذکرہ قرآن و حدیث میں مذکور نہیں ہے ان کے بارے میں خاموشی اختیار کرتے ہیں۔ نہ تو ان کے پیغمبر ہونے کا اقرار کرتے ہیں اور نہ ہی انکار اور نہ ہی کوئی ایسی بات کہتے ہیں جس سے ان کی بے حرمتی اور بے ادبی ہو۔ (البقرہ ۲۸۵، النساء ۱۶۴)

(۶)۔ سارے انبیاء کی دعوتِ دین ایک ہی تھی۔ ان میں سے کسی ایک کا انکار سب کا انکار ہے۔

---

[۱] اگرچہ اللہ تعالیٰ نے پیغام رسانی کے لیے جنسِ بشر اور ملائکہ ہر دو میں سے رسولوں کا انتخاب فرمایا ہے مگر یہ ایک مسلّمہ حقیقت ہے کہ انسانوں کی رہنمائی کے لیے بہترین نمونۂ زندگی صرف بشر رسول ہی بن سکتے ہیں نہ کہ فرشتے۔ (الحج: ۷۵، بنی اسرائیل: ۹۵)

Marfat.com
Marfat.com

یہ سب ایک ہی گروہ کے لوگ تھے اور ان سب کا پیغام و دعوت بھی ایک ہی تھا کہ:

"اعبدوا اللہ مَا لَکُمْ مِنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ" (ہود، الانبیاء - ۲۵)۔

خدا کی عبادت و اطاعت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود (حاکم) نہیں ہے۔

(۷)۔ نبی اور رسول پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ اس کی پوری پوری اطاعت و پیروی کی جائے۔ محض زبان سے اعتراف نبوت کا کوئی فائدہ نہیں اگر نبی کی کامل پیروی نہ کی جائے۔

(النساء - ۶۴، ۶۵)

(۸)۔ نبوت و رسالت کا سلسلہ اسی وقت سے دنیا میں شروع ہو گیا تھا جب سے حضرتِ انسان دنیا میں خدا کا خلیفہ بن کر آیا تھا۔ سب سے پہلے انسان حضرت آدمؑ ہیں اور یہ خدا کے نبی بھی تھے۔ اور سب سے بعد اور آخر میں جو رسول دنیا میں تشریف لائے ہیں وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اُن کے بعد نبوت کا دروازہ ہمیشہ کے لیے تا قیامت بند ہو گیا ہے۔ اب جو شخص نبوت کا دعویٰ کرتا ہے وہ کاذب اور جھوٹا ہے اور واجب القتل ہے اور اس پر ایمان لانے والا بھی مرتد اور خارج از اسلام ہے۔ اب سب لوگوں کے لیے حضورؐ ہی نبی ہیں اب وہی لوگ فلاح پائیں گے جو آپؐ کو خاتم النبیین سمجھ کر آپؐ پر ایمان لائیں اور آپؐ کی پیروی اختیار کریں۔

(الاحزاب - ۶۰، الاعراف - ۱۷۰)

(۹) مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ آپؐ کو نہ صرف اپنے ماں باپ، اولاد و اعزہ و اقارب سے زیادہ عزیز رکھیں بلکہ خود اپنی جانوں سے بھی زیادہ محبوب سمجھیں۔ جیسا کہ قرآن میں مذکور ہے:

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِہِمْ۔ (الاحزاب - ۶)

نبی مومنوں کے لیے اپنی جانوں سے بھی زیادہ مقدم ہیں۔

آسمانی کتابیں

(۱) اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی ہدایت کے لیے بہت سی چھوٹی بڑی کتابیں بھی مختلف زمانوں میں نازل فرمائی تھیں۔ ان سب آسمانی کتابوں میں

Marfat.com
Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے دین کی باتیں بتائیں اور لوگوں کو زندگی گزارنے کا صحیح طریقہ بیان فرمایا۔ پیغمبروں نے ان کتابوں کا مفہوم خوب کھول کھول کر اچھی طرح سمجھایا اور خود اس پر عمل کر کے بھی دکھایا۔ (القمر۔۱۷)

(۲)۔ تمام آسمانی کتابوں پر ایمان لانا لازمی ہے۔ کیونکہ ان سب کا منبع و مصدر ایک ہی ہے اور ان سب کی بنیادی تعلیم بھی ایک ہی تھی کہ "ایک خدا کی بندگی اختیار کی جائے اور کفر و شرک اور بدعت و نفاق سے پرہیز کیا جائے۔ (الانبیاء۔۲۵)

(۳)۔ ان میں چار کتابیں بہت مشہور ہیں جو چار بڑے بڑے جلیل القدر پیغمبروں پر نازل کی گئی تھیں:

(ا)۔ تورات: یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی۔ (المائدہ۔۴۴، البقرہ۔۸۷)

(ب)۔ زبور: یہ حضرت داؤد علیہ السلام پر نازل ہوئی۔ (بنی اسرائیل۔۵۵)

(ج)۔ انجیل: یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی۔ (المائدہ۔۴۶)

(د)۔ قرآن: یہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلّم پر نازل ہوا۔ (یٰس۔ ا تا ۳۔ الرحمٰن، ۲)

(۴)۔ بعض پیغمبروں پر اللہ تعالیٰ نے صحیفے بھی نازل فرمائے تھے ان میں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر خصوصی طور پر آتا ہے کہ ان پر اللہ تعالیٰ نے صحیفے نازل فرمائے تھے اور ان میں بھی وہی تعلیم تھی جو مذکورہ بالا کتابوں میں تھی۔ (الاعلیٰ۔۱۸، ۱۹)

(۵)۔ ان میں اب قرآن مجید ہی ایک ایسی آسمانی کتاب ہے جو آج اپنی اصلی حالت میں لفظ بہ لفظ اور حرف بہ حرف محفوظ ہے اور قیامت تک یہ محفوظ رہے گی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کا ذمہ خود لے رکھا ہے۔ (الحجر۔۹)

(۶)۔ باقی کتابوں میں بہت کچھ تحریف و تبدیلی ہو چکی ہے۔ ان میں سے کوئی بھی آج اپنی اصلی حالت میں موجود نہیں ہے۔ ان میں اب وہی حق ہے جو قرآن مجید کے ساتھ مطابقت رکھتا ہے۔ اس لیے آج اصل دین کو جاننے اور اس پر عمل کرنے کا ایک ہی محفوظ، مستند اور مقبول

Marfat.com
Marfat.com

ذریعہ صرف قرآن مجید اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ ہے۔ اب کتاب و سنت کا انکار کر کے یا اس سے بے نیاز ہو کر کوئی فرد بشر خدا کے سچے دین کی پیروی کر سکتا ہے اور نہ ہی فلاح پا سکتا ہے۔ اب قیامت تک آنے والے انسانوں کے لیے لازمی ہے کہ وہ اس کتاب (قرآن) پر ایمان لا کر اتباع رسولؐ کریں۔ کیونکہ اب اس کے بغیر نجات ممکن نہیں ہے۔ (الاعراف۔ ۱۵۷)

(۷)۔ قرآن میں کمی بیشی کرنے کا کسی کو اختیار نہیں ہے۔ خواہ وہ خدا کا پیغمبر ہی کیوں نہ ہو۔ خود حضورؐ کو بھی یہ ہدایت تھی کہ آپؐ ٹھیک ٹھیک اس کی پیروی کریں۔ قرآن میں سے من مانی باتیں نکالنا اور تاویلیں کر کر کے اس کی آیتوں کو اپنے مطلب کے لیے استعمال کرنا انتہائی بے دینی کی بات ہے۔ (یونس۔ ۱۵)

(۸) قرآن میں انسانوں کے تمام مسائل کا حل موجود ہے، زندگی کا کوئی انفرادی یا اجتماعی معاملہ ایسا نہیں ہے جس کے لیے قرآن نے اصولی ہدایت نہ دی ہو، اسلیے زندگی کے کسی شعبے میں بھی اس سے بے نیاز ہونا اور اس کے دیے ہوئے اصولوں کے مقابلے میں کچھ دوسرے اصولوں کیمطابق زندگی کی تعمیر کرنا گمراہی اور قرآن سے بغاوت ہے: (النحل۔ ۸۹)

یوم آخر

(۱) زندگی بس یہی زندگی نہیں ہے بلکہ موت سے جی اُٹھنے کے بعد ایک دوسری زندگی شروع ہوگی جو ہمیشہ کی زندگی ہوگی اور پھر کبھی کسی کو موت نہ آئے گی۔ یہ زندگی اپنے اپنے اعمال کے مطابق یا تو نہایت عیش و آرام کی زندگی ہوگی یا انتہائی دکھوں اور تکلیفوں کی زندگی ہوگی۔ اس عقیدہ کو عقیدۂ آخرت کہتے ہیں۔ (العنکبوت۔ ۶۴، الزاریات ۳۶ تا ۴۶)

(۲) مرنے کے بعد قبر میں ہر مردے کے پاس منکر نکیر آتے ہیں اور اس سے یہ سوال کرتے ہیں

ا۔ تمہارا رب کون ہے؟

ب۔ تمہارا دین کیا ہے؟

ج۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ یہ کون صاحب ہیں؟ (مشکوٰۃ)

Marfat.com
Marfat.com

مومن کا جواب یہ ہوگا کہ "اللہ تعالیٰ میرا رب ہے، اسلام میرا دین ہے اور یہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو میرے رسول اور ہادی و رہنما ہیں۔

مگر جو کافر ہیں یا مشرک و منافق اور مبتدع وہ ان سوالوں کا صحیح جواب نہ دے سکیں گے کیونکہ ان کے عقائد و نظریات اور اخلاق و کردار کتاب و سنّت کے مطابق نہ تھے۔ وہ بس اتنا کہیں گے کہ "ہمیں پتہ نہیں، ہم نہیں جانتے کہ رب کون ہے، دین کیا ہے اور یہ آدمی (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کون صاحب ہیں؟

(۳)۔ پھر ایک دن ایسا آئے گا کہ حضرت اسرافیلؑ اللہ تعالیٰ کے حکم سے صور میں پھونک ماریں گے اور اچانک قیامت برپا ہو جائے گی۔ یہ نظامِ عالم درہم برہم ہو جائے گا۔ زمین ہولناک زلزلے سے لرز اُٹھے گی، سورج اور چاند ٹکرا جائیں گے اور ٹوٹ کر بے نور ہو جائیں گے۔ پہاڑ دھنکی ہوئی روئی کی طرح ہو جائیں گے۔ زمین و آسمان کے تمام جاندار مر جائیں گے۔ اور پورا عالم فنا ہو جائیگا۔

(النمل۔ ۸۷، ۸۸)

(۴) پھر خدا کے حکم سے دوبارہ صور میں پھونکا جائے گا۔ اور سارے وفات یافتہ انسان جی اُٹھیں گے "ایک نیا عالم قائم ہوگا" ان کو دوبارہ زندگی ملے گی۔ یہ زندگی ہمیشہ کی زندگی ہوگی، یہ دن بڑا ہی ہولناک ہوگا۔ لوگوں کے دل خوف زدہ دہشت سے لرز رہے ہوں گے۔ نگاہیں جھکی ہوئی ہونگی اور ہر ایک اپنے انجام کا منتظر ہوگا۔ (یٰس۔ ۵۱ تا ۵۴، المؤمن۔ ۱۶، ۱۷)

(۵)۔ نیک لوگوں کو ان کے دائیں ہاتھ میں نامۂ اعمال دیا جائے گا اور مجرموں کو ان کے بائیں ہاتھ میں ان کا نامۂ اعمال تھما دیا جائے گا۔ نیک لوگ فلاح و کامرانی پائیں گے اور بُرے لوگ ناکام و نامراد ہوں گے۔ کامیاب ہونے والوں کے چہرے خوشی سے دمک رہے ہوں گے۔ اور ناکام ہونے والوں کے چہرے غم آتش سے جھلس رہے ہوں گے۔ نیک لوگ جنّت میں عیش و سکون پائیں گے اور خدا کے باغی لوگ جہنم کے دہکتے انگاروں میں ڈال دیے جائیں گے۔ جنّت والوں سے خدا راضی ہوگا اور جہنم والوں پر غضبناک ہوگا۔ اس دن کا فیصلہ بے لاگ اور اٹل ہوگا۔ نہ کوئی

Marfat.com
Marfat.com

اس فیصلے کو ٹال سکے گا اور نہ کوئی جھوٹ بول کر یا بہانہ بنا کر خدا کو دھوکا دے سکے گا اور نہ ہی کوئی ولی اور پیغمبر کسی کی غلط سفارش کر سکے گا۔ شفاعت کے لیے صرف وہی شخص زبان کھول سکے گا جس کو خدا اجازت دے گا اور صرف اسی کی سفارش کر سکے گا جس کے لیے خداوند تعالیٰ اجازت فرمائیں گے۔ نہ کسی فرد بشر کو یہ موقع دیا جائے گا کہ وُہ دوبارہ دُنیا میں آئے اور نیک کام کر کے اپنی آخرت کو کامیاب بنائے اور نہ کسی کی گریہ زاری اس کو عذابِ دوزخ سے بچا سکے گی۔ (الحاقہ ۔۱۹ تا ۳۷)

(۶)۔ ہر انسان کے اعمال محفوظ ہو رہے ہیں۔ ہم جو کچھ کرتے ہیں۔ خدا کے فرشتے اسے نوٹ کرتے جا رہے ہیں۔ ہم اپنی زبان سے کوئی لفظ نکالتے ہی ہیں کہ خدا کے فرشتے اسے اسی وقت بڑی مستعدی سے نوٹ کر لیتے ہیں۔ (ق ۔ ۱۸) انسان کا کوئی عمل اُس دن خدا کی نظر سے پوشیدہ نہ رہیگا۔ خواہ وُہ رائی کے دانہ کے برابر ہی کیوں نہ ہو۔ پھر وہ کسی چٹان کے سینے میں دفن ہو، یا آسمان کی پہنائیوں میں ہو یا زمین کی تہ بہ تہ تاریکیوں میں ہو، غرض جہاں بھی ہو، اس دن خدا اُس کو لا حاضر کرے گا۔ اور ہر انسان اس دن خدا کے حضور پُوری طرح بے نقاب ہو گا۔ (لقمٰن ۔۱۶، الطارق ۔۹)

(۷)۔ جنت میں مومنوں کو ایسی بے مثال اور لازوال نعمتیں دی جائیں گی جو کسی آنکھ نے نہ کبھی دیکھی ہوں گی۔ نہ کسی کان نے کبھی سُنی ہوں گی اور نہ کسی دل میں کبھی ان کا خیال آیا ہو گا۔ جدھر جائیں گے امن و سکون کی فضا ہو گی اور ہر طرف سے سلام ہی سلام کی صدا بلند ہو گی۔ پھر وُہ کبھی بھی اُس عیش و سکون اور عزت و عظمت سے محروم نہ کیے جائیں گے اور سب سے بڑی نعمت یہ ہے کہ خدا ان کو اپنے دیدار سے نوازے گا۔ (السجدہ ۔ ۱۷)۔ اور یہ ارشاد فرمائے گا کہ:

"اے میرے بندو! میں تمہیں اپنی خوشنودی سے نوازتا ہُوں اب میں کبھی بھی تم سے خفا نہ ہوں گا" اور اس کی طرف سے پیغام سلام دیا جائے گا (یٰسین ۔ ۵۵ ۔ ۵۸)

(۸)۔ خدا کے باغی دوزخ کی آگ میں ڈالے جائیں گے۔ جس میں بھڑکتی ہوئی آگ ہو گی ۔ آگ

Marfat.com
Marfat.com

ان کو گھیر لے گی اور پھر وُہ اس سے نکل کر بھاگ نہ سکیں گے۔ نہ مر ہی گے کہ عذاب سے نجات پا لیں اور نہ ہی وہ زندہ ہوں گے کہ زندگی کا لطف اُٹھا سکیں۔ گھبرا گھبرا کر موت کی تمنا کریں گے لیکن ان کو موت نہ آسکے گی۔ یہ آگ غصے میں پھٹی پڑتی ہوگی اور کبھی نہ بجھے گی۔ پیاس کی شدت میں جب وہ چلائیں گے تو ان کو پگھلی ہوئی دھات دی جائے گی۔ جو مُنہ کو بھُون ڈالے گی۔ خار دار جھاڑیوں سے ان کی تواضع کی جائیگی اور خدا ان پر سخت غضب ناک ہوگا۔ (الفرقان۔ ۱۱ تا ۱۴)

۹۔ عقائدِ باطلہ مکارمِ اخلاق اور اعمالِ صالحہ کرنے مُسلمان ہونے کے لیے جس طرح یہ ضروری ہے کہ وہ اسلامی عقائد و افکار سے پُوری طرح واقف ہوتا کہ وہ مکارمِ اخلاق کے لیے بنیاد بن سکیں۔ اسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ وُہ اُن غیر اسلامی عقائد و خیالات سے بخوبی واقف ہو جو ایمان و اسلام کے خلاف ہیں اور جن سے اپنے ذہن و قلب کو پاک رکھے بغیر کسی مسلمان کے لیے اسلام کے تقاضے پورے کرنا اور اچھے اخلاق والی زندگی گزارنا ممکن نہیں۔ نیچے مختصر طور پر ان عقائدِ باطلہ اور غیر اسلامی خیالات و نظریات کا ذکر کیا جاتا ہے تاکہ مسلمان کفر و شرک اور بدعت و نفاق کے جملہ اخلاقِ رزیلہ سے بچ سکے۔

۱۔ کافرانہ افکار و اعمال کو پسند کرنا، ان کو فخریہ اختیار کرنا اور دُوسروں کو اختیار کرنے کی ترغیب دینا، سراسر ایمان کے خلاف ہے اس سے فوراً توبہ کرنی چاہیئے۔ (النساء۔ ۱۴۰)

۲۔ دینی اعمال اور دینی شعائر کی تحقیر کرنا، ان کا مذاق اڑانا اور ذلت آمیز انداز میں ان کا تذکرہ کرنا نہایت ہی شرمناک قسم کی بے دینی اور منافقت ہے۔ اور اس طرح کی باتوں کو برداشت کرنا، اور دل و زبان اور عمل سے ناگواری کا اظہار نہ کرنا، خدا اور رسول کی ناقدری کے علاوہ دین سے بے وفائی اور تشویشناک حد تک ایمان کی کمزوری بھی ہے۔ (النساء۔ ۱۴۰)

۳۔ خدا اور رسُول کے احکام معلوم ہونے کے باوجود باپ دادا کی روایات اور سوسائٹی کے رسم و رواج کی پابندی پر اصرار کرنا اور خدا اور رسُول کے احکام کی تعمیل میں اپنی ذلت سمجھنا اور یہ کہنا کہ ناک کٹ جائے گی سراسر غیر اسلامی طرزِ فکر ہے جو ایمان کے قطعاً خلاف ہے۔ (البقرہ:

Marfat.com
Marfat.com

۱۷۰، ۲۰۶)

(۴)۔ خدا اور رسول کے احکام میں من مانی تاویلیں کرنا اور توڑ موڑ کر ان کو اپنے مطلب کے مطابق بنانا اور ان کی تعمیل سے بچنے کی راہیں سوچنا سراسر منافقانہ طرزِ فکر ہے۔

(۵)۔ خدا اور رسول کے احکام پر تنقید کرنا، ان میں عیب نکالنا ان کو مصلحت وقت کیخلاف سمجھنا، اور یہ کہنا کہ آج کے دَور میں ان پر عمل تاریک خیالی اور تنگ نظری ہے انتہائی غلط اندازِ فکر ہے جس کا ایمان سے کوئی جوڑ نہیں۔ (النساء۔۔ ۶۰ تا ۶۳)

(۶)۔ کافروں کو حلال وحرام کی قیود سے بے نیاز ہو کر دولت سمیٹتے دادِ عیش دیتے اور چہل پہل کی زندگی گزارتے دیکھ کر اپنے ایمان پر پشیمان ہونا، اور یہ خیال کرنا کہ اگر ہم بھی مسلمان نہ ہوتے اور یہ شرعی پابندیاں نہ ہوتیں تو ہم بھی خوب بڑھ چڑھ کر ہاتھ مارتے اور دُنیا سے فائدہ اُٹھاتے قطعاً غیر اسلامی فکر ہے، جس سے اپنے ایمان کی حفاظت ضروری ہے۔ (النساء۔ ۲، ۳، ۷)

(۷)۔ شریعت کی پابندیوں کو اپنی ترقی کی راہ میں رکاوٹ سمجھنا اور گھر کی خواتین کو زندگی کے ہر میدان میں مردوں کے شانہ بشانہ دیکھنے کی خواہش کرنا اور اس پر فخر کرنا، اور گھر کی شریف زادیوں کو غیر مردوں سے ہاتھ ملاتے بے تکلف باتیں کرتے اور دوستانہ تعلقات قائم کرتے دیکھ کر فخر کرنا، اور اس کو ترقی سمجھنا، شرمناک قسم کی بے دینی اور بے غیرتی ہے جس کو ایمانی غیرت ہرگز گوارا نہیں کر سکتی۔ (الاعراف۔۔ ۹۰، القصص۔۔ ۷۹)

(۸)۔ دینی تعلیمات واحکام جاننے سے غفلت اور بے نیازی برتنا اور اپنی جہالت پر نہ صرف مطمئن ہونا بلکہ اپنی بے عملی کے لیے اس کو وجہ جواز بنانا انتہائی متکبرانہ طرزِ فکر ہے جس کا ایمان سے کوئی جوڑ نہیں۔ (التوبہ۔ ۱۲۲ء ۱۲۷)

(۹)۔ خدا کے سوا کسی اور کو نفع ونقصان، عزت وذلت، یا ترقی وتنزل کا مختار سمجھنا عقیدۂ توحید کے سراسر خلاف ہے۔ (آل عمران۔ ۲۶، النساء ۱۳۹)

(۱۰)۔ خدا کے سوا کسی سے خوف رکھنا، کسی پر توکل کرنا، کسی سے اُمیدیں وابستہ کرنا یا کسی کو زندگی

Marfat.com
Marfat.com

کے بنانے یا بگاڑنے میں حقیقی عامل سمجھنا ایمان کے منافی ہے۔ (الزمر۔۳۶)

(۱۱)۔ خدا کے سوا کسی کو ولی وکارساز، حاجت روا اور مشکل کشا سمجھنا اور کسی کو اپنی حمایت، مدد اور فریاد رسی کے لیے پکارنا عقیدۂ توحید کی ضد ہے۔ (المؤمنون۔۱۱۷)

(۱۲)۔ غیب کی خبر پوچھنا یا بتانا اور ان پر یقین کرنا ایمان کے منافی ہے۔ (النمل۔۶۵)

خدا کے سوا کسی کو حاضر ناظر جاننا اور یہ سمجھنا کہ اس کو ہمارے کھلے چھپے سب کی خبر ہے غیر اسلامی عقیدہ ہے۔ (الحدید۔۴)

(۱۳)۔ خدا کے سوا کسی سے مُرادیں مانگنا، روزی اور اولاد مانگنا، کسی کے نام پر بچے کے ناک، کان چھیدنا یا چوٹی رکھنا یا کسی کے نام پر منت ماننا خدا کی ناقدری اور مشرکانہ طرزِ فکر ہے۔ (الفاطر۔۱۵)

(۱۴)۔ کسی کے نام پر جانور چھوڑنا، کسی کے نام پر جانوروں کو ذبح کرنا بچے کے جینے کیلئے ٹونے ٹوٹکے کرنا، اور بچوں کو خطرات سے بچانے کے لیے اُن کے سرہانے ہتھیار رکھنا اور بچے کی زندگی کے لیے خدا کے سوا کسی اور طاقت سے خطرہ محسوس کرنا سراسر مشرکانہ طرزِ فکر وعمل ہے جس کا عقیدۂ توحید سے کوئی جوڑ نہیں ہے۔ (المائدہ۔۳)

(۱۵)۔ نکاح، طلاق، بچے کی پیدائش یا دُوسرے مواقع پر کسی ایسے فعل کو ضروری سمجھنا جس کو اسلام نے ضروری قرار نہ دیا ہو، یہ بھی غیر اسلامی فکر ہے۔ (الاعراف ۳)

اولاد کی بیماری یا موت پر یا کسی اور عزیز کی موت پر خدا سے شکایت کرنا۔ گستاخی کے کلمات زبان پر لانا اور خدا سے بدگمان ہونا بے ایمانی ہے۔ (الاحزاب۔۱۰تا۱۵)

(۱۶)۔ غیر معمولی مصائب و آلام میں مبتلا ہو کر اور پے در پے حادثوں سے دوچار ہو کر خدا کے رحم وکرم کا انکار کرنا اس کو (معاذاللہ) ظالم اور بے رحم ٹھہرانا، اور اس سے مایوس ہونا کافرانہ طرزِ فکر ہے جو ایمانی جذبات کے سراسر منافی ہے۔ اس طرح کے وسوسے جب دل کو گھیر لیں تو فوراً توبہ کرنی چاہیے (یوسف۔۸۷)

Marfat.com
Marfat.com

کسی کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا، سجدہ کرنا، جھکنا شرک ہے۔ (البقرہ۔ ۲۳۸، الحج۔ ۷۷)
مزارات کو چُومنا چاٹنا، اُن کے سامنے دست بستہ کھڑا ہونا، ان پر پیشانی رگڑنا اور اس طرح کے مشرکانہ مراسم ادا کرنا، عقیدۂ توحید کی توہین ہے۔ (احمد، بخاری، مسلم، نسائی)

(۱۷)۔ کسی پیر یا بزرگ کی تصویر برکت کے لیے رکھنا، اس پر ہار پھول چڑھانا اور اس کی تعظیم کرنا سراسر شرک ہے (نسائی۔ ابن ماجہ)

(۱۸)۔ خدا کے سوا کسی اور کی پناہ ڈھونڈنا، اس سے دُعائیں مانگنا اور یہ سمجھنا کہ یہ بگڑی بنا دے گا یہ عقیدہ توحید کے خلاف طرزِ فکر و عمل ہے۔ (الفلق۔ الناس)

(۱۹)۔ کسی کے حکم کو خدا کے حکم کے برابر سمجھنا، کسی کو شرعی پابندیوں سے بالاتر سمجھنا یا کسی کا یہ حق سمجھنا کہ وُہ شرعی احکام کو معاف کر سکتا ہے۔ سراسر مُشرکانہ خیالات ہیں۔ کسی کے مکان یا قبر کا طواف کرنا یا کسی مقام کو کعبہ کے برابر سمجھ کر اس طرح کا احترام اور تعظیم کرنا غیر اسلامی طرزِ عمل ہے۔ (الاعراف ۳۰، ۱۹۰ تا ۱۹۲)

(۲۰)۔ علی بخش، حسین بخش، عبدالنبی وغیرہ قسم کے نام رکھنا اور یا غوث اعظم المدد، یا علی المدد قسم کے نعرے لگانا عقیدہ توحید کے خلاف ہے۔ (النمل۔ ۶۲)

(۲۱)۔ خدا کے نازل کردہ قانون کے مقابلے میں کسی انسان کے بنائے ہوئے قانون کو حق سمجھنا، اس کی پابندی کو اپنے لیے واجب جاننا اور اس کے قیام و بقا کے لیے جدوجہد کرنا اور مددگار ہونا ایمان و اسلام کے سراسر خلاف طرزِ فکر و عمل ہے۔ (الانفال۔ ۳۹)

(۲۲)۔ آخرت میں اپنی نجات کے لیے ایمان و عمل کے بجائے کسی ولی اور بزرگ سے نسبت اور تعلق کو کافی سمجھنا اور یہ ماننا کہ ان کی سفارش سے خدا کا فیصلہ ٹل سکتا ہے یا اُن کا خدا پر زور ہے کہ جو چاہیں فیصلہ کرا سکتے ہیں غیر اسلامی عقیدہ ہے۔ جس سے ذہن و قلب کو پاک رکھنا چاہیئے۔ (الزمر۔ ۳)

(۲۳)۔ بندے کو مجبورِ محض ماننا اور یہ سمجھنا کہ بندے کو نیکی یا برائی کرنے کا کوئی اختیار نہیں ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

برائی یا بھلائی خدا کرتا ہے۔ اور بندہ اس کے کرنے پر مجبور ہے یہ غیر اسلامی عقیدہ و خیال ہے۔ اس کے ہوتے ہوئے عقیدۂ آخرت کو ماننے کے کوئی معنی نہیں رہتے۔ (الدہر۔۲، ۳)

(۲۴)۔ بندے کو ہر فعل پر پوری طرح قادر ماننا اور یہ سمجھنا کہ انسان جو کچھ کرتا ہے اس پر خدا کی مشیت اور ارادے کو کوئی دخل نہیں ہے۔ انسان کو ہر فعل کے کرنے کا پورا پورا اختیار ہے۔ یہ بھی ایک غیر اسلامی فکر و عقیدہ ہے۔ جس سے ذہن و قلب کو پاک رکھنے کی ضرورت ہے۔ (الصّٰفّٰت۔۹۶، البقرہ۔۲۵۳)

(۲۵)۔ پیغمبروں کو گناہوں سے پاک نہ سمجھنا، اور ان کی طرف کسی برائی یا خواہش پرستی کی نسبت کرنا یا ان کو آسمانی کتابوں کا مصنف ماننا سراسر غیر اسلامی عقائد و خیالات ہیں۔ صحابۂ کرام کی تنقیص کرنا، ان کے عیب نکالنا، ان کے رتبے کو گھٹانا اور ان کا احترام نہ کرنا قطعاً غیر اسلامی فکر و خیال ہے۔ جس سے فوراً توبہ کرنی چاہیے۔ (البقرہ۔۱۳۷، ۲۵۳، الفتح۔۲۹، الحشر۔۲۲)

(۲۶)۔ خدا اور رسولؐ نے دین کی ساری باتیں خوب کھول کھول کر بیان کر دی ہیں، اب کشف و الہام کے ذریعے یا خواب کے ذریعے یا اپنی سمجھ سے دین میں نئی نئی باتیں نکالنا اور ان کو ضروری قرار دینا بدعت ہے اور بدعت بہت بڑا گناہ اور گمراہی ہے۔ (الاعراف۔۳، الحشر۔۷)

(۲۷)۔ مصیبتوں اور تکلیفوں سے پریشان ہو کر اپنے نصیب کو برا بھلا کہنا اور اپنی تقدیر کو کوسنا، اور اس طرح کی باتیں کرنا کہ میری تقدیر ہی خراب بنائی گئی ہے۔ میری اپنی قسمت کہاں جو کوئی بھلائی دیکھوں، یہ خدا سے بدگمانی اور اس کی شان میں گستاخی ہے، ان تمام غیر اسلامی خیالات سے ذہن کو پاک رکھ کر خدا کی مرضی پر خوش رہنا اور اس کے ہر فیصلے پر اچھا گمان رکھنا ہی ایمان کی شان ہے۔ (البقرہ۔۱۴۸، ۱۵۳، ۱۵۷)۔ (تلخیص آسان فقہ جلد۔۲)

۱۰۔ اسلامی سیرت و کردار جہاں اسلام نے اہلِ ایمان کو اسلامی عقائد کی تعلیمات سے نوازا ہے، وہاں اس نے انہیں اسلامی سیرت و کردار کے لیے بھی ایسی ٹھوس ہدایات دی ہیں۔ جو انہیں سیدھی جنت میں لے جانے کی ضمانت دیتی ہیں۔ اور ان میں دو چیزوں کی حفاظت کرنے پر سب سے زیادہ زور دیا گیا ہے ایک زبان، دوسرے شرمگاہ جیسا کہ حضورؐ کا ارشاد ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

"مَنْ یَضْمَنْ لِیْ مَا بَیْنَ لِحْیَیْهِ وَ مَا بَیْنَ رِجْلَیْهِ اَضْمَنْ لَهُ الْجَنَّةَ" (بخاری، سہل بن سعد) اگر کوئی شخص مجھے اپنی زبان اور شرمگاہ کی حفاظت کی ضمانت دے دے تو میں اس کے لیے (خدا سے) جنت کی ضمانت لے لوں گا۔

۱۱۔ بہترین اسلام

حضورؐ سے ایک آدمی نے اسلام کے اچھے امور کے بارے میں سوال کیا تو آپؐ نے فرمایا:

"تُطْعِمُ الطَّعَامَ وَ تُقْرِءُ السَّلَامَ عَلٰی مَنْ عَرَفْتَ وَ مَنْ لَمْ تَعْرِفْ۔" (بخاری، مسلم۔ عبداللہ بن عمر)۔ "غریبوں، مسکینوں کو کھانا کھلانا اور ہر واقف و ناواقف مسلمان کو اسلام کرنا بہترین اسلامی امور میں سے ہیں۔"

۱۲۔ کامل ایمان

حضورؐ نے فرمایا:

"اَکْمَلُ الْاِیْمَانِ اِیْمَانًا اَحْسَنُهُمْ خُلُقًا۔" (کنزالعمال)

مومنوں میں سے کامل ایمان اُس کا ہے جس کا اخلاق سب سے بہتر ہے۔

۱۳۔ نصف دین

حضورؐ کا ارشاد ہے: "حُسْنُ الْخُلُقِ نِصْفُ الدِّیْنِ" (کنزالعمال)

اچھا خلق آدھا دین ہے۔

۱۴۔ رأس العقل

حضورؐ نے ایمان کے بعد سب سے بڑی دانائی انسانوں سے دوستی، مودّت اور بھلائی کرنا فرمایا ہے:

رَأْسُ الْعَقْلِ بَعْدَ الْاِیْمَانِ بِاللّٰهِ التَّوَدُّدُ اِلَی النَّاسِ (کنزالعمال جزء۔ ۵)

ایمان کے بعد انتہائی دانائی انسانوں سے دوستی، مودّت اور ان سے بھلائی ہے۔

۱۵۔ حضورؐ کا حُسنِ اخلاق

امام بخاری نے روایت کیا ہے کہ:

"کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَحْسَنَ النَّاسِ خُلُقًا۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حسنِ اخلاق میں سب لوگوں سے اچھے تھے۔

۱۶۔ اخلاقِ حسنہ

اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان کو اخلاقِ حسنہ میں سے خصوصی طور پر عدل و احسان

Marfat.com
Marfat.com

صلہ رحمی اور عہد و پیمان کو پُورا کرنے کا حکم دیا ہے۔ اور فحشاء منکر اور بہی سے منع کیا ہے؛ جیساکہ قرآن میں مذکور ہے:

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْاِحْسَانِ وَ اِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى وَ يَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ وَ الْبَغْيِ ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ (۹۰) وَ اَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عٰهَدْتُّمْ وَ لَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا وَ قَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰهَ عَلَيْكُمْ كَفِيْلًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ۔ (النحل۔ ۹۰،۹۱)

خُدا تم کو عدل اور احسان کرنے اور رشتہ داروں کو (خرچ سے مدد) دینے کا حُکم دیتا ہے اور بے حیائی اور نامعقول کاموں سے اور سرکشی سے منع کرتا ہے (اور تمہیں نصیحت کرتا ہے تاکہ تم یاد رکھو۔ اور جب تم خُدا سے عہد (واثق) کرو تو اس کو پُورا کرو اور جب پکی قسمیں کھاؤ تو اُن کو مت توڑو کہ تم خدا کو اپنا ضامن مقرر کر چکے ہو اور جو کچھ تم کرتے ہو خدا اس کو جانتا ہے۔

(۱) عدل: عدل دو مستقل حقیقتوں کی طرف نشان دہی کرتا ہے ایک یہ کہ لوگوں کے درمیان حقوق میں توازن اور تناسب قائم ہو۔ دُوسرے یہ کہ ہر ایک کا حق اُسے بے لاگ طریقہ سے دیا جائے اللہ تعالیٰ نے یہاں جس عدل کو قائم کرنے کا حکم دیا ہے وُہ حقوق میں مساوات نہیں بلکہ انسانی معاشرہ میں توازن و تناسب قائم کرنا ہے اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ ہر شخص کو اُس کے اخلاقی، معاشرتی، معاشی، قانونی، سیاسی اور تمدنی حقوق پوری ایمانداری کے ساتھ ادا کیے جائیں۔ جس کا جس قدر اور جس نسبت سے حق بنتا ہے وہ اسے پُورا پُورا دیا جائے۔

(۲) احسان: اس سے مراد نیک برتاؤ، خوش خلقی، دوسرے کو اُس کے حق سے کچھ زیادہ دینا۔ اور خود اپنے حق سے کچھ کم پر راضی ہو جانا ہے۔ یہ عدل سے ایک زائد چیز ہے۔ جس کی اہمیت اجتماعی زندگی میں عدل سے بھی زیادہ ہے۔ عدل اگر معاشرہ کی اساس ہے۔ تو احسان اُس کا جمال اور کمال ہے۔

(۳) صلہ رحمی: یہ رشتہ داروں کے معاملہ میں احسان کی ایک خاص صورت متعین کرتی ہے

Marfat.com
Marfat.com

کہ ہر خاندان کے غریب افراد کا پہلا حق اپنے خاندان کے خوشحال افراد پر ہے۔ پھر دوسروں پر اُس کے حقوق عائد ہوتے ہیں۔ چنانچہ متعدد احادیث میں اس کی تصریح ہے کہ آدمی کے اوّلین حقدار اُس کے والدین، اُس کے بیوی بچے، اور اُس کے بہن بھائی ہیں۔ پھر جو اُن کے قریب تر ہوں اسلام کی اس ہدایت کے مطابق اگر ہر خاندان کے خوشحال لوگ اپنے خاندان کے غریب افراد کو سنبھال لیں تو اس میں معاشی حیثیت سے کتنی خوشحالی، معاشرتی حیثیت سے کتنی حلاوت اور اخلاقی حیثیت سے کتنی پاکیزگی و بلندی پیدا ہو جائے گی۔

(۴) فحشاء: اس کا اطلاق بے ہودہ اور شرمناک افعال پر ہوتا ہے۔ بُخل، زنا، برہنگی، عملِ قومِ لُوطؑ۔ محرمات سے نکاح، چوری، شراب نوشی، بھیک مانگنا، گالیاں بکنا اور بد کلامی کرنا وغیرہ اس طرح علی الاعلان بُرے کام کرنا۔ اور بُرائیوں کو پھیلانا بھی فحش ہے۔ مثلاً جھوٹا پراپیگنڈہ، تہمت تراشی، پوشیدہ جرائم کی تشہیر، بدکاریوں پر اُبھارنے والے افسانے، ڈرامے اور فلمیں، عُریاں تصویریں، عورتوں کا بن سنور کر منظرِ عام پر آنا۔ علی الاعلان مردوں اور عورتوں کے درمیان اختلاط ہونا اور اسٹیج پر عورتوں کا ناچنا اور تھرکنا اور ناز و ادا کی نمائش کرنا وغیرہ سب فحشاء کے زُمرے میں آتے ہیں۔

(۵)۔ مُنکر: یہ معروف کی ضد ہے اس سے مُراد وُہ بُرائی ہے جسے انسان بالعموم بُرا جانتے ہیں۔ ہمیشہ سے بُرا کہتے رہے ہیں اور تمام شرائع الہٰیہ نے جس سے منع فرمایا ہے۔ دُنیا میں اسلام اسے مٹانے کا حکم کرتا ہے۔ دُنیا میں اس وقت تک کسی انسان کی کشتِ حیات میں مکارمِ اخلاق کی فصل پروان نہیں چڑھ سکتی جب تک خود رَو پودوں کو اکھاڑ کر اسے پاک و صاف نہ کر دیا جائے۔

(۶)۔ بغی: اس کے معنیٰ ہیں۔ اپنی حد سے تجاوز کرنا اور دوسروں کے حقوق پر دست درازی کرنا خواہ وُہ حقوق خالق کے ہوں یا مخلوق کے۔

(۷) ایفائے عہد: عہد کی تین قسمیں ہیں:

ایک وُہ عہد ہے جو انسان خود خُدا کے ساتھ باندھتا ہے۔ یہ اپنی اہمیّت میں سب سے بڑھ کر ہے

Marfat.com
Marfat.com

دُوسرا وُہ عہد ہے جو ایک انسان یا گروہ، دُوسرے انسان یا گروہ سے باندھتا ہے۔ اور اُس پر اللہ کی قسم کھاتا ہے یا کسی نہ کسی طور پر اللہ کا نام لے کر اپنے قول کی پختگی کا یقین دلاتا ہے یہ دُوسرے درجے کی اہمیت رکھتا ہے۔

تیسرا وُہ عہد ہے جو اللہ کا نام لیے بغیر کیا گیا ہو۔ اس کی اہمیت اُوپر والے دونوں قسموں کے عہدوں کے بعد ہے لیکن پابندی سب کی ضروری ہے۔ ان میں سے خلاف ورزی کسی کی بھی جائز نہیں ہے (تلخیص تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۵۶۵ تا ۵۶۷)

۱۷۔ عفو و درگزر اور جان بخشی کی عظیم مثال

مکہ حضورؐ کے جانی دشمنوں اور اسلام کے کٹر مخالفوں کا گڑھ تھا۔ یہاں وُہ لوگ آباد تھے۔ جنہوں نے قدم قدم پر آپؐ کی راہ میں کانٹے بچھائے۔ آپؐ کو اور آپؐ کے ساتھیوں کو طرح طرح کی اذیتیں دیں۔ آپؐ کو تین سال شعب ابی طالب میں محصُور رکھا۔ آپؐ کے قتل تک کے منصُوبے بنائے۔ اور جب آپؐ ہجرت کر کے مدینہ پہنچے تو یہاں بھی چین سے نہ بیٹھنے دیا۔ مدینہ پر بار بار حملہ آور ہُوئے۔ جنگِ بدر، جنگِ اُحد، اور جنگِ احزاب میں آپؐ کے متعدد جانثاروں کو شہید کر دیا گیا اور خود آپؐ کو بھی زخمی کیا۔ آپؐ کے جو ساتھی مکّہ سے ہجرت کر کے یمن، حبش اور نجد گئے، وہاں بھی اُن کا پیچھا نہ چھوڑا۔ فتح مکّہ کے وقت آپؐ کے چچا حمزہؓ کا قاتل وحشی اُن کا کلیجہ چبانے والی ہندہ اور عکرمہ بن ابوجہل، صفوان بن اُمیّہ، کعب بن زہیر، اور اُن ہی جیسے سینکڑوں دشمنانِ اسلام شہر میں موجود تھے۔ اسی وجہ سے حضرت سعد بن عبادہ نے مکّہ شہر میں فاتحانہ انداز میں گزرتے ہُوئے فرمایا "اَلْیَوْمَ یَوْمُ الْمَلْحَمَۃِ اَلْیَوْمَ تُسْتَحَلُّ الْکَعْبَۃُ (آج کا دن گھمسان کا دن ہے، آج کے دن کعبہ کا ماحول معرکہ کے لیے کھول دیا جائے گا۔) مگر حضورؐ کو جب یہ علم ہُوا تو آپؐ نے فوراً اُن سے علم لے کر اُن کے بیٹے کے سپرد کر دیا اور یہ الفاظ زبان سے ادا فرمائے "آج کا دن کعبہ کی عظمت کا دن ہے، آج کا دن بر و وفا کا دن ہے۔ شہر میں داخل ہوتے وقت آپؐ کی اپنی یہ حالت تھی کہ آپؐ کا سر مارے عجز کے خدا کے سامنے

Marfat.com
Marfat.com

اس طرح جُھک رہا تھا کہ پیشانی کجاوے کو چھُو رہی تھی اور زبان سورہ فتح کی تلاوت میں مصروف تھی۔ اگرچہ حضورؐ آج اُن سے ان کی ایک ایک بدی کا بدلہ لینے پر قادر تھے۔ لیکن انتقام کے باوجود اُن کی جان بخشی کے لیے فوج کو حسب ذیل احکام جاری کیے :

(۱) جو شخص ہتھیار پھینک دے اُسے قتل نہ کیا جائے۔

(۲) جو شخص خانہ کعبہ کے اندر پہنچ جائے اُسے قید نہ کیا جائے۔

(۳) جو شخص ابوسفیان کے گھر داخل ہو جائے اُسے قتل نہ کیا جائے۔

(۴) جو شخص اپنے گھر بیٹھ جائے۔ اُسے قتل نہ کیا جائے۔

(۵) جو شخص حکیم بن حزام کے گھر پہنچ جائے اُسے قتل نہ کیا جائے۔

(۶) بھاگ جانے والے کا تعاقب نہ کیا جائے۔

(۷) زخمی کو قتل نہ کیا جائے۔

اس کے بعد جب خانہ کعبہ کے سامنے لوگوں کا اجتماع عام ہُوا تو آپؐ نے اُن کو مخاطب کر کے فرمایا۔ " جانتے ہو مَیں آج تم سے کیا سلوک کرنے والا ہوں ؟" مجمع سے آواز آئی۔

"آپؐ شریف بھائی ہیں اور شریف بھائی کے بیٹے ہیں"

حضورؐ نے جواباً فرمایا۔

"تُم پر آج کوئی گرفت نہیں، جاؤ آج تم سب آزاد ہو"

یہ ہے آپؐ کے عفو و درگزر اور جان بخشی کی عظیم مثال جو آپؐ نے اپنے حُسنِ اخلاق کی عملاً پیش فرمائی کہ انتقام لینے کی طاقت ہونے کے باوجود بدلہ نہیں لیا بلکہ عام معافی کا اعلان فرما دیا۔ (تلخیص محسنِ انسانیت صفحہ ۵۰۶ تا ۵۰۹)

۱۸۔ شائستگی کا جواب شائستگی سے دینا

اور جب کوئی احترام کے ساتھ تمہیں سلام کرے تو اس کو اس سے بہتر طریقہ کے ساتھ جواب دو یا

Marfat.com
Marfat.com

کم از کم اُسی طرح' اللہ ہر چیز کا حساب لینے والا ہے۔ اللہ وُہ ہے جس کے سوا کوئی خدا نہیں ہے' وہ تم سب کو اُس قیامت کے دن جمع کرے گا جس کے آنے میں کوئی شبہ نہیں' اور اللہ کی بات سے بڑھ کر سچّی بات اور کس کی ہوسکتی ہے۔ (النساء - ۸۶)

۱۹۔ ارکانِ اسلام

حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کا مقصدِ بعثت پورے اسلام کو قائم و نافذ کرنا تھا کیونکہ اسلام ہی ایک ایسا نظامِ زندگی ہے جو انسانی زندگی کے تمام شعبوں کے لیے ہدایات دیتا ہے۔ انسان کے اندر مکارمِ اخلاق بھی اسی کے ذریعہ سے پیدا ہو سکتے ہیں۔ اسلامی نظامِ حیات کی عمارت پانچ ارکان (ستونوں) پر قائم ہوتی ہے جیسا کہ آپؐ کا ارشاد ہے:

بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلٰى خَمْسٍ شَهَادَةِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ وَالْحَجِّ وَصَوْمِ رَمَضَانَ (مشکوٰۃ ۔ متفق علیہ)

اسلامی نظام کی عمارت پانچ ستونوں پر کھڑی کی گئی ہے:

(۱) یہ شہادت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے اور محمدؐ اللہ کے رسُول اور اس کے بندے ہیں۔

(۲) نماز قائم کرنا۔ (۳) ماہِ رمضان کے روزے رکھنا۔ (۴) زکوٰۃ ادا کرنا (۵) خدا کے گھر کا حج کرنا۔

(۱) کلمہ طیّبہ

یہ کلمہ (لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ) اسلامی نظام کی عمارت کا وُہ پہلا اور بُنیادی رُکن اسلام ہے جو اِس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ انسان شعوری طور پر خدائے واحد اور اس کی صفات پر ایمان لائے کہ وہی خالق و رازق' حاکم و بادشاہ' آقا و مالک' سمیع و بصیر' حاضر و ناظر' نافع و ضار' حاجت روا و مشکل کشا' فریادرس و مددگار' ولی و کارساز اور محاسب و مجازی ہے جس کو چاہے عزّت دے' جس کو چاہے ذلّت دے۔ جس کو چاہے اس کے اچھے اعمال پر بخش دے اور جس کو چاہے اس کے بُرے اعمال پر عذاب دے۔

Marfat.com
Marfat.com

اس کی خدائی میں کوئی مختارِ کُل نہیں ہے۔ سب اسی کے محتاج ہیں اور وُہی سب کا داتا، فیاضِ حقیقی اور پروردگار ہے۔ خدا پر یہ عقیدہ رکھنے کے بعد وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر بھی ایمان لائے کہ آپؐ ہی سلسلۂ نبوّت کے سب سے آخری نبی ہیں۔ آپؐ کی بعثت تمام انسانوں کے لیے تا قیامت ہے۔ اب انسان کی فلاح و نجات کی صرف ایک ہی صُورت ہے کہ وُہ آپؐ کے پیغام کو سمجھ کر ایمان لائے اور پُورے خلوص سے اسے قبول کرے اور اپنی پُوری زندگی کا نظام اس کے مطابق بنائے تاکہ اُس کی پُوری زندگی مکارمِ اخلاق سے مزیّن ہو سکے۔

(۲) نماز: یہ اسلام کا دوسرا رُکن ہے جس سے مومن بندے کے دعوئ ایمان کا ثبوت اس اہم رُکن پر عمل پیرا ہونے ہی سے مل سکتا ہے۔ اس رُکن پر عمل کرنے سے مومن کے اندر ذکرِ الٰہی، خشیتِ الٰہی اور مکارمِ اخلاق کی آبیاری ہوتی ہے جیسا کہ قرآن میں مذکور ہے:

ا۔ وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ۔ (طٰہٰ۔ ۱۴)

اور میری یاد کے لیے نماز قائم کر۔

ب۔ قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ (۱) الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ (۲)

(المؤمنون۔ ۱ تا ۲)

یقیناً فلاح پائی ہے ایمان لانیوالوں نے جو اپنی نماز میں خشوع اختیار کرتے ہیں۔

ج۔ اُتْلُ مَا اُوْحِیَ اِلَیْکَ مِنَ الْکِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ ؕ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ ؕ وَلَذِکْرُ اللّٰهِ اَکْبَرُ ؕ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ ۝

(العنکبوت۔ ۴۵)۔

(اے نبیؐ) تلاوت کرو اس کتاب کی جو تمہاری طرف وحی کے ذریعہ سے بھیجی گئی ہے اور نماز قائم کرو، یقیناً نماز فحش اور بُرے کاموں سے روکتی ہے اور اللہ کا ذکر اس سے بھی زیادہ بڑی چیز ہے۔ اللہ جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔

د۔ مُنِیْبِیْنَ اِلَیْهِ وَاتَّقُوْهُ وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَلَا تَکُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ (۳۱)

Marfat.com
Marfat.com

مِنَ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا ؕ كُلُّ حِزْبٍۢ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ۔

(الروم ۳۱۔۳۲)

(قائم ہو جاؤ اس بات پر) اللہ کی طرف رجوع کرتے ہوئے، اور ڈرو اس سے اور نماز قائم کرو اور نہ ہو جاؤ اُن مشرکین میں سے جنہوں نے اپنا دین الگ بنا لیا ہے اور گروہوں میں بٹ گئے ہیں، ہر گروہ کے پاس جو کچھ ہے اس میں وہ مگن ہے۔

ان آیات کا خلاصہ یہ ہے :

(۱)۔ نماز کا مقصد خداوندِ عالم کو ہر وقت حاضر و ناظر اور سمیع و بصیر سمجھنا ہے۔ فریضۂ اقامت صلوٰۃ کی ادائیگی سے اہلِ ایمان کے اندر نظم و ضبط اور اتحاد و اتفاق پیدا ہو جاتا ہے۔

(۲)۔ وُہی مومن اپنے نصب العین اور مقصدِ زندگی میں کامیاب و کامران ہوگا جو اپنی نمازوں میں خشوع و خضوع کی کیفیت پیدا کرتا ہے۔

(۳)۔ نماز پڑھنے والے کے اندر مکارمِ اخلاق پیدا ہو جاتے ہیں اور وُہ فحش اور بُرے کاموں سے بچ جاتا ہے۔

(۴)۔ نماز انسان کے اندر ایسا ذکرِ الٰہی پیدا کرتی ہے جس سے وُہ اپنی پوری زندگی میں صرف خُدا کا بندہ بن کر زندگی بسر کرنے لگتا ہے اور وُہ بندۂ طاغوت بننے سے پرہیز کرتا ہے۔

(۵)۔ اللہ تعالیٰ کی طرف انابت اور رجُوع کرنے کا مقصد یہ ہے کہ وُہ اپنے اندر تقویٰ پیدا کرے اور یہ اُسی وقت ممکن ہے جب وُہ اقامتِ صلوٰۃ کا فریضہ اپنی پوری زندگی میں ادا کرتا رہے یعنی وقت کی پابندی کے ساتھ پانچوں وقت کی نماز با جماعت ادا کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتا رہے۔

(۶)۔ چُونکہ نماز سے غافل ہونے اور اسے شعوری طور پر ادا نہ کرنے کی وجہ سے مومن کے اندر بھی مشرکانہ اور باطل عقائد پیدا ہو جانے کا امکان ہوتا ہے اسلیے اسے شرک سے بچنے کے لیے تاکیدی حکم دیا گیا ہے تاکہ وہ اپنی نمازوں سے غافل نہ رہے اور پُورے شعور اور خشوع و خضوع

Marfat.com
Marfat.com

سے انہیں ادا کرتا رہے۔ ورنہ وُہ بھی مُشرکوں میں سے ہو جائے گا۔

(۷)۔ مُشرک وُہ ہے جو خُدا کی ذات وصفات اور اس کے حقوق و اختیارات میں محبت وعقیدت کی بنا پر کسی برگزیدہ انسان یا جن اور فرشتے کو شریک کرے یہ اپنی خواہشات اور دُنیا پرستی کی وجہ سے دین میں نئی نئی باتوں کا اضافہ کرتا رہتا ہے جس کی وجہ سے اصل دین کی جگہ ایک نئے خود ساختہ دین کا پُجاری بن جاتا ہے۔ اسی وجہ سے مشرک کے تمام اعمال ضائع ہو جاتے ہیں اور اس کا شرک ناقابلِ معافی جُرم بن جاتا ہے۔

(۸)۔ دُنیا میں شرک وبدعت ہی کی وجہ سے نئے نئے فرقے رُونما ہوتے رہتے ہیں اور ہر گروہ اپنی اپنی خود ساختہ شریعت پر اس طرح مگن نظر آتا ہے کہ گویا وُہ یہ خیال کرتا ہے کہ بس میں ہی حق پر ہوں باقی سب باطل پر ہیں حالانکہ حق پر وہی ہے جو کتاب وسُنّت کیمطابق اپنے عقائد ونظریات بنائے اور دین میں اپنی طرف سے نہ کمی کرے اور نہ ہی اضافہ کرے ایسا گروہ اور جماعت ہی حزب اللہ ہے اور وُہی اللہ کے ہاں ناجی اور کامیاب ہے خواہ لوگوں میں وہ کسی نام سے مشہور ہو۔

(۹)۔ نماز انسان کی ایسی عظیم الشان تربیت کرتی ہے کہ وُہ صرف ایک خدا کا پرستار بن جاتا ہے اور وُہ خُدا ہی کو اپنا رب (پروردگار) اور وہّاب (بہت زیادہ عطا کرنیوالا) سمجھتا ہے۔ اس طرح یہ نماز اسے پکا مُوحّد ربّانی اور وہّابی بنا دیتی ہے اور یہی انبیاء علیہم السّلام کی تعلیم بھی تھی کہ لوگ دنیا میں خُدا کے ربّانی بندے بن کر زندگی بسر کریں۔ (آلِ عمران۔ ۷۹، ۸۰)

حضرت ابودرداؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ:

اَوْصَانِیْ خَلِیْلِیْ اَنْ لَّا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ شَیْئًا وَّاِنْ قُطِّعْتَ وَحُرِّقْتَ وَلَا تَتْرُكْ صَلٰوةً مَّكْتُوْبَةً مُّتَعَمِّدًا فَمَنْ تَرَكَهَا مُتَعَمِّدًا فَقَدْ بَرِئَتْ مِنْهُ الذِّمَّةُ وَلَا تَشْرَبِ الْخَمْرَ فَاِنَّهَا مِفْتَاحُ كُلِّ شَرٍّ۔ (مشکوٰۃ۔ ابن ماجہ)

میرے خلیل (حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلّم) نے مجھے وصیت فرمائی کہ " اللہ تعالیٰ کے ساتھ اُسی

Marfat.com
Marfat.com

ذات وصفات اور حقوق واختیارات میں) کسی کو بھی شریک مت کر خواہ تجھے ٹکڑے ٹکڑے ہونا اور آگ میں جل جانا ہی کیوں نہ پڑے اور نمازِ فرض کو عمداً مت چھوڑ کیونکہ جس نے اسے عمداً ترک کیا تو وہ اسلامی نظام کی محفوظ عمارت سے نکل گیا اور شراب مت پی کیونکہ یہ ہر برائی کا دروازہ کھول دینے والی ہے:

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص اسلام کے اس رُکن کو عمداً ترک کر دیتا ہے تو وُہ گویا اسلامی نظام کی مضبوط عمارت سے نکل کر غیر محفوظ ہو جاتا ہے اور اس کے اندر کفر و شرک بدعت ونفاق اور شراب وقمار جیسی بدترین خصلتیں پیدا ہونی شروع ہو جاتی ہیں اور اگر وُہ اس رُکن اسلام کو پُورے شعور اور باقاعدگی سے اپنی زندگی میں قائم کرتا ہے تو اس میں بہترین مکارم اخلاق بھی پیدا ہونے لگتے ہیں اور اس کے ساتھ ہی وُہ مذکورہ بالا بُری خصلتوں سے بھی نجات پانے لگتا ہے۔

(۳) روزہ نماز کی طرح روزہ بھی ایک ایسا رُکنِ اسلام ہے جو بندۂ مومن کے اندر اخلاص و تقویٰ اور خدا کے حاضر و ناظر اور سمیع وبصیر ہونے کا ایسا بہترین تصور قلب و دماغ میں بٹھاتا ہے کہ روزہ دار کے اندر خود بخود مکارم اخلاق پیدا ہونے لگتے ہیں۔ اور برے اقوال و افعال سے وُہ پرہیز کرنے لگتا ہے۔ جیسا کہ قرآن میں مذکور ہے:

(ا) یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الصِّیَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ۔ (البقرہ۔ ۱۸۳)

مومنو! تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے تاکہ تم پرہیزگار بنو!

حضورؐ کا ارشاد ہے:

(ب) اَلصِّیَامُ جُنَّةٌ وَاِذَا كَانَ یَوْمُ صَوْمِ اَحَدِكُمْ فَلَا یَرْفُثْ وَلَا یَصْخَبْ فَاِنْ سَابَّهٗ اَحَدٌ اَوْ قَاتَلَهٗ فَلْیَقُلْ اِنِّیْ امْرُؤٌ صَائِمٌ (مشکوٰۃ۔ ج اول ص ۱۷۳ متفق علیہ)

Marfat.com
Marfat.com

روزہ (گناہ سے بچنے کے لیے) ایک ڈھال ہے اور جب تم میں سے کوئی روزہ کی حالت میں ہو تو پھر اسے اپنی زبان سے نہ تو بد کلامی کرنی چاہیے، اور نہ ہی کوئی بے ہودہ کلام کرنا چاہیے اور اگر کوئی آدمی گالی گلوچ پر اُتر آئے یا جھگڑا کرنے لگے تو روزہ دار اس کے ساتھ جوابی کاروائی نہ کرے بلکہ اسے یہ کہے کہ "میں تو روزہ دار ہوں"۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ روزہ بھی بندۂ مومن کی دیگر ارکانِ اسلام کی طرح بہترین اخلاقی تربیت کرتا ہے۔ جس کی وجہ سے اس کے اندر مکارمِ اخلاق پیدا ہونے لگتے ہیں۔

(۴) زکوٰۃ زکوٰۃ بھی ارکانِ اسلام میں سے ایک اہم رُکن ہے اس کے ذریعے سے اگر ایک طرف خدا کی راہ میں جان و مال قربان کرنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے تو دُوسری طرف اسلامی معاشرہ میں غُربت و افلاس کا بھی خاتمہ ہو جاتا ہے جس سے نظامِ معیشت کو مُلک میں استحکام ملتا ہے۔ اور اسلامی معاشرہ ہلاکت و تباہی سے بچ جاتا ہے:

جیسا کہ قرآن میں مذکور ہے۔

ا۔ وَاَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّھْلُکَۃِ ۚ وَاَحْسِنُوْا ۚ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ۔ (البقرہ ۔ ۱۹۵)

اور خدا کی راہ میں (مال) خرچ کرو اور اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو اور نیکی کرو بیشک خدا نیکی کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

ب۔ یہ لوگ نذریں پُوری کرتے ہیں اور اُس دن سے جس کی سختی پھیل رہی ہوگی خوف رکھتے ہیں اور باوجودیکہ اُن کو خود طعام کی خواہش (اور حاجت) ہے فقیروں اور یتیموں اور قیدیوں کو کھلاتے ہیں (اور کہتے ہیں کہ) ہم تم کو خالص خدا کے لیے کھلاتے ہیں۔ نہ تم سے کوئی صلہ و بدلہ کے طلب گار ہیں اور نہ ہی شکر گزاری کے متمنّی و خواہشمند۔ ہم کو اپنے پروردگار سے اس دن کا ڈر لگتا ہے جو (چہروں کو) بگاڑ اور (دلوں کو) سخت مضطرب و بے قرار کر دینے والا ہے۔ پس خدا ان کو اس دن کی سختی سے بچائے گا اور تازگی اور خوش دلی عنایت فرمائے گا۔ (الدھر ۷ تا ۱۱)

Marfat.com
Marfat.com

(ج)۔ پس اہلِ قرابت اور محتاجوں اور مسافروں کو اُن کا حق دیتے رہو جو لوگ رضائے خُدا کے طالب ہیں یہ اُن کے حق میں بہتر ہے اور یہی لوگ نجات حاصل کرنیوالے ہیں اور جو تم سُود دیتے ہو کہ لوگوں کے مال میں اضافہ ہو تو خدا کے نزدیک (اُن کے) مال میں اضافہ نہیں ہوتا اور جو تم زکوٰۃ دیتے ہو اور اُس سے خدا کی رضامندی طلب کرتے ہو تو (وُہ موجب برکت ہے اور) ایسے ہی لوگوں کا مال کئی گنا بڑھنے والا ہے۔ (الروم ۔ ۳۸' ۳۹)

(د)۔ مومنو! (اہلِ کتاب کے) بہت سے عالم اور مشائخ لوگوں کا مال ناحق کھاتے ہیں اور (ان کی راہِ خُدا سے روکتے ہیں اور جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور اس کو خدا کے رستے میں خرچ نہیں کرتے۔ اُن کو اُس دن کے عذابِ الیم کی خبر سُنا دو جس دن وہ (مال) دوزخ کی آگ میں (خوب) گرم کیا جائے گا۔ پھر اس سے ان (بخیلوں) کی پیشانیوں اور پہلوؤں اور پیٹھوں کو داغا جائے گا کہ یہ وہی مال ہے جو تم نے اپنے لیے جمع کیا تھا سو جو تم جمع کرتے تھے (اب) اس کا مزہ چکھو (التوبہ ۔ ۳۴' ۳۵)۔

(ﮬ)۔ مومنو! اپنے صدقات (وخیرات) احسان رکھنے اور ایذا دینے سے اُس شخص کی طرح برباد نہ کر دینا جو لوگوں کو دکھاوے کے لیے مال خرچ کرتا ہے اور خدا اور روزِ آخرت پر ایمان نہیں رکھتا تو اُس (کے مال) کی مثال اُس چٹان کی سی ہے جس پر تھوڑی سی مٹی پڑی ہو اور اُس پر زور کا مینہ برس کر اسے صاف کر ڈالے (اسی طرح) یہ (ریاکار) لوگ اپنے اعمال کا کچھ بھی صلہ حاصل نہیں کر سکیں گے۔ اور خُدا ایسے ناشکروں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔ (البقرہ ۔ ۲۶۴)

(و)۔ مومنو! جو پاکیزہ اور عمدہ مال تم کماتے ہو اور جو چیزیں ہم نے تمہارے لیے زمین سے نکالی ہیں ان میں سے (راہِ خدا میں) خرچ کرو۔ اور بُری اور ناپاک چیزیں دینے کا قصد نہ کرنا کہ (اگر وہ چیزیں تمہیں دی جائیں تو) بجز اس کے کہ (لیتے وقت) آنکھیں بند کر لو اُن کو کبھی نہ لو۔ اور جان رکھو کہ خدا بے پرواہ (اور) قابلِ ستائش ہے۔ (البقرہ ۔ ۲۶۷)

(ز)۔ صدقات (یعنی زکوٰۃ وخیرات) تو مفلسوں اور محتاجوں اور کارکنانِ صدقات کا حق ہے اور

Marfat.com
Marfat.com

اُن لوگوں کا حق ہے جن کی تالیفِ قلوب منظور ہے اور غلاموں کے آزاد کرانے میں اور قرضداروں (کے قرض ادا کرنے میں) اور خُدا کی راہ میں اور مسافروں (کی مدد) میں (بھی یہ مال خرچ کرنا چاہیے یہ حقوق) خدا کی طرف سے مقرر کر دیے گئے ہیں اور خدا جاننے والا (اور) حکمت والا ہے۔ (التوبہ ۶۰)

مذکورہ بالا آیات سے معلوم ہو جاتا ہے کہ اگر آدمی زکوٰۃ کے اس فریضہ کو کتاب وسنت کے مطابق ادا کرے تو اس کے اندر حسب ذیل قسم کے مکارمِ اخلاق پیدا ہونے لگیں گے:

(۱)۔ وہ اپنا مال صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لیے خرچ کرے گا۔

(۲) وہ یہ خیال کرے گا کہ اللہ تعالیٰ نے اسلامی معاشرہ کے غریب اور مفلس انسانوں کا حق اس کے مال میں رکھا ہوا ہے۔ وہ ان کا حق ادا کرنے میں ان پر احسان نہیں جتائے گا نہ ہی نمود و نمائش اور ریاکاری کرے گا۔ کیونکہ اس کو معلوم ہے کہ اس صورت میں اس کی زکوٰۃ اور خیرات کا ثواب ضائع ہو جائے گا۔

(۳) وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنا اچھا مال دے گا۔ گھٹیا یا خراب قسم کا ناکارہ مال دینے سے اجتناب کرے گا۔

(۴) جس کو زکوٰۃ دے گا اُس سے کسی قسم کا صلہ اور بدلہ نہیں لے گا۔

(۵) زکوٰۃ دینے والوں کے مال میں اللہ تعالیٰ برکت کرتا ہے اور وُہ کئی گنا بڑھ جاتا ہے۔ اسکے برعکس سُود خوار کے مال میں کوئی برکت نہیں ہوتی ہے اور وُہ گھاٹے میں رہتا ہے۔

(۶) دین فروش مولوی اور دنیا پرست پیر جو لوگوں کے مال حرام طریقہ سے کھاتے ہیں۔ اور اِس مال و دولت ہی کی خاطر وُہ اسلامی نظام کے راستہ میں سدِّ راہ بنتے رہتے ہیں تاکہ اُنہیں محنت کے حلال طریقہ سے مال کمانا نہ پڑے۔ قیامت کے دن یہ مال ان کے لیے وبالِ جان بن جائے گا۔ اِس مال سے ان کی پیشانیوں، پہلوؤں اور پیٹھوں کو داغا جائے گا۔ اور کہا جائے گا کہ "اب مزہ چکھو اُس مال کا جو تم جمع کرتے رہتے تھے۔"

(۷) زکوٰۃ ادا کرنے والے خود بھی اپنے آپ کو ہلاکت سے بچا لیتے ہیں اور اپنے معاشرہ کو بھی

Marfat.com
Marfat.com

افلاس کا شکار نہیں ہونے دیتے۔

(۸)۔ مصارفِ زکوٰۃ یہ ہیں:

۱۔ مفلس اور نادار ۔۲۔ محتاج اور مساکین ۔۳۔ عاملین (کارکن برائے فراہمی زکوٰۃ)

۴۔ مؤلفۃ القلوب ۔۵۔ غلاموں کو آزاد کرانا ۔۶۔ مقروض ۔۷۔ فی سبیل اللہ ۔۸۔ مسافر

(۹) زکوٰۃ ادا کرنے والے کے اندر ایثار اور قربانی کا جذبہ بھی پیدا ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی بخل کی بیماری سے بھی بچ جاتا ہے۔

(۵)۔ حج

یہ اسلام کا پانچواں رُکن ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہر اُس بندۂ مومن پر فرض کیا ہے جو اُس کے گھر (خانہ کعبہ) تک پہنچنے کی استطاعت رکھتا ہے۔ یہ رُکنِ اسلام بھی مومن کے اندر تقویٰ، اخلاص اور مکارمِ اخلاق پیدا کرتا ہے۔ جیسا کہ قرآن میں بیان کیا گیا ہے:

ا۔ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِينَ۔ (آل عمران ۔ ۹۷)

اور لوگوں پر خدا کا (یہ) حق (فرض) ہے کہ جو اس گھر تک جانے کی استطاعت رکھتا ہو۔ وہ اس کا حج کرے اور جو اس حکم کی تعمیل نہ کرے گا تو خدا بھی تمام عالم سے بے نیاز ہے۔

ب۔ حج کے مہینے (معین اور) معلوم ہیں تو جو شخص ان مہینوں میں حج کی نیت کرے تو حج (کے دنوں) میں نہ تو عورتوں سے اختلاط کرے نہ کوئی بُرا کام کرے اور نہ کسی سے جھگڑے۔ اور جو نیک کام تم کرو گے وہ خدا کو معلوم ہو جائے گا اور زادِ راہ (رستے کا خرچ) ساتھ لے جاؤ کیونکہ بہتر زادِ راہ تقویٰ اور پرہیزگاری ہے اور اے اہلِ عقل مجھ سے ڈرتے رہو۔ (البقرہ ۱۹۷)

ج۔ یاد کرو وہ وقت جب کہ ہم نے ابراہیمؑ کے لیے اس گھر (خانہ کعبہ) کی جگہ تجویز کی تھی۔ (اس ہدایت کے ساتھ) کہ "میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو" اور میرے گھر کا طواف کرنے والوں اور قیام و رکوع اور سجود کرنے والوں کے لیے پاک رکھو، اور لوگوں کو حج کے لیے اذنِ عام دے دو کہ وہ تمہارے پاس ہر دُور دراز مقام سے پیدل اور اُونٹوں پر سوار آئیں تاکہ وہ فائدے دیکھیں جو یہاں

Marfat.com
Marfat.com

ان کے لیے رکھے گئے ہیں اور چند مقرر دنوں میں اُن جانوروں پر اللہ کا نام لیں جو اُس نے انہیں بخشے ہیں خود بھی کھائیں اور تنگ دست محتاج کو بھی دیں، پھر اپنا میل کچیل دُور کریں اور اپنی نذریں پُوری کریں، اور اس قدیم گھر کا طواف کریں۔ (الحج۔ ۲۶، ۲۹)

(د)۔ خُدا تک نہ اُن کا گوشت پہنچتا ہے اور نہ خُون، بلکہ اس تک تمہاری پرہیزگاری پہنچتی ہے۔ (الحج۔ ۳۷)

(ہ)۔ حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضورِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ تلبیہ فرماتے ہوئے سُنا:

لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَاشَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ اِنَّ الْحَمْدَ وَ النِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَاشَرِيْكَ لَكَ۔ (مشکوٰۃ۔ متفق علیہ)

اے اللہ! ہم تیرے حضور حاضر ہوئے ہم تیرے حضور حاضر ہوئے ہم تیرے حضور حاضر ہوئے تیرا کوئی شریک نہیں ہے ہم تیرے حضور حاضر ہوئے بے شک حمد و ثناء اور نعمت اور ملک و حکومت تیرے ہی لیے ہیں (اے اللہ) تیرا کوئی شریک نہیں ہے۔

مذکورہ بالا آیات اور حدیث کے مطابق حج کرنے والے مومنوں میں حسبِ ذیل قسم کے مکارمِ اخلاق پیدا ہوتے ہیں:

(۱)۔ وُہ حج کے دنوں میں نذر و نیاز، قربانی اور دیگر مراسمِ عبودیت صرف خدا کی خوشنودی کیلئے بجالاتے ہیں۔

(۲)۔ اگر کوئی مالدار ہونے کے باوجود حج (جوکہ رکنِ اسلام ہے) ادا نہیں کرتا تو اس کا یہ رویّہ سراسر کافرانہ ہے۔

(۳)۔ حج کرنے والے پر لازمی ہے کہ وہ گالی گلوچ، نافرمانی اور جنگ و جدال سے پرہیز کرے۔

(۴)۔ سب سے بہتر زادِ راہ تقویٰ ہے جو دوسروں کے آگے دستِ سوال دراز کرنے سے بچاتا ہے۔

(۵)۔ اسے صرف خدا کے حضور ہی قیام و رکوع اور سجدہ کرنا چاہیئے۔

(۶)۔ حج مومن کے اندر خدا کے حاضر و ناظر ہونے کا تصور پیدا کرتا ہے اور اسے اس طرف بھی توجّہ

Marfat.com
Marfat.com

دلاتا ہے کہ مومن کو خدا کی اطاعت پُرخلوص طریقہ سے کرنی چاہیئے۔ قربانی کرنے میں اس کے پیشِ نظر گوشت کھانا اور جانوروں کا خون بہانا نہ ہو بلکہ تقویٰ اور خدا کی رضا کا حصول ہونا چاہیئے۔

۲۰۔ اسراف کی ممانعت

اللہ تعالیٰ نے اسراف کی ممانعت کے سلسلہ میں یہ ہدایات دی ہیں:

(۱) فضول خرچی نہ کرو۔ فضول خرچ لوگ شیطان کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا ناشکرا ہے۔ (بنی اسرائیل۔ ۲۶، ۲۷)

(۲)۔ نہ تو اپنا ہاتھ گردن سے باندھ رکھو اور نہ اسے بالکل کھلا چھوڑ دو کہ ملامت زدہ اور عاجز بن کر رہ جاؤ۔ (بنی اسرائیل۔ ۲۹)

وضاحت: ہاتھ باندھنا استعارہ ہے بخل کے لیے اور اس کو کھلا چھوڑ دینے سے مراد ہے فضول خرچی۔ مطلب یہ ہے کہ نہ تو اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ رزق میں بخل کیا جائے اور نہ ہی اس میں فضول خرچی کی جائے بلکہ اعتدال و توسط اور میانہ روی کی راہ اختیار کی جائے۔

(۳)۔ اے بنی آدم ہر عبادت کے موقع پر اپنی زینت سے آراستہ رہو اور کھاؤ پیو اور حد سے تجاوز نہ کرو۔ اللہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

وضاحت: اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے جو حدود متعین کر رکھی ہیں ان سے تجاوز کرنا سراسر اسراف ہے۔ کسی حلال چیز کو حرام کر دینا یا کسی حرام چیز کو حلال قرار دینا بھی اسراف ہی کے زمرے میں آتا ہے جس کی اسلام کسی فردِ بشر کو قطعاً اجازت نہیں دیتا۔ اسی طرح اگر کوئی شخص اسلامی معاشرہ میں اپنی سفاہت اور کم عقلی کی بنا پر اسراف کا مرتکب ہوگا تو اسلامی حکومت اسکے مالی تصرفات پر پابندی عائد کرنے کی بھی مجاز ہوتی ہے۔ جیساکہ قرآن میں مذکور ہے:

اور اپنے مال جنہیں اللہ نے تمہارے لیے قیام کا ذریعہ بنایا ہے، نادان لوگوں کے حوالہ نہ کرو، البتہ انہیں کھانے اور پہننے کے لیے دو اور انہیں نیک ہدایت کرو۔ (النساء۔ ۵)

۲۱۔ اکل حلال کا حکم

اللہ تعالیٰ نے ایک عام انسان ہی کو نہیں بلکہ اپنے برگزیدہ پیغمبروں کو بھی یہی ہدایت دی ہے کہ وہ حلال روزی کھائیں اور اچھے عمل

Marfat.com
Marfat.com

کریں جیسا کہ قرآن میں مذکور ہے:

(۱)۔ اے پیغمبرو! کھاؤ پاک چیزیں اور عمل کرو صالح، تم جو کچھ بھی کرتے ہو، میں اس کو خوب جانتا ہوں۔ (المؤمنون-۵۱)

(۲)۔ يَا أَيُّهَا النَّاسُ كُلُوا مِمَّا فِي الْأَرْضِ حَلَالًا طَيِّبًا وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ ۚ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ۔ (البقرہ-۱۶۸)

لوگو! زمین میں جو حلال اور پاک چیزیں ہیں انہیں کھاؤ اور شیطان کے بتائے ہوئے راستوں پر نہ چلو۔ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

(۳)۔ اے لوگو! جو ایمان لائے ہو اگر حقیقت میں اللہ ہی کی بندگی کرنے والے ہو تو جو پاک چیزیں ہم نے تمہیں بخشی ہیں انہیں بے تکلف کھاؤ اور اللہ کا شکر ادا کرو۔ اللہ کی طرف سے اگر کوئی پابندی تم پر ہے تو وہ یہ ہے کہ مردار نہ کھاؤ، خون سے اور سؤر کے گوشت سے پرہیز کرو اور کوئی ایسی چیز نہ کھاؤ جس پر اللہ کے سوا اور کا نام لیا گیا ہو۔ ہاں جو شخص مجبوری کی حالت میں ہو اور وہ ان میں سے کوئی چیز کھائے بغیر اس کے کہ وہ قانون شکنی کا ارادہ رکھتا ہو یا ضرورت کی حد سے تجاوز کرے، تو اس پر کچھ گناہ نہیں، اللہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔ (البقرہ ۱۷۲ تا ۱۷۳)

<u>وضاحت</u>: اس آیت میں حرام چیز کے استعمال کرنے کی اجازت تین شرطوں کے ساتھ دی گئی ہے۔ ایک یہ کہ واقعی مجبوری کی حالت ہو۔ مثلاً بھوک پیاس سے جان پر بن گئی ہو، یا بیماری کی وجہ سے جان کا خطرہ ہو اور اس حالت میں حرام چیز کے سوا کوئی چیز میسر نہ ہو۔

دوسرے یہ کہ خدا کے قانون کو توڑنے کی خواہش ان میں موجود نہ ہو۔

تیسرے یہ کہ ضرورت کی حد سے تجاوز نہ کیا جائے۔ مثلاً حرام چیز کے چند لقمے یا چند قطرے یا چند گھونٹ اگر جان بچا سکتے ہوں تو ان سے زیادہ اس چیز کا استعمال نہ ہونے پائے۔

(۴)۔ اور تم لوگ نہ تو آپس میں ایک دوسرے کے مال ناروا طریقہ سے کھاؤ اور نہ حاکموں کے آگے ان کو اس غرض کے لیے پیش کرو کہ تمہیں دوسروں کے مال کا کوئی حصہ قصداً ظالمانہ طریقہ سے

Marfat.com
Marfat.com

کھانے کا موقع مل جائے۔

وضاحت: اس آیت کا ایک مفہوم تو یہ ہے کہ حاکموں کو رشوت دے کر ناجائز فائدے اٹھانے کی کوشش نہ کرو۔

دوسرا مفہوم یہ ہے کہ جب تم خود جانتے ہو کہ مال دوسرے شخص کا ہے، تو محض اس لیے کہ فریقِ مخالف کے پاس اپنی ملکیت کا کوئی ثبوت نہیں ہے یا اس بنا پر کہ کسی اینچ پینچ سے تم اس کو کھا سکتے ہو، اس کا کوئی مقدمہ عدالت میں نہ لے جاؤ۔ ہو سکتا ہے کہ حاکم عدالت روداد مقدمہ کے لحاظ سے وہ مال تم کو دلوا دے مگر وہ تمہارا جائز مال نہ ہو گا۔

(۵)۔ اے لوگو! جو ایمان لے آئے ہو، آپس میں ایک دوسرے کے مال باطل طریقوں سے نہ کھاؤ، لین دین ہونا چاہیئے آپس کی رضامندی سے۔ اور اپنے آپ کو قتل نہ کرو۔ یقین جانو کہ اللہ تمہارے اوپر مہربان ہے۔

وضاحت: (۱) "باطل طریقوں" سے مراد وہ تمام طریقے ہیں جو خلافِ حق ہوں اور شرعاً و اخلاقاً ناجائز ہوں "آپس کی رضامندی" سے مراد آزادانہ اور جانی بوجھی رضامندی ہے۔ کسی دباؤ یا دھوکے اور فریب پر مبنی رضامندی کا نام رضامندی نہیں ہے۔

(۲)۔ "اپنے آپ کو قتل نہ کرو" کا تعلق اگر پچھلے فقرہ کے ساتھ ہو تو پھر مطلب یہ ہو گا کہ اوروں کا مال ناجائز طور پر کھانا خود اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا ہے۔ اور اگر اسے مستقل فقرہ سمجھا جائے تو اس کے دو معنی ہیں۔ ایک یہ کہ ایک دوسرے کو قتل نہ کرو اور دوسرے یہ کہ خودکشی نہ کرو۔

(۶)۔ رزقِ حلال کے سلسلہ میں اللہ کے رسول کا ارشاد ہے کہ اس بندے کی عبادت اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول نہیں ہوتی جس کا کھانا پینا اور پہننا حلال کمائی سے نہ ہو۔ (صحیح مسلم)

(۷)۔ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيحَةُ وَمَا أَكَلَ السَّبُعُ إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَأَنْ تَسْتَقْسِمُوا بِالْأَزْلَامِ ذَٰلِكُمْ فِسْقٌ ۗ

Marfat.com
Marfat.com

اَلْیَوْمَ یَئِسَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ دِیْنِکُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ ۝ (المائدہ۔۳)

تم پر حرام کیا گیا مُردار، خون، سُور کا گوشت، وہ جانور جو خدا کے سوا کسی اَور کے نام پر ذبح کیا گیا ہو، وہ جو گلا گھٹ کر، یا چوٹ کھا کر، یا بلندی سے گر کر یا ٹکر کھا کر مرا ہو یا جسے کسی درندے نے پھاڑا ہو ــ سوائے اس کے جسے تم نے زندہ پا کر ذبح کر لیا اور وُہ جو کسی آستانے پر ذبح کر لیا گیا ہو۔ (غیر اللہ کی خوشنودی کے لیے) نیز یہ بھی تمہارے لیے ناجائز ہے کہ پانسوں کے ذریعے سے اپنی قسمت معلوم کرو یہ سب افعال فسق ہیں۔ آج کافروں کو تمہارے دین کی طرف سے پُوری مایُوسی ہو چکی ہے لہٰذا تم ان سے مت ڈرو بلکہ مجھ سے ڈرو۔

وضاحت: ۱۔ "وہ جانور جو خدا کے سوا کسی اَور کے نام پر ذبح کیا گیا ہو"۔ اس کا اطلاق اس جانور کے گوشت پر بھی ہوتا ہے جسے خُدا کے سوا کسی اَور کے نام پر ذبح کیا گیا ہو اور اس کھانے پر بھی ہوتا ہے جو اللہ کے سوا کسی اور کے نام پر بطور نذر کے پکایا جائے۔ حقیقت میں جانور ہو یا غلّہ یا اور کوئی کھانے کی چیز، دراصل اس کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے اور اللہ ہی نے وُہ چیز ہم کو عطا کی ہے لہٰذا اعتراف نعمت یا نذر و نیاز کے طور پر اگر کسی کا نام ان چیزوں پر لیا جا سکتا ہے تو وُہ صرف اللہ ہی کا نام ہے۔ اس کے سوا کسی دوسرے کا نام لینا یہ معنیٰ رکھتا ہے کہ ہم خدا کے بجائے یا خدا کے ساتھ اس کی بالاتری بھی تسلیم کر رہے ہیں اور اُس کو بھی مُنعم سمجھتے ہیں۔

۲۔ وُہ جانور بھی حرام ہوگا جس کے بارے میں ذبح کرنے سے پہلے یہ نیت کی گئی ہو یا یہ شہرت دی گئی ہو کہ یہ فلاں بزرگ یا فلاں دیوی یا دیوتا کی نذر ہے اگرچہ اسے ذبح کرتے وقت رسمی طور پر اللہ کا نام بھی لیا جائے۔ کیونکہ آیت مذکورہ بالا میں لفظ مَا اُهِلَّ استعمال ہُوا ہے جس کے معنی تشہیر کیے گئے کے ہیں یعنی وُہ جانور یا کھانا جو غیر اللہ کے نام پر مشہور کیا گیا ہو۔

۳۔ نُصُب سے مُراد وُہ سب مقامات ہیں جن کو غیر اللہ کی نذر و نیاز چڑھانے کے لیے لوگوں نے مخصوص کر رکھا ہو، خواہ وہاں کوئی پتھر یا لکڑی کی مورت ہو یا نہ ہو۔ ہماری زبان میں اس کا ہم معنی لفظ آستانہ یا استھان ہے جو کسی بزرگ یا دیوتا سے یا کسی خاص مُشرکانہ اعتقاد سے وابستہ ہو۔

Marfat.com
Marfat.com

۲. (ا) مشرکانہ فال گیری، جس میں کسی دیوی یا دیوتا سے قسمت کا فیصلہ پوچھا جاتا ہے یا غیب کی خبر دریافت کی جاتی ہے یا باہمی نزاعات کا تصفیہ کرایا جاتا ہے۔ مشرکین مکہ نے اس غرض کے لیے کعبہ کے اندر ہبل دیوتا کے بت کو مخصوص کر رکھا تھا۔ اس کے استھان میں سات تیر رکھے ہوئے تھے۔ جس پر مختلف الفاظ اور فقرے کندہ تھے۔ کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کا سوال ہو یا کھوئی ہوئی چیز کا پتہ پوچھنا ہو، یا خون کے مقدمہ کا فیصلہ مطلوب ہو، غرض کوئی کام بھی ہو، اس ہبل کے پانسہ دار (صاحبُ القداح) کے پاس پہنچ جاتے، اُس کا نذرانہ پیش کرتے اور ہُبل سے دُعا مانگتے کہ ہمارے اس معاملہ کا فیصلہ کر دے پھر پانسہ دار اُن تیروں کے ذریعہ سے فال نکالتا، اور جو تیر بھی فال میں نکل آتا اس پر لکھے ہوئے لفظ کو ہُبل کا فیصلہ سمجھا جاتا تھا۔

ب۔ توہم پرستانہ فال گیری: جس میں زندگی کے معاملات کا فیصلہ عقل و فکر سے کرنے کے بجائے کسی وہمی و خیالی چیز یا کسی اتفاقی شئے کے ذریعے سے کیا جاتا ہے۔ یا قسمت کا حال ایسے ذرائع سے معلوم کرنے کی کوشش کی جاتی ہے جن کا وسیلہ علم غیب ہونا کسی علمی طریق سے ثابت نہیں ہے۔ رمل، نجوم، جفر، مختلف قسم کے شگون اور نچھتر اور فال گیری کے بے شمار طریقے اس صنف میں داخل ہیں۔

ج۔ جوئے کی قسم کے وہ سارے کھیل اور کام جن میں اشیاء کی تقسیم کا مدار حقوق اور خدمات اور عقلی فیصلوں پر رکھنے کے بجائے محض اتفاقی امر پر رکھ دیا جائے۔ مثلاً لاٹری میں اتفاقاً فلاں شخص کا نام نکل آیا ہے لہٰذا ہزارہا آدمیوں کی جیب سے نکلا ہُوا روپیہ اس ایک شخص کی جیب میں چلا جائے یا یہ کہ علمی حیثیت سے ایک معمہ کے بہت سے حل صحیح ہیں مگر انعام وُہ شخص پائیگا جس کا حل کسی معقول کوشش کی بنا پر نہیں بلکہ محض اتفاق سے اُس حل کے مطابق نکل آیا ہو۔ جو صاحب معمہ کے صندوق میں بند ہے۔

د۔ ان تین اقسام کو حرام کر دینے کے بعد قرعہ اندازی کی صرف وہ سادی صورت اسلام میں جائز رکھی گئی ہے جس میں دو برابر کے جائز کاموں یا دو برابر کے حقوق کے درمیان فیصلہ کرنا ہو مثلاً ایک چیز پر دو آدمیوں کا حق ہر حیثیت سے بالکل برابر ہے اور فیصلہ کرنے والے کے لیے ان میں سے

Marfat.com
Marfat.com

کسی کو ترجیح دینے کی کوئی معقول وجہ موجود نہیں ہے اور خود ان دونوں میں سے بھی کوئی اپنا حق خود چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہے۔ اس صورت میں ان کی رضامندی سے قرعہ اندازی پر فیصلہ کا مدار رکھا جا سکتا ہے یا مثلاً دو کام یکساں درست ہیں اور عقلی حیثیت سے آدمی ان دونوں کے درمیان مذبذب ہو گیا ہے کہ ان میں سے کس کو اختیار کرے۔ اس صورت میں ضرورت ہو تو قرعہ اندازی کی جا سکتی ہے۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم بالعموم ایسے مواقع پر یہ طریقہ اختیار فرماتے تھے جب کہ دو برابر کے حق داروں کے درمیان ایک کو ترجیح دینے کی ضرورت پیش آ جاتی تھی، اور آپؐ کو اندیشہ ہوتا تھا کہ اگر آپؐ خود ایک کو ترجیح دیں گے تو دوسرے کو ملال ہوگا۔

۵۔ یہاں کھانے پینے کی چیزوں میں حرام و حلال کی جو قیود شریعت کی طرف سے عائد کی جاتی ہیں ان کی اصل بنیاد اُن کے طبّی فوائد یا نقصانات نہیں ہوتے، بلکہ ان کے اخلاقی فوائد و نقصانات ہوتے ہیں۔ جہاں تک طبیعی امور کا تعلق ہے اللہ تعالیٰ نے ان کو انسان کی اپنی سعی و جستجو اور کاوش و تحقیق پر چھوڑ دیا ہے۔ باقی لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے حرام و حلال کے حدود کی پابندی کا انحصار ان کے ایمان پر رکھ دیا ہے۔ جو شخص اس بات پر مطمئن ہو جائے کہ کتاب اللہ کی کتاب ہے اور رسولؐ اللہ کا رسُول ہے اور اللہ علیم و حکیم ہے وہ اس کے مقرّر کیے ہُوئے حدود کی پابندی کرے گا، خواہ ان کی مصلحت اس کی سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔

۶۔ اب تمہیں خدا سے ڈرنا چاہیے کہ اس کے احکام کی تعمیل میں اگر کوئی کوتاہی تم نے کی تو تمہارے پاس کوئی ایسا عذر نہ ہوگا جس کی بنا پر تمہارے ساتھ کچھ بھی نرمی کی جائے۔ اب شریعت الٰہی کی خلاف ورزی کے معنی یہ نہیں ہوں گے کہ دُوسروں کے اثر سے مجبور ہو، بلکہ اس کے صاف معنی یہ ہوں گے کہ تم اطاعت کرنا ہی نہیں چاہتے۔ (تلخیص تفہیم القرآن۔ جلد ۱ سورہ المائدہ حاشیہ آیت ۴)

۲۲۔ قرض اور وصیت کی ادائیگی کا حکم

اسلامی معاشرہ میں جہاں قرض حسنہ دینے کو ایک پسندیدہ فعل قرار دیا گیا ہے وہاں یہ بھی ہدایت کی گئی ہے کہ جہاں تک ممکن ہو قرض لینے سے گریز کیا جائے۔ حضرت علیؓ کا قول ہے کہ رات کو بھوکے سو رہنا اس

Marfat.com
Marfat.com

سے بہتر ہے کہ جب تم صبح کو اٹھو تو تمہاری گردن پر کسی کا قرض ہو"۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اکثر اوقات نماز جنازہ پڑھانے سے پہلے دریافت فرمایا کرتے تھے کہ میت پر کوئی قرض تو نہیں، مراد یہ تھی کہ اگر ہے تو فوری ادا کر دیا جائے۔ ایک حدیث میں یہ ہے کہ اگر کسی شخص پر کوئی قرض ہے تو یہ قرضہ اُس میت اور جنت کے بیچ میں ایک آڑ اور رکاوٹ بن جاتا ہے۔ اسی وجہ سے قرآن میں جہاں میت کے ترکہ اور ورثاء کے حصوں کے بارے میں بیان کیا گیا ہے۔ وہاں بار بار یہ پابندی بھی عائد کی گئی ہے کہ اگر میت کے ذمہ کوئی قرضہ واجب الادا ہو تو سب سے پہلے وہ ادا کر دیا جائے۔ اس کے بعد اگر اس نے اپنے ایک تہائی ترکہ کی وصیت کی ہوئی ہے تو اس کو پورا کرنا بھی ورثاء کے ذمہ لازمی قرار دیا گیا ہے۔ (النساء۔ ۱۱، ۱۲)

۲۳: پورے انصاف سے ناپ تول کرنا

اسلام نے اسلامی معاشرہ پر یہ بھی پابندی عائد کی ہے کہ عام لین دین اور تجارتی معاملات میں ناپ تول کو پورے انصاف سے پورا کرو" کا حکم دیا ہے جیسا کہ قرآن میں آتا ہے:

(۱) آسمان کو اُس نے بلند کیا اور میزان قائم کر دی۔ اس کا تقاضا یہ ہے کہ تم میزان میں خلل نہ ڈالو، انصاف کے ساتھ ٹھیک ٹھیک تولو اور ترازو میں ڈنڈی نہ مارو۔ (رحمٰن۔ ۷تا۹)

<u>وضاحت</u>: ا۔ یہاں میزان سے مراد عدل ہے اور میزان قائم کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کائنات کے اس پورے نظام کو عدل پر قائم کیا ہے۔

ب۔ چونکہ تم ایک متوازی کائنات میں رہتے ہو جس کا سارا نظام ہی عدل پر قائم کیا گیا ہے۔ اسلیے تمہیں بھی عدل پر قائم ہونا چاہیے۔ جس دائرے میں تمہیں اختیار دیا گیا ہے اُس میں اگر تم بے انصافی کروگے تو یہ فطرت کائنات سے تمہاری بغاوت ہوگی۔

(۲) تباہی ہے ڈنڈی مارنے والوں کے لیے جن کا حال یہ ہے کہ جب لوگوں سے لیتے ہیں تو پورا پورا لیتے ہیں، اور جب ان کو ناپ کر یا تول کر دیتے ہیں تو انہیں گھاٹا دیتے ہیں۔ کیا یہ لوگ نہیں سمجھتے کہ ایک بڑے دن یہ اُٹھا کر لائے جانے والے ہیں؟ اُس دن جب کہ سب لوگ رب العلمین

Marfat.com
Marfat.com

کے سامنے کھڑے ہوں گے۔ (المطففین۔ ۱تا۶)

۲۴۔ مکارمِ اخلاق پر حضورؐ کا فصیح و بلیغ خطاب

حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے مکارمِ اخلاق پر بیشمار خطابات فرمائے تھے ان میں سے آپؐ کا ایک فصیح و بلیغ خطاب جو آپؐ نے تبوک میں فرمایا تھا اسے زاد المعاد جلد اوّل صفحہ ۲۶۲-۲ سے یہاں نقل کیا جاتا ہے:

خُدا کی بہترین حمد و ثنا کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(۱) فَاِنَّ اَصْدَقَ الْحَدِیْثِ کِتَابُ اللّٰہِ	ہر کلام سے زیادہ سچا کلام خدا کی کتاب ہے
(۲) وَاَوْثَقَ الْعُرٰی کَلِمَةُ التَّقْوٰی	سب سے زیادہ بھروسے کے قابل کلمۂ تقویٰ ہے
(۳) وَخَیْرُ الْمِلَلِ مِلَّةُ اِبْرَاهِیْمَ	ساری ملتوں سے بہتر ملتِ ابراہیمی ہے۔
(۴) وَخَیْرُ السُّنَنِ سُنَّةُ مُحَمَّدٍ	تمام طریقہائے زندگی سے بہتر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ہے۔
(۵) وَاَشْرَفُ الْحَدِیْثِ ذِکْرُ اللّٰہِ	ہر بات سے زیادہ عظمت و شرف والی بات خُدا کا ذکر ہے۔
(۶) وَاَحْسَنُ الْقَصَصِ هٰذَا الْقُرْاٰنُ	تمام بیانوں سے بہتر بیان، قرآن ہے
(۷) وَخَیْرُ الْاُمُوْرِ عَوَازِمُهَا	بہترین کام اولوالعزمی کے کام ہیں۔
(۸) وَشَرُّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا	بدترین کام بدعت کے کام ہیں۔
(۹) وَاَحْسَنُ الْهَدْیِ هَدْیُ الْاَنْبِیَاءِ	بہترین طریقہ عمل انبیاء کا طریقہ عمل ہے۔
(۱۰) وَاَشْرَفُ الْمَوْتِ قَتْلُ الشُّهَدَاءِ	شہدا کی موت سب سے زیادہ مجد و شرف کی موت ہے۔
(۱۱) وَاَعْمَی الْعَمٰی الضَّلَالَةُ بَعْدَ الْهُدٰی	بدترین اندھاپن یہ ہے کہ آدمی ہدایت پالینے کے بعد گمراہ ہو جائے۔
(۱۲) خَیْرُ الْاَعْمَالِ مَا نَفَعَ	بہترین عمل وہ ہے جو فائدہ بخش ہو۔

Marfat.com
Marfat.com

(۱۳) خَيْرُ الْهُدٰى مَا اتُّبِعَ

بہترین رویہ وُہ ہے جس کی لوگ پیروی کرسکیں

(۱۴) وَشَرُّ الْعَمٰى عَمَى الْقَلْبِ

بدترین اندھاپن دل کا اندھاپن ہے۔

(۱۵) وَالْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِّنَ الْيَدِ السُّفْلٰى

اونچا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔

(۱۶) وَمَا قَلَّ وَكَفٰى خَيْرٌ مِّمَّا كَثُرَ وَأَلْهٰى

اور وُہ تھوڑا مال جو آدمی کی ضرورتوں کے لیے کافی ہو اس مال سے بہت اچھا ہے جو زیادہ ہو اور آدمی کو غفلت میں مبتلا کردے۔

(۱۷) شَرُّ الْمَعْذِرَةِ حِيْنَ يَحْضُرُ الْمَوْتُ

بدترین عُذر خواہی وہ ہے جو جان کنی کے وقت کی جائے۔

(۱۸) وَشَرُّ النَّدَامَةِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

بدترین شرمندگی قیامت کے دن کی شرمندگی ہے۔

(۱۹) وَمِنَ النَّاسِ مَنْ لَّا يَأْتِي الْجُمُعَةَ إِلَّا دُبُرًا

کچھ لوگ جمعہ کی نماز کو آتے ہیں لیکن ان کے دل پیچھے لگے ہوئے ہوتے ہیں۔

(۲۰) وَمَنْ لَّا يَذْكُرُ اللّٰهَ إِلَّا هُجْرًا

اور وُہ کم خدا کا ذکر کر پاتے ہیں۔

(۲۱) وَمِنْ أَعْظَمِ الْخَطَايَا اللِّسَانُ الْكَذُوْبُ

جھوٹی زبان سب گناہوں سے بڑا گناہ ہے۔

(۲۲) وَخَيْرُ الْغِنٰى غِنَى النَّفْسِ

عظیم ترین تونگری دل کی تونگری ہے۔

(۲۳) وَخَيْرُ الزَّادِ التَّقْوٰى

سب سے بہتر توشہ تقوٰی کا توشہ ہے۔

(۲۴) وَرَأْسُ الْحِكْمَةِ مَخَافَةُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ

حکمت و دانائی کی بنیاد خدائے عزّوجلّ کا خوف ہے

(۲۵) وَخَيْرُ مَا وَقَرَ فِي الْقُلُوْبِ الْيَقِيْنُ

دل میں بٹھانے اور جمانے والی بہترین چیز یقین ہے۔

(۲۶) وَالْاِرْتِيَابُ مِنَ الْكُفْرِ

شک اور تذبذب کفر کی علامت ہے۔

(۲۷) وَالنِّيَاحَةُ مِنْ عَمَلِ الْجَاهِلِيَّةِ

نوحہ اور ماتم (بین کرکرکے رونا چلانا) جاہلیت کا کام ہے

Marfat.com
Marfat.com

(۲۸) وَالْغُلُوْلُ مِنْ جَمْرِ جَهَنَّمَ — چوری اور خیانت عذاب جہنّم کا سامان ہے۔

(۲۹) وَالسَّكْرُ كَيٌّ مِّنَ النَّارِ — بدمست ہونا آگ میں تپنا ہے۔

(۳۰) وَالشِّعْرُ مِنْ إِبْلِيْسَ — (لغو) شعرگوئی شیطانی کام ہے۔

(۳۱) وَالْخَمْرُ جِمَاعُ الْإِثْمِ — شراب نوشی تمام گناہوں کا سرچشمہ ہے

(۳۲) وَشَرُّ الْمَاكِلِ مَاكُلُ مَالِ الْيَتِيْمِ — بدترین غذا یتیم کا مال کھانا ہے

(۳۳) وَالسَّعِيْدُ مَنْ وُّعِظَ بِغَيْرِهٖ — سعادت مند وُہ ہے جو دوسروں سے نصیحت حاصل کرے۔

(۳۴) وَالشَّقِيُّ مَنْ شَقِيَ فِيْ بَطْنِ أُمِّهٖ — واقعی بدبخت وُہ ہے جو پیدائشی بدبخت ہو۔

(۳۵) وَإِنَّمَا يَصِيْرُ أَحَدُكُمْ إِلٰى مَوْضِعِ أَرْبَعَةِ أَذْرُعٍ — اور تُم میں سے ہر ایک چار ہاتھ زمین میں جانے والا ہے۔

(۳۶) وَالْأَمْرُ إِلَى الْآخِرَةِ — اور معاملہ آخرت میں پیش ہونے والا ہے۔

(۳۷) وَمِلَاكُ الْعَمَلِ خَوَاتِيْمُهٗ — عمل کا دار و مدار اس کے انجام پر ہے۔

(۳۸) وَشَرُّ الرُّؤْيَا الْكَذِبُ — اور بدترین خواب جھوٹا خواب ہے۔

(۳۹) وَكُلُّ مَا هُوَ آتٍ قَرِيْبٌ — جو چیز چلی آرہی ہے وہ بہت قریب ہے۔

(۴۰) وَسِبَابُ الْمُؤْمِنِ فُسُوْقٌ — مومن کو گالی دینا فسق ہے

(۴۱) وَقِتَالُهٗ كُفْرٌ — اور مومن سے جنگ کرنا کفر (کی علامت) ہے۔

(۴۲) وَأَكْلُ لَحْمِهٖ مِنْ مَعْصِيَةِ اللّٰهِ — مومن کا گوشت کھانا (یعنی غیبت کرنا) خدا کی نافرمانی ہے۔

(۴۳) وَحُرْمَةُ مَالِهٖ كَحُرْمَةِ دَمِهٖ — مومن کا مال دوسرے کے لیے ایسا ہی حرام ہے جیسا کہ اس کا خون حرام ہے۔

(۴۴) وَمَنْ يَّتَأَلَّ عَلَى اللّٰهِ يُكَذِّبْهُ — جو خدا سے بے نیازی برتتا ہے خدا اس کو جھٹلاتا ہے

Marfat.com
Marfat.com

یعنی خود وہ خدا پر اپنے ایمان کی تکذیب کرتا ہے۔

(۴۵) وَمَنْ يَعْفُ يَعْفُ اللّٰهُ عَنْهُ — جو دوسروں کو معاف کرتا ہے خدا اس کو معاف فرماتا ہے۔

(۴۶) وَمَنْ يَغْفِرْ يُغْفَرْ لَهُ — جو دوسروں کی عیب پوشی کرتا ہے خدا اس کے عیب پر پردہ ڈال دیتا ہے۔

(۴۷) وَمَنْ يَكْظِمِ الْغَيْظَ يَأْجُرْهُ اللّٰهُ — جو غصّے کو پی جاتا ہے خدا اس کو اس کا صلہ عطا فرماتا ہے

(۴۸) وَمَنْ يَصْبِرْ عَلَى الرَّزِيَّةِ يُعَوِّضْهُ اللّٰهُ — جو نقصان پر صبر کرتا ہے خدا اس کو اس کا بدلہ عنایت فرماتا ہے۔

(۴۹) وَمَنْ يَتَّبِعِ السُّمْعَةَ يُسَمِّعْهُ اللّٰهُ — جو شخص دوسروں کی برائیوں کے پیچھے پڑتا ہے خدا اسکو رسوا کر کے رہتا ہے۔

(۵۰) وَمَنْ يَتَصَبَّرْ يُضَعِّفِ اللّٰهُ لَهُ — جو صبر کا رویّہ اختیار کرتا ہے خدا اس کے اجر میں اضافہ فرماتا ہے۔

(۵۱) وَمَنْ يَعْصِ اللّٰهَ يُعَذِّبْهُ اللّٰهُ — اور جو نافرمانی کا رویّہ اختیار کرتا ہے خدا اس کو سخت سزا دیتا ہے۔

(آسان فقہ حصہ اول)

۲۵۔ خدا کی عطا کردہ نعمتوں پر اظہارِ تشکّر

حضرت ابوالاحوصؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، کہ ان کے والد نے کہا کہ میں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ درآں حالیکہ میرے جسم پر کپڑے معمولی اور گھٹیا قسم کے تھے۔ آپؐ نے پوچھا "کیا تمہارے ہاں مال ہے؟" میں نے کہا "ہاں" آپؐ نے پوچھا "کس طرح کا مال ہے؟" میں نے کہا "ہر طرح کا مال اللہ نے دے رکھا ہے، اونٹ، گائیں، بکریاں، گھوڑے اور غلام ہیں۔" آپؐ نے فرمایا "جب اللہ نے یہ سب کچھ تجھے دیا ہوا ہے تو اس کے فضل و رحمت اور نعمت و مال کا اثر بھی تو تمہارے جسم پر نمایاں ہونا چاہیئے۔"[1] (کیونکہ خدا کی عطا کردہ نعمتوں پر اظہارِ تشکر کا یہ بھی ایک طریقہ ہے)

[1] مشکوٰۃ

Marfat.com
Marfat.com

۲۶۔ **نفع بخش تجارت** اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، میں بتاؤں تم کو وہ تجارت جو تمہیں عذابِ الیم سے بچا لے؟ ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر اور جہاد کرو اللہ کی راہ میں اپنے مالوں سے اور اپنی جانوں سے۔ یہی تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانو۔ (الصّف: ۱۱)

۲۔ آدابِ زندگی

حضورِ اکرم صلّے اللہ علیہ وسلّم نے نوعِ انسانی کو بالعموم اور اہلِ ایمان کو بالخصوص ایسے آدابِ زندگی کی تعلیم دی ہے کہ جن پر چل کر نہ صرف وُہ دُنیا میں امن وسکون کی زندگی بسر کر سکتے ہیں بلکہ اس زندگی کے بعد اُخروی زندگی میں بھی انہیں خوشی اور مسرّت و شادمانی کا وُہ دائمی گھر نصیب ہو سکتا ہے جس کا نام جنّت ہے۔ یہ آدابِ زندگی کسی ایک شعبے کے ساتھ تعلّق نہیں رکھتے۔ بلکہ اُن کا تعلق انسانی معاشرے کے ہر پہلو کے ساتھ ہے۔ ایسے آداب سے کتاب وسُنّت بھری پڑی ہے۔ ان میں سے بعض یہاں بیان کیے جاتے ہیں۔

۱۔ اللہ اور اُس کے رسولؐ کو مقدم رکھنا اسلام نے اپنے ماننے والوں کو جو آدابِ زندگی بتلائے ہیں۔ اُن میں سے ایک یہ ہے۔ کہ وُہ اللہ اور اُس کے رسولؐ سے آگے بڑھ کر نہ چلیں، پیچھے چلیں۔ مقدم نہ بنیں تابع بن کر رہیں۔ اپنے معاملات میں پیش قدمی کر کے بطورِ خود فیصلے نہ کرنے لگیں۔ بلکہ یہ دیکھیں کہ اللہ کی کتاب اور اُس کے رسولؐ کی سُنّت میں اُن کے متعلّق کیا روایات ملتی ہیں۔ قرآن میں اس بارے میں یہ ہدایت دی گئی ہے:۔

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ (۱)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ اور اُس کے رسُول کے آگے پیش قدمی نہ کرو۔ اور اللہ سے ڈرو۔ اللہ سب کچھ سُننے والا اور جاننے والا ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

۲۔ احترامِ رسولؐ

حضورؐ کی آواز سے اپنی آوازوں کو بلند اور اونچا نہ کیا جائے، کیونکہ ایسا کرنے سے تمام اعمال برباد ہو جاتے ہیں۔ یہ وہ ادب ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بیٹھنے والوں اور آپؐ کی خدمت میں حاضر ہونے والوں کو سکھایا گیا تھا۔ اس کا منشا یہ تھا کہ حضورؐ کے ساتھ ملاقات اور بات چیت میں اہلِ ایمان آپؐ کا انتہائی احترام ملحوظ رکھیں۔ کسی شخص کی آواز آپؐ کی آواز سے بلند تر نہ ہو۔ آپؐ سے خطاب کرتے ہوئے لوگ یہ بھول نہ جائیں کہ وہ کسی عام آدمی یا اپنے برابر والے سے نہیں بلکہ اللہ کے رسولؐ سے مخاطب ہیں۔ اس لیے عام آدمیوں کے ساتھ گفتگو اور آپؐ کے ساتھ گفتگو میں نمایاں فرق ہونا چاہیے اور کسی کو آپؐ سے اونچی آواز میں کلام نہ کرنا چاہیے۔ جیسا کہ قرآن میں مذکور ہے:

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو اپنی آواز نبیؐ کی آواز سے بلند نہ کرو۔ اور نہ نبیؐ کے ساتھ اونچی آواز سے بات کیا کرو۔ جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے سے کرتے ہو" کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارا کیا کرایا سب غارت ہو جائے اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔" (الحجرات ۲)

<u>وضاحت</u>: یہ ادب اگرچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس کے لیے سکھایا گیا تھا اور اس کے مخاطب وہ لوگ تھے۔ جو حضور کے زمانے میں موجود تھے۔ مگر بعد کے لوگوں کو بھی ایسے تمام مواقع پر یہی ادب ملحوظ رکھنا چاہیے۔ جب آپؐ کا ذکر ہو رہا ہو یا آپؐ کا کوئی حکم سنایا جا رہا ہو۔ یا آپؐ کی احادیث بیان کی جا رہی ہوں۔ اس کے علاوہ یہ اشارہ بھی اس آیت سے نکلتا ہے کہ لوگوں کو اپنے بزرگوں کے ساتھ گفتگو میں کیا طرزِ عمل اختیار کرنا چاہیے۔ کسی شخص کا اپنے بزرگوں کے سامنے اس طرح بولنا جس طرح وہ اپنے دوستوں یا عام آدمیوں کے سامنے بولتا ہے۔ دراصل اس بات کی علامت ہے کہ اس کے دل میں ان کے لیے کوئی احترام موجود نہیں ہے اور وہ ان میں اور تمام آدمیوں میں کوئی فرق نہیں سمجھتا۔

یہ آیت اس طرف بھی اشارہ کر رہی ہے کہ دین میں ذاتِ رسولؐ کا مقامِ عظمت کیا ہے؟ رسولِ پاکؐ کے سوا کوئی شخص خواہ بجائے خود کتنا ہی قابلِ احترام ہو، بہرحال یہ حیثیت نہیں رکھتا کہ اس کے ساتھ

Marfat.com
Marfat.com

بے ادبی خُدا کے ہاں اُس سزا کی مستحق ہو۔ جو حقیقت میں کفر کی سزا ہے۔ وُہ زیادہ سے زیادہ ایک بدتمیزی ہے۔ خلافِ تہذیب حرکت ہے مگر رسول اللہ صلّے اللہ علیہ وسلّم کے احترام میں ذرا سی کمی بھی اتنا بڑا گناہ ہے کہ اس سے آدمی کی عمر بھر کی کمائی غارت ہو سکتی ہے۔ اس لیے کہ آپؐ کا یہ احترام دراصل اُس خُدا کا احترام ہے جس نے آپؐ کو اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے۔ آپؐ کے احترام میں کمی کے معنیٰ خُدا کے احترام میں کمی کے ہیں۔"

(تلخیص از تفہیم القرآن۔ جلد۔ ۵) (سورہ الحجرات۔ حاشیہ آیت ۲۔)

۳۔ والدین کے ساتھ حُسنِ سلوک کا برتاؤ

اللہ اور اس کے رسُول کے بعد انسانوں میں سے مقدّم حق والدین کا ہے۔ اولاد کو والدین کا مطیع، خدمت گذار اور ادب شناس ہونا چاہیے۔ معاشرے کا اجتماعی اخلاق ایسا اچھا ہونا چاہیے جو اولاد کو والدین کا نیاز مند اُن کا احسان مند اور اُن کے احترام کا پابند بنائے اور بڑھاپے میں اُسی طرح اُن کی خدمت کرنا سکھائے۔ جس طرح بچپن میں وُہ اس کی پرورش اور ناز برداری کر چکے ہیں جیسا کہ قرآن میں ذکر ہے؛

تیرے رب نے فیصلہ کیا ہے کہ

(۱) تم لوگ کسی کی عبادت نہ کرو۔ مگر صرف اُس کی

(۲) والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو۔ اگر تمہارے پاس اُن میں سے کوئی ایک یا دونوں بوڑھے ہو کر رہیں۔ تو اُنہیں اُف تک نہ کہو۔ نہ انہیں جھڑک کر جواب دو بلکہ اُن سے احترام کے ساتھ بات کرو اور نرمی و رحم کے ساتھ اُن کے سامنے جُھک کر رہو اور دُعا کرو کہ پروردگار! ان پر رحم فرما؛ جس طرح انھوں نے رحمت و شفقت کے ساتھ مجھے بچپن میں پالا تھا۔"

(بنی اسرائیل ۲۳:۲۴)

۴۔ حضرتِ لقمانؑ کی نصیحت

حضرت لقمانؑ ایک بہت بڑے حکیم و دانا ہو گزرے ہیں۔ انھوں نے اپنے بیٹے کو جو نصیحت فرمائی تھی اور آدابِ زندگی

Marfat.com
Marfat.com

سکھائے تھے قرآن اُن کا اس طرح ذکر کرتا ہے:

یاد کرو جب لقمانؑ اپنے بیٹے کو نصیحت کر رہا تھا تو اُس نے کہا، بیٹا!

(۱) ۔ خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا، حق یہ ہے کہ شرک بہت بڑا ظلم ہے۔

— اور یہ حقیقت ہے کہ ہم نے انسان کو اپنے والدین کا حق پہچاننے کی خود تاکید کی ہے۔ اُس کی ماں نے ضعف پر ضعف اٹھا کر اسے اپنے پیٹ میں رکھا اور دو سال اُس کا دودھ چھوٹنے میں لگے۔ (اسی لیے ہم نے اس کو نصیحت کی کہ) میرا شکر کر اور اپنے والدین کا شکر بجالا، میری ہی طرف تجھے پلٹنا ہے لیکن اگر وہ تجھ پر دباؤ ڈالیں کہ میرے ساتھ تو کسی ایسے کو شریک کرے جسے تو نہیں جانتا تو ان کی بات ہرگز نہ مان۔ دنیا میں ان کے ساتھ نیک برتاؤ کرتا رہ مگر پیروی اس شخص کے راستہ کی کر جس نے میری طرف رجوع کیا ہے۔ پھر تم کو پلٹنا میری ہی طرف ہے، اُس وقت میں تمہیں بتا دوں گا کہ تم کیسے عمل کرتے رہے ہو۔

(۲) ۔ (اور لقمان نے کہا تھا کہ) "بیٹا" کوئی چیز رائی کے دانہ کے برابر بھی ہو اور وہ کسی چٹان میں یا آسمانوں یا زمین میں کہیں چھپی ہوئی ہو، اللہ اُسے نکال لائے گا۔ وہ باریک بین اور باخبر ہے۔

(۳) ۔ بیٹا، نماز قائم کر۔

(۴) نیکی کا حکم دے، بدی سے منع کر اور جو مصیبت بھی پڑے اس پر صبر کر۔ یہ وہ باتیں ہیں۔ جن کی بڑی تاکید کی گئی ہے۔

(۵) ۔ اور لوگوں سے مُنہ پھیر کر بات نہ کر، نہ زمین میں اکڑ کر چل، اللہ کسی خود پسند اور فخر جتانے والے شخص کو پسند نہیں کرتا۔ اپنی چال میں اعتدال اختیار کر، اور اپنی آواز پست رکھ سب آوازوں سے زیادہ بُری آواز گدھے کی آواز ہوتی ہے۔ (لقمٰن ۱۳۔ تا ۱۹)

۵۔ اخلاقی بُرائیوں سے اجتناب

اہلِ ایمان کو سخت تاکید کی گئی ہے کہ وہ اپنے اندر اخلاقی برائیاں نہ پیدا ہونے دیں۔ جیسا کہ قرآن میں مذکور ہے:

Marfat.com
Marfat.com

(۱) ہنسی مذاق، طعنہ زنی، اور برے القاب : اے لوگو! جو ایمان لائے ہو۔ نہ مرد دُوسرے مردوں کا مذاق اُڑائیں، ہو سکتا ہے کہ وُہ ان سے بہتر ہوں۔ اور نہ عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اڑائیں، ہو سکتا ہے کہ وُہ ان سے بہتر ہوں۔ آپس میں ایک دُوسرے پر طعن نہ کرو اور نہ ایک دُوسرے کو بُرے القاب سے یاد کرو۔ ایمان لانے کے بعد فسق میں نام پیدا کرنا بہت بُری بات ہے جو لوگ اس روش سے باز نہ آئیں وہی ظالم ہیں۔ (الحجرات : ۱۱)

(۲) بدگمانی، تجسس، اور غیبت : اے لوگو جو ایمان لائے ہو، بہت گمان سے پرہیز کرو بعض گمان گناہ ہوتے ہیں۔ تجسّس نہ کرو اور تم میں سے کوئی کسی کی غیبت نہ کرے۔ کیا تمہارے اندر کوئی ایسا ہے جو اپنے مرے ہُوئے بھائی کا گوشت کھانا پسند کرے گا۔ دیکھو، تم خود اس سے گھن کھاتے ہو۔ اللہ سے ڈرو، اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والا اور رحیم ہے۔ (الحجرات۔۱۲)

وضاحت : حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غیبت کی یہ تعریف فرمائی ہے :

غیبت یہ ہے کہ "تو اپنے بھائی کا ذکر اس طرح کرے جو اسے ناگوار ہو" عرض کیا گیا کہ اگر میرے بھائی میں وہ بات پائی جاتی ہو جو میں کہہ رہا ہوں تو اس صورت میں آپؐ کا کیا خیال ہے؟ فرمایا اگر اس میں وہ بات پائی جاتی ہو تو تو نے اس کی غیبت کی اور اگر اس میں وہ بات موجود نہ ہو تو تو نے اس پر بہتان لگایا"۔ (جو غیبت سے بھی بدتر ہے)۔ (مسلم۔ ابوداؤد)

(۳) تنگ دلی : کہہ دو کہ اگر میرے پروردگار کی رحمت کے خزانے تمہارے ہاتھ میں ہوتے تو تم خرچ ہو جانے کے خوف سے (اُن کو) بند رکھتے اور انسان دل کا بہت تنگ ہے۔

(بنی اسرائیل۔۱۰۰)

(۴) انسان فطرتاً بے صبر تھڑ دلا ہے : اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا (۱۹) وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًا (۲۰) وَاِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوْعًا (۲۱) (المعارج۔ ۱۹ تا ۲۱)

انسان تھڑ دلا پیدا کیا گیا ہے۔ جب اس پر مصیبت آتی ہے تو گھبرا اُٹھتا ہے اور جب اسے خوشحالی نصیب ہوتی ہے تو بُخل کرنے لگتا ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

(۵) نا قابلِ اطاعت انسان: وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِينٍ (۱۰) هَمَّازٍ مَّشَّاءٍ بِنَمِيمٍ (۱۱)
مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ أَثِيمٍ (۱۲) عُتُلٍّ بَعْدَ ذَٰلِكَ زَنِيمٍ (۱۳) (القلم ۱۰ تا ۱۳)

ہرگز نہ دبو کسی ایسے شخص سے جو بہت قسمیں کھانے والا بے وقعت آدمی ہے، طعنے دیتا ہے، چغلیاں کھاتا پھرتا ہے۔ بھلائی سے روکتا ہے۔ ظلم و زیادتی میں حد سے گزر جانے والا ہے سخت بد اعمال ہے۔ جفاکار ہے، اور ان سب عیوب کے ساتھ بد اصل (ولد الزنا) ہے۔

(۶) معاشرتی برائیوں سے پرہیز:- حضورؐ نے فرمایا:

إِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الْحَدِيثِ وَلَا تَحَسَّسُوا وَلَا تَجَسَّسُوا، وَلَا تَنَاجَشُوا وَلَا تَبَاغَضُوا وَلَا تَدَابَرُوا وَكُونُوا عِبَادَ اللّٰهِ إِخْوَانًا (بخاری مسلم)

اپنے آپ کو بدگمانیوں سے بچاؤ اس لیے کہ بدگمانی کے ساتھ جو بات کی جائے گی وہ سب سے زیادہ جھوٹی بات ہوگی۔ اور دوسرے کے بارے میں معلومات حاصل کرتے مت پھرو، اور نہ ٹوہ میں لگو اور نہ آپس میں تناجش یعنی دلالی کرو، اور نہ ایک دوسرے سے بغض رکھو اور نہ ایک دوسرے کی کاٹ میں لگو اور اللہ کے بندے بنو، آپس میں بھائی بھائی بن کر زندگی گزارو۔

۶۔ قطع تعلقی کی مدت

حضورؐ نے فرمایا:

لَا يَحِلُّ لِرَجُلٍ أَنْ يَهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثِ لَيَالٍ يَلْتَقِيَانِ فَيُعْرِضُ هٰذَا وَيُعْرِضُ هٰذَا وَخَيْرُهُمَا الَّذِي يَبْدَأُ بِالسَّلَامِ (بخاری، مسلم، ابو ایوب انصاریؓ)

آدمی کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے بھائی سے تین راتوں سے زیادہ مدت تک قطع تعلق کیے رکھے کہ دونوں راستہ میں ایک دوسرے سے ملیں تو منہ پھیر لیں اور ان دونوں میں بہتر وہ ہے جو سب سے پہلے سلام کرے۔

۷۔ حقیقی مفلس اور کنگال

آپ نے فرمایا کہ:

أَتَدْرُونَ مَا الْمُفْلِسُ؟ قَالُوا الْمُفْلِسُ فِينَا مَنْ لَا

Marfat.com
Marfat.com

دِرْهَمَ لَهٗ وَلَا مَتَاعَ، فَقَالَ اِنَّ الْمُفْلِسَ مِنْ اُمَّتِیْ مَنْ یَاْتِیْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ بِصَلٰوةٍ وَصِیَامٍ وَّزَکٰوةٍ وَّ یَاْتِیْ قَدْ شَتَمَ هٰذَا وَقَذَفَ هٰذَا وَاَکَلَ مَالَ هٰذَا وَسَفَکَ دَمَ هٰذَا وَضَرَبَ هٰذَا فَیُعْطٰی هٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهٖ وَهٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهٖ فَاِنْ فَنِیَتْ حَسَنَاتُهٗ قَبْلَ اَنْ یُّقْضٰی مَا عَلَیْهِ اُخِذَ مِنْ خَطَایَاهُمْ فَطُرِحَتْ عَلَیْهِ ثُمَّ طُرِحَ فِی النَّارِ۔ (مسلم۔ ابوہریرہؓ)

کیا تم جانتے ہو کہ مفلس اور کنگال کون ہے۔ لوگوں نے کہا کہ مُفلس ہمارے یہاں وُہ شخص کہلاتا ہے جس کے پاس نہ تو درہم ہو اور نہ کوئی اور سامان۔ آپؐ نے فرمایا کہ میری اُمّت کا مفلس وُہ ہے جو قیامت کے دن اپنی نماز، روزہ اور زکوٰۃ کے ساتھ اللہ کے پاس حاضر ہوگا اور اس کے ساتھ ساتھ اُس نے دُنیا میں کسی کو گالی دی ہوگی، اور کسی پر تہمت لگائی ہوگی کسی کا مال مار کر کھایا ہوگا، کسی کو اس نے قتل کر دیا ہوگا اور کسی کو ناحق اس نے مارا ہوگا۔ تو ان تمام مظلوموں میں اس کی نیکیاں بانٹ دی جائیں گی۔ پھر اگر اس کی نیکیاں ختم ہوگئیں اور مظلوموں کے حقوق ابھی باقی ہیں تو اُن کی بُرائیاں اس کے حساب میں ڈال دی جائیں گی اور پھر اسے جہنّم میں پھینک دیا جائے گا۔

۸۔ غُصّہ پر قابو

حضورؐ نے فرمایا:

لَیْسَ الشَّدِیْدُ بِالصُّرَعَةِ اِنَّمَا الشَّدِیْدُ الَّذِیْ یَمْلِکُ نَفْسَهٗ عِنْدَ الْغَضَبِ (بخاری۔ ابوہریرہؓ)

طاقت ور وُہ شخص نہیں ہے جو کشتی میں دوسروں کو پچھاڑ دیتا ہے بلکہ طاقت ور تو درحقیقت وُہ ہے جو غصّہ کے موقع پر اپنے اُوپر قابو رکھتا ہے (یعنی غصّہ میں آکر خلافِ شریعت کوئی حرکت نہیں کرتا)

۹۔ علاماتِ نفاق

حضورؐ نے فرمایا کہ:

اَرْبَعٌ مَّنْ کُنَّ فِیْهِ کَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا، وَمَنْ کَانَتْ

Marfat.com
Marfat.com

فِیْهِ خَصْلَةٌ مِّنْهُنَّ کَانَتْ فِیْهِ خَصْلَةٌ مِّنَ النِّفَاقِ حَتّٰی یَدَعَهَا اِذَا اُؤْتُمِنَ خَانَ، وَاِذَا حَدَّثَ کَذَبَ وَاِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ، وَاِذَا خَاصَمَ فَجَرَ.

(بخاری، مسلم۔ عبداللہ بن عمرؓ)

چار خصلتیں جس شخص میں ہوں گی وہ پکّا منافق ہوگا اور جس شخص کے اندر ان میں سے کوئی ایک خصلت ہوگی تو اُس کے اندر نفاق کی ایک خصلت ہوگی، یہاں تک کہ اس کو ترک کردے۔ وہ چار خصلتیں یہ ہیں، جب اس کے پاس کوئی امانت رکھی جائے تو وہ خیانت کرے، اور جب گفتگو کرے تو جھوٹ بولے، اور جب وعدہ کرے تو پورا نہ کرے اور جب کسی سے اس کا جھگڑا ہو جائے تو گالی گلوچ پر اُتر آئے۔

۱۰۔ فحش گوئی

حضرت علیؓ نے فرمایا کہ:

قَائِلُ الْفَاحِشَةِ وَالَّذِیْ یَشِیْعُ بِهَا فِی الْاِثْمِ سَوَاءٌ (مشکوٰۃ)

فحش بات کہنے والا اور فحش بات کی اشاعت کرنیوالا یہ دونوں گناہ میں برابر ہیں۔

۱۱۔ دورُخاپن

حضورؐ نے فرمایا کہ:

تَجِدُوْنَ شَرَّ النَّاسِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ ذَالْوَجْهَیْنِ الَّذِیْ یَاْتِیْ هٰؤُلَاءِ بِوَجْهٍ وَّ هٰؤُلَاءِ بِوَجْهٍ (متفق علیہ۔ ابوہریرہؓ)

تم قیامت کے دن بدترین آدمی اس شخص کو پاؤ گے جو دُنیا میں دو چہرے رکھتا تھا، کچھ لوگوں سے ایک چہرے کے ساتھ ملتا تھا اور کچھ لوگوں سے دُوسرے چہرے کے ساتھ۔"

۱۲۔ مومنوں میں مصالحت

اگر اہلِ ایمان کسی وقت آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان صُلح کرا دینی چاہیے جیسا کہ قرآن میں مذکور ہے:

وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَیْنَهُمَا فَاِنْ بَغَتْ اِحْدٰهُمَا عَلَی الْاُخْرٰی فَقَاتِلُوا الَّتِیْ تَبْغِیْ حَتّٰی تَفِیْٓءَ اِلٰٓی اَمْرِ اللّٰهِ

Marfat.com
Marfat.com

فَاِنْ فَاءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ (۹) اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۔ (الحجرات - ۹، ۱۰)

اور اگر اہلِ ایمان میں سے دو گروہ آپس میں لڑ جائیں تو اُن کے درمیان صُلح کراؤ۔ پھر اگر اُن میں سے ایک گروہ دُوسرے گروہ سے زیادتی کرے تو زیادتی کرنے والے سے لڑو۔ یہاں تک کہ وُہ اللہ کے حُکم کی طرف پلٹ آئے۔ پھر اگر وُہ پلٹ آئے تو اُن کے درمیان عدل کے ساتھ صُلح کراؤ۔ اور انصاف کرو کہ اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ مومن تو ایک دُوسرے کے بھائی ہیں۔ لہٰذا اپنے بھائیوں کے درمیان تعلقات کو درست کرو۔ اور اللہ سے ڈرو۔ اُمید ہے کہ تم پر رحم کیا جائے گا۔

۱۳۔ سب وشتم کرنے کی ممانعت

اسلامی آدابِ زندگی میں یہ ہدایت بھی دی گئی ہے کہ اہلِ ایمان اپنی تبلیغ کے جوش میں اتنے بے قابو نہ ہو جائیں کہ مناظرے اور بحث و تکرار سے بڑھتے بڑھتے مخالفین کے عقائد و نظریات پر سخت حملے کرنے اور اُن کے پیشواؤں اور معبُودوں کو سب وشتم کرنے تک نوبت پہنچ جائے کیونکہ یہ چیز ان کو حق سے قریب لانے کے بجائے اور زیادہ دُور پھینک دیگی۔ جیسا کہ قرآن میں بیان کیا گیا ہے:

(۱) وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًاۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ كَذٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ اُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ص ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ مَّرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۔ (الانعام - ۱۰۸)

اور (اے ایمان لانے والو) یہ لوگ اللہ کے سوا جن کو پکارتے ہیں۔ اُنہیں گالیاں نہ دو، کہیں ایسا نہ ہو، کہ یہ شرک سے آگے بڑھ کر جہالت کی بنا پر اللہ کو گالیاں دینے لگیں۔ ہم نے تو اسی طرح ہر گروہ کے لیے اس کے عمل کو خوشنما بنا دیا ہے پھر انہیں اپنے رب ہی کی طرف پلٹ کر آنا ہے اس وقت وہ انہیں بتا دے گا کہ وہ کیا کرتے رہے ہیں۔

Marfat.com
Marfat.com

(۲) حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ حضورؐ نے فرمایا:

لَا تَسُبُّوا الْاَمْوَاتَ فَاِنَّهُمْ قَدْ اَفْضَوْا اِلٰی مَا قَدَّمُوْا (بخاری)

مُردوں کو بُرا بھلا نہ کہو اس لیے کہ وُہ اپنے اعمال کے انجام کو پہنچ چکے ہیں

۳۔ اسلامی ضابطۂ اخلاق

اس سے مراد اسلام کی وہ حدود وغیرہ ہیں جن کی اسلامی معاشرہ کو حکماً پابندی کرنی پڑتی ہے۔ اور جن کی خلاف ورزی کرنے پر اسلامی ریاست شرعاً سزا دینے کی مجاز ہوتی ہے۔

اسلامی ضابطۂ اخلاق بھی مکارم اخلاق کا ایک حصّہ ہی ہے۔ اسلام میں اسلامی معاشرہ کے لیے ایک ایسا ضابطۂ اخلاق بنایا گیا ہے۔ جس کی پابندی کرنے پر امّتِ مُسلمہ کے تمام افراد جرائم سے پاک ہو جاتے ہیں۔ اور مُسلمانوں کا معاشرہ انتشار و افتراق اور افراط و تفریط سے بچ کر ایک مثالی معاشرہ بن جاتا ہے۔ قرآن میں یہ ضابطۂ اخلاق بڑی تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ یہاں اسے اختصار کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے۔

۱۔ نکاح کیلئے موزوں ترین عورتیں (۱) اہلِ ایمان کو موزوں اور صالحہ عورتوں سے نکاح کرنا چاہیے ان کا ذکر قرآن میں اس طرح آتا ہے:

عَسٰی رَبُّهٗۤ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗۤ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ مُسْلِمٰتٍ مُّؤْمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ تٰٓئِبٰتٍ عٰبِدٰتٍ سٰٓئِحٰتٍ ثَيِّبٰتٍ وَّاَبْكَارًا (۵) (التحریم)

اگر پیغمبر تم کو طلاق دے دے تو عجیب نہیں کہ اُس کا پروردگار تمہارے بدلے اُسکو تُم سے بہتر بیبیاں دے دے مسلمان، صاحب ایمان، فرمانبردار، توبہ کرنے والیاں، عبادت گذا

Marfat.com
Marfat.com

روزہ رکھنے والیاں، بن شوہر اور کنواریاں۔

۲۔ نیک عورت اس کے بارے میں حضور کا ارشاد ہے

اَلْمَرْأَۃُ اِذَا صَلَّتْ خَمْسَهَا وَصَامَتْ شَهْرَهَا وَاَحْصَنَتْ فَرْجَهَا وَاَطَاعَتْ بَعْلَهَا فَلْتَدْخُلْ مِنْ اَیِّ اَبْوَابِ الْجَنَّۃِ شَاءَتْ۔ (مشکوۃ۔انس)

عورت جب کہ وہ پانچوں وقت کی نماز پڑھے، رمضان کے روزے رکھے، اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرے اور اپنے شوہر کی اطاعت کرے تو وہ جنت میں جس دروازے سے چاہے داخل ہو۔

۳۔ اچھی اور نیک بیوی اس کے بارے میں حضور کا ارشاد ہے

تَسُرُّہٗ اِذَا نَظَرَ وَتُطِیْعُہٗ اِذَا اَمَرَ وَلَا تُخَالِفُہٗ فِیْ نَفْسِهَا وَلَا مَالِهَا بِمَا یَکْرَہُ (نسائی۔ ابوہریرہ)

وہ بیوی جو اپنے شوہر کو خوش کرے جب کہ وہ اس کی طرف دیکھے، اطاعت کرے جبکہ وہ حکم دے اور اپنے نفس و مال کے بارے میں کوئی ایسا رویہ نہ اختیار کرے جو شوہر کو ناپسند ہو۔

۴۔ پاک دامن کتابیہ اس کے ساتھ نکاح کرنا بھی جائز ہے۔ جیسا کہ قرآن میں مذکور ہے۔

وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ مِنْ قَبْلِکُمْ اِذَا اٰتَیْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ مُحْصِنِیْنَ غَیْرَ مُسٰفِحِیْنَ وَلَا مُتَّخِذِیْٓ اَخْدَانٍ ط (المائدہ۔۵)

اور پاک دامن مومن عورتیں اور پاک دامن اہل کتاب عورتیں بھی (حلال ہیں) جب کہ ان کا مہر دے دو۔ اور اُن سے عفت قائم رکھنی مقصود ہو نہ کھُلی بدکاری کرنی اور چھپی دوستی کرنی۔

۵۔ محرمات جن عورتوں سے نکاح کرنا حرام ہے

Marfat.com
Marfat.com

(۱) باپ کی منکوحہ عورت اور وہ عورت بھی جسے اس نے طلاق دے دی ہو۔
(۲) مائیں۔ بیٹیاں، بہنیں، پھوپھیاں، خالائیں۔ بھائی اور بہن کی بیٹیاں۔
(۳) رضاعی مائیں اور بہنیں
(۴) اپنی بیویوں کی مائیں اور بیٹیاں
(۵) اپنے بیٹوں کی بیویاں (۶) دو بہنوں سے بیک وقت نکاح ایک ہی شخص کے ساتھ کرنا
(۷) شادی شدہ عورتیں

(النساء۔ ۲۲ تا ۲۴)

(ب) مزید جن عورتوں سے نکاح کرنے کی ممانعت ہے:
(۱) مشرکہ عورت (البقرہ۔ ۲۲۱، النور۔ ۳)
(۲) زانیہ عورت (النور۔ ۳)

(ج) غیر مسلم عورتوں سے بھی نکاح ناجائز ہے جیساکہ قرآن میں آتا ہے:

فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ ۭ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ ۭ (الممتحنہ ۱۰)

سو اگر تم کو معلوم ہو کہ مومن عورتیں ہیں تو ان کو کفار کے پاس واپس نہ بھیجو کہ نہ یہ اُن کو حلال ہیں اور نہ وہ ان کو جائز۔

__وضاحت:__ غیر مسلموں میں قادیانی اور احمدی فرقوں کے علاوہ لاہوری فرقے کے ساتھ تعلق رکھنے والے بھی شامل ہیں کیونکہ یہ سب مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی، مجدد اور امام مہدی یا مذہبی پیشوا مانتے ہیں حالانکہ اسے دعوائے نبوت کرنے کی وجہ سے تمام ملت اسلامیہ کے نزدیک کتاب و سُنّت کی روشنی میں "کافر و مُرتد" قرار دیا گیا ہے۔ اسی بنا پر ان تینوں فرقوں کو خود پاکستان میں بھی ایک غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا ہے۔ اسلئے انکی عورتوں سے مسلمانوں کا نکاح بھی اسی طرح ناجائز ہے جس طرح دیگر کافروں سے نکاح کرنا ناجائز ہے۔ اسی طرح ان کے ساتھ کسی مسلمان عورت

Marfat.com
Marfat.com

کا نکاح بھی اسی طرح حرام ہے جس طرح کسی کافر کے ساتھ حرام ہے۔

۶۔ خاندان کا نگران: خاندانی زندگی میں مرد کو عورت پر فوقیت دی گئی ہے اور اسی کو پورے گھر کا نگران مقرر کیا گیا ہے۔ بال بچوں کے نان و نفقہ کی ذمہ داری بھی اسی کے کندھوں پر ڈالی گئی ہے۔ اگر عورت نافرمانی کرے تو اسے تنبیہہ کرنے، بستر سے الگ رکھنے اور اصلاح کے لیے زدوکوب کرنے کا بھی اختیار دیا گیا ہے اور اگر وُہ ناقابلِ اصلاح ہو تو پھر وُہ اسے طلاق بھی دے سکتا ہے۔ (البقرہ۔۲۲۸، النساء۔۳۴)

۷۔ مصالحت: اگر میاں بیوی کی ناچاقی ہو جائے تو میاں بیوی کی طرف سے ایک ایک ثالث مقرر کر کے مصالحت کرانے کا حکم دیا گیا ہے۔ (النساء۔ ۳۵)

۸۔ طلاق کا مسنون طریقہ: اگر بامر مجبوری طلاق دینا ضروری ہو گیا ہو تو اس کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ مرد اپنی بیوی کو حالتِ طُہر میں صرف ایک طلاق دے تاکہ اگر وُہ پھر اس کے ساتھ شادی کرنا چاہے تو کر سکے۔ بیک وقت تین یا زیادہ طلاقیں دے دینا کتاب وسنت کے خلاف ہے۔ اس سے جہاں تک ممکن ہو پرہیز کرنا چاہیے جب ایک طلاق دینے سے میاں بیوی میں جُدائی ہو سکتی ہے تو پھر زیادہ طلاقیں دینے کا کیا فائدہ جب کہ زیادہ طلاقیں بیک وقت دینے سے گناہگار بھی ہونا پڑتا ہو[۱]۔ (البقرہ۔۲۲۹)

۹۔ قذف کی سزا: جو لوگ پاک دامن عورتوں پر تہمت لگائیں پھر چار گواہ لے کر نہ آئیں ان کو اسّی کوڑے مارو اور ان کی شہادت کبھی قبول نہ کرو۔ اور وُہ خود ہی فاسق ہیں۔ سوائے اُن لوگوں کے جو اس حرکت کے بعد تائب ہو جائیں اور اصلاح کر لیں کہ اللہ ضرور ان کے حق میں غفور رحیم ہے۔ (النور۔۴۔۵)

<u>وضاحت</u>: شریعت کی اصطلاح میں مذکورہ بالا قسم کی تہمت تراشی کو قذف کہتے ہیں۔ اس پر فقہاء کا اتفاق ہے کہ توبہ سے قذف کی سزا معاف نہیں ہوتی۔

---

[۱] اگرچہ بیک وقت تین یا تین سے زیادہ طلاقیں دینا غیر مسنون طریقہ ہے مگر فقہائے کرام کے نزدیک عورت شرعاً مطلقہ ہو جائے گی۔ اہلحدیث کے نزدیک یہ طلاق بائنہ ہوگی جس میں دوبارہ نکاح ہو سکتا ہے مگر احناف کے نزدیک یہ طلاق مغلظہ ہے جس میں دوبارہ نکاح کی گنجائش نہیں رہتی۔ الّا یہ کہ وہ کسی دوسرے مرد سے نکاح کرنے کے بعد پھر مطلقہ ہو جائے۔

Marfat.com
Marfat.com

اس پر بھی اتفاق ہے کہ توبہ کرنے والا فاسق نہیں رہے گا اور اللہ تعالیٰ اسے معاف فرمادیگا۔ البتہ اس میں اختلاف ہے کہ آیا توبہ کر لینے کے بعد اس کی شہادت قبول ہوگی یا نہیں۔ حنفیہ اس بات کے قائل ہیں کہ شہادت قابلِ قبول نہ ہوگی۔ (تفہیم القرآن۔ تفسیر سورۂ نور)

۱۰۔ لعان

شریعت کی اصطلاح میں لعان اُس کو کہتے ہیں کہ ایک مرد اپنی بیوی پر یا عورت اپنے خاوند پر زنا کا الزام لگائے جب کہ ان کے پاس شرعی شہادت موجود نہ ہو۔ یہ لعان گھر بیٹھے نہیں ہو سکتا بلکہ عدالت میں ہونا چاہیے لعان کا مطالبہ مرد و زن دونوں میں سے ہر ایک کر سکتا ہے۔ لعان سے اگر مرد پہلو تہی کرے یا عورت قسمیں کھانے سے اجتناب کرے تو اس کی سزا حنفیہ کے نزدیک قید ہے جب تک کہ مجرم لعان نہ کرے اور دونوں کی طرف سے لعان ہو جانے کے بعد میاں بیوی ایک دُوسرے پر حرام ہو جاتے ہیں۔

۱۱۔ لعان کا طریقہ

"جو لوگ اپنی بیویوں پر الزام لگائیں اور ان کے پاس خود ان کے اپنے سوا کوئی دوسرے گواہ نہ ہوں تو ان میں سے ایک شخص کی شہادت (یہ ہے کہ وہ) چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر گواہی دے کہ وُہ سچا ہے اور پانچویں بار کہے کہ اس پر اللہ کی لعنت ہو اگر وُہ اپنے الزام میں جھوٹا ہو اور عورت سے سزا اس طرح ٹل سکتی ہے کہ وہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر شہادت دے کہ یہ شخص اپنے الزام میں جھوٹا ہے اور پانچویں مرتبہ کہے کہ اس بندی (بیوی) پر اللہ کا غضب ٹوٹے۔ اگر وُہ (اس کا خاوند اپنے الزام میں) سچا ہو۔ (النور۔ ۶ تا ۹)

۱۲۔ شرک سے اجتناب

قرآن میں سب سے زیادہ بڑا گناہ اور نا قابلِ معافی جرم شرک کو کہا گیا ہے اور اس سے بچنے کی تاکید کی گئی ہے۔

(۱) وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ ۔ (الحج۔ ۳۰)

جھوٹی باتوں سے پرہیز کرو۔

(۲) قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا

(الانعام۔ ۱۵۱)۔ اے محمدؐ! ان سے کہو کہ آؤ میں تمہیں بتاؤں تمہارے رب نے تم پر کیا پابندیاں

Marfat.com
Marfat.com

عائد کی ہیں۔ یہ کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔

وضاحت: (۱) پہلی آیت کے الفاظ عام ہیں اور ان سے اگرچہ ہر جھوٹ و بہتان اور جھوٹی شہادت کی حرمت ثابت ہوتی ہے مگر اس کے سیاق و سباق سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا اشارہ خاص طور پر ان باطل عقائد، احکام اور رسوم و اوہام کی طرف ہے جس پر کفر و شرک کی بنیاد ہے۔ اللہ کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہرانا اور اس کی ذات صفات، اختیارات اور حقوق میں اس کے بندوں کو حصہ دار بنانا وہ سب سے بڑا جھوٹ ہے جس سے یہاں منع کیا گیا ہے۔ اور پھر وہ جھوٹ بھی اس فرمان کی براہ راست زد میں آتا ہے جس کی بنا پر مشرکین عرب بحیرہ سائبہ اور حام وغیرہ کو حرام قرار دیتے تھے۔ (المائدہ ۱۰۳)

اسی وجہ سے شرک اللہ تعالیٰ کے ہاں ناقابل معافی جرم قرار پایا ہے۔ (النساء ۴۸، ۱۱۶)

۲۔ دوسری آیت سے مراد یہ ہے کہ

نہ خدا کی ذات میں کسی کو اس کا شریک ٹھہراؤ، نہ اس کی صفات میں، نہ اس کے اختیارات میں اور نہ ہی اس کے حقوق میں۔

ذات میں شرک یہ ہے کہ جوہر الوہیت میں کسی کو حصہ دار قرار دیا جائے۔ مثلاً نصاریٰ کا عقیدۂ تثلیث، مشرکین عرب کا فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں قرار دینا اور دوسرے مشرکین کا اپنے دیوتاؤں اور دیویوں کو اور اپنے شاہی خاندانوں کو جنس الٰہ کے افراد قرار دینا یہ سب شرک فی الذات ہے اسی طرح آج کل کے بعض مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہونا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے ذاتی نور میں سے ہیں اور آپ بھی اس کی ذات کا ایک جزء ہیں۔

صفات میں شرک یہ ہے کہ خدائی صفات جیسی کہ وہ خدا کے لیے ہیں، ویسا ہی اُن کو یا ان میں سے کسی صفت کو کسی دوسرے کے لیے قرار دینا۔ مثلاً کسی کے متعلق یہ سمجھنا کہ اس پر غیب کی ساری حقیقتیں روشن ہیں، یا وہ سب کچھ سنتا اور دیکھتا ہے، یا وہ تمام نقائص اور تمام کمزوریوں سے منزہ اور بالکل بے خطا ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

اختیارات میں شرک یہ ہے کہ خدا ہونے کی حیثیت سے جو اختیارات صرف اللہ کے لیے خاص ہیں اُن کو یا ان میں سے کسی کو اللہ کے سوا کسی دُوسرے کے لیے تسلیم کیا جائے۔ مثلاً فوق الفطری طریقے سے نفع وضرر پہنچانا، حاجت روائی و دستگیری کرنا نیز حرام وحلال اور جائز و ناجائز کی حدود مقرر کرنا اور انسانی زندگی کے لیے قانون و شرع تجویز کرنا۔ یہ سب خداوند تعالیٰ ہی کے مخصوص اختیارات ہیں جن میں سے کسی کو غیر اللہ کے لیے تسلیم کرنا شرک ہے۔

حقوق میں شرک یہ ہے کہ خدا ہونے کی حیثیت سے بندوں پر خدا کے جو مخصوص حقوق ہیں وہ یا ان میں سے کوئی حق خدا کے سوا کسی اور کے لیے مانا جائے مثلاً رکوع وسجود، دست بستہ قیام، سلامی و آستانہ بوسی، شکر نعمت یا اعتراف برتری کے لیے نذر و نیاز اور قربانی دینا اور قضائے حاجات اور رفع مشکلات کے لیے منّت ماننا اور مصائب و مشکلات میں مدد کے لیے پکارا جانا اور ایسی ہی پرستش و تعظیم و تمجید کی دُوسری تمام صُورتیں اللہ کے مخصوص حقوق میں سے ہیں۔ اسی طرح ایسا محبوب ہونا کہ اس کی محبت پر دوسری سب محبتیں قربان کی جائیں، اور ایسا مستحق تقویٰ وخشیت ہونا کہ غیب و شہادت میں اس کی ناراضی اور اس کے حکم کی خلاف ورزی سے ڈرا جائے، یہ بھی صرف اللہ کا حق ہے اور یہ بھی اللہ ہی کا حق ہے کہ اس کی غیر مشروط اطاعت کی جائے اور اس کی ہدایت کو صحیح و غلط کا معیار مانا جائے، اور ایسی اطاعت کا حلقہ اپنی گردن میں نہ ڈالا جائے جو اللہ کی اطاعت سے آزاد ایک مستقل اطاعت ہو اور جس کے حکم کے لیے اللہ کے حکم کی سند نہ ہو۔ ان حقوق میں سے جو حق بھی دُوسرے کو دیا جائے گا وہ اللہ کا شریک ٹھہرے گا خواہ اس کو خدائی ناموں میں سے کوئی نام دیا جائے یا نہ دیا جائے۔ (خلاصہ تفہیم القرآن جلد ۱ سورۃ الانعام حاشیہ آیت ۱۵۱)

۲۔ مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْۢ بَحِيْرَةٍ وَّلَا سَآئِبَةٍ وَّلَا وَصِيْلَةٍ وَّلَا حَامٍ ۙ وَّلٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ۭ وَاَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ (المائدہ ۱۰۳)

اللہ نے نہ کوئی بحیرہ مقرر کیا ہے نہ سائبہ اور نہ وصیلہ اور نہ حام۔ مگر یہ کافر اللہ پر جھوٹی تہمت لگاتے ہیں اور ان میں سے اکثر بے عقل ہیں (کہ ایسے وہمیات کو مان رہے ہیں)۔

Marfat.com
Marfat.com

وضاحت (۱): جس طرح مُلک میں گائے، بیل اور بکرے خدا کے نام پر یا کسی بت یا قبر یا دیوتا یا پیر کے نام پر چھوڑ دیے جاتے ہیں اور ان سے کوئی خدمت لینا یا انہیں ذبح کرنا یا کسی طور پر اُن سے فائدہ اٹھانا حرام سمجھا جاتا ہے، اسی طرح زمانۂ جاہلیت میں اہلِ عرب بھی مختلف طریقوں سے جانوروں کو پن کر کے چھوڑ دیا کرتے تھے اور ان طریقوں سے چھوڑے ہُوئے جانوروں کے الگ الگ نام رکھے جاتے تھے۔

ا۔ بحیرہ: اس اونٹنی کو کہا جاتا ہے جو پانچ دفعہ بچے جن چکی ہو اور آخری بار اس کے ہاں نر بچّہ پیدا ہوا ہو۔ اس کا کان چیر کر اُسے آزاد چھوڑ دیا جاتا تھا۔ پھر نہ کوئی اس پر سوار ہوتا، نہ اس کا دودھ پیا جاتا، نہ اسے ذبح کیا جاتا، نہ اس کا اُون اتارا جاتا۔ اسے حق تھا کہ جس کھیت اور جس چراگاہ میں چاہے چرے اور جس گھاٹ سے چاہے پانی پیے۔

ب۔ سائبہ: اس اُونٹ یا اُونٹنی کو کہتے تھے جسے منت کے پورا ہونے یا کسی بیماری سے شفا پانے یا کسی خطرے سے بچ جانے پر بطور شکرانہ پُن کر دیا گیا ہو۔ نیز جس اونٹنی نے دس مرتبہ بچّے دیے ہوں اور ہر بار مادہ ہی جنتی ہو اسے بھی آزاد چھوڑ دیا جاتا تھا۔

ج۔ وصیلة، اگر بکری کا پہلا بچّہ نر ہوتا تو وُہ خداؤں کے نام پر ذبح کر دیا جاتا اور اگر پہلی بار مادہ جنتی تو اسے اپنے لیے رکھ لیا جاتا تھا، لیکن اگر نر اور مادہ ایک ساتھ پیدا ہوتے تو نر کو ذبح کرنے کے بجائے یونہی خداؤں کے نام پر چھوڑ دیا جاتا تھا اور اس کا نام وصیلہ تھا۔

د۔ حام: اگر کسی اُونٹ کا پوتا سواری دینے کے قابل ہو جاتا تو اس بوڑھے کو آزاد چھوڑ دیا جاتا تھا نیز اگر کسی اُونٹ کے نُطفہ سے دس بچے پیدا ہو جاتے تو اُسے بھی آزادی مل جاتی تھی۔

(تلخیص تفہیم القرآن جلد ۱، سورۃ المائدہ حاشیہ آیت ۱۰۳)

(۲)۔ اللہ تعالیٰ نے ان تمام مشرکانہ رسومات اور مشرکانہ عقائد سے بچنے کی تاکید فرمائی ہے۔ اب اس اُمتِ مسلمہ پر فرض ہے کہ ایک طرف یہ خود ان مشرکانہ عقائد و رسُومات سے پرہیز کرے۔ اور دُوسری طرف لوگوں کو خدا کی خالص توحید اور دینِ حق کی دعوت دے۔

Marfat.com
Marfat.com

۱۳۔ جھوٹی گواہی اور لغو چیزوں سے اجتناب

وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ وَإِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا (الفرقان۔ ۷۲)

(اور رحمٰن کے بندے وہ ہیں) جو جھوٹ کے گواہ نہیں بنتے اور کسی لغو چیز پر ان کا گذر ہو جائے تو شریف آدمیوں کی طرح گذر جاتے ہیں۔

وضاحت: ۱۔ جیسا کہ صحیح احادیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا:

عُدِلَتْ شَهَادَةُ الزُّوْرِ بِالْاِشْرَاكِ بِاللّٰهِ

یعنی جھوٹی گواہی شرک کے برابر رکھی گئی ہے اور اپنے ثبوت میں یہ آیت "وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ" پیش فرمائی۔ اسلامی قانون میں یہ جرم مستلزم تعزیر ہے۔

۲۔ امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کا فتویٰ یہ ہے کہ جو شخص عدالت میں جھوٹا گواہ ثابت ہو جائے اس کی تشہیر کی جائے اور لمبی قید کی سزا دی جائے۔

یہی حضرت عمرؓ کا قول ہے اور فعل بھی ہے۔ مکحولؒ کی روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا:

يُضْرَبُ ظَهْرُهٗ وَيُحْلَقُ رَاْسُهٗ وَيُسَخَّمُ وَجْهُهٗ وَيُطَالُ حَبْسُهٗ

اسکی پیٹھ پر کوڑے مارے جائیں اس کا سر مونڈا جائے اور منہ کالا کیا جائے اور لمبی قید کی سزا دی جائے۔ عبداللہ بن عامر اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ کی عدالت میں ایک شخص کی گواہی جھوٹی ثابت ہو گئی تو انہوں نے اس کو ایک دن بر سر عام کھڑا کر کے اعلان کر دیا کہ یہ فلاں بن فلاں جھوٹا گواہ ہے اسے پہچان لو پھر اس کو قید کر دیا۔ موجودہ زمانے میں ایسے شخص کا نام اخبارات میں نکال دینا تشہیر کا مقصد پورا کر سکتا ہے۔

۱۴۔ کفّارہ

کفّارہ کے لغوی معنی ہیں "چھپانے والی چیز" کسی کارِ خیر کو گناہ کا کفارہ قرار دینے کا مطلب یہ ہے کہ یہ نیکی اس گناہ پر چھا جائے اور اسے ڈھانک دے جو بندے سے سرزد ہوا ہے۔ جرمانہ اور کفّارہ میں یہ فرق ہے کہ جرمانہ عموماً سخت

Marfat.com
Marfat.com

ناگواری کے ساتھ مجبوراً دیا جاتا ہے اور وہ اپنے پیچھے بے زاری و تلخی چھوڑ جاتا ہے جب کہ کفارہ میں بندہ ندامت و شرمساری محسوس کرتا ہے اور اپنی خطا کا اثر عبادت، کارِ خیر اور ادائے حقوق کے ذریعہ سے زائل کرنے کی کوشش کرتا ہے گویا کفّارہ ادا کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ایک تو اللہ تعالیٰ بندے کا گناہ معاف کرے، دُوسرے اس کا نفس بھی آئندہ ایسی غلطیوں کے اعادہ سے محفوظ رہے جن کا وہ کفارہ ادا کر رہا ہے۔ یہاں بعض کفارات کا ذکر کیا جاتا ہے۔

(۱)۔ قتلِ خطا: (ل)۔ اگر کسی مسلمان کو غلطی سے قتل کیا گیا ہو تو اس کا کفارہ ایک مومن غلام آزاد کرنا، مقتول کے وارثوں کو خون بہا دینا اور خدا سے اپنے گناہ کی معافی مانگنا ہے۔

(ب)۔ اگر مقتول مسلمان ہو اور دار الحرب کا باشندہ ہو تو ایک غلام آزاد کرنا ہے۔

(ج)۔ اگر مقتول ایسے دار الکفر کا باشندہ ہو جس سے اسلامی حکومت کا معاہدہ ہو تو قاتل ایک غلام آزاد کرے یا ۶۰ دن کے مسلسل روزے رکھے اور اتنا خون بہا ادا کرے۔ جس کی مقدار معاہد قوم کے کسی غیر مسلم کو قتل کر دینے کی صورت میں از رُوئے معاہدہ قرار پائی ہو۔ (النساء - ۹۲)

وضاحت: خوں بہا کی مقدار سو اونٹ یا دو سو گائیں یا دو ہزار بکریاں ادا کرنا ہے یا پھر قاتل ان کے برابر قیمت ادا کرے۔

(۲)۔ قسم کا توڑنے کا کفّارہ: اگر کسی آدمی نے قسم کھائی ہو اور پھر اُسے توڑنا پڑے تو دس مسکینوں کو کھانا کھلانا یا کپڑے پہنانا یا ایک غلام آزاد کرنا یا پھر تین روزے رکھنے چاہئیں۔ (المائدہ - ۸۹)

(۳)۔ ظہار سے رجُوع: اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو ماں کہہ دے اور پھر وُہ اپنے قول سے رجوع کر لے تو اسے ایک غلام آزاد کرنا پڑے گا یا ۶۰ دن مسلسل روزے رکھنے ہوں گے یا ۶۰ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہوگا۔ (المجادلہ - ۳، ۴)

(۴)۔ ایامِ حج میں سر مُونڈنا: اگر ایامِ حج میں قربانی کرنے سے قبل ہی سر مونڈنے کی ضرورت پیش آجائے تو اس صُورت میں تین دن کے روزے رکھنے یا چھ مسکینوں کو کھانا کھلانا

Marfat.com
Marfat.com

یا کم از کم ایک بکری ذبح کرنی ہوگی ۔ (البقرہ ۔ ۹۶)

(۵) ۔ ایام حج میں شکار کرنا : حالتِ احرام میں آدمی خود شکار کرے یا کسی دوسرے کو شکار میں کسی طور پر مدد دے، دونوں باتیں ممنوع ہیں سزا کا تعین دو عادل آدمی کریں گے کہ محرم کتنے مسکینوں کو کھانا کھلائے یا کتنے روزے رکھے جب کہ شکار کا ہم پلہ جانور نذر نہ کر سکے ۔ (المائدۃ ۔ ۹۵)

۱۵ ۔ جوئے اور شراب کی ممانعت

اے لوگو! جو ایمان لائے ہو یہ شراب اور جُوا اور یہ آستانے اور پانسے یہ سب گندے اور شیطانی کام ہیں ان سے پرہیز کرو ۔ اُمید ہے کہ تمہیں فلاح نصیب ہوگی ۔ (المائدہ ۔ ۹۰)

وضاحت : شراب اور جُوئے کے بارے میں ابتداءً یہ تنبیہ آئی تھی کہ ان میں اگرچہ کچھ فوائد بھی ہیں مگر ان میں گناہ زیادہ ہے ۔ (البقرہ ۔ ۲۱۹) ۔ پھر شراب کی حالت میں نماز پڑھنے کی ممانعت کی گئی ۔ (النساء ۔ ۴۳)

اب اس آیت میں ان سب چیزوں کو رجس (گندگی) اور شیطانی عمل قرار دے کر قطعی حرام قرار دے دیا گیا ۔ اس آیت کے بعد اسلامی معاشرہ میں ان کا ارتکاب کرنے والوں کو باقاعدہ مجرم قرار دیکر انہیں کوڑوں کی سزائیں بھی دی گئیں اور اس کے علاوہ معاشرہ میں ان کی مذمت بھی کی گئی جیساکہ حضورؐ کا ارشاد ہے :

اَلْخَمْرُ اُمُّ الْفَوَاحِشِ وَ اَلْكَبَائِرِ وَمَنْ شَرِبَهَا وَقَعَ عَلٰى اُمِّهٖ وَخَالَتِهٖ وَعَمَّتِهٖ ۔ (کنز العمال جز ۔ ۳)

شراب اُمّ الخبائث (یعنی فواحش اور کبیرہ گناہوں کی اصل جڑ) ہے اور جس نے اسے پیا (ممکن ہے کہ) وہ اپنی ماں، خالہ اور چچی کے ساتھ بُری حرکت کر بیٹھے ۔

حضورؐ نے زنا کرنے والے کی طرح شراب پینے والے پر بھی حد جاری کرنے کا حکم فرمایا در حد جاری بھی کی اور پہلی بار شراب پینے پر ۸۰ دُرّے مروائے اور یہ وضاحت بھی فرمادی کہ:

"اَجْلِدُوْا فِىْ قَلِيْلِ الْخَمْرِ وَكَثِيْرِهٖ ۔ فَاِنَّ اَوَّلَهَا حَرَامٌ وَاٰخِرَهَا حَرَامٌ"

Marfat.com
Marfat.com

(تھوڑی یا زیادہ شراب پینے پر حد جاری کرو اور کوڑے مارو کہ شراب کا آغاز و انجام دونوں حرام ہیں)۔ (کنزالعمال۔ جز ۳، ۴۷۲، ۴) ۸۷

پھر آپؐ نے اس پر مزید یہ بھی تاکید فرمائی کہ:۔

اِذَا سَكِرَ فَاجْلِدُوْهُ ثُمَّ اِنْ سَكِرَ فَاجْلِدُوْهُ ثُمَّ اِنْ سَكِرَ فَاجْلِدُوْهُ فَاِنْ عَادَ الرَّابِعَةَ فَاقْتُلُوْهُ (کنزالعمال۔ جز ۳۔ ۴۷۲، ۴)

اگر کوئی پہلی بار شراب پیئے تو کوڑے مارو۔ اگر وہ پھر ایسا کرے تو اسے کوڑے مارو، پھر اگر وہ ایسا کرے تو کوڑے مارو۔ پھر اگر وہ چوتھی بار ایسا کرے تو اسے مار ڈالو۔

۱۶۔ چوری کی سزا: "اور چور خواہ مرد ہو یا عورت، دونوں کے ہاتھ کاٹ دو۔ یہ ان کی کمائی کا بدلہ ہے۔ اور اللہ کی طرف سے عبرت ناک سزا ہے۔ اللہ کی قدرت سب پر غالب ہے اور وہ دانا و بینا ہے"۔ (المائدہ۔ ۳۸)

وضاحت: پہلی دفعہ دایاں ہاتھ چوری کرنے پر کاٹا جائے گا۔ سرقہ کا اطلاق صرف اس فعل پر ہوتا ہے کہ آدمی کسی کے مال کو اس کی حفاظت سے نکال کر اپنے قبضہ میں کرلے۔ ایک مثقال کی قیمت سے کم کی چوری پر ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

۱۷۔ زنا کی سزا: "زانیہ عورت اور زانی مرد دونوں میں سے ہر ایک کو سو کوڑے مارو۔ اور اُن پر ترس کھانے کا جذبہ اللہ کے دین میں تُم کو دامنگیر نہ ہو۔ اگر تُم اللہ تعالیٰ اور روزِ جزا پر ایمان رکھتے ہو اور ان کو سزا دیتے وقت اہلِ ایمان کا ایک گروہ موجود رہے۔ زانی نکاح نہ کرے مگر زانیہ کے ساتھ یا مُشرکہ کے ساتھ اور زانیہ کے ساتھ نکاح نہ کرے مگر زانی یا مُشرک اور حرام کر دیا گیا اہلِ ایمان پر"۔ (النّور۔ ۳)

وضاحت: (۱) یہ سزا صرف اس صورت میں ہے جب کہ زانی مرد اور زانیہ عورت آزاد خاندان میں سے غیر شادی شدہ ہوں۔ اس کے برعکس اگر وہ غلام شادی شدہ ہوں تو ان کی سزا مذکورہ بالا کے مقابلہ میں نصف (۵۰ کوڑے)۔ سورۂ نساء آیت ۲۵ کے مطابق مقرر کی گئی ہے۔ قرآن میں محصنہ

Marfat.com
Marfat.com

کا اطلاق آزاد خاندانی عورت پر بھی ہوتا ہے اور منکوحہ عورت پر بھی۔ یہاں اس آیت میں لونڈی شادی شدہ کی یہ نصف سزا صرف اس محصنہ زانیہ کے مقابلہ میں ہے جو آزاد خاندان کے ساتھ تعلق رکھتی ہو اور وہ ابھی تک غیر شادی شدہ ہو۔ لونڈی اگرچہ نکاح سے محصنہ ہو جاتی ہے مگر اس کے باوجود وہ پوری طرح محصنہ نہیں ہو سکی کیونکہ ابھی تک نہ تو وہ اپنے مالک کی غلامی سے آزاد ہو سکی ہے اور نہ ہی اسے ایک آزاد عورت کی طرح معاشرتی حقوق حاصل ہو سکے ہیں اس وجہ سے اس کی سزا آزاد زانیہ عورت کے مقابلہ میں نصف قرار پائی ہے اب جب کہ ایک محصنہ لونڈی کے مقابلہ میں ایک آزاد زانیہ عورت کی سزا دگنی (سو کوڑے) قرآن میں مقرر ہوئی ہے تو آزاد خاندان کی شادی شدہ زانیہ عورت کی سزا لازماً زیادہ سنگین ہونی چاہیے اور وہ صرف رجم ہی کی سزا ہو سکتی ہے جس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کی عملی سنت بھی دلالت کرتی ہے اور اُمت کا بھی اسی پر اجماع ہے اور احادیث سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔

(۲) یہاں زنا اور شرک کو کئی لحاظ سے ایک جیسا قرار دیا گیا ہے:

(ا) دونوں میں خود غرضی اور نفس پرستی کا جذبہ پایا جاتا ہے۔

(ب) دونوں اپنی خواہشات کو پورا کرنے کے لیے اسلامی ضابطہ حیات کی خلاف ورزی کرتے ہیں۔

(ج) دونوں میں حقوق اللہ اور حقوق العباد کی حق تلفی پائی جاتی ہے۔

(د) دونوں کے طرز عمل سے فساد فی الارض رُونما ہوتا ہے۔

(ہ) دونوں میں غیرت ایمانی اور صبر و قناعت کا فقدان ہوتا ہے۔

(و) دونوں کا یہ فعل عند اللہ اور عند الناس ناپسندیدہ قرار دیا گیا ہے۔

۱۸۔ رہزنی، ڈکیتی اور باغیوں کی سزا

قرآن پاک میں رہزنی، ڈکیتی اور اسلامی حکومت کے خلاف بغاوت کرنے کے بارے میں یہ سزا بیان کی گئی ہے:

جو لوگ اللہ اور اس کے رسُول سے لڑتے ہیں اور زمین میں اس لیے تگ و دو کرتے پھرتے ہیں کہ فساد برپا کریں۔ ان کی سزا یہ ہے کہ وہ قتل کیے جائیں، یا سُولی پر چڑھائے جائیں، یا ان کے ہا

Marfat.com
Marfat.com

اور پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹ ڈالے جائیں، یا وہ جلاوطن کر دیئے جائیں، یہ ذلت و رسوائی تو اُن لوگوں کے لیے دنیا میں ہے اور آخرت میں اُن کے لیے اس سے بڑی سزا ہے۔ مگر جو لوگ توبہ کر لیں قبل اس کے کہ تم اُن پر قابو پاؤ۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ اللہ معاف کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔ (المائدہ۔ ۳۳، ۳۴)

وضاحت: (۱) یہاں زمین سے مُراد وُہ ملک یا وہ علاقہ ہے جس میں امن و انتظام قائم کرنے کی ذمہ داری اسلامی حکومت نے لے رکھی ہو۔

(۲)۔ خُدا اور رسُول سے لڑنے کا مطلب اُس نظامِ صالح کے خلاف جنگ کرنا ہے جو اسلام کی حکومت نے مُلک میں قائم کر رکھا ہو۔ اللہ تعالیٰ کی مرضی یہ ہے اور اسی کے لیے اس نے اپنے رسول بھیجے تھے کہ زمین میں ایک صالح نظام قائم ہو جو انسان اور حیوان اور درخت اور ہر اس چیز کو جو زمین پر ہے "امن بخشے" جس کے تحت انسانیت اپنی فطرت کے کمالِ مطلوب کو پہنچ سکے، جس کے تحت زمین کے وسائل اس طرح استعمال کیے جائیں کہ وہ انسان کی ترقی میں مددگار ہوں نہ کہ اس کی تباہی و بربادی میں۔ ایسا نظام جب کسی سرزمین میں قائم ہو جائے تو اس کو خراب کرنے کی سعی کرنا، قطع نظر اس سے کہ وہ چھوٹے پیمانے پر قتل و غارت اور رہزنی و ڈکیتی کی حد تک ہو یا بڑے پیمانے پر اس صالح نظام کو اُلٹنے اور اس کی جگہ کوئی فاسد نظام قائم کر دینے کے لیے۔ دراصل وُہ خدا اور اُس کے رسول کے خلاف جنگ ہے۔

(۳)۔ یہ مختلف سزائیں برسبیلِ اجمال بیان کر دی گئی ہیں تاکہ قاضی یا امام وقت اپنے اجتہاد سے ہر مجرم کو اس کے جرم کی نوعیت کے مطابق سزا دے۔ اصل مقصود یہ ظاہر کرنا ہے کہ کسی شخص کا اسلامی حکومت کے اندر رہتے ہوئے اسلامی نظامِ حکومت کو اُلٹنے کی کوشش کرنا بدترین جُرم ہے اور اسے ان انتہائی سزاؤں میں سے کوئی سزا دی جا سکتی ہے۔

(۴) یعنی اگر وُہ سعی فساد سے باز آ گئے ہوں اور صالح نظام کو درہم برہم کرنے یا اُلٹنے کی کوشش چھوڑ چکے ہوں اور ان کا بعد کا طرزِ عمل ثابت کر رہا ہو کہ وہ امن پسند، مطیع قانون اور نیک چلن

Marfat.com
Marfat.com

انسان بن گئے ہیں، اور اس کے بعد اُن کے سابق جرائم کا پتہ چلے تو اُن سزاؤں میں سے کوئی سزا اُن کو نہ دی جائے گی جو اُوپر بیان ہوئی ہیں۔ البتہ آدمیوں کے حقوق پر اگر کوئی دست درازی انہوں نے کی تھی تو اس کی ذمہ داری اُن سے ساقط نہ ہوگی۔ مثلاً اگر کسی انسان کو انہوں نے قتل کیا تھا یا کسی کا مال لیا تھا یا کوئی اور جرم انسانی جان ومال کے خلاف کیا تو اسی جرم کے بارے میں فوجداری مقدمہ ان پر قائم کیا جائے گا، لیکن بغاوت اور غداری اور خدا اور رسُول کے خلاف محاربہ کا کوئی مقدمہ نہ چلایا جائے گا۔ (تلخیص تفہیم القرآن جلد ۱ صفحہ ۴۶۵، ۴۶۶)

۱۹۔ سُود کی حُرمت: اسلامی ضابطۂ اخلاق میں یہ ہدایت بھی دی گئی ہے کہ اسلامی معاشرہ کلیتہً سُودی کاروبار سے پاک ہو۔ سُود خوار کو اس شخص سے تشبیہہ دی گئی ہے جو مخبوطُ الحواس ہو گیا ہو سو اب جو شخص بھی سُودی کاروبار کرتا ہے۔ پھر وہ اپنے آپ کو مسلمان بھی کہتا ہے۔ تو وہ رُوح اسلام سے قطعاً نا آشنا ہے کیونکہ سُودی لین دین کرنے والا اور سُود خوار اللہ اور اس کے رسُول کا مطیع و فرمانبردار ہونے کی بجائے اُلٹا ان کے ساتھ اعلانِ جنگ کر رہا ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی ریاست میں سُودی کاروبار کرنا ایک فوجداری جرم ہے۔ قرآن مجید میں (سورۂ آل عمران - ۱۳۰) اور (سورہ بقرہ - ۲۷۵ تا ۲۸۰) میں اس کی ممانعت کا ذکر آیا ہے اور سخت تنبیہہ کی گئی ہے کہ اگر وہ سُود سے باز نہ آئیں تو ان کے خلاف اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلانِ جنگ ہے۔

حضورؐ نے سود کھانے والے اس کے لکھنے والے اور دونوں گواہوں پر لعنت بھی فرمائی ہے۔ (بخاری شریف)

۲۰۔ راشی اور مُرتشی پر لعنت قرآن و حدیث میں رشوت ستانی کے بارے میں یہ ضابطہ بیان ہوا ہے:

(۱) "اور تم لوگ نہ تو آپس میں ایک دُوسرے کے مال ناروا طریقہ سے کھاؤ اور نہ حاکموں کے آگے اُن کو اس غرض کے لیے پیش کرو کہ تمہیں دوسروں کے مال کا کوئی حصّہ قصداً ظالمانہ طریقہ سے کھانے کا موقع مل جائے"۔ (البقرہ: ۱۸۸)

وضاحت: اس کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ حاکموں کو رشوت دے کر ناجائز فائدے اُٹھانے

Marfat.com
Marfat.com

کی کوشش نہ کرو۔ اور دُوسرا مطلب یہ ہے کہ جس مال کے بارے میں یہ معلوم ہو کہ یہ میرا مال نہیں ہے بلکہ دُوسرے کا مال ہے تو پھر کسی اینچ پینچ سے یا عدالت میں مقدمہ بازی کرکے اور جھوٹی رُوداد سُنا کر اُسے حاصل نہ کیا جائے۔

(۲) لَعْنَةُ اللهِ عَلَى الرَّاشِيْ وَالْمُرْتَشِيْ (بخاری و مسلم)

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے رشوت دینے والے اور رشوت لینے والے (دونوں) پر خدا کی لعنت ہونے کی بددعا فرمائی ہے۔

۲۱۔ پردے کا حکم: اے نبیؐ! اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور اہل ایمان کی عورتوں سے کہہ دو کہ اپنے اوپر اپنی چادروں کے پلّو لٹکا لیا کریں۔ یہ زیادہ مناسب طریقہ ہے تاکہ وہ پہچان لی جائیں اور نہ ستائی جائیں۔ اللہ تعالیٰ غفور و رحیم ہے۔ (الاحزاب ۵۹)

وضاحت: (۱)۔ یعنی چادر اوڑھ کر اُوپر سے گھونگھٹ ڈال لیا کریں۔ بالفاظ دیگر منہ کھولے نہ پھریں۔

(۲)۔ "پہچان لی جائیں" سے مُراد یہ ہے کہ اس سادہ حیادار لباس میں دیکھ کر ہر دیکھنے والا جان لے کہ وہ شریف اور باعصمت عورتیں ہیں، آوارہ اور کھلاڑی نہیں ہیں کہ کوئی بدکردار انسان ان سے اپنے دل کی تمنا پُوری کرنے کی اُمید کر سکے۔

(۳) "نہ ستائی جائیں" سے مراد یہ ہے کہ ان کو نہ چھیڑا جائے، ان سے تعرّض نہ کیا جائے۔

(حاشیہ ترجمہ قرآن از مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ)

۲۲۔ استیذان کا حکم: (۱) اے لوگو! جو ایمان لائے ہو اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل نہ ہوا کرو جب تک گھر والوں کی رضا نہ لے لو۔ اور گھر والوں پر سلام نہ بھیج لو۔ یہ طریقہ تمہارے لیے بہتر ہے۔ توقع ہے کہ تم اس کا خیال رکھو گے۔ (النور ۲۷)

(۲)۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو، لازم ہے کہ تمہارے لونڈی غلام اور تمہارے وہ بچے جو ابھی عقل کی حد کو نہیں پہنچے ہیں تین اوقات میں اجازت لیکر تمہارے پاس آیا کریں: صبح کی نماز سے پہلے، اور دوپہر کو جبکہ تم کپڑے اُتار کر رکھ دیتے ہو اور عشاء کی نماز کے بعد یہ تین وقت تمہارے لیے پردے کے وقت ہیں ان کے بعد وہ بلا اجازت آئیں تو نہ تم پر کوئی گناہ ہے نہ ان پر ...... اور جب تمہارے بچے عقل کی حد کو پہنچ جائیں تو چاہیے کہ اُسی طرح اجازت لیکر آیا کریں جس طرح ان کے بڑے اجازت لیتے رہے ہیں۔ (النور ۵۸، ۵۹)

Marfat.com
Marfat.com

۴- اسلامی معاشرہ کے بنیادی حقوق

ان سے مراد اسلام کے وہ عطا کردہ حقوق ہیں۔ جن کا تحفظ کرنا اسلامی ریاست کے فرائض میں شامل ہے۔ اور عدم تحفظ کی صورت میں اسلامی معاشرہ میں بگاڑ ہو جاتا ہے۔ اسلام نے اسلامی معاشرہ کے لئے جو بنیادی حقوق عطا کئے ہیں ان میں سے بعض کو یہاں اختصار کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے۔

۱۔ انسانی جان کا تحفظ

اسلام میں انسانی جان کو قابلِ احترام ٹھہرایا گیا ہے۔ اسے ناحق قتل کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ اسلام نے ایک انسان کا قتل پوری انسانیت کا قتل قرار دیا ہے اور آخرت میں اس کی سزا جہنم قرار دی ہے۔ جیسا کہ قرآن میں مذکور ہے

(۱)۔ "اسی وجہ سے بنی اسرائیل پر ہم نے یہ فرمان لکھ دیا تھا۔ کہ "جس نے کسی انسان کو خون کے بدلے یا زمین میں فساد پھیلانے کے سوا کسی اور وجہ سے قتل کیا تو گویا اس نے تمام انسانوں کو قتل کر دیا۔ اور جس نے کسی کو زندگی بخشی تو اس نے گویا تمام انسانوں کو زندگی بخشی"۔ (المائدہ-۳۲)

یہ آیت اس حقیقت کی طرف توجہ دلاتی ہے۔ کہ دنیا میں نوع انسانی کی زندگی کا بقا منحصر ہے اس پر کہ ہر انسان کے دل میں دوسرے انسانوں کی جان کا احترام موجود ہو اور ہر ایک دوسرے کی زندگی کے بقاء و تحفظ میں مددگار بننے کا جذبہ رکھتا ہو۔ جو شخص ناحق کسی کو قتل کر دیتا ہے۔ وہ صرف ایک ہی فرد پر ظلم نہیں کرتا۔ بلکہ یہ بھی ثابت کرتا ہے۔ کہ اس کا دل حیاتِ انسانی کے احترام اور ہمدردی کے جذبہ سے بالکل خالی ہے۔ لہٰذا وہ پوری انسانیت کا دشمن ہے۔ کیونکہ اس کے اندر وہ صفت پائی جاتی ہے جو اگر تمام افراد انسانی میں پائی جائے تو پوری نوع انسانی کا خاتمہ ہو جائے۔ اس کے برعکس جو شخص انسان کی زندگی کے قیام میں مدد کرتا ہے۔ وہ درحقیقت انسانیت کا حامی ہے کیونکہ ایسں وہ صفت پائی جاتی ہے۔ جس پر انسانیت کی بقا کا انحصار ہے"۔

Marfat.com
Marfat.com

(۲)۔ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللّٰهُ إِلَّا بِالْحَقِّ ط (الانعام - ۱۵۱)

"اور کسی جان کو جسے اللہ نے محترم ٹھہرایا ہے۔ ہلاک نہ کرو۔ مگر حق کے ساتھ"۔

یہ آیت اس طرف اشارہ کرتی ہے۔ کہ انسانی جان کو جو در اصل خدا کی طرف سے حرام ٹھہرائی گئی ہے، ہلاک نہ کیا جائے مگر حق کے ساتھ۔ اب رہا یہ سوال کہ "حق کے ساتھ" کا کیا مفہوم ہے، تو اس کی تین صورتیں قرآن میں بیان کی گئی ہیں۔ اور دو صورتیں اس پر زائد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی ہیں۔

ا۔ انسان کسی دوسرے انسان کے قتل عمد کا مجرم ہو۔ اور اس پر قصاص کا حق قائم ہو گیا ہو۔

ب۔ دین حق کے قیام کی راہ میں مزاحم ہو۔ اور اس سے جنگ کیے بغیر چارہ نہ رہا ہو۔

ج۔ دارالاسلام کے حدود میں بدامنی پھیلائے یا اسلامی نظام حکومت کو الٹنے کی سعی کرے۔

د۔ شادی شدہ ہونے کے باوجود زنا کرے۔

ہ۔ ارتداد اور خروج از جماعت کا مرتکب ہو۔

ان پانچوں صورتوں کے سوا کسی صورت میں بھی انسان کا قتل انسان کے لیے حلال نہیں۔ خواہ وہ مومن ہو یا ذمی یا کافر"۔ (تفہیم القرآن جلد-۱ صفحہ ۵۹۹ تا ۶۰۰)

(۳) "رہا وہ شخص جو کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اس کی جزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اس پر اللہ کا غضب اور اس کی لعنت ہے۔ اور اللہ نے اس کے لیے سخت عذاب مہیا کر رکھا ہے"۔

(النساء - ۹۳)

۲۔ تحفظِ ملکیت اسلام نے اہلِ ایمان کو اپنے حاصل کردہ مال میں حسب ذیل تصرف کرنے کا حق دیا ہے۔

(۱) وہ اپنے مال میں جائز حد تک تصرف کر سکتے ہیں۔

(۲) وہ اسے مزید نفع کے لیے کاروبار میں لگا سکتے ہیں۔

Marfat.com
Marfat.com

(۳) انہیں اس میں انتقالِ ملکیت کا حق حاصل ہے۔

(۴) انہیں اس میں تحفظِ ملکیت کا حق حاصل ہے۔

قرآن میں اس بارے میں یہ ہدایات دی گئی ہیں۔

(۱)۔ "اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، جو مال تم نے کمائے ہیں، اور جو کچھ ہم نے زمین میں سے تمہارے لیے نکالا ہے۔ اُس سے بہتر حصہ راہ خدا میں خرچ کرو۔" (البقرہ - ۲۶۷)

وضاحت: اگر اس کے پاس مال ہوگا تو تبھی وہ راہِ خدا میں خرچ کر کے ثواب حاصل کر سکے گا ورنہ اسے ثواب کیسے مل سکتا ہے جبکہ اس کے پاس اپنا مال ہی نہیں۔

(۲) وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ۔ (البقرہ - ۱۸۸)

"اور تم باطل طریقے سے ایک دوسرے کے مال نہ کھاؤ۔"

(۳) حضورؐ نے مسجد نبوی کے لیے جو زمین لی تھی۔ وہ اگرچہ آپ کو مفت دینے کی پیشکش کی گئی تھی۔ مگر آپؐ نے اُس وقت جو زمین کا بھاؤ تھا۔ اس کے مطابق قیمت ادا کر کے حاصل لی۔

(۴) اس طرح حضورؐ نے جنگ حُنین کے موقع پر صفوان بن اُمیّہ سے زرہیں حاصل کیں۔ اور جب اس نے کہا۔ "اَغَصْبًا يَا مُحَمَّدُ"! "کیا بلا معاوضہ لینے کا ارادہ ہے"؟ آپؐ نے فرمایا "نہیں" "بَلْ عَارِيَةٌ مَضْمُوْنَةٌ"۔ "یہ مستعار ہیں اور ان میں سے جو ضائع ہوں گی۔ اُن کا معاوضہ دیا جائے گا۔"

(۵) اس سے فقہائے اسلام نے یہ قاعدہ نکالا ہے۔ کہ امام (حکومت) کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ کسی ثابت شدہ قانونی حق کے بغیر کسی شخص کے قبضے سے اس کی کوئی چیز نکال لے۔

(کتاب الخراج)

جیسا کہ دورِ حاضر میں سوشلسٹ نظامِ حکومت میں لوگوں کی املاک پر جبری قبضہ کیا جاتا ہے اسلام ایسا کرنے کی قطعاً اجازت نہیں دیتا۔

۶۔ آپؐ کا یہ ارشاد بھی ہے کہ

Marfat.com
Marfat.com

"جو شخص اپنا مال بچانے میں مارا جائے وہ شہید ہے۔" (بخاری)

۳۔ عزت و آبرو کی حفاظت

اسلام میں عزت و آبرو کی حفاظت کا پورا پورا اہتمام کیا گیا ہے۔ اس سلسلہ میں حضورؐ نے اپنے خطبہ حجۃ الوداع میں جان و مال کے ساتھ حرمت آبرو کا بھی حکم دیا تھا۔ اور خود قرآن میں بھی یہ ہدایات موجود ہیں۔

(۱) "اے نبیؐ! مومن مردوں سے کہو کہ اپنی نظروں کو نیچا رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں"۔ (النور ۳۰)

(۲) "اور اے نبیؐ! مومن عورتوں سے کہہ دو کہ اپنی نظریں بچا کر رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں"۔ (النور۔ ۳۱)

(۳) حضورؐ کا ارشاد ہے:

"بدترین زیادتی کسی مسلمان کی عزت پر حملہ کرنا ہے۔" (ابوداؤد)

(۴) ان ہدایات کی روشنی میں حضرت عمرؓ اپنے عاملوں کو رخصت کرتے وقت یہ ہدایات دیا کرتے تھے۔

"میں تمہیں جابر و قاہر بنا کر نہیں بلکہ امام و رہنما بنا کر بھیجتا ہوں۔ خبردار! مسلمانوں کو مار پیٹ کر انہیں ذلیل و خوار نہ کرنا۔"

(۵) "اسی اصول مساوات کی بنا پر حضرت عمرؓ نے والئ مصر حضرت عمرو بن العاص کے بیٹے محمد بن عمرو کو اس جرم میں ایک مصری سے پٹوایا۔ جب اس نے اسے محض اس لیے پیٹا تھا کہ اس کا گھوڑا گھڑ دوڑ میں اس کے گھوڑے سے آگے بڑھ گیا تھا۔

۴۔ نجی زندگی کا تحفظ

اسلام نے اہل ایمان کو یہ حق بھی دیا ہے کہ ہر شخص کو نجی زندگی میں پورا پورا تحفظ حاصل ہوگا۔ لوگوں کے گھروں کی چاردیواری کو ایک محفوظ قلعہ کی حیثیت حاصل ہوگی۔ جیسا کہ قرآن میں بیان کیا گیا ہے:

(۱) "اے لوگو! جو ایمان لائے ہو۔ اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل نہ ہوا کرو۔ جب تک کہ گھر والوں کی اجازت نہ لے لو۔ اور اہل خانہ پر سلام نہ بھیج لو۔ یہ طریقہ تمہارے

Marfat.com
Marfat.com

لیے بہتر ہے۔ توقع ہے کہ تم اس کا خیال رکھو گے۔ پھر اگر کسی کو نہ پاؤ تو داخل نہ ہو۔ جب تک کہ تم کو اجازت نہ دے دی جائے۔ اور تم سے کہا جائے کہ واپس چلے جاؤ۔ تو واپس ہو جاؤ۔ یہ تمہارے لیے زیادہ پاکیزہ طریقہ ہے۔" (النور ۲۷ - ۲۸)

حضورؐ کا ارشاد ہے:

(۲) "تم اگر لوگوں کے مخفی حالات معلوم کرنے کے درپے ہو گے۔ تو ان کو بگاڑ دو گے یا کم از کم بگاڑنے کے قریب پہنچا دو گے۔" (ابو داؤد)

(۳) "جس شخص نے کسی کے عیب کو دیکھا اور پردہ پوشی کی اس نے گویا ایک زندہ درگور انسان کو زندہ کر دیا۔" (ابو داؤد)

(۴) حکمران جب لوگوں کے اندر شبہات کے اسباب تلاش کرنے لگے تو وہ انہیں بگاڑ کر رکھ دیتا ہے (ابو داؤد)

(۵) "حضرت عمرؓ نے ایک دفعہ رات کے وقت ایک شخص کی آواز سنی جو اپنے گھر میں گا رہا تھا۔ آپ کو شک گزرا تو دیوار کے اندر چلے گئے۔ دیکھا کہ وہاں شراب موجود ہے۔ اور ایک عورت بھی ہے۔ آپ نے پکار کر کہا: "اے دشمن خدا! کیا تو نے سمجھ رکھا ہے۔ کہ تو نافرمانی کرے گا۔ اور اللہ تیرا پردہ فاش نہ کرے گا؟"

اس نے جواب دیا: "امیر المومنین جلدی نہ کیجئے۔ اگر میں نے ایک گناہ کیا ہے تو آپ نے تین گناہ کیے ہیں۔ اللہ نے تجسس کرنے سے منع کیا ہے اور آپ نے تجسس کیا ہے۔ اللہ نے حکم دیا ہے کہ گھروں میں ان کے دروازوں سے آؤ۔ اور آپ دیوار پر سے آئے ہیں۔ اللہ نے حکم دیا ہے کہ اپنے گھروں کے سوا دوسروں کے گھروں میں اجازت کے بغیر نہ جاؤ۔ اور آپ میری اجازت کے بغیر میرے گھر میں داخل ہوئے ہیں۔" یہ سن کر حضرت عمرؓ نے اپنی غلطی کا اعتراف کیا۔ اور اس کے خلاف کوئی کارروائی نہ کی۔ البتہ اس سے وعدہ لیا۔ کہ وہ بھلائی کی راہ اختیار کرے گا۔" (تلخیص تفہیم القرآن۔ جلد۔ ۵ صفحہ ۸۹)

Marfat.com
Marfat.com

۵۔ شخصی آزادی اسلامی ریاست میں ہر فرد بشر کو شخصی آزادی کا پُورا پُورا تحفظ دیا گیا ہے اسے کھلی عدالت میں جرم ثابت کیے بغیر قید نہیں کیا جا سکتا محض شکوک و شبہات کی بنا پر لوگوں کو گرفتار کرنا اور عدالتی کارروائی کے بغیر انہیں جیلوں میں ڈال دینا اسلام میں جائز نہیں ہے۔

۱۔ ایک مرتبہ آنحضرتؐ مسجد نبوی میں خطبہ دے رہے تھے۔ ایک شخص نے خطبے کے دوران کھڑے ہو کر کہا: "یا رسول اللہ! میرے پڑوسی کس جرم میں گرفتار کیے گئے ہیں"؟ آپ نے کوئی جواب نہ دیا۔ دوسری بار بھی جواب نہ ملا۔ آخر تیسری بار پھر عرض کی تو آپؐ نے حکم دیا کہ "اس کے پڑوسیوں کو چھوڑ دیا جائے۔" (ابو داؤد۔ کتاب القضاۃ)

۲۔ حضورؐ کا ارشاد ہے:

"جس حد تک ممکن ہو مسلمانوں (شہریوں) کو سزا سے بچاؤ۔ کوئی گنجائش بھی نکلتی ہو۔ تو انہیں چھوڑ دو۔ یہ بات کہ امام (حکومت) کسی شخص کو چھوڑ دینے میں غلطی کر جائے اس بات سے بہتر ہے کہ اس کو سزا دینے میں غلطی کر جائے۔" (ترمذی)

۳۔ "جب بچانے کی کوئی راہ مل رہی ہو۔ اس وقت تک لوگوں کو سزا سے بچاؤ۔ (ابن ماجہ)

۴۔ حضورؐ کے اس اندازِ فکر کی نمایاں جھلک ہمیں حضرت ماعز بن مالک کے واقعہ میں ملتی ہے۔ وہ زنا کے مرتکب ہوئے۔ حضورؐ کی خدمت میں خود حاضر ہوئے اور عرض کیا: "یا رسول اللہ! مجھے پاک کر دیجیے۔ میں نے زنا کیا ہے۔" آپؐ نے فرمایا: "ارے چلے جاؤ اور اللہ سے توبہ و استغفار کرو۔" انہوں نے سامنے آ کر پھر وہی بات کی۔ آپؐ نے پھر منہ پھیر لیا۔ اب جب انہوں نے تیسری بار بھی ایسا ہی کہا تو حضرت ابوبکرؓ نے انہیں تنبیہہ کی۔ کہ دیکھو چوتھی بار اقرار کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم کو رجم کر دیں گے۔ مگر وہ نہ مانے۔ اپنی بات پھر دُہرائی۔ اب حضورؐ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: "شاید تم نے بوس و کنار کیا ہو گا یا چھیڑ چھاڑ کی ہو گی۔ یا نظر بد ڈالی ہو گی۔" انہوں نے کہا: "نہیں۔" آپؐ نے پوچھا۔

Marfat.com
Marfat.com

"کیا تو اُس سے ہم بستر ہُوا ؟" انہوں نے کہا۔ "ہاں"۔ پھر پوچھا "کیا تُو نے اس سے مباشرت کی؟" اُنہوں نے کہا۔ "ہاں"۔ پھر پوچھا "کیا تُو نے اُس سے مجامعت کی ؟" انہوں نے کہا۔ "ہاں"۔ اسی طرح مزید تین سوالوں کے جواب میں انہوں نے جواباً "ہاں۔ہاں"۔ کہا۔ آخر آپؐ نے دریافت کیا۔ "کیا تو جانتا ہے کہ زنا کسے کہتے ہیں ؟"۔ انہوں نے کہا۔ "جی ہاں، مَیں نے اُس سے حرام طریقے سے وہ کام کیا جو شوہر حلال طریقے سے اپنی بیوی کے ساتھ کرتا ہے"۔ آپؐ نے پوچھا۔ "کیا تیری شادی ہو چکی ہے ؟" انہوں نے کہا۔ "جی ہاں"۔ آپؐ نے پوچھا۔ "تُو نے شراب تو نہیں پی لی ہے ؟" انہوں نے کہا۔ "نہیں"۔ ایک شخص نے اُس کا مُنہ سُونگھا اور تصدیق کی۔ پھر آپؐ نے محلہ والوں سے دریافت کیا۔ کہ "یہ دیوانہ تو نہیں ؟" انہوں نے کہا۔ کہ "ہم نے اس کی عقل میں کوئی خرابی نہیں دیکھی"۔ آپؐ نے حضرت ہزالؓ بن نعیم سے جنہوں نے ماعزؓ بن مالک کی پرورش کی تھی اور حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر دُعائے مغفرت کرانے کا مشورہ دیا تھا۔ فرمایا۔ "کاش تم نے اس کا پردہ ڈھانک دیا ہوتا تو تمہارے لیے اچھا تھا"۔

پھر ماعزؓ کو رجم کرنے کا فیصلہ صادر فرما دیا۔ جس پر انہیں شہر سے باہر لے جا کر سنگسار کر دیا گیا۔ جب پتھر پڑنے شروع ہُوئے تو ماعزؓ بھاگے اور کہا۔ "لوگو! مجھے رسُول اللہ کے پاس لے چلو۔ میرے قبیلے کے لوگوں نے مجھے مروا دیا۔ انہوں نے مجھے دھوکا دیا۔ کہ رسُول اللہ مجھے قتل نہیں کرائیں گے"۔ مگر پتھر مارنے والوں نے انہیں ہلاک کر دیا حضورؐ کو اس کی اطلاع دی گئی۔ تو فرمایا۔ "تم لوگوں نے اُسے چھوڑ کیوں نہیں دیا ؟ میرے پاس لے آئے ہوتے۔ شاید وہ توبہ کر لیتا اور اللہ توبہ قبول کر لیتا"۔ (تفہیم القرآن۔ جلد سوم۔ صفحہ ۳۴۵)

اِس واقعہ میں حضورؐ کا ایک ایک سوال صاف صاف بتا رہا ہے۔ کہ آپؐ تو ماعزؓ کو رجم سے بچا لینے کی ہر ممکن کوشش کر رہے تھے۔ اور ان کے اپنے بیان میں یا محلّہ والوں کی شہادت میں شک کا کوئی ایسا پہلو بھی تلاش کر رہے تھے جس کا فائدہ پہنچا کر ماعزؓ کی جان بچائی جا سکے۔ آپؐ نے نشہ یا فتورِ عقل کا شبہ بھی ڈھونڈا۔ لیکن جب بچانے کی کوئی صورت باقی

Marfat.com
Marfat.com

نہ ہی تب فیصلہ صادر کیا۔ اور پھر آپؐ کو اس پر عملدرآمد ہو جانے کا قلق بھی ہُوا۔ اس واقعہ سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے۔ کہ فیصلہ کرتے وقت اور بالخصوص کسی کو سزا دیتے وقت معاملہ کی تہ تک پہنچنے کے لیے کس حد تک تحقیق ہونی ضروری ہے۔

۶۔ عملِ غیر سے برأت اسلام اس بات کی اجازت نہیں دیتا۔ کہ ایک کے قصور میں دوسرا شخص پکڑا جائے۔ جیسا کہ قرآن میں بیان کیا گیا ہے:

(۱) لَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ اِلَّا عَلَيْهَا وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى (الانعام۔ ۱۶۴)

"ہر شخص جو کچھ کماتا ہے اس کا ذمہ دار وہ خود ہے۔ کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔"

(۲) لَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَى الظّٰلِمِيْنَ۔ (البقرہ۔ ۱۹۳)

"ظالموں کے سوا کسی اور پر دست درازی روا نہیں۔"

ایک دفعہ حجاج بن یوسف نے قطری بن فجاءۃ نامی شخص کو گرفتار کیا اور کہا کہ "میں تجھے قتل کر کے رہوں گا۔" قطری نے پوچھا "وہ کس لیے؟" حجاج نے جواب دیا "اس لیے کہ تیرے بھائی نے میرے خلاف چڑھائی کی ہے۔" قطری نے کہا "میرے پاس امیر المومنین کا خط ہے۔ کہ میرے بھائی کے جرم میں آپ مجھے ماخوذ نہ کریں۔" حجاج نے کہا "کہاں ہے وہ خط؟ مجھے دکھاؤ۔" قطری نے جواب میں کہا۔ میرے پاس تو اس سے بھی زیادہ واجب التعمیل خط ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى۔"

"کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گی۔"

حجاج کو یہ جواب پسند آیا۔ اور مسکرا کر اسے رہا کر دیا۔

۷۔ حصولِ انصاف کا حق اسلام نے لوگوں کو حصولِ انصاف کا بھی حق دیا ہے۔ کہ اسلامی ریاست ان کی پوری طرح داد رسی کرے۔ جیسا کہ قرآن میں ذکر ہے:

(۱) وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ (الشوریٰ)

Marfat.com
Marfat.com

"اور مجھے حکم دیا گیا ہے۔ کہ تمہارے درمیان عدل قائم کروں"۔

(۲) قُلْ اَمَرَ رَبِّیْ بِالْقِسْطِ (الاعراف ۲۹)

"(اے محمدؐ) ان سے کہو" میرے رب نے تو راستی اور انصاف کا حکم دیا ہے"۔

(۳) قرآن نے عدل کے لیے حسب ذیل شرائط بیان کی ہیں، (النساء - ۱۳۵)

پہلی: عدل کو قائم کرنا

دوسری: سچی گواہی دینا خواہ وُہ اپنی ذات یا کسی دوسرے کے خلاف پڑتی ہو۔

تیسری: گواہی کے وقت کسی کی امیری یا فقیری کو مدّنظر نہ رکھا جائے۔

چوتھی: گواہی میں صحیح حقائق کو پیش نظر رکھا جائے۔ اور اپنے ذاتی طبعی رجحان کو اس میں حائل نہ ہونے دیا جائے۔

پانچویں: اگر گواہی میں اپنی طرف سے کچھ کمی بیشی کی گئی۔ تو خدا کی گرفت سے بچنا مشکل ہوگا۔

چھٹی: عدل و انصاف کی راہ میں کسی قسم کی عداوت و دشمنی بھی حائل نہیں ہونی چاہیے جیسا کہ قرآن میں ذکر ہے۔

(۴) "کسی گروہ کی دشمنی تمہیں اتنا مشتعل نہ کر دے۔ کہ انصاف سے پھر جاؤ۔ عدل کرو۔ یہ خدا ترسی سے زیادہ مناسبت رکھتا ہے"۔ (المائدہ - ۸)

(۵) وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ (النساء - ۵۸)

"اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو۔ تو عدل کے ساتھ کرو"۔

(۶) وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى (الانعام - ۱۵۲)

"اور جب بات کہو تو انصاف کی کہو، خواہ معاملہ اپنے رشتہ دار کا ہی کیوں نہ ہو"۔

(۷) "اِنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَالْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ"۔ (المائدہ - ۴۵)

"جان کے بدلے جان، آنکھ کے بدلے آنکھ، ناک کے بدلے ناک۔ کان کے بدلے کان

Marfat.com
Marfat.com

۴۰۱ دانت کے بدلے دانت اور تمام زخموں میں برابر کا بدلہ ہے "۔

۸۔ ظلم کے خلاف صدائے احتجاج اسلام نے مظلوم کو یہ حق دیا ہے۔ کہ وہ ظالم کے خلاف احتجاج کر سکتا ہے۔ جیسا کہ قرآن میں ارشاد ہے :

(۱) لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ۔ (النساء - ۱۴۸)

" اللہ اس کو پسند نہیں کرتا کہ آدمی بدگوئی پر زبان کھولے اِلّا یہ کہ کسی پر ظلم کیا گیا ہو "۔

(۲) حضورؐ کا ارشاد ہے

" ظالم حاکم کے سامنے کلمۂ حق کہنا بہت بڑا جہاد ہے "۔ (ابوداؤد)

(۳) لوگ جب ظالم کو ظلم کرتا دیکھیں اور اس کے ہاتھ نہ پکڑیں تو بعید نہیں کہ اللہ ان پر عذاب عام نازل کر دے۔

(۴) اپنے بھائی کی مدد کرو۔ خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم عرض کیا گیا وہ مظلوم ہو تو ہم اس کی مدد کریں گے۔ مگر ظالم کی مدد کیسے کریں؟ فرمایا اُسے ظلم کرنے سے روک دو۔ (بخاری)

۹۔ اظہار رائے کی آزادی اسلام نے لوگوں کو یہ حق دیا ہے کہ ملک کے معاملات میں اپنی رائے کا آزادانہ اظہار کریں۔ جیسا کہ قرآن میں ذکر ہے :

(۱) تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آل عمران - ۱۱۰)

" وہ بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں "۔

(۲) حضور کا ارشاد ہے :

میرے بعد کچھ لوگ حکمران ہونے والے ہیں۔ جو ان کے جھوٹ میں اُن کی تائید کرے اور اُن کے ظلم میں اُن کی مدد کرے۔ وہ مجھ سے نہیں۔ اور میں اُن سے نہیں۔ (نسائی کتاب البیع)

(۳) ایک غزوہ میں آپؐ نے مسلمانوں کو ہدایت فرمائی۔ کہ فلاں فلاں مقام پر قیام کریں اور پڑاؤ ڈالیں۔ ایک صحابی نے دریافت کیا " کیا یہ ارشاد وحی ہے۔ یا آپ کی ذاتی رائے ہے؟ آپؐ نے فرمایا " یہ میری ذاتی رائے ہے " صحابی نے عرض کیا " پھر تو یہ منزل مناسب

Marfat.com
Marfat.com

نہیں۔ اس کے بجائے فلاں فلاں منزل مناسب ہوگی"۔ چنانچہ اسی رائے پر عمل کیا گیا۔

(۴) حضرت عمرؓ نے جسم کی دو چادروں کا حساب بھرے مجمع میں دیا۔ تجدید مہر کا فیصلہ کھلے اجلاس میں واپس لیا۔ اور معترض خاتون کا شکریہ ادا کیا کہ اس نے اُسے سیدھی راہ دکھائی۔ مجمع میں سے ایک شخص نے اُٹھ کر کہا کہ "اگر تم ٹیڑھی راہ چلو گے تو ہم تلوار سے تم کو سیدھا کر دیں گے" اور آپ نے اس پر شکر ادا کیا کہ قوم میں ابھی ایسے افراد موجود ہیں۔ کہ اگر میں گمراہ ہونے لگوں تو وہ مجھے راہ راست پر لے آئیں گے۔

۱۰۔ ضمیر و اعتقاد کی آزادی

اسلامی نظامِ حکومت میں ہر شخص کو ضمیر و اعتقاد کی آزادی ہوتی ہے۔ قرآن میں اس کے بارے میں یہ ہدایت دی گئی ہے۔

(۱) لَا اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ۔ (البقرہ - ۲۵۶)

"دین کے معاملہ میں کوئی جبر نہیں"۔

(۲) وَلَا تَسُبُّوا الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ (الانعام - ۱۰۸)

"جن معبودوں کو یہ لوگ اللہ کے سوا پکارتے ہیں انہیں بُرا نہ کہو"۔

(۳) وَلَا تُجَادِلُوْا اَھْلَ الْکِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ - (العنکبوت - ۴۶)

"اہلِ کتاب سے بحث نہ کرو۔ مگر احسن طریق سے"۔

(۴) حضرت سعد بن عبادہ انصاری آخر وقت تک خلافت کے معاملہ میں اپنی رائے پر جمے رہے۔ انہوں نے نہ حضرت ابوبکرؓ کی بیعت کی اور نہ حضرت عمرؓ کی۔

۱۱۔ اسلامی معاشرہ میں معیارِ فضیلت

حضورؐ کے پیغامِ سیرت میں تمام انسانوں کو بحیثیت انسان مساوی قرار دیا گیا ہے۔ جیسا کہ قرآن میں ارشاد ہے۔

(۱) "اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور پھر تمہاری قومیں اور برادریاں بنا دیں تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔ درحقیقت اللہ کے نزدیک تم میں

Marfat.com
Marfat.com

سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تمہارے اندر سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔"
(سورہ الحجرات - ۱۳)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

(۲) "کسی عربی کو عجمی پر کوئی فضیلت نہیں اور نہ کسی عجمی کو عربی پر، نہ کسی گورے کو کالے پر اور نہ کسی کالے کو گورے پر ماسوائے تقویٰ کے۔"

(۳) تم سب آدمؑ کی اولاد ہو اور آدمؑ مٹی سے بنائے گئے۔ (بخاری و مسلم)

(۴) اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ (الحجرات - ۱۰)

"تمام مسلمان ایک دوسرے کے بھائی ہیں"۔

(۵) بلکہ حضورؐ کے ارشاد کے مطابق تمام انسان ہی آپس میں بھائی بھائی ہیں (ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ)

(۶) عہدِ نبوی، حکومتِ خلافتِ راشدہ اور بعد کے زمانوں میں ایسی مثالیں ملتی ہیں جن میں آقا اور غلام، حکمران اور شہری، امیر اور غریب، مسلم اور غیر مسلم کے درمیان انصاف کے معاملہ میں اصولِ مساوات پر سختی سے عمل کیا گیا۔ حضورؐ نے حقوق و معاملات میں ہمیشہ اپنی ذات کو دوسروں کے برابر رکھا۔

(۷) قریش کی ایک عورت فاطمہ نے چوری کی۔ حضرت اسامہؓ نے اسے معاف کر دینے کی سفارش کی تو آپؐ نے سختی کے ساتھ فرمایا۔

"اے اسامہ! اللہ کی مقرر کردہ سزا میں سفارش کر کے مداخلت کرتے ہو؟ خبردار! آئندہ ایسی غلطی نہ کرنا"۔ پھر آپؐ نے حضرت بلالؓ کو حکم دیا کہ "مسلمانوں کو مسجد میں جمع کرو" مسلمان جمع ہو گئے تو آپؐ نے ان سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

"تم سے پہلے جو اُمتیں گزری ہیں وہ اسی لیے تباہ ہوئی ہیں کہ کم درجے کے آدمیوں کو قانون کے مطابق سزا دی جاتی تھی اور اونچے درجے کے آدمیوں کو چھوڑ دیا جاتا تھا۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ اگر محمدؐ کی بیٹی فاطمہ بھی ایسا فعل کرتی

Marfat.com
Marfat.com

تو اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیا جاتا۔ (بخاری و مسلم)

(۸) جبلہ بن الایہم غسانی نے جب ایک بدوی کو تھپڑ مارنے پر قصاص سے بچنے کے لیے یہ دلیل پیش کی کہ "امیر المومنین یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ ایک عام آدمی ہے اور میں ایک بادشاہ ہوں"۔ تو حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ "اسلام نے آپ دونوں کو بھائی بھائی بنا دیا ہے اب تم صرف تقویٰ اور طہارت کی وجہ سے ایک دوسرے پر فضیلت حاصل کر سکتے ہو۔ اور کسی صورت میں نہیں"۔

(۹) حضرت عمرؓ نے اپنے بیٹے عبدالرحمٰن پر حد جاری کر کے قانون کی نظر میں مساوات کی ایسی شاندار مثال قائم کی کہ جس کی نظیر تاریخ میں شاذو نادر ہی ملتی ہے۔

(۱۰) حضرت زید بن ثابت کی عدالت میں حضرت عمرؓ کا حضرت ابی بن کعب کے برابر بحیثیت مدعا علیہ بیٹھنا اور حضرت علیؓ کا قاضی شریح کی عدالت میں ایک ذمی مدعا علیہ کے برابر بیٹھنا عدالتی مساوات کی روشن مثالیں ہیں۔

۱۲۔ معاشی تحفظ کی ضمانت

اسلامی نظام ہر شخص کو معاشی تحفظ کی ضمانت دیتا ہے جیسا کہ قرآن میں تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔

ا۔ افلاس و نا داری کی روک تھام کے لیے ہدایات

(۱) وَفِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ (الذاریات - ۱۹)

"اور اُن کے مال میں سائل اور محروم دونوں کا حق ہے"۔

(۲) "نیکی یہ ہے کہ اللہ کی محبت میں اپنا دل پسند مال رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں پر مدد کے لیے ہاتھ پھیلانے والوں پر اور غلاموں کی رہائی پر خرچ کرے اور نماز قائم کرے اور زکوٰۃ دے۔ (البقرہ - ۱۷۷)

(۳) وَيَسْأَلُونَكَ مَاذَا يُنفِقُونَ قُلِ الْعَفْوَ (البقرہ - ۲۱۹)

"اور لوگ پوچھتے ہیں ہم راہ حق میں کیا خرچ کریں؟ کہو جو کچھ تمہاری ضرورت سے زیادہ ہے"

Marfat.com
Marfat.com

(۴) كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةً بَيْنَ الْاَغْنِيَاءِ مِنْكُمْ - (الحشر - ۷)
"تاکہ وہ مال و دولت تمہارے مالداروں کے درمیان ہی گردش نہ کرتا رہے۔"

ب. معاشی تحفظ اور خوشحالی کیلئے عملی تدابیر

مذکورہ بالا ہدایات کے ساتھ ساتھ افرادِ معاشرہ کے معاشی تحفظ اور ان کی خوشحالی کے لیے اسلام نے جو عملی تدابیر اختیار کی ہیں وہ مختصراً یہ ہیں۔

(۱) ہر انسان کو معاشی جدوجہد میں بھرپور حصہ لینے کی تلقین کی گئی ہے تاکہ وہ کسی کا دستِ نگر نہ رہے۔

(۲) لَيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى (النجم - ۳۹)
"انسان کے لیے کچھ نہیں ہے مگر وہ جس کی اس نے سعی کی ہے۔"

(۳) اَلْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِّنَ الْيَدِ السُّفْلٰى (الحدیث)
"اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔"

(۴) آپؐ کا ارشاد ہے۔
اللہ کے لئے صدقہ وخیرات کی کوشش کرنا جہاد فی سبیل اللہ کی مانند ہے (سیاستِ شرعیہ)

(۵) جس معاشرہ میں اہلِ ایمان اپنے اوپر دوسروں کو ترجیح دیتے ہوں وہاں کوئی آدمی محتاج نہیں رہ سکتا۔ بلکہ وہ معاشرہ فی الواقع معاشی لحاظ سے بہتر اور خوشحال ہوجاتا ہے کیونکہ جذبۂ ایثار و قربانی ہی حقیقی کامیابی کی ضمانت دیتا ہے جیساکہ اللہ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے۔

وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۚ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (الحشر - ۸)

"اور اپنی ذات پہ دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں۔ خواہ وہ اپنی جگہ خود محتاج رہی کیوں نہ ہوں حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ اپنے دل کی تنگی سے بچا لیے گئے وہی فلاح پانے والے ہیں۔"

اسلام کی مذکورہ بالا ہدایات ایک فرد سے لے کر خاندان اور تمام اسلامی معاشرہ کے لیے عام ہیں

Marfat.com
Marfat.com

ج - اسلامی ریاست کی ذمہ داریاں

اب اس سلسلہ میں اسلام نے جو ذمہ داری اسلامی ریاست پر ڈالی ہے وہ یہ ہے ۔

(۱) وہ لوگوں کے لیے کسبِ حرام کے دروازے بند کردے اور کسب حلال کے دروازے کھولے ۔

(۲) لوگوں کو ان کے وہ حقوق دلانے میں مدد دے جو اللہ نے ان کے لیے مقرر کیے ہیں ۔

(۳) وہ ملک میں نظامِ زکوٰۃ نافذ کرے ۔

(۴) ملک میں جن افراد کا کوئی کفیل نہ ہو اس کی کفیل وہ خود بنے جیسا کہ حضورؐ کا ارشاد ہے ۔

(۵) جس کا کوئی سرپرست نہ ہو اس کا سرپرست اللہ اور اس کا رسول ہے ایک اور روایت میں ہے ۔ اس کی سرپرست حکومت ہے ۔ (ترمذی)

(۶) حضورؐ کا ارشاد ہے ۔

جو شخص قرض چھوڑ کر وفات پا جائے اس کے قرض کی ادائیگی میرے ذمہ ہوگی اور جو مال چھوڑ کر جائے وہ اس کے وارثوں کا ہوگا ۔ (بخاری و مسلم)

(۷) زکوٰۃ معاشرے کے ان عام اہلِ حاجت کی کفالت پر صرف ہوگی جن کی صراحت قرآن مجید میں کردی گئی ہے ۔

(۸) یہ معاشی تحفظ صرف مسلمانوں ہی کے لیے مخصوص نہیں غیر مسلم رعایا بھی اس کی یکساں حقدار ہے حضرت عمرؓ نے ایک یہودی کو بھیک مانگتے دیکھا تو اسے گھر لے گئے ۔ پہلے اپنے گھر سے کچھ دیا پھر بیت المال کے خزانچی کو بلا کر ہدایت کی کہ اس کا اور اس جیسے دوسرے افراد کا روزینہ مقرر کردو ۔ اور فرمایا ۔

"خدا کی قسم یہ بات انصاف سے بعید ہے کہ ہم ان کی جوانی میں ان سے فدیہ لے کر کھائیں اور بڑھاپے میں انہیں بے سہارا چھوڑ دیں"۔

(۹) چنانچہ آپ کے عہدِ حکومت میں عام شہریوں سے لے کر نومولود بچوں تک کے وظائف بیت المال سے مقرر ہوئے اور انہیں معاشی احتیاجات سے مکمل طور پر نجات دلائی گئی تھی

Marfat.com
Marfat.com

طریقہ حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ کے دورِ خلافت میں بھی برقرار رہا۔

(۱۰) اگر بیت المال کی آمدن میں معتد بہ اضافہ ہوتا جائے تو پھر وظائف کے علاوہ لوگوں کے قرضوں کی ادائیگی بھی اسلامی ریاست اپنے ذمے لے لیتی ہے اور اگر اس کے باوجود بیت المال میں رقم بچ جائے تو پھر اس سے معاشرہ کے وہ نوجوان جو غیر شادی شدہ ہوں۔ ان کی ازدواجی زندگی کے مصارف ادا کرنے کے لیے بھی اعانت کی جا سکتی ہے جیسا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے زمانۂ خلافت میں کیا گیا تھا۔

۱۳۔ امرِ معصیت سے اجتناب

اسلام نے اُمتِ مسلمہ کے ہر فرد کو یہ حق دیا ہے کہ وہ ایسا حکم ماننے سے انکار کر دے جس کی تعمیل سے معصیت کا ارتکاب ہوتا ہے۔ ایسا انکارِ اطاعت اسلامی قانون میں قطعاً کوئی جرم نہیں بلکہ اس قسم کے حکم کی تعمیل اعانت جرم کے مترادف ہو گی حضورؐ کا ارشاد ہے:

"خالق کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت نہیں"۔ (کنز العمال ۲۹۶)

۱۴۔ آزادیٔ تنظیم و اجتماع

اسلام نے اُمتِ مسلمہ کو نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کے لیے منظم ہونے اور اس مقصد کے لیے اجتماع منعقد کرنے کی ہدایت کر دی ہے تاکہ معاشرہ اعتدال کی راہ پر چلتا رہے اور وہ افراط و تفریط سے محفوظ رہ سکے۔ جیسا کہ قرآن میں مذکور ہے:

(۱) "تم وہ بہترین اُمت ہو جسے لوگوں کی ہدایت و اصلاح کے لیے میدان میں لایا گیا ہے تم نیکی کا حکم کرتے ہو برائی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو"۔ (آل عمران - ۱۱۰)

(۲) تم میں سے کچھ لوگ تو ایسے ضرور ہی ہونے چاہئیں جو نیکی کی طرف بلائیں۔ بھلائی کا حکم دیں اور برائیوں سے روکتے رہیں۔ جو لوگ یہ کام کریں گے وہی فلاح پائیں گے"۔ (آل عمران)

اب اگر اسلامی ریاست میں کچھ لوگ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے اس فریضہ کی انجام دہی کے لیے خود کو ایک جماعت میں منظم کرنا چاہیں اور اس مقصد کے لیے وہ

Marfat.com
Marfat.com

تنظیمی ضروریات کو پورا کرنا یا لوگوں سے رابطہ کے لیے مجتمع ہونا چاہیں تو انہیں اس کا حق ہوگا۔

۱۵۔ سیاسی زندگی میں شرکت اسلام کے نزدیک دنیا میں ہر فرد بشر شعوری اور غیر شعوری طور پر اللہ تعالیٰ کا نائب اور خلیفہ ہے اور اپنی طاقت کے مطابق بارِ خلافت اٹھانے کا ذمہ دار ہے۔ البتہ اسلامی خلافت میں صرف اہلِ ایمان ہی شریک ہیں اور یہ خلافت اللہ تعالیٰ نے کسی خاص فرد، گروہ، خاندان، نسل یا جماعت کو نہیں دی بلکہ یہ بحیثیت مجموعی پوری ملتِ اسلامیہ کو عطا کی گئی ہے۔ اس لیے خلیفۃ اللہ ہونے کی حیثیت سے ہر مسلمان کو مملکت کے امور میں شرکت کا پورا حق حاصل ہے۔ جیسا کہ قرآن میں مذکور ہے،

(۱) وَ اَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَیْنَهُمْ (الشوریٰ - ۳۸)

"اور مسلمانوں کا کام آپس میں مشورے سے چلتا ہے۔"

(۲) وَشَاوِرْهُمْ فِی الْاَمْرِ (آل عمران - ۱۵۹)

"اور ان (مسلمانوں) سے اپنے معاملات میں مشورہ لیا کرو۔"

یہ آیات حسب ذیل امور کی طرف رہنمائی کرتی ہیں۔

(۱) اسلامی ریاست کے امیر اور اس کے مشورہ دینے والے نمائندے اہلِ ایمان کی آزاد مرضی سے منتخب ہوں۔

(۲) اسلامی ریاست کے حالات و مسائل اپنی حقیقی شکل میں مسلمانوں کے سامنے پیش کیے جائیں، تاکہ وہ صحیح رائے قائم کر سکیں اور صحیح مشورہ دے سکیں۔

(۳) اہل ایمان کو اُن کے نمائندوں پر تنقید، اختلاف اور اظہار رائے کی پوری آزادی ہو۔

(۴) ملت اسلامیہ کو یہ حق ہو کہ جسے وہ چاہیں وہی حکومت کرے اور جسے وہ نہ چاہیں اُسے حکومت کے منصب سے ہٹا دیا جائے۔

۱۶۔ آزادی نقل و حرکت و سکونت اسلامی ریاست میں ہر شہری کو اپنی پسند کے مطابق

Marfat.com
Marfat.com

کسی بھی جگہ سکونت اختیار کرنے اور حدود مملکت کے اندر اور عام حالات میں مملکت سے باہر دُنیا کے کسی بھی حصے میں آنے جانے کی آزادی ہو گی۔ قرآن میں اس کے بارے میں یہ ہدایت ہے۔

(۱) "تم اپنی برادری کے کچھ لوگوں کو بے خانماں کرتے ہو، ظلم و زیادتی کے ساتھ، اُن کے خلاف جتھے بندیاں کرتے ہو۔ اور جب وہ لڑائی میں پکڑے ہوئے تمہارے پاس آتے ہیں تو اُن کی رہائی کے لیے فدیہ کا لین دین کرتے ہو۔ حالانکہ انہیں ان کے گھروں سے نکالنا ہی تم پر حرام تھا۔" (البقرہ - ۸۵)

اس طرح ترکِ سکونت اور نقل و حرکت کی آزادی بھی خدا نے اپنے بندوں کو عطا کی ہے۔

(۲) اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا ۔ (النساء - ۹۷)

"کیا خدا کی زمین وسیع نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کر جاتے؟"

(۳) وَمَنْ يُّهَاجِرْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَجِدْ فِي الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِيْرًا وَّسَعَةً (النساء ۱۰۰)

"جو کوئی اللہ کی راہ میں ہجرت کرے گا۔ وہ زمین میں پناہ لینے کے لیے بہت جگہ اور گزر اوقات کے لیے بڑی گنجائش پائے گا۔"

(۴) حضرت علیؓ کے زمانہ خلافت میں خوارج کی سرکشی اور فتنہ انگیزی انتہا کو پہنچ چکی تھی لیکن آپؑ نے انہیں آزادی سے گھومنے پھرنے اور جہاں جی چاہے وہاں رہنے کا حق دیا۔ اور اپنے پیغام میں اس حق کی ضمانت دیتے ہوئے فرمایا۔

تم کو آزادی ہے جہاں چاہو رہو۔ البتہ ہمارے تمہارے درمیان یہ قرار داد ہے کہ ناجائز طور پر کسی کا خون نہیں بہاؤ گے بدامنی پیدا نہیں کرو گے۔ اور کسی پر ظلم نہیں کرو گے۔ اگر ان باتوں میں سے کوئی بات بھی تم سے سرزد ہوئی تو پھر میں تمہارے خلاف جنگ شروع کر دوں گا۔

۱۷۔ **حقِ اجرت و معاوضہ** اسلام نے اسلامی ریاست اور اسلامی معاشرہ میں محنت کشوں

Marfat.com
Marfat.com

اور کام کرنے والوں کے بارے میں حسب ذیل ہدایات دی ہیں:

(۱) مزدور کی مزدوری اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کی جائے۔ (بیہقی۔ ابن ماجہ)

(۲) آپؐ کا یہ ارشاد ہے کہ مزدور کی اُجرت طے کیے بغیر اس کو کام پر نہ لگایا جائے۔

(۳) حضورؐ کا ایک ارشاد یہ بھی ہے کہ

کام کرنے والے کو اس کے کام کے منافع میں حصّہ دو۔ کیونکہ خدا کا عامل نامراد نہیں کیا جاتا۔

(۴) تعین اُجرت اور شرائط کے بارے میں آپؐ نے یہ قاعدہ مقرر فرمایا۔

مزدوروں کو معروف کے مطابق مناسب غذا اور لباس دیا جائے اور ان پر کام کا اتنا ہی بوجھ ڈالا جائے جتنا کہ وہ برداشت کر سکتے ہوں (موطا امام مالکؒ)

(۵) سرمایہ دار اپنے سرمایہ کی وجہ سے اور مضارب اپنی محنت کی وجہ سے نفع کا حقدار ہوتا ہے۔

(ہدایہ کتاب المضارب)

(۶) حضرت عمرؓ کا معمول تھا کہ آپ ہر شنبہ کے دن مدینہ کے قرب نواح میں جاتے اور اگر کسی شخص کو ایسے کام میں مشغول دیکھتے جو اس کی برداشت سے زیادہ ہوتا تو آپ اس کا بار ہلکا کر دیتے۔

(موطا امام مالکؒ)

(۷) حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ سے جب ایک کاشتکار نے آکر شکایت کی کہ میں نے کھیت بویا تھا۔ شام کا لشکر ادھر سے گزرا اور اس نے اسے روند کر تباہ کر دیا تو آپ نے اس کاشتکار کو بیت المال سے دس ہزار درہم بطور معاوضہ دیئے۔ (تلخیص بنیادی حقوق)

ذمیوں کے حقوق کا تحفظ

اسلامی ریاست جس طرح مسلمانوں کے معاملہ میں قرآن وسنت کے طے کردہ حقوق کے نفاذ و احترام کی پابند ہے اسی طرح وہ ذمیوں کے معاملہ میں بھی قرآن وسنت ہی کی قائم کردہ حدود کی پابند ہے بلکہ اس سلسلہ میں انہیں مسلمانوں پر برتری حاصل ہے یہی وجہ ہے کہ آج انہیں اسلامی حکومتوں میں پورا پورا تحفظ حاصل ہے جبکہ اس مہذب اور متمدن دنیا میں اکثر غیر مسلم ریاستوں میں مسلم اقلیت پر آئے دن ظلم وستم ہوتا رہتا ہے۔ اس کی ایک واضح مثال

Marfat.com
Marfat.com

جلالت ہے جہاں ہر سال بارہا مسلم اقلیت پر ہندو اکثریت تشدد کرتی رہتی ہے۔ بہاں اُن کا سیکولر نظام انہیں جان و مال اور عزت و آبرو کا تحفظ دینے میں بری طرح ناکام ہو رہا ہے۔

۵۔ خدا کے ہاں باز پرس کا احساس اور عملی زندگی پر اس کے اثرات

۱۔ یوم حساب

اسلام نے اُمتِ مسلمہ کی زندگی کو متوازن اور اعتدال پر رکھنے کے لیے جہاں اُن کے حقوق و فرائض کا تعین کیا ہے۔ وہاں اُن کے اندر خوفِ خدا اور اُس کے ہاں آخرت میں احساسِ جوابدہی بھی پیدا کیا ہے۔ تاکہ یہ اُمتِ مسلمہ اسلام کے متعین کردہ جادۂ حق سے بھٹکنے نہ پائے جیسا کہ قرآن میں مذکور ہے

(۱) اور کیا تم جانتے نہیں ہو کہ جو کچھ تم چھپاتے ہو اور جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو۔ اللہ کو سب باتوں کی خبر ہے۔ (البقرہ - ۷۷)

(۲) یہ اپنی کوئی بات اللہ سے چھپا نہ سکیں گے۔ (المائدہ - ۴۲)

(۳) ہر چیز اللہ کی نظر میں ہے۔ (الحج - ۱۷)

(۴) اللہ دلوں کے چھپے ہوئے راز تک جانتا ہے۔ (آل عمران - ۱۱۹)

اللہ سے چونکہ انسان کی نیتیں۔ ارادے، افکار، عقائد غرض کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں ہے۔ انسان کا ظاہر و باطن اس کے سامنے بالکل عیاں ہے۔ اس لیے اس کی عدالت میں ہر ایک کا فیصلہ خدا کے اپنے ذاتی علم اور قانونی چارہ جوئی کے حسب ذیل معروف طریقوں کے مطابق ہو گا۔

ا۔ وہ مظلوموں کی فریاد سنے گا۔ (تکویر - ۸ - ۹)

ب۔ کراماً کاتبین کی مرتب کردہ رپورٹوں کا جائزہ لے گا۔ (انفطار - ۱۱)

ج۔ جس زمین پہ یہ اعمال سرزد ہوئے۔ اس سے گواہی لے گا۔ (الزلزال - ۴)

د۔ انبیاء اور دوسرے گواہوں کے بیانات لے کر ثابت کر دے گا۔ کہ حق ان تک پہنچ گیا تھا۔ (الزمر - ۶۹)

Marfat.com
Marfat.com

ہ۔ مجرم کی اپنی زبان اور اس کے ہاتھ پاؤں کی شہادت ملے گا۔ (النور۔۲۴)

و۔ آخر مجرم خود اعتراف کرے گا۔ کہ ہاں مجھ سے حقیقتاً یہ جرم سرزد ہوا تھا (الملک۔۹)

ز۔ تب وہ اتمام حجت کے بعد اپنا فیصلہ سنائے گا۔ (الزمر ۶۹-۷۰)

اسی طرح اور بے شمار آیات ہیں جن میں مرنے کے بعد حساب وکتاب کے بارے میں بیان کیا گیا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ اور اسوۂ حسنہ سے جنہوں نے براہ راست استفادہ کیا تھا اُن کے اندر فی الواقع خدا کا خوف اور مرنے کے بعد اس کے ہاں احساس جوابدہی بڑی شدت سے پیدا ہو گیا تھا۔ یہاں اختصار کے ساتھ حضورؐ کے اسوہ حسنہ سے استفادہ کرنے والے اسلامی معاشرہ کے چند افراد کا ذکر کیا جاتا ہے۔

۲۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ

(۱) جب آپ دنیا سے رخصت ہو رہے تھے۔ وفات سے قبل بڑے غمگین لہجے میں فرماتے ہیں۔ "کاش میں سقیفہ بنی سعد والے دن خلافت کا بار عمرؓ اور ابو عبیدہؓ میں سے کسی ایک پر ڈال دیتا۔ اُن میں سے کوئی ایک خلیفہ ہوتا اور میں اس کا وزیر ہوتا۔"

(۲) آخری وصیت میں دوسری باتوں کے علاوہ یہ ہدایت بھی شامل تھی۔

"میں نے دوران خلافت بیت المال سے جو رقم لی تھی اسے واپس کر دیا جائے۔ اور اس غرض سے میری فلاں زمین بیچ کر اس سے حاصل شدہ رقم بیت المال میں جمع کرا دی جائے۔"

(۳) آپ نے تجہیز و تکفین کے بارے میں وصیت فرمائی۔ کہ

"مجھے ان دو کپڑوں میں کفن دیا جائے جو میں بالعموم پہنا کرتا تھا۔ کیونکہ نئے کپڑے پہننے کا زیادہ حقدار زندہ شخص ہے۔"

۳۔ حضرت عمرؓ

(۱) دنیا سے رخصت ہونے سے پہلے بیٹے سے دریافت فرمایا۔

"اے عبداللہ بن عمرؓ! دیکھو میرے اوپر کتنا قرض ہے۔"

حساب لگایا گیا تو چھیاسی ہزار درہم کے لگ بھگ نکلا۔ فرمایا۔

Marfat.com
Marfat.com

"اگر آلِ عمر کا مال اسے پُورا کر سکے تو اس سے ادا کر دینا۔ ورنہ بنی عدی سے درخواست کرنا۔ اگر پھر بھی پُورا نہ ہو۔ تو قریش سے سوال کرنا۔ ان کے علاوہ اور کسی سے نہ مانگنا"

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے کہا" بیت المال سے قرض لے کر کیوں ادا نہیں کر دیتے؟" فرمایا "میرے مرنے کے بعد تم اور تمہارے دوست یہ نہ کہیں کہ ہم نے اپنا حصہ عمرؓ کے لیے چھوڑ دیا۔ اس طرح تم لوگ مجھے زیر بار کرو گے اور ایک ایسی مشکل میں پھنسا دو گے کہ خُدا ہی نکالے گا۔ تو نکل سکوں گا"

(۲) اِس کردار کا جوہر کیا تھا؟ وہی عقیدۂ آخرت اور مقتدر اعلیٰ کے سامنے احساس جوابدہی۔ دمِ آخر سخت گھبراہٹ کا عالم تھا اور خوف سے تھر تھر کانپ رہے تھے۔ حضرت ابنِ عباس نے تسلی دی تو فرمایا "خُدا کی قسم اگر میرے پاس زمین بھر سونا ہوتا۔ تو عذاب الٰہی کے دیکھنے سے پہلے پہلے اس کو قربان کر دیتا"

(۳) حضرت ابنِ عباس نے آپ کے عہد خلافت کی تعریف کی تو فرمایا:

"کیا خلافت و امارت کے بارے میں میری تعریف و تزکیہ کی باتیں کرتے ہو؟ میں رسُول اللہ کے ساتھ رہا تو وہ مجھ سے خوش رہے۔ اور ابو بکرؓ کے ساتھ رہا تو دم وفات تک انکا فرمانبرداری کرتا رہا۔ مجھے تو تمہاری اس امارت و خلافت سے خطرہ ہے"

(۴) حضرت عمرؓ پر جب بارِ امانت کی ذمہ داری کا احساس شدّت سے ہوتا تو زمین سے مٹی اُٹھا لیتے اور مٹھی میں بھینچ کر فرماتے:

"اے کاش میں مٹی ہوتا بلکہ کچھ بھی نہ ہوتا۔ اے کاش میری ماں مجھے نہ جنتی"

(۵) حضرت عمرؓ کے سامنے منصب خلافت کا مسئلہ تھا۔ وہ شوریٰ کے سامنے پیش کرتے ہوئے فرمایا۔

"اگر ابو حذیفہؓ کے غلام سالمؓ زندہ ہوتے تو میں انہیں خلیفہ کے لیے نامزد کر دیتا۔ پروردگار سالمؓ کے بارے میں سوال کرتا تو میں کہہ دیتا کہ میں نے آپ کے رسولؐ سے سُنا تھا۔ کہ سالم اللہ سے محبت کرتا ہے"

Marfat.com
Marfat.com

اس موقعہ پر حضرت مغیرہ بن شعبہ نے تجویز پیش کی۔ کہ عبداللہ بن عمرؓ کو خلیفہ نامزد کر دیجئے تو آپ نے ڈانٹ کر کہا۔

"تجھے خدا سمجھے! واللہ میں نے کبھی یہ خیال نہیں کیا، ہمیں تمہارے معاملات سے دلچسپی نہیں ہے نہ میں نے حکومت کو کوئی قابلِ تعریف چیز پایا کہ اپنے گھر والوں کے لیے رغبت کروں۔ اگر یہ حکومت بہتر تھی تو ہمیں مل گئی اور اگر بری تھی تو آلِ عمر کے لیے یہی کافی ہے۔ کہ ان میں کے ایک فرد سے اُمتِ محمدیہ کے بارے میں حساب کتاب اور پوچھ گچھ کی جائے۔ میں نے اپنی ذات کو بڑی تکلیف پہنچائی۔ اور اپنے گھر والوں کو بالکل محروم رکھا۔ اگر اس پر بھی میں برابر ثواب و عذاب کے چھوٹ جاؤں۔ تو بڑا سعید ہوں گا۔"

(۶) جب حضرت عمرؓ نے منصبِ خلافت سنبھال لیا۔ تو حضرت علیؓ نے انہیں مشورہ دیا؟ "اگر تم اپنے رفیق (حضرت ابوبکرؓ) تک پہنچنا چاہتے ہو۔ تو تم اپنی قمیص میں پیوند لگایا کرو۔ تہبند اونچا رکھا کرو۔ اپنی جوتی خود گانٹھ لیا کرو۔ موزے میں جوڑ لگا لیا کرو۔ اُمید کم کرو۔ اور کبھی پیٹ بھر کر کھانا نہ کھایا کرو۔" حضرت عمرؓ اپنے پورے عہدِ خلافت میں اس مشورے پر عمل کرتے رہے۔

(۷) یہی کیفیت اور صورت حال حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کی بھی تھی۔

۴۔ **حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز** ایک مرتبہ ساری رات مُصلّٰی پر بیٹھے روتے رہے۔ صبح کو بیوی نے اس غیر معمولی رنج و غم کا سبب پوچھا تو فرمایا:

"میں نے اپنے آپ کو اس پوری اُمت کے سیاہ و سفید کا ذمہ دار پایا۔ مجھے زمین کے مختلف گوشوں میں پھیلے ہوئے غریب الوطن، خستہ حال، بھکاری، محتاج، غربا، مجبور، مظلوم، قیدی اور اسی قبیل کے دوسرے لوگ یاد آئے۔ مجھے یہ احساس ہوا کہ اللہ ان سب کے بارے میں مجھ سے محاسبہ کرے گا۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان کے معاملہ میں میرے خلاف مقدمہ لڑیں گے۔ میں ڈرا کہ خدا کے آگے میرا کوئی زور نہ چلے گا۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو میں کسی دلیل سے مطمئن نہ کر سکوں گا۔ اس پر میری جان لرز اٹھی اور مجھے اپنے بارے میں بڑا ڈر

Marfat.com
Marfat.com

ملکنے لگا۔" (بنیادی حقوق)

۵۔ داخلی احتساب آخرت کی جواب دہی کا یہ احساس ایک ایسا داخلی محتسب ہے جو انسان کے ساتھ ہر وقت لگا رہتا ہے۔ وہ خلوت و جلوت میں کہیں بھی اس کا پیچھا نہیں چھوڑتا۔ اور اس کی ذات کے اندر ہر لمحہ خود احتسابی کا عمل جاری رکھتا ہے۔ اس داخلی محتسب کے ہوتے ہوئے کوئی خارجی احتساب نہ بھی ہو۔ تو پھر بھی انسان کے گمراہ ہونے اور ظلم و بدی کے راستے پر چلنے کا کوئی امکان باقی نہیں رہتا۔ اس داخلی احتساب کو قرآن میں "فرقان" بھی کہا گیا ہے۔ یہ انسان کے اندر اللہ تعالیٰ اس وقت پیدا کرتا ہے جب اس کے اندر فی الواقع خوفِ خدا اور خشیت الٰہی کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالےٰ ہے:

"یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا وَّ یُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَیِّاٰتِكُمْ وَ یَغْفِرْ لَكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ" (الانفال - ۲۹)

"اے لوگو! جو ایمان لائے ہو۔ اگر تم خدا ترسی اختیار کرو گے۔ تو اللہ تمہارے لیے کسوٹی بہم پہنچائے گا۔ اور تمہاری برائیوں کو تم سے دور کرے گا۔ اور تمہارے قصور معاف کرے گا۔ اللہ بڑا فضل فرمانے والا ہے۔"

وضاحت (۱) اس آیت میں "فرقان" سے مراد کسوٹی ہے جو کھرے اور کھوٹے کے امتیاز کو نمایاں کرتی ہے۔ ارشادِ الٰہی کا منشا یہ ہے کہ اگر تم دنیا میں اللہ سے ڈرتے ہوئے کام کرو۔ اور تمہاری دلی خواہش یہ ہو کہ تم سے کوئی ایسی حرکت سرزد نہ ہونے پائے جو رضائے الٰہی کے خلاف ہو تو اللہ تعالیٰ تمہارے اندر وہ قوتِ تمیز پیدا کر دے گا جس سے قدم قدم پر تمہیں خود یہ معلوم ہوتا رہے گا۔ کہ کون سا رویہ صحیح ہے اور کونسا غلط۔ کس رویہ میں خدا کی رضا ہے اور کس میں اس کی ناراضی زندگی کے ہر موڑ، ہر دوراہے، ہر نشیب و فراز پر تمہاری بصیرت تمہیں بتانے لگے گی کہ کدھر قدم اٹھانا چاہیے اور کدھر نہ اٹھانا چاہیے کونسی راہ حق ہے اور خدا کی طرف جاتی ہے اور کونسی راہ باطل ہے اور شیطان سے ملاتی ہے۔

(تفہیم القرآن، جلد ۲، صفحہ ۱۴۰)

Marfat.com
Marfat.com

(۲) تقویٰ دراصل داخلی احتساب ہی کا دوسرا نام ہے۔ یہ فطرتاً ہر انسان میں ودیعت کیا گیا ہے (الشمس - ۸، ۹) پھر اگر اسے اُسوہ حسنہ (کتاب وسنت) سے غذا ملتی ہے تو اس میں اتنی طاقت پیدا ہوجاتی ہے کہ انسان بڑی مضبوطی سے صراطِ مستقیم پر گامزن رہ سکتا ہے۔

۶- ایک صالح معاشرہ پر اسلام کی برکات

۱. حیات طیبہ ایک صالح معاشرہ پر اسلام کی پہلی برکت تو یہ ہوتی ہے کہ اسلامی نظام زندگی اختیار کرنے والوں کو اس دنیا ہی میں ایک نئی زندگی حاصل ہوجاتی ہے اس لیے کہ" جو لوگ حقیقت میں ایمان دار اور پاکباز اور معاملہ کے کھرے ہوتے ہیں۔ ان کی دنیوی زندگی بھی بے ایمان اور بدعمل لوگوں کے مقابلہ میں صریحاً بہتر رہتی ہے جو ساکھ اور سچی عزت اپنی بے داغ سیرت کی وجہ سے انہیں نصیب ہوتی ہے۔ وہ دوسروں کو نصیب نہیں ہوتی۔ جو ستھری اور پاکیزہ کامیابیاں انہیں حاصل ہوتی ہیں۔ وہ اُن لوگوں کو میسر نہیں آتیں۔ جن کی ہر کامیابی گندے اور گھناؤنے طریقوں کا نتیجہ ہوتی ہے۔ وہ بوریا نشین ہو کر بھی قلب کے جس اطمینان اور ضمیر کی جس ٹھنڈک سے بہرہ مند ہوتے ہیں اس کا کوئی ادنیٰ سا حصہ بھی محلوں میں رہنے والے فساق وفجار نہیں پا سکتے"[۱] جیسا کہ قرآن مجید میں مذکور ہے۔

"جو شخص بھی (حضور کے اُسوہ حسنہ کے مطابق) نیک عمل کرے گا۔ خواہ وہ مرد ہو یا عورت، بشرطیکہ ہو وہ مومن، اُسے ہم دنیا میں پاکیزہ زندگی بسر کرائیں گے۔ اور (آخرت میں) ایسے لوگوں کو ان کے اجر اُن کے بہترین اعمال کے مطابق بخشیں گے" (النحل - ۹۷)

۲- دنیا کی زینتیں اور پاکیزہ چیزیں (۱) اسلام کی دوسری برکت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام پر عمل پیرا ہونے والے بندوں ہی کے لیے دنیا کی ساری زینتیں اور پاکیزہ چیزیں پیدا کی ہیں۔ اس لیے اللہ کا منشاء تو بہرحال یہ نہیں ہو سکتا کہ انہیں اپنے بندوں کے لیے حرام کر دے اب اگر کوئی مذہب یا کوئی نظامِ اخلاق ومعاشرت ایسا ہے۔ جو انہیں حرام، یا قابلِ نفرت، یا ارتقائے روحانی میں سدِّراہ قرار دیتا ہے۔

---

[۱] تفہیم القرآن جلد- ۲ صفحہ ۵۷۰

Marfat.com

Marfat.com

تو اس کا یہ فعل خود ہی اس بات کا کھلا ثبوت ہے کہ وہ خُدا کی طرف سے نہیں ہے

(۲) حقیقت کے اعتبار سے تو خُدا کی پیدا کردہ تمام چیزیں دنیا کی زندگی میں بھی اہلِ ایمان ہی کے لیے ہیں کیونکہ وہی خُدا کی وفادار رعایا ہیں اور حق نمک صرف نمک حلالوں ہی کو پہنچتا ہے۔ لیکن دنیا کا موجودہ انتظام چونکہ آزمائش اور مہلت کے اصول پر قائم کیا گیا ہے۔ اس لیے یہاں اکثر خدا کی نعمتیں نمک حراموں پر بھی تقسیم ہوتی رہتی ہیں۔ اور بسا اوقات نمک حلالوں سے بڑھ کر انہی کو ان نعمتوں سے نواز دیا جاتا ہے۔ البتہ آخرت میں (جہاں کا سارا انتظام خالص حق کی بنیاد پر ہوگا) زندگی کی آرائشیں اور رزق کے طیبات سب کے سب محض نمک حلالوں کے لیے مخصوص ہوں گے اور وہ نمک حرام ان میں سے کچھ نہ پا سکیں گے جنہوں نے اپنے رب کے رزق پر پلنے کے بعد رب ہی کے خلاف سرکشی کی (تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۲۳)

جیسا کہ قرآن میں بیان کیا گیا ہے:

"اے محمدؐ! ان سے کہو کس نے اللہ کی اُس زینت کو حرام کیا ہے جسے اللہ نے اپنے بندوں کے لیے نکالا تھا۔ اور کس نے خُدا کی بخشی ہوئی چیزیں ممنوع کر دیں؟ کہو، یہ ساری چیزیں دنیا میں بھی ایمان لانے والوں کے لیے ہیں۔ اور قیامت کے روز تو خالصتاً اُن کے لیے ہوں گی۔ اس طرح ہم اپنی باتیں صاف صاف بیان کرتے ہیں اُن لوگوں کے لیے جو علم رکھتے ہیں"۔ (الاعراف - ۳۲)

۳۔ خلافتِ ارضی کا وعدہ اسلام کی ایک برکت یہ بھی ہے کہ اس کے مطابق عمل کرنے والوں کے ساتھ اللہ نے خلافتِ ارضی کا وعدہ کر رکھا ہے۔ خلافتِ ارضی سے مراد یہاں یہ ہے کہ "خدا کے اقتدار اعلیٰ کو تسلیم کرتے ہوئے اس کے امرِ شرعی (نہ کہ محض امرِ تکوینی) کے تحت اختیاراتِ خلافت کو استعمال کرنا"۔ اس معنی میں صرف مومن صالح ہی خلیفہ قرار پاتا ہے۔ کیونکہ وہ صحیح طور پر خلافت کا حق ادا کرتا ہے اور اس کے برعکس کافر و فاسق خلیفہ نہیں بلکہ باغی ہے کیونکہ وہ مالک کے ملک میں اس کے دیئے ہوئے اختیارات کو نافرمانی کے طریقے پر استعمال کرتا ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

ایسی خلافتِ ارضی کا وعدہ اللہ نے اپنے بندوں سے کر رکھا ہے۔ جو صادق الایمان ہوں۔ اخلاق اور اعمال کے اعتبار سے صالح ہوں، اللہ کے پسندیدہ دین (اسلام) کا اتباع کرنے والے ہوں۔ اور ہر طرح کے شرک سے پاک ہو کر خالص اللہ کی بندگی و غلامی کے پابند ہوں۔ جیسا کہ قرآن میں ذکر کیا گیا ہے:

(۱) "اللہ نے وعدہ فرمایا ہے۔ تم میں سے اُن لوگوں کے ساتھ جو ایمان لائیں اور نیک عمل کریں۔ کہ وہ اُن کو اسی طرح زمین میں خلیفہ بنائے گا۔ جس طرح ان سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں کو بنا چکا ہے۔ ان کے لیے اُن کے دین کو مضبوط بنیادوں پر قائم کر دے گا جسے اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میں پسند کیا ہے۔ اور ان کی (موجودہ) حالتِ خوف کو امن سے بدل دے گا۔ بس وہ میری بندگی کریں اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں۔ اور جو اس کے بعد کفر کرے۔ تو ایسے ہی لوگ فاسق ہیں۔" (النور - ۵۵)

(۲) "اور زبور میں ہم نصیحت کے بعد لکھ چکے ہیں۔ کہ زمین کے وارث ہمارے نیک بندے ہوں گے۔" (الانبیاء - ۱۰۵)

۴۔ دشمن پر غلبہ و برتری

اسلام کی ایک برکت یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ اہلِ ایمان ہی کو دشمنوں پر غلبہ اور برتری عطا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں سے آخرت کے علاوہ دُنیا میں بھی ان کو دشمنوں پر غلبہ و برتری دینے کا وعدہ کر رکھا ہے جیسا کہ قرآن میں مذکور ہے:

(۱) "وَمَنْ يَتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ" (المائدہ ۵۶)

"اور جو اللہ اور اس کے رسولؐ اور اہلِ ایمان کو اپنا رفیق بنا لے۔ اسے معلوم ہو کہ اللہ کی جماعت ہی غالب رہنے والی ہے۔"

(۲) "وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ" (آلِ عمران - ۱۳۹)

"دل شکستہ نہ ہو، غم نہ کرو، تم ہی غالب رہو گے۔ اگر تم مومن ہو۔"

Marfat.com
Marfat.com

(۳) اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صَابِرُوْنَ يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ج (الانفال-۶۵)

"اگر تم میں سے بیس آدمی صابر ہوں تو وہ دوسو پر غالب آئیں گے" (یعنی ایک صابر مومن دس کفار پر غالب ہوگا)

(۴) وَاُخْرٰى تُحِبُّوْنَهَا نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ ط وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ (الصف-۱۳)

"اور وہ دوسری چیز جو تم چاہتے ہو۔ وہ بھی تمہیں دے گا۔ اللہ کی طرف سے نصرت اور قریب ہی میں حاصل ہو جانے والی فتح۔ اے نبیؐ! اہل ایمان کو اس کی بشارت دے دو۔"

۵۔ سکونِ قلب اور کشادہ معاش کی ضمانت

اسلام کی ایک برکت یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے وعدہ کر رکھا ہے۔ کہ اگر وہ اسلام کے ضابطہ حیات کو اپنے ملک میں قائم اور نافذ کر دیں اور ملک کا پورا نظام اور اس کے تمام شعبے اسلام ہی کے مطابق چلنے لگیں۔ تو اللہ تعالیٰ نہ صرف اُن کی معاش کشادہ کر دینے میں برکت نازل فرمائے گا۔ بلکہ رزق کے وسائل کے علاوہ انہیں سکونِ قلب کی دولت سے بھی نوازے گا۔ اس کے برعکس جس ملک میں یہ صورتِ حال موجود نہ ہو۔ وہاں لوگوں کی گذران تنگ ہو جاتی ہے۔ اُن کے پاس مال و دولت ہونے کے باوجود اُن کا سکونِ قلب ختم ہو جاتا ہے جیسا کہ قرآن میں ذکر کیا گیا ہے:

(۱) اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ (الرعد-۲۸)

"خبردار رہو! اللہ کی یاد (اسلامی ضابطہ حیات پر عمل کرنے) ہی سے دلوں کو اطمینان نصیب ہوا کرتا ہے۔"

(۲) وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِىْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا (طٰهٰ-۱۲۵)

"اور جو میرے "ذکر" (اسلام کے ضابطہ حیات) سے منہ موڑے گا۔ اس کے لیے دنیا میں زندگی تنگ ہوگی۔"

وضاحت: یہاں تنگ زندگی ہونے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اُسے تنگ دستی لاحق ہوگی۔ بلکہ اس کا

Marfat.com
Marfat.com

مطلب یہ ہے۔ کہ یہاں اسے چین نصیب نہ ہوگا۔ کروڑ پتی بھی ہوگا۔ اور بے چین رہے گا ہفت اقلیم کا فرمانروا بھی ہوگا۔ تو بے کلی اور بے اطمینانی سے نجات نہ پائے گا۔ اس کی دنیوی کامیابیاں ہزاروں قسم کی ناجائز تدبیروں کا نتیجہ ہوں گی۔ جس کی وجہ سے اپنے ضمیر سے لے کر گردو پیش کے پورے اجتماعی ماحول تک ہر چیز کے ساتھ اس کی کشمکش جاری رہے گی جو اسے کبھی امن واطمینان اور سچی مسرت سے بہرہ مند نہ ہونے دے گی۔

(۴۳) وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ ط (المائدہ-۶۶)

"کاش اُنہوں نے تورات اور انجیل اور دوسری کتابوں کو قائم کیا ہوتا جو اُن کے رب کی طرف سے ان کے پاس بھیجی گئی تھیں۔ ایسا کرتے تو اُن کے اوپر سے رزق برستا۔ اور نیچے سے اُبلتا۔"

وضاحت: تورات اور انجیل کو قائم کرنے سے مُراد راست بازی کے ساتھ اُن کی پیروی کرنا ہے۔ اور انہیں اپنا دستورِ زندگی بنانا ہے۔ اگر وہ ایسا کر رہے ہوتے تو حضورؐ پر ایمان لاکر اُن کی پیروی اختیار کرنا بھی ان کے لیے کوئی مشکل کام نہ تھا۔ بلکہ آپؐ کے اتباع میں اُن کو اسی طرح خوشی اور اطمینان ہوتا جس طرح اُنہیں حضرت موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کی پیروی میں ہوسکتا تھا۔

(۴۴) "اور یہ کہ تم اپنے رب سے معافی چاہو اور اس کی طرف پلٹ آؤ تو وہ ایک مُدّتِ خاص تک تمہیں اچھا سامانِ زندگی دے گا اور ہر صاحب فضل کو اسکا فضل عطا کریگا۔" (ہود ۳)

وضاحت: یعنی جو شخص اخلاق و اعمال میں جتنا بھی آگے بڑھے گا۔ وہ اس کو اتنا ہی بڑا درجہ عطا کرے گا۔ جو شخص بھی اپنی سیرت و کردار سے اپنے آپ کو جس فضیلت کا مستحق ثابت کرے گا۔ وہ فضیلت اس کو ضرور دی جائے گی۔

(۴۵) "اور اے میری قوم کے لوگو، اپنے رب سے معافی چاہو۔ پھر اس کی طرف پلٹو۔ وہ تم

Marfat.com
Marfat.com

پر آسمان سے خوب بارشیں برسائے گا۔ تمہیں مال اور اولاد سے نوازے گا۔ تمہارے لیے باغ خوب پیدا کرے گا اور نہریں جاری کرے گا تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ اللہ کے لیے تم کسی وقار کی توقع نہیں رکھتے حالانکہ اس نے طرح طرح سے تمہیں بنایا ہے۔

وضاحت: اللہ تعالیٰ کے لیے تم کسی وقار کی توقع نہیں رکھتے اور اس کے برعکس دنیا کے چھوٹے چھوٹے رئیسوں اور سرداروں کے بارے میں تو تم یہ سمجھتے ہو کہ ان کے وقار کے خلاف کوئی حرکت کرنا خطرناک ہے مگر خداوند عالم کے متعلق تم یہ توقع نہیں رکھتے کہ وہ بھی کوئی باوقار ہستی ہوگا۔ اس کے خلاف بغاوت کرتے ہو۔ اس کی خدائی میں دوسروں کو شریک ٹھہراتے ہو۔ اس کے احکام کی نافرمانیاں کرتے ہو، اور اس سے تمہیں یہ اندیشہ لاحق نہیں ہوتا کہ وہ اس کی سزا دے گا۔

(۷) حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے لوگوں سے فرمایا۔ کہ "ایک کلمہ ہے جس کے تم قائل ہو جاؤ تو عرب و عجم کے فرمانروا ہو جاؤ گے"۔

(۸) اگر ان بستیوں کے لوگ ایمان لے آتے اور پرہیزگار ہو جاتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین کی برکات (کے دروازے) کھول دیتے مگر انہوں نے تو تکذیب کی۔ سو ان کے اعمال کی سزا میں ہم نے ان کو پکڑ لیا۔ (الاعراف - ۹۶)

۶- روشن مستقبل کی ضمانت

(۱) آپ کے پیغام کی ایک برکت یہ بھی ہے کہ یہ اپنے ماننے والوں کو ان کے روشن مستقبل کی ضمانت دیتا ہے۔ جب وہ دین اسلام کے مخلص پیروکار بن جائیں اور اس پر ایمان لانے کے بعد پورے اخلاص کے ساتھ اس کے تقاضے پورے کرنے لگیں۔

(۲) ملت اسلامیہ کو معرض وجود میں آئے ہوئے چودہ صدیاں گذر چکی ہیں۔ اس کے عروج و زوال کی داستان اب تاریخ کا ایک حصہ بن چکی ہے۔ اگرچہ اس کے عروج و کمال کا دور بہت شاندار اور بڑا ہی تابناک ہو گذرا ہے۔ مگر اس پر وہ دور بھی آیا جس میں اسے تنزل و انحطاط سے بھی دوچار ہونا پڑا۔ اس کے یہ دونوں ادوار اپنی جگہ نہایت سبق آموز اور عبرت ناک ہیں۔

Marfat.com
Marfat.com

(۳) یہ اُمت مسلمہ اس وقت بام عروج و کمال پر پہنچی جب اس کے اندر نورِ ایمان کی شمع فروزاں تھی، بندگی رب اس کا نصب العین تھا۔ اسلام کا رشتۂ اخوت مضبوط و مستحکم تھا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ اس کے لیے مشعل راہ تھا اور یہ جذبہ جہاد سے سرشار تھی۔ اس وقت یہ صرف خدا کی پرستار تھی اور ساری کائنات اس کی خدمت گذار تھی۔ مگر جب اس کا ایمان و ایقان متزلزل ہوا۔ اسلامی اخوت کا رشتہ کمزور ہوا، نصب العین مفقود ہو گیا اور جذبۂ جہاد ماند پڑ گیا تو اس میں خدا پرستی کی جگہ نفس پرستی اتحاد و اتفاق کی جگہ افتراق و انتشار، اتباع رسولؐ کی جگہ اتباع شیطان اور جہد مسلسل کی جگہ تن آسانی نے ڈیرا جمایا۔ پھر اس کا حشر بھی وہی ہوا جو اُمم سابقہ کا پہلے ہو چکا تھا، یہ بھی ان کی طرح قعر مذلت میں گرتی چلی گئی۔ ۲۲

(۴) اب پندرہویں صدی کا آغاز ہو چکا ہے اور خدا کا شکر ہے کہ اب یہ ملتِ اسلامیہ بھی انگڑائی لینے لگی ہے اور اس کے اندر بھی نشاۃِ ثانیہ پیدا ہونے لگی ہے۔ اب اس کا روشن مستقبل اس مبارک گھڑی کا منتظر ہے کہ یہ کب اپنے اندر جذبۂ ایمان و یقین پیدا کرتی ہے۔ آج اگر اس نے پھر اس رشتہ اخوت و مودّت کو مضبوط کر لیا جو اسلام اپنے ماننے والوں سے تقاضا کرتا ہے اور یہ حضورؐ کے نقش قدم پر چلنے لگے جس کا قرآن اہلِ ایمان کو حکم دیتا ہے اور یہ اقامت دین اور اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے اپنا تن من دھن سب کچھ قربان کر دے جس میں اس کی بقا ہے اور اس کے عروج و کمال اور فوز و فلاح کی ضمانت ہے تو فی الواقع اس کا مستقبل بڑا ہی روشن اور تابناک ہو سکتا ہے جیسا کہ داعی تحریک اسلامی مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی رحمۃ اللہ علیہ نے دسمبر ۱۹۳۶ء مراد آباد میں ایک اجتماع کو خطاب کرتے ہوئے اس حقیقت سے پردہ کشائی کی تھی:۔

"میرے علم میں آپ کا حال اور آپ کا مستقبل معلق ہے۔ اس سوال پر کہ آپ اس ہدایت کے ساتھ کیا معاملہ کرتے ہیں۔ جو آپ کو خدا کے رسولؐ کی معرفت پہنچی ہے جس کی نسبت سے آپ کو مسلمان کہا جاتا ہے اور جس کے تعلق سے آپ خواہ چاہیں یا نہ چاہیں بہرحال دنیا میں اسلام کے نمائندے قرار پاتے ہیں۔ اگر آپ اس کی صحیح پیروی کریں اور اپنے قول و عمل سے اس کی سچی شہادت دیں اور آپ کے اجتماعی کردار

Marfat.com
Marfat.com

میں پورے اسلام کا ٹھیک ٹھیک مظاہرہ ہونے لگے تو آپ دنیا میں سربلند اور آخرت میں سرخرو ہو کر رہیں گے۔ خوف اور حزن، ذلت اور مسکنت اور محکومی کے سیاہ بادل جو آپ پر چھائے ہوئے ہیں۔ چند سال میں چھٹ جائیں گے۔ آپ کی دعوتِ حق اور سیرتِ صالحہ دلوں کو اور دماغوں کو مسخر کرتی چلی جائے گی۔ آپ کی ساکھ اور دھاک دنیا میں بیٹھتی چلی جائے گی۔ انصاف کی امیدیں آپ سے وابستہ کی جائیں گی۔ بھروسہ آپ کی امانت اور دیانت پر کیا جائے گا۔ سند آپ کے قول کی لائی جائے گی۔ بھلائی کی توقعات آپ سے باندھی جائیں گی۔ ائمہ کفر کی کوئی ساکھ آپ کے مقابلہ میں باقی نہ رہ جائے گی۔ ان کے تمام فلسفے اور سیاسی و معاشی نظریے آپ کی سچائی اور راست بازی کے مقابلے میں جھوٹے اور ملمع ثابت ہوں گے۔ جو طاقتیں آج ان کے کیمپ میں نظر آرہی ہیں۔ ٹوٹ ٹوٹ کر اسلام کے کیمپ میں آتی جائیں گی۔ حتیٰ کہ ایک وقت وہ آئے گا جب کمیونزم خود ماسکو میں اپنے بچاؤ کے لیے پریشان ہوگا۔ سرمایہ دارانہ ڈیموکریسی خود واشنگٹن اور نیویارک میں اپنے تحفظ کے لیے لرزہ براندام ہوگی۔ مادہ پرستانہ الحاد خود لندن اور پیرس کی یونیورسٹیوں میں جگہ پانے سے عاجز ہوگا۔ نسل پرستی اور قوم پرستی خود برہمنوں اور جرمنوں میں اپنے معتقد نہ پاسکے گی اور یہ دور تاریخ میں ایک داستانِ عبرت کی حیثیت سے باقی رہ جائے گا۔ کہ اسلام جیسی عالمگیر و جہاں کشا طاقت کے نام لیوا کبھی اتنے بے وقوف ہو گئے تھے کہ عصائے موسیٰ بغل میں تھا اور رسیوں کو دیکھ کر کانپ رہے تھے۔

یہ مستقبل آپ کا اس صورت میں ہے کہ آپ اسلام کے مخلص پیرو اور اس کے سچے گواہ ہوں۔"

الغرض ملتِ اسلامیہ کے روشن مستقبل کی ضمانت پیغامِ سیرت کی روشنی میں پیش کردہ مومنانہ کردار کے ساتھ وابستہ اور مشروط ہے جیسا کہ قرآن میں اس کی وضاحت کی گئی ہے:

(۱) "دل شکستہ نہ ہو، غم نہ کرو، تم ہی غالب رہو گے اگر تم مومن ہو۔" (آل عمران - ۱۳۹)

(۲) "وہ اللہ ہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ اسے پوری جنسِ دین پر غالب کر دے خواہ مشرکوں کو یہ کتنا ہی ناگوار ہو۔" (التوبہ۔ ۳۳)

Marfat.com
Marfat.com

(۳) "لہٰذا جو لوگ اس پر ایمان لائیں اور اس کی حمایت و نصرت کریں اور اس روشنی (خدا کی طرف سے نازل کردہ ہدایت و رہنمائی، جو کتاب و سنت کی شکل میں موجود و محفوظ ہے) کی پیروی اختیار کریں جو اس کے ساتھ نازل کی گئی ہے۔ وہی فلاح پانے والے ہیں" (الاعراف - ۱۵۷)

(۴) "اے ایمان والو! ان کافروں سے جنگ کرو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین پورا کا پورا اللہ کے لیے ہو جائے۔" (الانفال - ۳۹)

(۵) "کیا تم نے سمجھ رکھا ہے کہ یونہی جنت میں چلے جاؤ گے حالانکہ ابھی اللہ نے تو دیکھا ہی نہیں کہ تم میں کون وہ لوگ ہیں جو اللہ کی راہ میں جانیں لڑانے والے اور اس کی خاطر صبر کرنے والے ہیں (آل عمران ۱۴۲)

وضاحت: حقیقی فوز و فلاح اور روشن مستقبل کے لیے یہ آیات حسب ذیل امور کی طرف رہنمائی کرتی ہیں:

(۱) اُمت مسلمہ کے ہر فرد کے اندر ایسا پُرخلوص ایمان و ایقان ہونا چاہیے جس کا تقاضا حضور اکرمؐ کا اسوۂ حسنہ کرتا ہے۔

(۲) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام و دعوت کو پورے خلوص کے ساتھ قبول کرنے کا مطلب آپؐ کے اسوۂ حسنہ کو اپنانا اور اس کی پیروی کرنا ہے۔

(۳) اسلامی نظام کو قائم کرنے کے لیے اپنا تن من دھن سب کچھ قربان کرنا اتباع رسولؐ کا لازمی تقاضا ہے

(۴) نظامِ اسلام کو قائم کرنا ہی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت و نصرت کرنا اور ان کا دست و بازو بننا ہے کیوں کہ حضورؐ کی بعثت کا مقصد بھی یہی فریضہ سرانجام دینا تھا۔

(۵) حضورؐ کے انتقال اقدس کے بعد جو اہل ایمان اقامت دین اور اسلامی نظام کو قائم کرنے کے لیے کوشش کریں ان کے ساتھ پورے خلوص سے بھرپور تعاون کرنا اور اپنی جان اور مال سے ان کی حمایت و نصرت کرنا ہی دراصل حضورؐ کی حمایت و نصرت کرنا ہے۔

(۶) اگر پوری ملت اسلامیہ اس فریضہ سے غافل ہو جائے تو پھر اقامت دین کا یہ فریضہ سرانجام دینے کے لیے مخلص اہل ایمان کا خود کمربستہ رہنا اور دوسروں کو بھی اس کا احساس دلاتے رہنا اور اپنے ساتھ ملانے کی ترغیب دیتے رہنا ہی فوز و فلاح کی اصل ضمانت ہے اور جو لوگ یہ فریضہ سرانجام دیں گے انہی کا مستقبل روشن ہے اور

Marfat.com
Marfat.com

حقیقتاً وہی لوگ خدا کے امتحان میں کامیاب و کامران ہیں۔

(۷) اللہ کے دین کی اقامت اور اسلامی نظام کے نفاذ کے بغیر اور اس راہ میں جان و مال کی قربانی کرنے کے علاوہ اگر کوئی مومن جنت کے لیے کوئی اور آسان راہ سمجھتا ہے تو وہ راہ حضور اکرمؐ کی راہ نہیں ہے وہ صحابہ کرامؓ کی راہ نہیں ہے بلکہ وہ دھوکے اور فریب کی راہ ہے مومن کی راہ تو وہی ہو سکتی ہے جس میں نظام طاغوت کی جگہ خدا کی حاکمیت کا نظام قائم ہو۔ نہ صرف مسجد میں خدا کی عبادت ہو بلکہ گھر میں، بازار میں، تھانے میں اور عدالت میں ہر جگہ صرف خدا کا قانون جاری و ساری ہو اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ اسلامی معاشرہ میں جگمگا رہا ہو۔ جس معاشرہ میں غنڈے اور بدمعاش راشی اور بددیانت قسم کے لوگ چوہدری اور لیڈر بنے ہوئے ہوں جس معاشرہ میں ضمیر فروش جج کرسی عدالت پر بیٹھے ہوئے ہوں۔ جس معاشرہ میں دین فروش مولوی اور دنیا پرست سیاستدان مسلط ہوں جس معاشرہ میں سیاست کو خدمت کے بجائے مکر و فریب اور عوام الناس کو اُلّو اور بے وقوف بنانے کا ذریعہ سمجھا جا رہا ہو جس معاشرہ میں خدا پرستانہ کردار کے بجائے مادہ پرستانہ کردار اپنایا جائے وہ ملّت اسلامیہ کا روشن مستقبل کسی صورت میں بھی نہیں بن سکتا۔ اور اگر اہل ایمان ایسے معاشرہ کو اپنا روشن مستقبل سمجھ رہے ہوں اور اسی کو جنت کا ذریعہ سمجھ رہے ہوں تو پھر وہ فی الواقع شیطانی دھوکے میں آ چکے ہیں۔ روشن مستقبل اور فوز و فلاح والا معاشرہ تو وہ ہے جس کا منظر قرآن اس طرح پیش کرتا ہے۔

"اللہ کی طرف بار بار پلٹنے والے اُس کی بندگی بجا لانے والے، اس کی تعریف کے گن گانے والے، اس کی خاطر زمین میں گردش کرنے والے، اس کے آگے رکوع و سجدے کرنے والے نیکی کا حکم دینے والے بدی سے روکنے والے اور اللہ کی حدود کی حفاظت کرنے والے۔ (اس شان کے ہوتے ہیں وہ مومن جو اللہ سے خرید و فروخت کا یہ معاملہ طے کرتے ہیں) اور اے نبیؐ ان مومنوں کو خوشخبری دے دو کہ وہ جنت کی راہ، فوز و فلاح کی راہ اور روشن مستقبل کی راہ پر گامزن ہیں"۔ (التوبہ - ۱۱۲)

(۸) اگرچہ ہر مومن شرعاً مکلّف ہے کہ وہ فریضۂ اقامتِ دین تادمِ زیست پورا کرتا ہے، مگر سب سے زیادہ ذمہ داری اُن مسلمانوں پر عائد ہوتی ہے جو کافروں کی غلامی سے آزاد ہو چکے ہیں جیسا کہ قومِ موسیٰؑ کو آزادی کے بعد فرمایا: "قریب ہے وہ وقت کہ تمھارا رب تمھارے دشمن کو ہلاک کر دے اور تم کو زمین میں خلیفہ بنائے۔ پھر وہ دیکھے کہ تم کیسے عمل کرتے ہو"۔

Marfat.com
Marfat.com

(۹) پھر آج سب سے زیادہ ذمہ داری تو خود پاکستان کے مسلمانوں پر عائد ہوتی ہے جنہوں نے آج سے چالیس سال قبل ارض وسما کو گواہ بنا کے یہ نعرہ لگایا تھا کہ "پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الٰہ الا اللہ"! یعنی اگر اس دنیا میں مملکت پاکستان معرض وجود میں آگیا تو یہ ایک ایسی اسلامی ریاست ہوگی جس میں لازماً خدا کی حاکمیت قائم ہوگی۔ اب ان پر لازمی ہے کہ یہ اسے اسلامی نظام کی تجربہ گاہ بنائیں۔

۷۔ دورِ حاضر میں اسلامی نظام کی ضرورت و اہمیت

اور اس کے لیے صحیح طریقِ کار

۱۔ انسان کا برپا کردہ فتنہ و فساد

آج اگرچہ مادی لحاظ سے انسان بڑا ہی متمدن اور ترقی یافتہ معلوم ہوتا ہے۔ اور یہ شب و روز اپنی زندگی کے معیار کو بلند سے بلند تر کرنے کی جہدِ مسلسل میں مصروف نظر آتا ہے۔ مگر اس کے باوجود اگر اس کا بنظرِ غائر مطالعہ کیا جائے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ آج بھی نہ صرف ایک اضطراب انگیز اور پریشان کن صورتِ حال سے دوچار ہے بلکہ اب تو اس کی شامتِ اعمال ہی اس کے سر پر منڈلا رہی ہے کیونکہ اس نے اپنی تباہی و بربادی کے لیے ایسا سامان خود اپنے ہاتھوں ہی سے تیار کر لیا ہے جو کسی وقت بھی اس کا خاتمہ کر سکتا ہے۔ جیسا کہ قرآن میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"خشکی اور تری میں فساد برپا ہو گیا ہے لوگوں کے اپنے ہاتھوں کی کمائی سے تاکہ مزا چکھائے اُن کو اُن کے بعض اعمال کا، شاید کہ باز آئیں۔ (اے نبیؐ) ان سے کہو کہ زمین میں چل پھر کر دیکھو پہلے گذرے ہوئے لوگوں کا کیا انجام ہو چکا ہے۔ ان میں اکثر مشرک ہی تھے۔" (الروم۔ ۴۱۔ ۴۲)

۲۔ باطل نظامِ حکومت

آج دنیا میں جو فتنہ و فساد برپا ہے جس کی وجہ سے انسان عدم اطمینان کی صورت حال سے دوچار ہے، اس کی اصل جڑ نظامِ حکومت کی خرابی ہے جو سراسر خدا کی بغاوت پر قائم ہے۔ جب تک یہ خدا کی بندگی پر قائم نہیں ہوتا، اس وقت تک دنیا سے فتنہ و فساد ختم نہیں ہو سکتا۔ آج حکومتوں کا نظام جن باطل نظریوں پر چل رہا ہے وہ سراسر جہالت و خودغرضی پر مبنی ہیں اور یہ سب انسان کے اپنے ہی خود ساختہ نظریات ہیں جن کی

Marfat.com
Marfat.com

یہ شب و روز پرستش کرتا رہتا ہے ۔ جب تک یہ انہیں ترک کر کے نورِ حق (اسلامی نظام) کی طرف رجوع نہیں کرتا اس وقت تک یہ کفر و شرک اور جہالت و نادانی کے اندھیروں ہی میں سرگرداں رہے گا ۔ اس وقت دنیا کی حکومتیں جن باطل نظاموں پر چل رہی ہیں وہ یہ ہیں :

(۱) دینِ بادشاہی

اس نظام میں اقتدار کا سرچشمہ فردِ واحد ہوتا ہے ۔ ملک کے اقتدار میں عوام کی مرضی اور مشورے کو کوئی دخل نہیں ہوتا ۔ بلکہ بادشاہ کا اپنی مرضی سے بنایا ہوا قانون ہی ملک کا قانون ہوتا ہے اور عوام کو اس کے اس جاری کردہ قانون کی اطاعت طوعاً و کرہاً کرنی پڑتی ہے ۔ اس قسم کے نظامِ حکومت کو آمرانہ نظام بھی کہتے ہیں ۔ اس نظام میں خدا کی حاکمیت کی جگہ بادشاہ کی حاکمیت کا نظام قائم ہوتا ہے

(۲) دینِ جمہوری

اس نظام میں مقتدرِ اعلیٰ عوام ہوتے ہیں وہ اپنی مرضی سے جو قانون بناتے ہیں وہی نافذ ہوتا ہے ۔ جسے وہ حلال قرار دیں وہ حلال ہے اور جسے حرام قرار دیں وہ حرام ہے ۔ آج اگر وہ شراب کو حلال کرنا چاہیں تو وہ حلال ہو جائے گی اور اگر کل وہ اسے حرام قرار دینا چاہیں تو وہ حرام بھی ہو جائے گی ۔ کیونکہ دینِ جمہوری میں عوام کو کُلی اختیارات ہوتے ہیں ۔ اس قسم کے نظامِ حکومت کو لادینی (سیکولر) جمہوری اور سرمایہ دارانہ نظام بھی کہتے ہیں ۔ اس نظام میں خدا کی حاکمیت کی جگہ عوام کی حاکمیت قائم ہوتی ہے ۔

(۳) دینِ اشتراکی

اس نظام میں ایک مخصوص نظریے کی حامل پارٹی کی حاکمیت قائم ہوتی ہے ۔ جہاں یہ نظام ہوتا ہے وہاں برسرِ اقتدار پارٹی کے نظریے کے خلاف کسی دوسری پارٹی کا قطعاً وجود نہیں ہوتا ۔ اس نظام میں عوام کی ذاتی ملکیت نہیں ہوتی بلکہ سب کچھ قومی ملکیت میں ہوتا ہے ۔ عوام اپنی مرضی سے کچھ بھی نہیں کر سکتے بلکہ انہیں طوعاً و کرہاً برسرِ اقتدار پارٹی کی مرضی کے مطابق کام کرنا پڑتا ہے وہ اپنی مرضی سے نہ کوئی آزادانہ کاروبار کر سکتے ہیں اور نہ ہی اپنی رائے کا اظہار کر سکتے ہیں ۔ اس نظام میں عوام کی حیثیت کسان کے ان بیلوں کی طرح ہوتی ہے جن کے آگے پیٹ بھرنے کے لیے کچھ چارہ ڈال دیا جائے ۔ اور ان سے دن بھر مشقت لی جائے ۔ اس قسم کے

Marfat.com
Marfat.com

نظام کو نظامِ اشتراکیت، سوشلزم اور کمیونزم بھی کہتے ہیں۔ اس نظام میں خدا کی بجائے ایک ایسی پارٹی کو مقتدرِ اعلیٰ قرار دیا جاتا ہے۔ جس کا پورا نظامِ حکومت انکارِ خدا کے نظریئے پر قائم ہوتا ہے

یہ ہیں وہ چند بڑے بڑے مشہور باطل نظام جن پر آج دنیا کی تمام حکومتیں چل رہی ہیں۔ اب اگرچہ یہ چراغِ سحری کی طرح اس وقت دنیا میں ٹمٹماتے تو نظر آ رہے ہیں مگر یہ بالکل حالتِ نزع میں، ان کی خرابیاں اب روزِ روشن کی طرح لوگوں کے سامنے بالکل نمایاں ہو کر آ چکی ہیں، اب عوام الناس ذہنی طور پر ان سے بیزار ہو چکے ہیں اور وہ نہ صرف ان سے راہِ فرار اختیار کرنا چاہتے ہیں بلکہ وہ ایک ایسے کامل اور عالمگیر نظامِ حیات کی طلب و تلاش میں بھی ہیں جن میں ان کی تمام مشکلات و مصائب کا نہ صرف بہترین حل موجود ہو بلکہ اس کے ذریعہ سے انہیں امن و سکون کی صحت مند زندگی بھی نصیب ہو سکے۔ مگر یہ ان کی کس قدر بدنصیبی ہے کہ وہ ابھی تک ایسے اطمینان بخش نظامِ حیات سے ناآشنا ہیں اور اسی وجہ سے انہیں اس کی لاتعداد برکتوں سے محروم بھی ہونا پڑ رہا ہے۔

۳۔ اصلاح کی واحد صورت دینِ اسلام کا قیام و نفاذ

دنیا سے فتنہ و فساد کو ختم کرنے کی واحد صورت صرف دینِ اسلام کا قیام و نفاذ ہے جس کی طرف انبیاء علیہم السلام تمام نوعِ انسانی کو دعوت دیتے رہے ہیں اور جسے آخر میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم آج سے چودہ سو سال قبل مکمل اور اصلی شکل میں دنیائے انسانیت کے سامنے پیش فرما چکے ہیں۔ اب اگر لوگ فی الواقع مذکورہ بالا باطل نظاموں کی جگہ ایک ایسا صالح نظامِ زندگی چاہتے ہیں جس سے انہیں حقیقی امن و سکون اور اطمینانِ قلب کی دولت نصیب ہو سکے تو وہ صرف خدا کا نازل کردہ دینِ اسلام (اسلامی نظام) ہے۔ یہی ایک ایسا نظامِ حیات ہے جس میں خدا کی حاکمیت قائم ہوتی ہے، یہ ایک طرف تو بندوں کو بندوں کی غلامی سے نجات دلاتا ہے اور صرف خدائے واحد کا بندہ و غلام بناتا ہے تو دوسری طرف وہ لوگوں میں رنگ و نسل اور قوم و وطن کے تمام امتیازات ختم کر کے صرف ایک ایسی جماعت میں شامل کرتا ہے جس میں انسانی لحاظ سے سب کے حقوق برابر قرار پاتے ہیں۔

Marfat.com
Marfat.com

۴۔ اُمتِ مسلمہ کی خوش نصیبی

آج یہ اُمتِ مسلمہ کس قدر خوش نصیب ہے کہ یہ نظامِ رحمت اس کے پاس اپنی اصلی شکل و صورت میں موجود ہے۔ پھر یہ ایک ایسا آزمودہ نظامِ حیات ہے جو آج سے چودہ سو سال قبل دنیا کے ایک بہت بڑے حصے پر قائم و نافذ بھی ہو چکا ہے جب اس کے مطابق حکومت قائم ہوئی تھی تو اس وقت اس کی برکات و ثمرات سے دنیائے انسانیت نہ صرف اچھی طرح متمتع ہو رہی تھی بلکہ حقیقتاً اسے اطمینان قلب اور امن و سکون کا فیضان بھی نصیب ہو رہا تھا۔ یہ نظامِ رحمت حضورؐ کا وہ اسوۂ حسنہ ہے جو قرآن و حدیث کی شکل میں تاقیامت محفوظ ہو چکا ہے۔ یہ آج بھی اپنے اندر وہی آب و تاب رکھتا ہے جو اس کی پہلے دن تھی۔ اگر آج یہ اُمتِ مسلمہ اسے دنیا کے کسی بھی خطہ میں قائم و نافذ کر دے تو یہ ایک ایسا عالمگیر آفتاب ہے جس سے پوری دُنیا بقعۂ نور بن سکتی ہے اور جس کی روشنی سے کفر و شرک، بدعت و نفاق، جہالت و ضلالت اور فتنہ و فساد کے تمام گھٹا ٹوپ اندھیرے کافور ہو سکتے ہیں۔ یہ ایک ایسا شفا بخش تریاق ہے جس میں تمام ذہنی و اعتقادی اور روحانی و اخلاقی بیماریوں کا تیر بہدف علاج موجود ہے۔ اسے جب بھی دنیائے انسانیت نے آزمایا، اُسے شفائے کاملہ نصیب ہوئی اور اس کے ثمراتِ شیریں سے قلوبِ انسانی صحیح معنوں میں لطف اندوز ہوئے۔

۵۔ اسلامی نظام کے قیام میں حائل رکاوٹیں

اب اس اُمتِ مسلمہ پر فرض عائد ہوتا ہے کہ وُہ خود بھی اسلام کے اس نظامِ رحمت و برکت سے پوری طرح فائدہ اُٹھائے اور ملک میں اس کا نفاذ کر کے لوگوں کو بھی اس سے مستفیض ہونے کی دعوتِ عام دے۔ وہ اس کے قیام و نفاذ کے لیے وہی فطری طریقہ اختیار کرے۔ جس کی رہنمائی اللہ تعالیٰ نے براہ راست اپنے برگزیدہ پیغمبروں کو فرمائی تھی اور جو اس وقت مکمل اور اصل شکل و صورت میں ہمارے آخری نبی رحمت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ میں پایا جاتا ہے۔ آج اگرچہ لوگ باطل نظاموں سے بیزار ہو چکے ہیں اور ان کے اندر اسلامی نظام کے لیے ایک زبردست پیاس بھی پائی جا رہی ہے۔ اور مسلمانوں کی بعض جماعتیں بھی اس کوشش میں لگی ہوئی ہیں کہ اسلام کا یہ عادلانہ

Marfat.com
Marfat.com

نظامِ حیات اپنے پورے جوبن کے ساتھ قائم و نافذ ہو کر دنیا کی اس دھرتی پر جلوہ افروز ہو جائے مگر اس میں ابھی تک کوئی کامیاب پیش رفت ہوتی نظر نہیں آرہی ہے آخر اس کی کیا وجہ ہے؟

کیا یہ اُمتِ مسلمہ کے لیے لمحۂ فکریہ نہیں ہے کہ اس وقت دنیا میں چالیس سے زیادہ مسلم حکومتیں قائم ہیں' ایک ارب تک مسلمانوں کی تعداد بھی پہنچ چکی ہے، اور اس اُمت کے پاس حضورؐ کا اسوۂ حسنہ بھی اپنی اصل شکل و صورت (قرآن و حدیث) میں محفوظ و موجود ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ آج کسی ملک میں بھی اسلامی نظام اپنی اصل شکل و صورت میں قائم و نافذ نظر نہیں آرہا ہے۔ اس کا جواب تو بڑا ہی آسان ہے کہ اسلامی نظام کے قیام و نفاذ میں چند ایسی رکاوٹیں ہیں جو خود اس اُمتِ مسلمہ کی اپنی ہی پیدا کردہ ہیں اگر یہ انہیں دور کر دے تو اسلامی نظام کا تجربہ آج پندرہویں صدی ہجری میں بھی اسی طرح اپنی برکات منظرِ عام پر لا سکتا ہے جیسے اس نے پہلی صدی میں پیش کی تھیں اگر اس نے ان رکاوٹوں کو اسلام کی راہ سے ہٹانے کی کوشش نہ کی تو پھر یاد رکھے کہ نہ صرف دورِ حاضر کا انسان اسلام کی ان برکاتِ کثیرہ سے محروم ہوگا بلکہ یہ خود بھی محروم رہے گی اور اس کے علاوہ اسے کل خدا کے ہاں جواب دہ بھی ہونا پڑے گا۔ اس لیے اس پر فرض عائد ہوتا ہے کہ یہ ان حائل رکاوٹوں کو اچھی طرح سمجھنے کی کوشش کرے۔ پھر انہیں دُور کرنے کی تدابیر اختیار کرے اور یہ اس وقت تک آرام و سکون سے نہ بیٹھے جب تک یہ رکاوٹیں دور نہ ہو جائیں اور اسلامی نظام اپنی اصل شکل و صورت میں نافذ نہ ہو جائے جس کے نتیجے میں امن و سکون کی فضا پیدا ہو جائے اور نوعِ انسانی اسلام کے چشمۂ رحمت سے سیراب ہو کر اپنی پیاس بجھا لے۔ اسلامی نظام کی راہ میں حائل رکاوٹیں یہ ہیں:

(۱) اُمتِ مسلمہ کی اکثریت کا اسلامی نظامِ حیات (کتاب و سنت) سے ناواقف ہونا۔

(۲) مسلمانوں کی اکثریت کا اسلام کے مطابق عمل پیرا نہ ہونا۔

(۳) اکثر مسلمانوں کا اسلامی نظام کے قیام و نفاذ کی ذمہ داری سے غافل ہو جانا۔

(۴) اُمتِ مسلمہ کا مختلف فرقوں میں تقسیم ہو جانا اور پھر فروعی اختلافات میں اتنا متعصب اور ضدی ہونا کہ

Marfat.com
Marfat.com

ایک دوسرے کے خلاف اپنی قوت و طاقت کو مسلسل ضائع کرتے چلے جانا حتیٰ کہ اسلامی نظام کے قیام و نفاذ کا دل میں احساس تک بھی نہ آنے دینا ؎

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا !

کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا ! (اقبالؒ)

(۵) مسلمان حکمرانوں اور سیاسی و مذہبی رہنماؤں کی اکثریت کا خدا پرستی کی جگہ دنیا پرستی کی طرف مائل ہو جانا اور پھر ان کا اپنے پیروکاروں کی اس قسم کی تربیت کرنا کہ وہ بڑی آسانی سے ان کے آلۂ کار بن کر ان کی دنیا پرستی اور مفاد پرستی میں اُن کے بہترین مددگار ثابت ہو سکیں۔

(۶) حضور اکرمؐ کے اُس طریقِ کار کو اپنی اصل شکل و صورت میں اختیار نہ کرنا جو اسلامی نظام کو قائم کرنے کے لیے آپؐ کے اسوۂ حسنہ میں پایا جاتا ہے۔

یہ ہیں وہ چند بڑی بڑی رکاوٹیں جو اسلامی نظام کے راستہ میں خود آپ ہی اس اُمتِ مسلمہ نے پیدا کر رکھی ہیں۔ اب اگر یہ اسلامی نظام کے قیام و نفاذ میں مخلص ہے تو اس پر فرض عائد ہوتا ہے کہ یہ اپنی اوّلین فرصت میں ان رکاوٹوں کو دُور کرنے کی ہر ممکن کوشش کرے۔ پہلی پانچ رکاوٹیں تو بالکل واضح ہیں۔ ان کی وضاحت کی چنداں ضرورت محسوس نہیں ہوتی البتہ آخری رکاوٹ کو دُور کرنے کا یہاں حل بتلایا جاتا ہے کیونکہ یہ خود اپنی جگہ ایک ایسی جامع اور ہمہ گیر ہے کہ اگر اُمتِ مسلمہ اسے دُور کرلے تو دوسری رکاوٹوں کا دُور ہونا بہت آسان ہو جائے گا۔ اس لیے یہاں اس کی وضاحت کی جاتی ہے۔

۶۔ اسلامی نظام کے لیے صحیح طریقِ کار

تمام مسلم حکومتوں اور اسلامی تحریکوں پر فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ متحد ہو کر اس صحیح طریقِ کار کو اختیار کریں جسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنی حیاتِ طیبہ میں اختیار فرمایا تھا۔ اس مقصد کے لیے حضورؐ نے جو لائحہ عمل تجویز فرمایا تھا۔ اس کے پانچ اجزا ہیں ان میں سے ہر ایک ہی اپنی جگہ بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ جب تک ان میں سے ہر جزو پر ایک فطرتی اور متوازن انداز سے

Marfat.com
Marfat.com

عمل درآمد نہیں ہونے لگتا اس وقت تک اسلامی نظام کے قیام و نفاذ کا خواب شرمندۂ تعبیر نہیں ہو سکے گا۔ اور وہ یہ ہیں :

ا۔ قائد کے اندر چند قابلِ تقلید اوصاف کا پایا جانا۔

ب۔ خالص بندگیٔ رب کی دعوت دینا۔

ج۔ ایک صالحہ جماعت کی تشکیل کرنا۔

د۔ انسانی معاشرہ کی تعمیر و اصلاح کرنا

ہ۔ ملک کی زمام کار ایک صالحہ قیادت کے ہاتھ میں ہونا۔

یہاں اسلامی نظام کے لیے صحیح طریقۂ کار کو سمجھنے کے لیے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ان پانچوں اجزاء کو حضورؐ کے اسوۂ حسنہ کی روشنی میں سمجھا جائے تاکہ جو مسلم حکومتیں اور جماعتیں اپنے اپنے ملک میں اسلامی نظام کا قیام و نفاذ کرنا چاہتی ہیں یا وہ اس کے لیے کوشش کر رہی ہیں۔ وہ انہیں عملی جامہ پہنا سکیں۔

ا۔ قائدِ تحریکِ اسلامی ۔ چند ضروری اوصاف

دنیا میں جو اسلامی تنظیمیں، جماعتیں اور تحریکیں لوگوں کو بندگیٔ رب کی دعوت دے رہی ہیں اور اسلامی نظام کے لیے مقدور بھر کوشش بھی کر رہی ہیں اگر ان کے قائدین کی زندگیوں میں وہ اوصاف نہ پائے جائیں جو حضورؐ نے اپنے اسوۂ حسنہ میں تمام نوعِ انسانی کے سامنے پیش فرمائے ہیں تو پھر ان کا اپنے اس مقصد میں کامیاب ہونا بہت مشکل ہے۔ اس سلسلہ میں حضورؐ کے اسوۂ حسنہ کی وضاحت اس کتاب کے پہلے چار ابواب میں کر دی گئی ہے۔ یہاں بھی آپؐ کی بعض ایسی صفات کا ذکر کیا جاتا ہے جن کا قائد کی زندگی میں ہونا بہت ضروری ہے۔

(۱) پاکیزہ سیرت و کردار : آپؐ اپنے معاشرہ میں بہترین سیرت و کردار کے حامل انسان تھے۔ آپؐ کی حیاتِ طیبہ ایسی پاکیزہ تھی کہ مخالف بھی آپؐ کے اخلاقِ حسنہ کے معترف اور مداح تھے۔ خود قرآن میں بھی اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے حسنِ اخلاق کی یہ تعریف فرمائی ہے :

Marfat.com
Marfat.com

"وَإِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيمٍ" (القلم - ۶)

"اور بے شک تم اخلاق کے بڑے مرتبے پر ہو۔"

(۲) **مالی ایثار**: اسلامی نظام کے قیام و نفاذ کے لیے آپؐ کا مالی ایثار بھی دوسروں کے لیے ایک قابلِ تقلید نمونہ تھا۔ تاریخ اس بات کی کھلی شہادت دیتی ہے کہ بعثت سے قبل آپؐ کا شمار عرب کے بڑے بڑے تاجروں میں ہوتا تھا۔ آپؐ کے پاس سرمایہ بھی تھا اور امانت و دیانت کی شہرت بھی۔ اگر آپؐ ان دونوں چیزوں سے اپنی تجارت کو فروغ دینا چاہتے تو دنیا میں آپؐ بھی ایک بہت بڑے دولت مند بن سکتے تھے۔ مگر آپؐ نے ایسا نہیں کیا۔ اس کے برعکس آپؐ نے اپنے تمام سرمایہ کو اسلامی نظام کے قیام و نفاذ کے لیے دل کھول کر خرچ کر دیا۔ پھر آپؐ پر ایسا وقت بھی آیا کہ آپؐ کو غربت و افلاس کا بھی سامنا کرنا پڑا، اور بعض دفعہ بھوک کی شدت کو کم کرنے کے لیے اپنے پیٹ پر پتھر بھی باندھنے پڑے تاکہ عوام الناس اسلامی نظام کی برکات سے مستفید ہو سکیں۔ آپؐ کے اور دیگر اہلِ ایمان کے مالی ایثار و قربانی کے اس جذبہ کی تعریف خود قرآن میں بھی کی گئی ہے:

وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰى أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ" (الحشر - ۹)

"اور وہ اپنی ذات پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں خواہ وہ اپنی جگہ خود محتاج ہوں۔"

(۳) **مستقل مزاجی**: حق و باطل کی کشمکش میں آپؐ کو بڑے بڑے خطرناک طوفانوں کا مقابلہ کرنا پڑا۔ مگر آپؐ اپنے نصب العین میں ایسے مستقل مزاج اور مضبوط دل ثابت ہوئے کہ پہاڑ کی طرح اپنی جگہ ڈٹے رہے۔ مخالفینِ اسلام اپنے کسی حربے، کسی مظاہرۂ قوت، کسی ظلم و ستم، کسی تحریص و ترغیب، کسی افترا پردازی و الزام تراشی کی مہم اور کسی [illegible] سے بھی آپؐ کو اسلامی نظام کے قیام سے باز نہ رکھ سکے۔ آپؐ کا وہ جواب بھی آپؐ کے مستقل مزاج ہونے کی پوری پوری ترجمانی کرتا ہے جو آپؐ نے سردارانِ قریش کے ایک اعلیٰ وفد کو دیا تھا جبکہ وہ آپؐ کو دعوتِ حق سے باز رکھنے کے لیے ہر قسم کا دباؤ ڈال رہا تھا۔ آپؐ نے فرمایا:

Marfat.com
Marfat.com

"خدا کی قسم اگر تم میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند بھی لاکر رکھ دو تو پھر بھی میں بندگیٔ رب کی دعوت دینے سے قطعاً باز نہیں آؤں گا بلکہ اس راہ میں اپنا سر تو کٹوا سکتا ہوں مگر کسی قسم کی سودے بازی، مداہنت اور پسپائی اختیار کرنے کے لیے تیار نہیں ہوں۔" ۳۹

(۴) عالی ظرفی : آپؐ کی عالی ظرفی بھی دوسروں کے لیے ایک بہترین نمونہ تھی مخالفین نے دعوت حق کو روکنے کے لیے آپؐ پر بڑے بڑے رکیک حملے کیے مگر آپؐ نے ان کو بڑے صبر و تحمل سے برداشت کیا اور کبھی بھی ان کو گالی کا جواب گالی سے نہیں دیا۔ اہل طائف نے آپؐ کے ساتھ بدترین سلوک کیا۔ مگر آپؐ کی زبان سے ان کے لیے بھی دعائے خیر ہی نکلی۔ مخالفین ایک طرف تو آپؐ کے خون کے پیاسے تھے مگر دوسری طرف اپنی امانتیں رکھنے کے لیے انہیں اگر کوئی امین نظر آتا تھا تو وہ آپؐ ہی کی ذات اقدس تھی۔ ایک طرف آپؐ کے دشمنوں نے آپؐ کے مکان کو گھیرے میں لے رکھا تھا تاکہ وہ آپؐ کا سر قلم کر دیں مگر دوسری طرف یہ آپؐ کی عالی ظرفی تھی کہ ان کی امانتوں کے بارے میں حضرت علیؓ کو ہدایت فرما رہے تھے کہ وہ مکہ چھوڑنے سے قبل ان کی یہ امانتیں ان کے حوالے کر کے مدینہ چلے آئیں۔ جیسا کہ قرآن میں ارشاد ہے :

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤى اَهْلِهَاۙ (النساء - ۵۸)

"مسلمانو! اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں اہل امانت کے سپرد کرو۔"

(۵) بےنظیر شجاعت : آپؐ اپنی شجاعت و جوانمردی اور بہادری میں بھی بےنظیر اور دوسروں کے لیے ایک قابل تقلید نمونہ تھے۔ آپؐ کو اپنی زندگی میں کئی بار ایسی صورت حال سے بھی دوچار ہونا پڑا جب آپؐ دشمنان اسلام کے بالکل نرغے میں آچکے تھے مگر اس کے باوجود آپؐ کے پائے استقلال میں ذرہ برابر جنبش نہ آئی۔ ایک بار تو ایسا بھی ہوا کہ خون کے پیاسے اور جان کے دشمن آپؐ کی طلب و تلاش میں غارِ ثور تک پہنچ گئے اور وہ وہاں جب آپؐ کے سر پر کھڑے تھے تو اس وقت بھی آپؐ قطعاً خوف زدہ نہیں ہوئے بلکہ آپؐ نے بڑی جوانمردی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے رفیق غار کو یہ تسلی دی کہ :

Marfat.com
Marfat.com

لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا (التوبہ - ۴۰)

" غم نہ کر ، اللہ ہمارے ساتھ ہے "

(۶) قول و فعل میں کامل مطابقت: آپؐ جس دینِ حق اور بندگیٔ رب کی طرف لوگوں کو دعوت دے رہے تھے ، اس پر سب سے پہلے خود آپؐ عمل پیرا ہوتے تھے ۔ آپؐ جو کچھ زبان سے دعوت دیتے تھے آپؐ کا اپنا کردار خود اس پر شہادت دیتا تھا ۔ گویا آپؐ کے قول و فعل میں مکمل مطابقت پائی جاتی تھی ۔ جیسا کہ قرآن میں داعیٔ حق کی اس خوبی کا ذکر کیا گیا ہے ،

" وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰہِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّ قَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ۔" (حٰم ۔ السجدہ ۔ ۳۳)

" اور اس شخص کی بات سے اچھی بات اور کس کی ہو گی جس نے اللہ کی طرف بلایا اور نیک عمل کیا اور کہا کہ میں (خدا کے) فرمانبرداروں میں سے ہوں ۔"

(۷) اسلامی مساوات: آپؐ اسلامی مساوات کا خود ایک بہترین نمونہ تھے ۔ آپؐ ہر تعصب سے پاک تھے ، قبیلے ، قوم و وطن ، زبان ، رنگ ، نسل ، غرض کسی چیز کا تعصب بھی آپؐ کے اندر نہ تھا ۔ نہ آپؐ امیری و غریبی کے لحاظ سے انسانوں کے درمیان فرق کرتے تھے اور نہ ہی معاشرتی مرتبے کی اونچ نیچ آپؐ کے لیے کوئی معنی رکھتی تھی ۔ آپؐ انسان کو صرف انسان ہونے کی حیثیت سے دیکھتے تھے اور انسانوں میں سے جو بھی حق کو قبول کر لیتا تھا ۔ اسے آپؐ اسلام کی جماعت کا رکن بنا لیتے تھے پھر اسے تمام ارکان جماعت میں بالکل برابر کا درجہ حاصل ہو جاتا تھا ۔ خواہ وہ قریشی ہو ، یا غیر قریشی ، خواہ وہ عربی ہو یا حبشی یا رومی ، خواہ وہ کالا ہو یا گورا ۔ البتہ اللہ کے ہاں بزرگی و برتری تقویٰ کو حاصل تھی جیسا کہ قرآن میں مذکور ہے :

" اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ " (الحجرات - ۱۳)

" درحقیقت اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تمہارے اندر سب سے زیادہ پرہیزگار ہے ۔"

Marfat.com
Marfat.com

سیاسی اور سماجی لحاظ سے بھی آپؐ نے اپنے لیے کوئی ترجیحی حقوق حاصل نہیں کیے۔ کسی کے خلاف احکام و حدود سے تجاوز کرکے کوئی اختیار استعمال نہیں کیا۔ اپنے مفاد کے لیے کوئی قانون جاری نہیں فرمایا ہنگامی حالات کا اعلان کرکے مخالفین کو گرفتار کرنے کا کوئی طریقہ اختیار نہیں فرمایا، کوئی سیفٹی ایکٹ جاری نہیں کیا، کسی کو بغیر وجہ بتلائے گرفتار نہیں کیا۔ ہنگامی عدالتیں قائم کرکے لوگوں کی پیٹھوں پر تازیانے نہیں برسائے، ان کی زبانوں پر پہرے نہیں بٹھائے اور اُن کے بنیادی حقوق تلف نہیں یے بلکہ لوگوں کو رائے دینے کا پورا پورا حق دیا انہیں اختلاف کرنے کی آزادی دی۔ اگرچہ آپؐ پر براہ راست وحی کا نزول ہو رہا تھا اور آپؐ کو کسی سے مشورہ لینے کی قطعاً ضرورت نہ تھی مگر اس کے باوجود آپؐ نے لوگوں کو یہ حق دیا کہ وہ ملک کے معاملات میں مشورہ دیں اور ان کے مشوروں کو قبول بھی فرمایا۔ اپنے اور رفقائے جماعت کے درمیان کوئی امتیاز پسند نہیں فرمایا، نہ کھانے پینے میں نہ رہن سہن میں اور نہ ہی مجالس میں نمایاں مقام پر نشست پسند فرمائی۔ نہ یہ مرغوب تھا کہ لوگ تعظیم کے لیے اٹھ کھڑے ہوں۔

حضر ہو یا سفر، امن ہو یا جنگ آپؐ ہر حالت میں اسلامی مساوات کو مدنظر رکھتے تھے۔ مٹی ڈھونے، گارا اٹھانے، پتھر توڑنے اور جنگل سے لکڑیاں چننے کے سب اجتماعی امور اپنے رفقاء کی طرح اپنے دست مبارک سے خود سرانجام دیتے تھے۔ پھر یہ بھی اسلامی مساوات کا ایک بہترین قابل تقلید نمونہ ہی تھا کہ اپنے آپ کو مجلس عام میں انتقام و احتساب کے لیے بھی پیش فرمایا کہ جس کے خلاف بھی مجھ سے کوئی زیادتی ہوگئی ہو وہ مجھ سے اپنا بدلہ لے سکتا ہے اور اگر کسی کو کوئی شکایت ہو تو وہ اسے رفع بھی کرا سکتا ہے۔

یہ ہیں وہ چند بڑے بڑے قابل تقلید اوصاف جن کا قائدین کی زندگیوں میں ہونا بڑا ضروری ہے جب تک یہ اوصاف ان میں نہ پائے جائیں وہ اسلامی نظام کے نفاذ و قیام کے لیے نااہل ہیں اور نہ ہی ان اوصاف کے بغیر اسلامی نظام کا خواب شرمندۂ تعبیر ہو سکتا ہے۔

ب: خالص بندگی رب کی دعوت

اسلامی نظام کے قیام و نفاذ کے لیے دوسرا جزو

Marfat.com
Marfat.com

جو پہلے ہی کی طرح بڑا اہم اور ضروری ہے وہ لوگوں کو خالص بندگیِ رب کی دعوت دینا ہے اس کی پوری وضاحت اس کتاب کے پانچویں اور چھٹے باب میں کر دی گئی ہے۔ آپؐ کی یہ دعوت خدا کی اس نازل کردہ وحی کے مطابق تھی جو قرآن کی شکل میں آپؐ پر نازل ہو رہی تھی۔ یہ ایک ایسا پُر تاثیر کلام تھا جس سے قلب و دماغ مسحور ہوئے بغیر نہ رہ سکتے تھے۔ عرب کے لوگ اگرچہ فصاحت و بلاغت میں غیر عربوں کے مقابلہ میں بہت آگے تھے۔ مگر قرآن کے مقابلہ میں وہ بالکل ہی عاجز بن کر رہ گئے تھے۔ شاعر اور خطیب اس کے آگے بالکل ہی گنگ ہو گئے تھے۔ اس کا بیان ایسا وجد آور تھا کہ لوگ اس کو سُن کر سر دُھننے لگتے تھے۔ مخالفین اسے سحر (جادو) کہتے تھے اور غیر متعصب لوگ پکار اُٹھتے تھے کہ یہ کسی بشر کا کلام نہیں ہو سکتا۔ اس کی شدّتِ تاثیر ہی کا یہ عالم تھا کہ حضرت عمرؓ جیسا رَجُلِ عظیم اور قوی الاعصاب بھی آخر اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ وہ ابھی اپنے گھر سے حضورؐ کا سر قلم کرنے کے لیئے نکلتا ہے۔ راستے میں اپنی بہن کے گھر میں بندگیِ رب کی دعوت کو قرآن کی زبان سے سنتا ہے تو وہ اس کی قوّتِ تاثیر سے ایسا متاثر ہوتا ہے کہ فوراً ہی مغلوب و مفتوح بن کر سیدھا حضور اقدسؐ کے قدموں میں جا گرتا ہے۔ اور حلقہ بگوشِ اسلام ہو جاتا ہے۔ قرآن کی اسی قوتِ تسخیر کے پیشِ نظر مخالفین کی یہ انتہائی کوشش ہوتی تھی کہ لوگ اسے سننے بھی نہ پائیں۔ کیونکہ یہ ایک طرف تمام طاغوتوں اور انسان کے خود ساختہ خداؤں پر ضربِ کاری لگاتا تھا تو دوسری طرف بندگیِ رب کی دعوت دے کر لوگوں کو پوری زندگی اسلام کے مطابق گذارنے کی تلقین بھی کرتا تھا۔ اسی وجہ سے مخالفین کی یہ انتہائی کوشش تھی کہ لوگ بندگیِ رب کی دعوت قرآن کی زبان سے نہ سُن سکیں۔ جیسا کہ قرآن میں مذکور ہے؛

"وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَسْمَعُوا لِهَٰذَا الْقُرْآنِ وَالْغَوْا فِيهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُونَ" (حٰم۔ السجدہ۔ ۲۶)

"اور یہ منکرین حق کہتے ہیں"۔ اس قرآن کو ہرگز نہ سُنو اور جب یہ سُنایا جائے تو اس میں

Marfat.com
Marfat.com

خلل ڈالو، شاید کہ اس طرح تم غالب آجاؤ۔")

آج اگر دنیا میں اس امت مسلمہ کو اسلامی نظام کا قیام و نفاذ مطلوب ہے تو پھر اسے بندگی رب کی وہ خالص دعوت دینی ہوگی جو قرآن میں مذکور ہے اور اسے تمام نوع انسانی تک پہنچانا ہوگا۔ پھر اپنی تمام درسگاہوں میں نصابی کتب کی طرح اس کی تعلیمات کو لازمی قرار دے کر پڑھانا ہوگا۔ اور اس کے مطابق اپنے نظریات و عقائد اور سیرت و کردار کو بھی بنانا ہوگا۔ کیونکہ جب تک لوگ اس کی روشنی میں بندگی رب کی دعوت کو شعوری طور پر قبول نہیں کر لیتے اس وقت تک تو وہ اسے عملی جامہ پہنا سکتے ہیں اور نہ ہی اس کی برکات سے مستفید ہو سکتے ہیں ۔ خود اللہ تعالیٰ نے بھی اپنے اس اعجازی کلام، قرآن حکیم میں تدبر و تفکر کرنے کی طرف خصوصی توجہ دلائی ہے :

(۱) اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ ط وَلَوْ کَانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰہِ لَوَجَدُوْا فِیْہِ اخْتِلَافًا کَثِیْرًا ۔" (النساء - ۸۲)

"(کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے ؟ اگر یہ اللہ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو اس میں بہت کچھ اختلاف بیانی پائی جاتی ۔")

(۲) اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰی قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا (محمد - ۲۴)

"(کیا ان لوگوں نے قرآن پر غور نہیں کیا، یا دلوں پر ان کے قفل چڑھے ہوئے ہیں ۔")

وضاحت: قرآن میں تدبر کرنے کے بے شمار فوائد میں سے پہلا فائدہ یہ ہے کہ اگر قرآن کا بار بار مطالعہ کیا جائے اور اس کے مضامین اور اسلوب بیان پر غور و فکر کیا جائے تو اس سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح بالکل واضح ہو کر سامنے آجائے گی کہ یہ انسانی کلام نہیں ہے بلکہ یہ ایک معجزانہ کلام ہے جو اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی اپنے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا تھا۔ اگر یہ انسانی کلام ہوتا تو اس میں بہت اختلاف ہوتا۔ اس میں مطابقت و یکسانیت نہ ہوتی۔ اس کے تمام مضامین اول سے آخر تک ایک جیسے نہ ہوتے۔ اور اس میں

Marfat.com
Marfat.com

متکلم کے اپنے نفس کی مختلف کیفیات اپنے مختلف رنگ ضرور دکھاتیں۔

39

قرآن میں بار بار غور و فکر کرنے سے دوسرا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ انسان کے سامنے بندگیٔ رب کا وہ جامع تصوّر آجاتا ہے جس کے لیے اس کی تخلیق ہوئی تھی۔ گویا اسے اپنا اصل مقصدِ زندگی معلوم ہو جاتا ہے اور یہی وہ اصل کام ہے جس کے لیے حضورؐ دنیا میں تشریف لائے تھے اور آپ پر قرآن کا نزول ہوا تھا۔ قرآن لوگوں کو جو بندگیٔ رب کی دعوت دیتا ہے وہ یہ ہے۔

(۱) "لوگو! بندگی اختیار کرو اپنے اس رب کی جو تمہارا اور تم سے پہلے جو لوگ گذرے ہیں، اُن سب کا خالق ہے۔ تمہارے بچنے کی توقع اسی صورت سے ہو سکتی ہے۔ وہی تو ہے جس نے تمہارے لیے زمین کا فرش بچھایا، آسمان کی چھت بنائی، اوپر سے پانی برسایا اور اس کے ذریعے سے ہر طرح کی پیداوار نکال کر تمہارے لیے رزق بہم پہنچایا پس جب تم یہ جانتے ہو تو دوسروں کو اللہ کا مدِمقابل نہ ٹھہراؤ (یعنی بندگی و عبادت کی مختلف اقسام میں سے کسی قسم کا رویہ خدا کے سوا دوسروں کے ساتھ نہ برتا جائے)" (البقرہ ۲۱، ۲۲)

(۲) "آج میں نے تمہارے دین کو تمہارے لیے مکمل کر دیا ہے اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی ہے اور تمہارے لیے اسلام کو تمہارے دین کی حیثیت سے قبول کر لیا ہے (لہٰذا حلال و حرام کی جو قیود تم پر عائد کر دی گئی ہیں ان کی پابندی کرو"۔ (المائدہ - ۳)

(۳) "اس فرمانبرداری (اسلام) کے سوا جو شخص کوئی دوسرا طریقہ (دین جمہوری یا بادشاہی یا اشتراکی وغیرہ) اختیار کرنا چاہے اس کا وہ طریقہ ہرگز قبول نہ کیا جائے گا۔ اور آخرت میں وہ ناکام و نامراد رہے گا کیونکہ اللہ تعالٰی کے ہاں صحیح طریقِ زندگی صرف اسلام ہے۔" (آل عمران ۱۹، ۸۵)

(۴) "اے ایمان لانے والو! تم پورے کے پورے اسلام میں آجاؤ اور شیطان کی پیروی نہ کرو۔ کہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے جو صاف صاف ہدایات تمہارے پاس آچکی ہیں اگر ان کو پالینے کے بعد پھر تم نے لغزش کھائی، تو خوب جان رکھو کہ اللہ سب پر غالب اور حکیم و دانا ہے۔ (ان ساری نصیحتوں اور ہدایتوں کے بعد بھی لوگ سیدھے نہ ہوں تو) کیا اب وہ اس کے منتظر ہیں کہ

Marfat.com
Marfat.com

اللہ بادلوں کا چتر لگائے فرشتوں کے پرے ساتھ لیے خود سامنے آموجود ہو اور فیصلہ ہی کر ڈالا جائے؟ آخر سارے معاملات پیش تو اللہ ہی کے حضور ہونے والے ہیں" (البقرہ ۲۰۸ تا ۲۱۰)

یہ ہے وہ مختصر سی بندگی رب کی دعوت جو قرآن ساری دنیا کے انسانوں کو دیتا ہے۔ اور جو اسے قبول کرلیں ان سے پوری زندگی کا نظام اس کے مطابق چلانے کا تقاضا کرتا ہے۔

ج۔ ایک صالحہ جماعت کی تشکیل

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلامی نظام کو قائم و نافذ کرنے کے لیے تیسرے جس جزو پر عمل فرمایا وہ یہ تھا کہ آپ نے بندگیِ رب کی دعوت کے آغاز ہی میں ایک ایسی صالحہ جماعت کی تشکیل بھی فرما دی تھی[۱] جو اسلامی نظام کے لیے حد درجہ مخلص تھی۔ اس کے لیے آپ نے یہ طریق کار اختیار فرمایا تھا کہ آپ بندگی رب کی دعوت تو قرآن کی روشنی میں عام لوگوں ہی کو دیتے تھے۔ مگر ان میں سے جو اس دعوت سے متاثر ہوتا تھا۔ اس کے ساتھ آپ باقاعدہ رابطہ رکھتے تھے۔ اس کے افکار و نظریات اور عقائد و خیالات کی تطہیر فرماتے تھے۔ جب اس کا قلب و دماغ باطل نظریات سے اچھی طرح پاک و صاف ہو جاتا تھا اور اسے بندگی رب کی دعوت کا فہم و شعور حاصل ہو جاتا تھا اور وہ اسے بدل و جان قبول کرنے پر خود اپنی آمادگی کا اظہار کرتا تھا تو آپ اسے اپنی صالحہ اسلامی جماعت میں شامل کر کے اس کا رُکن بنا لیتے تھے۔ ایسا رُکن جماعت تین امور کا پابند ہوتا تھا:

اوّلاً: جس بندگیِ رب کی دعوت کو اس نے قرآن کی روشنی میں قبول کیا ہے اس پر تادمِ زیست عمل کرتے رہنا۔

ثانیاً: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو اپنے اوپر لازمی قرار دینا۔ حضورؐ کی یہ اطاعت تین لحاظ سے ضروری تھی: ایک اس لیے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ آپ کی یہ اطاعت خدا کی اطاعت کی طرح غیر مشروط ہے۔ دوسرے اس لیے کہ آپ امیر جماعت ہیں۔ اور تیسرے اس لیے کہ آپ سربراہ مملکتِ اسلامیہ بھی ہیں۔ یہ دوسری اور تیسری اطاعت

---

[۱] اس صالح جماعت کے رکن ہونے کی سعادت سب سے پہلے امہات المومنین حضرت خدیجہ الکبریٰ کو پھر حضرت زید بن حارثہ، حضرت ابوبکر صدیق، حضرت علی اور بنات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نصیب ہوئی۔

Marfat.com
Marfat.com

"امر معروف" کے ساتھ مشروط ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کے تابع ہو۔ جیسا کہ قرآن میں مذکور ہے:

وَلَا يَعْصِينَكَ فِي مَعْرُوفٍ (الممتحنہ ۱۲)

"اور کسی امر معروف میں تمہاری نافرمانی نہ کریں گی"

وضاحت: (۱) آپؐ عورتوں سے یہ بیعت فتح مکہ کے بعد بحیثیت سربراہ مملکت اور امیر جماعت لے رہے تھے۔[1]

(۲) یہاں "فی معروف" کی شرط آپؐ کے رسول اللہ ہونے کی حیثیت سے نہیں لگائی گئی ہے۔ بلکہ بحیثیت سربراہ مملکت اور امیر جماعت کے لگائی گئی ہے تاکہ اُمت مسلمہ کو آپؐ کے بعد بننے والے خلفاء اور امرائے جماعت کے بارے میں معلوم ہو جائے کہ ان کی اطاعت مشروط ہے صرف امر معروف کے ساتھ۔ جو کتاب و سنت کے مطابق ہو۔ اس کے برعکس آپؐ کی اطاعت تو "خدا کا رسول" ہونے کی وجہ سے اسی طرح غیر مشروط ہے جس طرح خود خدا کی اطاعت غیر مشروط ہے جیسا کہ سورہ نساء کی آیات ۵۹، ۶۵ اور ۸۰ میں مذکور ہے۔

ثالثاً: تحریک اسلامی کا ایک سرگرم کارکن بن کر بندگی رب کی دعوت و تبلیغ قرآن کی روشنی میں مرتے دم تک دیتے رہنا: اس مقصد کے لیے وہ اپنی پوری زندگی وقف کر دیتا تھا گویا وہ یہ عقیدہ رکھتا تھا کہ "حضورؐ کے صحابہ کرامؓ کی جماعت میں شامل ہو کر میں تحریک اسلامی کا ایک ہمہ وقتی کارکن بن گیا ہوں۔ اب میری نماز، میری جانی و مالی قربانی، میرے تمام مراسم عبودیت اور میری موت و حیات سب کچھ اللہ کے دین کو قائم و نافذ کرنے کے لیے ہیں۔ اب میں اس وقت تک آرام سے نہیں بیٹھ سکتا جب تک خدا کی اس زمین اور اس کے بندوں پر خدا کا قانون جاری و ساری نہیں ہو جاتا" غرض یہ اسلامی نظام کے قیام و نفاذ کے لیے اپنی طاقت کے مطابق اپنے تمام ذرائع و وسائل کو استعمال کرتے ہوئے اپنے ماحول اور حلقۂ اثر میں قرآن کے مطابق بندگی رب کی دعوت زندگی بھر دیتے رہنے کو اپنے ذمہ ایک اہم فریضہ سمجھتا تھا۔ پھر خالص دین

---

[1] چونکہ حضورؐ کا اسوۂ حسنہ کلہٗ معروف ہی معروف ہے اس لیے آپؐ ہر حالت میں واجب الاطاعت ہیں الا یہ کہ آپؐ نے خود ہی اپنے اسوۂ حسنہ سے اہل ایمان کو کسی معاملہ میں آزادی دے دی ہو۔

Marfat.com
Marfat.com

حق کی دعوت دینا اس کے لیے کوئی پھولوں کی سیج نہ تھی بلکہ کانٹوں کا بستر تھا۔ اسے اس راہ میں مصائب بھی برداشت کرنا پڑتے تھے، اپنی جان ومال کی قربانی بھی کرنی پڑتی تھی، یہ سب کچھ اس کے لیے برداشت کرنا تو بڑا آسان تھا مگر جماعت سے خروج کرنے کو وہ موت سے بھی شدید تر سمجھتا تھا۔ اس لیے وہ ہر حال میں نظم جماعت کی پابندی میں زندگی گذارنے ہی کو اپنی کامیابی سمجھتا تھا۔ اور جماعت سے خروج کرنا اس کے لیے ایک عظیم حادثہ تھا۔ گویا کہ وہ اسلام سے مرتد ہوگیا ہے۔ جب تک ایسی بااصول اور مخلص صالحہ جماعت معرض وجود میں نہ آئے اس وقت تک نہ تو اسلامی نظام ہی ملک میں قائم ونافذ ہوسکتا ہے اور نہ ہی نوع انسانی اس چشمۂ رحمت سے سیراب ہو کر اپنی پیاس بجھا سکتی ہے اسی قسم کی ایک صالحہ جماعت کو انسانی معاشرہ میں منظم کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے خود قرآن میں بھی ہدایت فرمائی ہے:

"وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ" (آل عمران۔۱۰۴)

"تم میں کچھ لوگ تو ایسے ہونے چاہئیں جو نیکی کی طرف بلائیں، بھلائی کا حکم دیں اور برائیوں کو روکتے رہیں جو لوگ یہ کام کریں گے وہی فلاح پائیں گے۔"

د۔ انسانی معاشرہ کی تعمیر و اصلاح

اسلام کے نظامِ رحمت کے قیام ونفاذ کے لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چوتھے جس جزو پر خود بھی عمل فرمایا اور اپنی صالحہ جماعت کے ہر رکن کو بھی خصوصی توجہ دلائی۔ وہ "انسانی معاشرہ کی تعمیر و اصلاح کرنا تھا" چنانچہ اس مقصد کے لیے تحریکِ اسلامی کا ہر رکن بڑی سرگرمی سے کام کرتا تھا۔ وہ اصلاح معاشرہ کا کام انفرادی سطح پر بھی کرتا تھا اور بذریعہ تبلیغی وفود بھی۔ صحابہ کرامؓ کی یہ پاکیزہ جماعت ہی تحریکِ اسلامی کے مخلص کارکن تھے۔ یہ ایک طرف حضورؐ کی طرح لوگوں کو خالص بندگیٔ رب کی دعوت دیتے تھے تو دوسری طرف حضورؐ ہی کی طرح اپنے پاکیزہ کردار کا نمونہ بھی پیش فرماتے تھے۔ ان کی اس پُرخلوص کوشش اور ان تھک محنت کے نتیجہ

Marfat.com
Marfat.com

میں پورا ماحول اور معاشرہ متاثر ہونے لگا۔ ایک ایک گھر میں اصلاح و تعمیر ہونے لگی اور فطرتی انداز سے زندگی کے تمام شعبوں اور انسانیت کے تمام طبقوں میں دعوت اسلامی کی آبیاری ہونے لگی اور انسانی معاشرہ کے پژمردہ باغ میں موسم بہار کی فضا پیدا ہونے لگی پھر اس باغ میں مکارم اخلاق کے وہ پھول شگفتہ ہوئے جن کا ذکر اسی باب کے گذشتہ صفحات میں کر دیا گیا ہے۔ اس کے بعض ضروری اوصاف کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اس طرح فرمایا ہے:

"بالیقین جو مرد اور عورتیں مسلم ہیں۔ مومن ہیں، مطیع فرمان ہیں، راست باز ہیں، صابر ہیں، اللہ کے آگے جھکنے والے ہیں۔ صدقہ دینے والے ہیں، روزہ رکھنے والے ہیں، اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں، اور اللہ کو کثرت سے یاد کرنے والے ہیں، اللہ نے ان کے لیے مغفرت اور بڑا اجر مہیا کر رکھا ہے۔" (الاحزاب - ۳۵)

یہ ہے وہ انسانی معاشرہ جس کی تعمیر و اصلاح اسلامی نظام کے قیام و نفاذ کے لیے حضورؐ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دعوت و تبلیغ اور سیرت و کردار کے ذریعے فرمائی تھی۔ فی الواقع ایسا ہی معاشرہ اسلامی نظام کی برکات سے لطف اندوز ہو سکتا ہے۔

۵- ملک کی زمامِ کار ایک صالحہ قیادت کے ہاتھ میں

اسلامی نظام کے نفاذ و قیام کے لیے حضورؐ نے جو لائحہ عمل تجویز فرمایا تھا۔ اس کے پانچویں جزو پر خود حضورؐ نے اس طرح عمل فرمایا کہ ملک کی زمامِ کار اور باگ ڈور اس صالحہ قیادت کے ہاتھ میں دی جس کا ذکر "قائد کی چند قابل تقلید صفات" کے زیر عنوان کیا گیا ہے۔ جب ملک کی زمامِ کار ایسی صالحہ قیادت کے ہاتھ میں آئی جس کے اولین قائد اور سربراہ آپؐ خود ہی تھے تو پھر آپؐ نے اپنی اسلامی ریاست میں اسلامی نظام کو مکمل اور اصل شکل و صورت میں نافذ فرمایا پھر یہ خلفائے راشدین کے دور میں بھی جاری و ساری رہا۔ اس مبارک دور میں عوام الناس اس کی برکات کثیرہ اور ثمرات لذیذہ سے بہت اچھی طرح لطف اندوز ہوتے رہے مگر یہ سب کچھ یوں ہی آناً فاناً نہیں ہو گیا تھا بلکہ

Marfat.com
Marfat.com

اس مقصد کے لیے آپؐ نے جو اسلامی جماعت تشکیل کی تھی۔ اس نے مسلسل تئیس سال باطل نظام حکومت کو بدلنے کے لیے بڑی جد وجہد کی، سر دھڑ کی بازی لگا دی۔ معاشرے کے صالح عناصر کو اپنے ساتھ ملایا۔ ان کی بڑی اچھی طرح تربیت کی پھر انہیں میں سے ملک کا اقتدار ایک ایسی خدا ترس اور صالحہ قیادت کے ہاتھ میں دیا جس کے اندر وہ اوصاف پائے گئے جن کا تقاضا حضورؐ کا اُسوۂِ حسنہ کرتا تھا اور جن کا ذکر قرآن میں بھی کیا گیا ہے:

"یہ وہ (خدا ترس) لوگ ہیں جنہیں اگر ہم زمین میں اقتدار بخشیں تو وہ نماز قائم کریں گے، زکوٰۃ دیں گے، نیکی کا حکم دیں گے اور برائی سے منع کریں گے اور تمام معاملات کا انجام کار اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ (الحج۔ ۴۱)

وضاحت: حضورؐ اور خلفائے راشدین کے دور میں فی الواقع اس صالحہ قیادت نے قرآن کے پیش کردہ مقصدِ حیات کو صحیح معنوں میں پورا کر دیا تھا۔

اگر آج بھی مسلمان حکمران اور اسلامی تحریکوں کے قائدین اسلامی نظام کو اپنے اپنے ملک وطن میں قائم و نافذ کرنا چاہتے ہیں تو پھر انہیں بھی اس مقصد کے لیے تمام نوع انسانی کے محسنِ اعظم اور رحیم و شفیق رسول حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوۂِ حسنہ کو اپنے لیے ایک قابلِ تقلید نمونہ بنانا ہوگا جیسا کہ قرآن میں مذکور ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ط (الاحزاب۔ ۲۱)

"(درحقیقت تم لوگوں کے لیے اللہ کے رسول میں ایک بہترین نمونہ ہے")

Marfat.com
Marfat.com

آٹھواں باب

اُسوۂ حسنہ سے مستفید ہونیوالوں کی چند خصوصیات

اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلّم کی بعثت تمام دنیا کے انسانوں کیلئے عام ہے اور آپؐ کا اسوۂ حسنہ بھی تمام انسانوں ہی کے لیے ایک بہترین نمونہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ مگر سیرتِ طیبہ سے وہی انسان خصوصاً اہل ایمان مستفید ہو سکتے ہیں جن کے اندر حسب ذیل خصوصیات پائی جاتی ہوں:

۱ - اللہ تعالیٰ کو اپنا مرکزِ اُمید بنانے والے
۲ - فلاحِ اخروی کو اپنی منزلِ فوز و فلاح بنانے والے
۳ - اللہ تعالیٰ کے ذکرِ کثیر کو اپنا مقصدِ حیات بنانے والے

ان تین صفات کا حامل مومن ہی حضورؐ کے اُسوۂ حسنہ سے استفادہ کر سکتا ہے جیسا کہ قرآن میں مذکور ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُوا اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا (الاحزاب-۲۱)

درحقیقت تم لوگوں کے لیے اللہ کے رسُول میں ایک بہترین نمونہ ہے ہر اس شخص کے لیے جو اللہ اور یومِ آخرت کا امیدوار ہو اور کثرت سے اللہ کو یاد کرے۔

وضاحت: (۱) اللہ اور یوم آخرت کا امیدوار ہونے سے مُراد یہ ہے کہ انسان صرف خدا ہی کو نافع و ضار اور مشکلکشا جان کر ہر حالت میں اسی پر بھروسہ رکھے اور آخرت میں اسی کے سامنے اپنے آپ کو جوابدہ بھی خیال کرے۔

(۲) کثرت سے اللہ کو یاد کرنے سے مرادِ کتاب و سنّت کے مطابق زندگی بسر کرنا ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

۱۔ اللہ۔ مرکزِ امیدِ مومن

حضورِ اکرم کے اُسوۂ حسنہ سے مستفید ہونے والوں میں سب سے پہلی خصوصیت یہ ہونی چاہیے کہ وہ صرف خداوند تعالیٰ ہی کو اپنا مرکزِ اُمید بنائیں۔

۱۔ خدا سے مدد

جو اہلِ ایمان اللہ تعالیٰ ہی کو اپنی امیدوں کا مرکز و محور سمجھتے ہیں اور اور ہر مصیبت و تکلیف میں صرف اُسی کی مدد و اعانت اور ہدایت و راہنمائی کے اُمیدوار ہوتے ہیں، وہی لوگ حضورؐ کی سیرت طیبہ سے مستفید ہو سکتے ہیں اور انہی کے لیے آپؐ کا اسوۂ حسنہ ایک مینارِ ضیاء کی حیثیت رکھتا ہے کیونکہ حضورؐ نے اپنی پوری زندگی ہیں صرف اللہ تعالیٰ ہی کو اپنی امیدوں کا مرکز و محور بنائے رکھا تھا۔ چنانچہ جب حضورؐ منصب نبوت پر فائز ہوتے ہیں اور اپنے مالکِ حقیقی سے یہ عہد و پیمان کرتے ہیں کہ میں پوری زندگی میں صرف تیرا ہی بندہ و غلام بن کر زندگی بسر کروں گا تو پھر اس پر قائم رہنے کے لیے مدد بھی آپؐ خدا ہی سے مانگتے ہیں اور ہدایت و راہنمائی کی درخواست بھی اسی سے کرتے ہیں جیسا کہ قرآن میں مذکور ہے:

اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ ؕ اِہۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ (الفاتحہ)

(اے اللہ) ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں۔ ہمیں سیدھا راستہ دکھا۔

۲۔ خدا کی پناہ

حضورؐ شیطان کی اُکساہٹوں پر اپنے رب ہی کی پناہ مانگتے ہیں جیسا کہ قرآن میں ذکر ہے:

وَ قُلۡ رَّبِّ اَعُوۡذُ بِکَ مِنۡ ہَمَزٰتِ الشَّیٰطِیۡنِ ۙ وَ اَعُوۡذُ بِکَ رَبِّ اَنۡ یَّحۡضُرُوۡنِ ۔ (المومنون ۔ ۹۸)

اور دُعا کرو کہ "پروردگار، میں شیاطین کی اُکساہٹوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں، بلکہ اے میرے رب میں تو اس سے بھی تیری پناہ مانگتا ہوں کہ وہ میرے پاس آئیں۔

Marfat.com
Marfat.com

وضاحت: حضورؐ اپنی اس دُعا کے ذریعہ سے اپنی اُمتِ مُسلمہ کو بتانا چاہتے ہیں کہ شیطان کی وسوسہ اندوزی اور اس کی اُکساہٹ سے بچانے والی صرف ایک ہی ہستی ہے اور وُہ ہے اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک۔ اس لیے سب کو اسی سے دُعا مانگنی چاہیے،

اب اگر کوئی شخص آپؐ کے اُسوۂ حسنہ سے استفادہ کرنا چاہتا ہے تو پھر اسے آپؐ کیطرح شیطانی وسوسہ اندازی اور اکساہٹ پر، اللہ تعالیٰ ہی سے مدد مانگنی چاہیے۔ اسی طرح ہر تکلیف اور مصیبت میں صرف اللہ تعالیٰ ہی سے دُعا کرنی چاہیے کیونکہ اس کے سوا کوئی مشکل کشا نہیں ہے حضورؐ کا اسوۂ حسنہ بھی یہی راہنمائی کرتا ہے، کہ اپنی امیدوں کا مرکز و محور صرف خدا ہی کو سمجھا جائے۔

۳۔ عذاب سے بچنے کی دُعا ایسے حالات میں کہ جب دشمنانِ اسلام آپؐ کی دعوتِ حق کو رد کرکے عذابِ الٰہی کو دعوت دے رہے تھے تو اُس وقت آپؐ نے اپنے رب کے حضور یہ دُعا فرمائی کہ اس قوم پر جو عذاب آنے والا ہے اُس سے مجھے بچایا جائے جیسا کہ قرآن میں آتا ہے:

قُلْ رَّبِّ اِمَّا تُرِيَنِّىْ مَا يُوْعَدُوْنَ۔ رَبِّ فَلَا تَجْعَلْنِىْ فِى الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ۔ (المومنون۔۹۴)

اے محمدؐ! دُعا کرو کہ "پروردگار! جس عذاب کی اُن کو دھمکی دی جا رہی ہے وُہ اگر میری موجودگی میں تو لائے تو اے میرے ربّ، مجھے ان ظالموں میں شامل نہ کیجیو"۔

۴۔ سیاسی قوت وطاقت کے لیے دُعا جو مخالف قوتیں رسولِ اکرمؐ کو جان سے مار دینے اور قید کر دینے کی سازشیں کرتی تھیں اُن کے خلاف مدد کی درخواست بھی آپؐ اسی ربِّ ارض و سما سے کرتے ہیں۔ جسے آپؐ نے اپنی تمام امیدوں کا مرکز و محور بنا رکھا تھا۔ پھر وہی آپؐ کی قدم قدم پر مدد و نصرت بھی فرماتا ہے آخرکار مخالفین حق ہی اپنے ناپاک منصوبوں میں ناکام و نامراد رہتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ آپؐ کو غلبۂ حق کی بشارت دیتا ہے۔ جیسا کہ قرآن میں مذکور ہے:

Marfat.com
Marfat.com

(۱) وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا ۝ (بنی اسرائیل ۔۸۰)

اور دعا کرو کہ پروردگار، مجھ کو تو جہاں بھی لے جا سچائی کے ساتھ لے جا اور جہاں سے بھی نکال سچائی کے ساتھ نکال اور اپنی طرف سے ایک اقتدار کو میرا مددگار بنا دے۔"

(۲) وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا (بنی اسرائیل ۔۸۱)

اور اعلان کر دو کہ "حق آگیا اور باطل مٹ گیا، باطل تو مٹنے ہی والا ہے۔"

وضاحت: (ل) ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی سیرت طیبہ اُن اہل ایمان کی کتنی بہترین طریقہ سے راہنمائی کرتی ہے جو اپنی تمام مشکلات کا حل اللہ تعالیٰ کی ذات ہی کو سمجھتے ہیں۔ ہر مشکل میں اسی سے دعا مانگتے ہیں۔ اپنی اُمیدوں کا مرکز و محور بھی اسی کو مانتے ہیں اور ہر وقت اپنے رب ہی کے فضل کے اُمیدوار رہتے ہیں۔

(ب) یہاں حضورؐ براہِ راست خدا ہی سے یہ درخواست بھی کرتے ہیں کہ یا تو مجھے سیاسی غلبہ عطا کر یا کسی حکومت کو میرا مددگار بنا دے تاکہ اس کے تعاون سے میں دنیا کے بگاڑ کو درست کرسکوں، فواحش و معاصی کے سیلاب کو روک سکوں اور تیرے قانونِ عدل کو جاری کرسکوں۔ چنانچہ چند سال کے اندر اندر ہی اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو مدینۂ طیبہ میں اسلامی ریاست کی بنیاد ڈالنے کی توفیق فرما دی اور دس سال کے اندر اندر نہ صرف اسلام عرب میں غالب ہو گیا بلکہ عجم کو بھی اپنی آغوشِ رحمت میں لینے لگا۔

۵۔ حضورؐ کی رقت آمیز دعا

جب اہلِ طائف نے آپؐ کی دعوت کو رد کر دیا اور وہ بڑے ظالمانہ و سفاکانہ طریقہ سے پیش آئے تو اُس وقت بھی آپؐ نے بڑی ہی رقت آمیز دعا مانگی جو اس طرف اشارہ کرتی ہے کہ آپؐ کی اُمیدوں کا مرکز و محور صرف ایک ہی ہستی اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک ہے۔

"خداوندا! میں تیرے ہی حضور اپنی بے بسی و بے چارگی اور لوگوں کی نگاہ میں اپنی بے قدری

Marfat.com
Marfat.com

کا شکوہ کرتا ہوں۔ اے ارحم الرحمین! تو سارے ہی کمزوروں کا رب ہے۔ اور میرا رب بھی تو ہی ہے مجھے کس کے حوالے کر رہا ہے؟ کیا کسی بیگانے کے حوالے جو مجھ سے درشتی کے ساتھ پیش آئے؟ یا کسی دشمن کے حوالے جس کو تُو نے مجھ پر قابو پا لینے کا یارا دیدیا ہے؟ اگر تو مجھ سے ناراض نہیں ہے تو مجھے کسی مصیبت کی پرواہ نہیں ہے مگر تیری طرف سے عافیت مجھے نصیب ہو جائے تو اس میں مرے لیے زیادہ کشادگی ہے۔ میں پناہ مانگتا ہوں۔ تیری ذات کے اس نُور کی جو اندھیرے میں اجالا کرتا اور دُنیا و آخرت کے معاملات کو درست کرتا ہے۔ مجھے اس سے بچالے کہ تیرا غضب مجھ پر نازل ہو یا میں تیرے عتاب کا مستحق ہو جاؤں۔ تیری مرضی پر راضی ہوں۔ یہاں تک کہ تو مجھ سے راضی ہو جائے کوئی زور اور طاقت تیرے بغیر نہیں[1]"۔ (سیرت ابن ہشام)

آپؐ کی یہ دُعا بھی اس حقیقت کی پُوری طرح وضاحت کر رہی ہے کہ آپؐ مصائب و تکالیف میں صرف اللہ تعالیٰ ہی کے آگے اپنے ہاتھ پھیلاتے تھے اور ہر وقت صرف اُسی کے فضل و کرم کے امیدوار ہوتے تھے۔ آپؐ کی بعض دُعائیں اسی باب کے صفحہ ۵۰۰ پر بیان کر دی گئی ہیں۔

۶۔ خدا کی معیت و رفاقت: آپؐ جب مکّہ سے ہجرت کر کے غارِ ثور میں پناہ لیتے ہیں۔ تو اُس وقت دشمنانِ اسلام بھی آپؐ کے تعاقب میں وہاں پہنچ جاتے ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جو اُس وقت آپؐ کے ساتھ تھے۔ وُہ عرض کرتے ہیں کہ دُشمن تو ہمارے سر پر آکھڑے ہُوئے ہیں تو آپؐ اُن کو بڑے حوصلے سے جواب دیتے ہیں۔ کہ

ابوبکرؓ: لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا۔ (توبہ۔۴۰)

"غم نہ کر، اللہ ہمارے ساتھ ہے"۔

__وضاحت:__ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ کا اللہ تعالیٰ پر کس قدر توکل اور بھروسہ تھا کہ ہر وقت اور ہر لمحہ حضورؐ اللہ تعالیٰ کے حاضر و ناظر، سمیع و بصیر اور ولی و کارساز ہونے کا عقیدہ رکھتے تھے اور یہی تلقین آپؐ صحابہ کرامؓ کو بھی فرمایا کرتے تھے اور صرف ایسا ہی عقیدہ رکھنے والے حضورؐ کے اُسوہ حسنہ سے مستفید ہو سکتے ہیں۔

---

[1] سیرت سرورِ عالم جلد ۲

Marfat.com
Marfat.com

۷۔ مشرک کی بدنصیبی: سیرتِ طیبہ کا یہ پہلو اچھی طرح اس بات کی وضاحت کر دیتا ہے کہ دنیا میں صرف ایک مشرک آدمی ہی ایسا بدنصیب ہے جو آپؐ کی سیرتِ طیبہ سے کسی صورت بھی فائدہ نہیں اٹھا سکتا کیوں کہ وہ مصائب و تکالیف میں خدا کی بجائے دوسری ہستیوں سے اپنی امیدیں وابستہ کرتا ہے اور اپنے ذہن اور عقیدہ میں یہ سمجھتا ہے کہ خدا کی طرح کچھ دوسری ہستیاں بھی ایسی ہیں جو فوق الفطری طریقہ سے میری دعائیں اور التجائیں سُن سکتی ہیں اور میری مدد کر سکتی ہیں۔ ایسا شخص حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا جب تک کہ وہ یہ عقیدہ نہ بنالے کہ میری امیدوں کا مرکز و محور اور واحد سہارا صرف ایک ہی سمیع و بصیر ہستی اللہ ربّ العالمین ہے۔ جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ اس عقیدہ کی بے لاگ شہادت پیش کرتا ہے کہ آپؐ پر جب بھی کوئی مصیبت آئی یا کسی شکل سے آپؐ کو دوچار ہونا پڑا تو آپؐ نے اپنے ربّ ہی سے التجا کی اور اسی کو مدد کے لیے پکارا۔ اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کو اور آپؐ کی سیرتِ طیبہ سے فائدہ اُٹھانے والوں کو یہ ہدایات دی ہیں:

(۱) اُدْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ۔ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ۔ (الاعراف۔۵۵)

.....وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّطَمَعًا ۭ اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ (الاعراف۔۵۶)

اپنے رب کو پکارو گڑگڑاتے ہوئے اور چپکے چپکے، یقیناً وہ حد سے گزرنے والوں کو پسند نہیں کرتا..... اور خدا ہی کو پکارو خوف کے ساتھ اور طمع کے ساتھ، یقیناً اللہ کی رحمت نیک کردار لوگوں سے قریب تر ہے۔

(۲) اور اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہ پکارو۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے۔ سوائے اس کی ذات کے۔ فرمانروائی اسی کی ہے اور اسی کی طرف تم سب پلٹائے جانے والے ہو۔ (القصص۔۸۸)

(۳) کون ہے جو بے قرار کی دعا سُنتا ہے جب کہ وہ اسے پکارے اور کون اس کی تکلیف رفع کرتا ہے۔ اور (کون ہے جو) تمہیں زمین کا خلیفہ بناتا ہے؟ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور خدا بھی (یہ کام

Marfat.com
Marfat.com

کرنے والا) ہے؛ تم لوگ کم ہی سوچتے ہو۔ (النمل۔۶۲)

(۴)۔ اور وہ دوسری ہستیاں جنہیں اللہ کو چھوڑ کر لوگ پکارتے ہیں وہ کسی چیز کی بھی خالق نہیں ہیں بلکہ خود مخلوق ہیں۔ مُردہ ہیں نہ کہ زندہ۔ اور ان کو کچھ معلوم نہیں ہے کہ انہیں کب (دوبارہ زندہ کر کے) اٹھایا جائے گا۔ (النحل۔۲۱)

وضاحت: یہ الفاظ صاف بتا رہے ہیں کہ یہاں خاص طور پر جن بناوٹی معبودوں کی تردید کی جا رہی ہے وہ وفات یافتہ نیک انسان ہیں کیونکہ فرشتے تو زندہ ہیں مُردہ نہیں ہیں اور لکڑی پتھر کی مورتیوں کے معاملہ میں دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

(۵)۔ اور وہ ہی دن ہوگا جب کہ (تمہارا رب) ان لوگوں کو بھی گھیر لائے گا اور ان کے ان معبودوں کو بھی بلائے گا جنہیں آج یہ اللہ کو چھوڑ کر پوج رہے ہیں، پھر وہ ان سے پوچھے گا "کیا تم نے میرے ان بندوں کو گمراہ کیا تھا؟ یا یہ خود راہِ راست سے بھٹک گئے تھے"؟ وہ عرض کریں گے "پاک ہے آپ کی ذات، ہماری تو یہ مجال ہی نہ تھی کہ آپ کے سوا کسی اور کو اپنا مولیٰ بناتے۔ مگر آپ نے ان کو اور ان کے باپ دادا کو خوب سامانِ زندگی دیا حتیٰ کہ یہ سبق بھول گئے اور شامت زدہ ہو کر رہے"۔ (الفرقان۔ ۱۷، ۱۸)

وضاحت۔ خدا کے برگزیدہ بندے عرض کریں گے کہ اے ہمارے رب! ان کی مرادیں تو تو ہی پوری کرتا تھا مگر ان ظالموں کو شیطان نے یہ مغالطہ دے رکھا تھا کہ ہم (اصحاب قبور) ان کی مدد کرتے ہیں حالانکہ ہمیں تو ان کے پکارنے اور دعا مانگنے کا بھی پتہ نہیں تھا کہ یہ کب ہمارے پاس آتے تھے۔

(۶)۔ جس روز ہم ان سب کو ایک ساتھ (اپنی عدالت میں) اکٹھا کریں گے پھر ان لوگوں سے جنہوں نے شرک کیا ہے، کہیں گے کہ "ٹھہر جاؤ تم بھی اور تمہارے بلائے ہوئے شریک بھی"، پھر ہم ان کے درمیان سے اجنبیت کا پردہ ہٹا دیں گے (دونوں ایک دوسرے کو پہچان لیں گے) اور ان کے شریک کہیں گے کہ "تم ہماری عبادت تو نہیں کرتے تھے۔ ہمارے اور تمہارے درمیان اللہ کی

Marfat.com
Marfat.com

گواہی کافی ہے کہ (تم اگر ہماری عبادت یعنی ہمارے آگے دُعا کرتے بھی تھے تو) ہم تمہاری اس عبادت (دُعا) سے بالکل بیخبر تھے"۔ اس وقت ہر شخص اپنے کیے کا مزہ چکھ لے گا؛ سب اپنے حقیقی مالک کی طرف پھیر دیے جائیں گے اور وُہ سارے جھُوٹ جو انہوں نے گھڑ رکھے تھے گم ہو جائیں گے۔ (یُونس۔ ۲۸ تا ۳۰)۔

وضاحت: ان آیات سے یہ رہنمائی ملتی ہے کہ:

(۱) اللہ تعالیٰ سے دُعا مانگنے کا طریقہ یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ سے گڑگڑاتے ہوئے اور چپکے چپکے دُعا مانگے۔ اور خوف اور اُمید کے ساتھ دُعا مانگے۔

(۲) اللہ کے علاوہ یا اس کے ساتھ کسی دوسری برگزیدہ ہستی کو پکارنا سراسر شرک ہے جو اسوۂ حسنہ کے سراسر خلاف ہے خالص اللہ تعالیٰ سے دُعا مانگنی چاہیے۔ کیونکہ اس کے سوا ہر چیز فانی اور ہلاک ہو جانے والی ہے اور جو خود فانی ہو وُہ دُوسرے کی حاجت روائی اور مشکل کشائی کیسے کر سکتا ہے۔ پھر خدا کے سوا کسی کے پاس اقتدار ہے ہی نہیں۔ ساری کائنات پر فرمانروائی تو صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ہے۔

(۳) مضطر اور لاچار کی دُعا سُننا اور اس کی تکلیف کو رفع کرنا صرف اللہ تعالیٰ کا کام ہے دُنیا کی کوئی ہستی یہ کام نہیں کر سکتی اور نہ ہی کسی کے پاس یہ کام کرنے کی طاقت ہے۔

(۴) جو نیک لوگ دنیا سے وفات پا گئے ہیں۔ ان کی قبروں پر جا کر ان سے دُعائیں مانگنا بھی شرک ہی ہے کیونکہ وہ مُردہ (اموات غیر احیاء) ہیں اور ان کو تو یہ بھی پتہ نہیں کہ کب انہیں حساب وکتاب کے لیے اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہونا ہے یا خود ان کے ساتھ کیا کچھ پیش ہونے والا ہے۔

(۵) مشرک لوگ جن نیک بندوں کو دُنیا میں اپنی مصیبتوں اور مشکلوں میں پکارتے ہیں اور ان کی قبروں میں جا کر ان سے دُعائیں مانگتے ہیں وہ قیامت کے دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح اُن کے شرک کا صاف صاف انکار کریں گے بلکہ وہ یہ کہیں گے کہ "ہمیں تو یہ بھی پتہ نہ تھا کہ یہ ظالم کب ہماری قبروں اور مزاروں پر آتے تھے اور ہمیں مدد کے لیے پکارتے تھے۔ بلکہ وُہ مزید اپنے بارے میں یہ

Marfat.com
Marfat.com

صفائی پیش کریں گے کہ "جتنا عرصہ ہم دُنیا میں زندہ رہے تھے ہم تو اے اللہ! تجھے ہی اپنا ولی وکارساز اور حاجت روا اور مشکل کُشا سمجھتے رہے تھے اور دُوسروں کو بھی ہم یہی تلقین کرتے تھے مگر جب ہم دُنیا سے وفات پا گئے تو بعد میں ان کی حاجتیں تو خود تُو ہی پُوری کرتا تھا مگر یہ ظالم لوگ اپنے باطل اور مُشرکانہ عقیدہ کی بنا پر یہ سمجھتے رہے کہ اصحابِ قبور ہماری مدد فرما رہے ہیں۔ کیونکہ ان ظالموں کی شامت اعمال آئی ہوئی تھی اور اسی طرح انہیں تباہ و برباد ہونا تھا چنانچہ یہ شیطان کے ایسے فریب میں آئے کہ یہ اپنے مشرکانہ عقائد ہی میں مگن رہے اور یہی سمجھتے رہے کہ ہماری تو دُنیا بن رہی ہے حالانکہ شرک کی وجہ سے ان کی آخرت برباد ہو رہی تھی"۔

(۱) **مدد مانگنے کا اسلامی طریقہ** اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو وُہ طریقہ قرآن میں بتلا دیا ہے جو مدد حاصل کرنے کا ذریعہ اور وسیلہ بن سکتا ہے۔ اس طریقہ پر پُوری زندگی میں خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی عمل پیرا رہے اور صحابہ کرام نے بھی اسی طریقہ کو اختیار کئے رکھا اور یہی مسنون اور موزوں طریقہ ہے جس پر تا قیامت اہل ایمان کو عمل کرتے رہنا چاہیئے:

(۱) یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ۔ (البقرہ۔۱۵۳)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، صبر اور نماز سے مدد لو۔ اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے

(۲) وَاسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ وَاِنَّهَا لَكَبِیْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِیْنَ (۴۵) الَّذِیْنَ یَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَاَنَّهُمْ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ (البقرہ۔۴۶)

صبر اور نماز سے مدد لو، بیشک نماز ایک سخت مشکل کام ہے، مگر ان فرمانبرداروں کے لئے مشکل نہیں ہے جو سمجھتے ہیں کہ آخرکار انہیں اپنے رب سے ملنا اور اسی کی طرف پلٹ کر جانا ہے۔

(۳) وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ (۱۵۵) الَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِیْبَةٌ ۙ قَالُوْآ اِنَّا

Marfat.com
Marfat.com

لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ (البقرہ - ۱۵۶)

ان حالات میں جو لوگ صبر کریں اور جب کوئی مصیبت پڑے، تو کہیں کہ "ہم اللہ ہی کے ہیں اور اللہ ہی کی طرف ہمیں پلٹ کر جانا ہے"۔ انہیں خوشخبری دے دو۔

(۴) وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا یَضُرُّکُمْ کَیْدُھُمْ شَیْئًا ؕ اِنَّ اللّٰہَ بِمَا یَعْمَلُوْنَ مُحِیْطٌ۔ (آل عمران - ۱۲۰)

مگر ان کی کوئی تدبیر تمہارے خلاف کارگر نہیں ہو سکتی بشرطیکہ تم صبر سے کام لو اور اللہ سے ڈر کر کام کرتے رہو جو کچھ یہ کر رہے ہیں اللہ اس پر حاوی ہے۔

وضاحت: (۱) ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے یہ ہدایت فرمائی ہے کہ اہلِ ایمان دو چیزوں کو مدد حاصل کرنے کا وسیلہ بنائیں۔ ایک نماز اور دوسرے صبر کو۔

(۲) نماز میں یہ خوبی ہے کہ اس سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ براہِ راست ہمکلامی کا شرف حاصل ہو جاتا ہے یہ مومن کے ذہن میں خدا کے حاضر و ناظر ہونے کا تصور بٹھاتی ہے۔

(۳) یہ مومن کو اس حقیقت سے آگاہ کرتی ہے کہ تیری امیدوں کا مرکز و محور صرف اللہ ہی ہونا چاہیئے وہی تیرا خالق، رازق، مالک اور حاکم ہے۔ اسی پر توکل و بھروسہ رکھنا چاہیے۔ وہی محاسب و مجازی ہے۔ ہر وقت اسی کی رضا کے لئے جویا رہنا چاہیے۔ وہی نافع و ضار، حاجت روا اور مشکلکشا ہے۔

(۴) نماز مومن کی زندگی کا دائمی وظیفہ ہے مومن پر نماز کبھی بھی گراں نہیں گزرتی ہے۔ البتہ وہ لوگ جن کا آخرت پر ایمان نہیں ہے نماز سے غافل رہتے ہیں۔

(۵) صبر کے لغوی معنی روکنے اور باندھنے کے ہیں اور اس سے مراد ارادے کی وہ مضبوطی، عزم کی وہ پختگی اور خواہشاتِ نفس کا وہ انضباط ہے، جس سے ایک شخص نفسانی ترغیبات اور بیرونی مشکلات کے مقابلے میں اپنے قلب و ضمیر کے پسند کیے ہوئے راستے پر لگاتار بڑھتا چلا جاتا ہے۔

(۶) صبر کرنے والوں میں ایک بہت بڑی خوبی یہ ہے کہ ان پر جب بھی کوئی مصیبت آتی ہے تو وہ

Marfat.com
Marfat.com

یہ کہتے ہیں کہ "ہم اللہ ہی کے ہیں" اس لئے اللہ کی راہ میں ہماری جو چیز بھی قربان ہوئی وہ گویا ٹھیک اپنے مصرف میں صرف ہوئی، جس کی چیز تھی اسی کے کام آگئی اور یہ کہ "اللہ ہی کی طرف ہمیں پلٹنا ہے" یعنی بہر حال ہمیشہ اس دنیا میں رہنا نہیں ہے آخر کار دیر یا سویر جانا خدا ہی کے پاس ہے۔ لہذا کیوں نہ جان لڑا کر اس کے حضور حاضر ہوں۔ یہ اس سے لاکھ درجہ بہتر ہے کہ ہم اپنے نفس کی پرورش میں لگے رہیں اور اسی حالت میں اپنی موت ہی کے وقت پر کسی بیماری یا حادثے کا شکار ہو جائیں۔

(۷) اگر اہلِ ایمان صبر سے کام لیں اور تقویٰ کی روش اختیار کریں تو دشمن ان کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ بلکہ فتح و نصرت ایسے اہلِ ایمان کے قدم چومے گی۔ جو صبر کرنیوالے ہوتے ہیں۔

(۸) نماز اور صبر وہ دو شاہِ کلید ہیں جو بندے کی ہر مشکل کو حل کرنے کا وسیلہ بنتی ہیں۔ تقربِ الٰہی سے مراد خدا کا قرب حاصل کرنا ہے جو مومن جس قدر خدا کا امیدوار ہو گا وہ اسی قدر قربِ الٰہی حاصل کرے گا۔ جیسا کہ حضورؐ نے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کیا تھا کیوں کہ آپؐ ہی سب سے زیادہ اللہ تعالےٰ کے فضل و رحمت کے امیدوار تھے۔

(ب) تقربِ الٰہی: تقربِ الٰہی کے بارے میں قرآن کی حسبِ ذیل آیات اس طرح راہنمائی کرتی ہیں:

(۱) "اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اللہ سے ڈرو اور اس کی جناب میں باریابی کا ذریعہ تلاش کرو۔ اور اس کی راہ میں جدوجہد کرو، شاید کہ تمہیں کامیابی نصیب ہو جائے۔" (المائدہ۔ ۳۵)

(۲) "(اے نبیؐ) یہ کتاب ہم نے تمہاری طرف برحق نازل کی ہے، لہٰذا تم اللہ ہی کی بندگی کرو دین کو اس کے لیے خالص کرتے ہوئے۔ خبردار دین خالص اللہ کا حق ہے۔ رہے وہ لوگ جنہوں نے اس کے سوا دوسرے سرپرست بنا رکھے ہیں (اور وہ اپنے اس فعل کی توجیہہ یہ کرتے ہیں کہ) ہم تو ان کی عبادت (ان سے دعائیں) صرف اسلیے کرتے ہیں کہ وہ اللہ تک ہماری رسائی کرا دیں، اللہ کسی ایسے شخص کو ہدایت نہیں دیتا جو جھوٹا اور منکرِ حق ہو۔" (الزمر۔ ۲ تا ۳)

Marfat.com
Marfat.com

(۳)۔ "اُن سے کہو' پکار دیکھو اُن معبودوں کو جن کو تم خدا کے سوا (اپنا کارساز) سمجھتے ہو' وُہ کسی تکلیف کو تم سے نہ ہٹا سکتے ہیں نہ بدل سکتے ہیں۔ جن کو یہ لوگ پکارتے ہیں وہ تو خود اپنے رب کے حضور رسائی حاصل کرنے کا وسیلہ تلاش کر رہے ہیں کہ کون اُس سے قریب تر ہو جائے اور وُہ اُس کی رحمت کے امیدوار اور اُس کے عذاب سے خائف ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ تیرے رب کا عذاب ہے ہی ڈرنے کے لائق۔ (بنی اسرائیل۔ ۵۶، ۵۷)

(۴)۔"اُسی کو پکارنا برحق ہے۔ رہیں وہ ہستیاں جنہیں اس کو چھوڑ کر یہ لوگ پکارتے ہیں۔ وُہ اُن کو دُعاؤں کا جواب نہیں دے سکتیں۔ انہیں پکارنا تو ایسا ہے جیسے کوئی شخص پانی کی طرف ہاتھ پھیلا کر درخواست کرے کہ" تو میرے مُنہ تک پہنچ جا" حالانکہ پانی اُس تک پہنچنے والا نہیں۔ بس اسی طرح کافروں کی دُعائیں بھی کچھ نہیں ہیں مگر ایک تیرِ بے ہدف"۔ (الرعد۔ ۱۴)

وضاحت: یہ آیات تقربِ الٰہی کے سلسلہ میں یہ رہنمائی کرتی ہیں:

(۱)۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان کو حکم دیا ہے کہ وُہ اس کی جناب میں باریابی کا ذریعہ تلاش کریں اور انہیں ایسا طریقہ اختیار کرنا چاہیئے جس سے تقربِ الٰہی حاصل ہو سکتا ہو۔

(۲)۔ اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں تقربِ الٰہی کا طریقہ یہ بیان کیا ہے کہ:

ا۔ متقیانہ طرزِ زندگی اختیار کی جائے۔

ب۔ خدا کی راہ میں مخلصانہ جد وجہد کی جائے کہ اللہ کے دین کو اپنی پوری زندگی میں قائم اور نافذ کیا جائے اور اس راہ میں جو بھی قوت مزاحم ہو' اس کے خلاف جہاد کیا جائے خواہ وہ ابلیس اور اس کا لشکر ہو' یا نفس اور اس کی سرکش خواہشات، اور خواہ خدا سے پھرے ہوئے باغی اور سرکش انسان ہوں یا غلط مذہبی، تمدنی اور سیاسی نظام، ان سب کے خلاف چومکھی لڑائی لڑنا اور اللہ کے دین کو زندگی کے تمام شعبوں میں قائم کرنا ہی تقربِ الٰہی کا اصل ذریعہ ہے۔ یہی راہنمائی حضور اکرم کے اسوۂ حسنہ سے ملتی ہے کہ آپ نے زندگی بھر تقربِ الٰہی کے لیے یہی طریقہ اختیار کیے رکھا۔

Marfat.com
Marfat.com

(۳) نیز ان آیات میں مشرکوں کے اس عقیدہ کی تردید کی گئی ہے کہ "براہِ راست خدا تک ہماری رسائی نہیں ہو سکتی۔ خداوند تعالیٰ ہم جیسے گنہگاروں کی نہیں سُنتا۔ وُہ صرف اپنے پاکباز اور برگزیدہ بندوں ہی کے ذریعے سے ہماری مدد کر سکتا ہے۔ اس کی بارگاہ بہت اُونچی ہے وہاں تک ہم نہیں جا سکتے۔ اور فوت شدہ بزرگوں کے آگے جو ہم دعائیں کرتے ہیں تو یہ ان کی عبادت نہیں کرتے بلکہ ہم تو ان کا وسیلہ لے کر تقرب الٰہی حاصل کرتے ہیں" اس قسم کے عقیدہ کی آیاتِ بالا میں تردید کرتے ہوئے خُدا نے صاف صاف بیان کر دیا ہے کہ "یہ سراسر مشرکانہ عقیدہ ہے اور یہ لوگ صرف کاذب اور جھوٹے ہی نہیں بلکہ کُفّار اور نمک حرام بھی ہیں۔ کہ "نعمتیں تو میں براہِ راست خود دیتا ہوں مگر یہ نمک حرام نذرانے اور شکرانے دوسروں کے نام پر دیتے ہیں۔ دُعائیں تو براہِ راست میں خود ہی سُنتا ہوں۔ اور انہیں شرفِ قبولیّت بھی میں ہی بخشتا ہوں مگر یہ دُعائیں ان کے آگے کرتے ہیں جن کو مُردہ سمجھ کر خود انہوں نے دفن کیا تھا اور جن کو فوت ہوئے صدیاں گزر گئی ہیں اور ان کو یہ تک پتہ نہیں کہ کون ان سے دُعا کر رہا ہے اور وُہ کیا کہہ رہا ہے بلکہ ان کو تو یہ بھی معلوم نہیں ہے کہ وہ کب روز محشر کو اپنے اعمال کی جواب دہی کے لیے پیش ہونے والے ہیں۔ ان مُشرک بدبختوں کی مثال تو اس پیاسے کی مانند ہے جو پانی کی طرف ہاتھ پھیلا کر کہے اور اس سے درخواست کرے کہ تو میرے مُنہ تک پہنچ جا حالانکہ وہ قیامت تک اس کے مُنہ تک نہیں پہنچنے والا۔ مشرکوں کے لیے کُفّار کا لفظ اس لیے بھی بولا گیا ہے کہ خُدا کی توحید اور تقربِ الٰہی کا صحیح طریقہ معلوم ہو جانے کے باوجود پھر بھی یہ اصل حقیقت پر پردہ ڈال کر یہی اصرار کیے جا رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہماری دُعائیں براہِ راست نہیں سُنتا ہے اور نہ ہی قبول کرتا ہے بلکہ وُہ صرف اپنے برگزیدہ بندوں ہی کے ذریعہ سے سُنتا ہے۔ حالانکہ خدا کے تمام برگزیدہ بندے اپنی زندگی بھر اسی کے آگے براہِ راست حاجتیں پیش کرتے رہے ہیں اور اسی کی رحمت کے امیدوار رہے ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے رہے ہیں اور یہی طریقہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنی پُوری زندگی میں اختیار کیے رکھا تھا۔ اور انہوں نے اپنے پیروکاروں کو بھی

Marfat.com
Marfat.com

یہی طریقہ اختیار کرنے کی ہدایت فرمائی تھی۔ جیساکہ قرآن میں مذکور ہے: 58

"تمہارا ربّ کہتا ہے مجھے پکارو، میں دُعائیں قبول کروں گا۔ جو لوگ گھمنڈ میں آکر میری عبادت سے مُنہ موڑتے ہیں وُہ ضرور ذلیل وخوار ہوکر جہنم میں داخل ہوں گے۔" (المؤمن ۶۰)

وضاحت: (۱) اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ دعائیں قبول کرنے کے جملہ اختیارات صرف اللہ تعالےٰ کے پاس ہیں لہٰذا اہلِ ایمان کو براہِ راست صرف خدا ہی سے دُعا مانگنی چاہیے۔

(۲)۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو براہِ راست دُعا مانگنے کا حکم دے کر مشرکین کے اس جاہلانہ اور باطل عقیدہ کی صاف صاف تردید کردی ہے کہ اللہ تعالیٰ براہِ راست ہماری دُعائیں نہیں سُنتا۔

(۳)۔ جو لوگ خداوند تعالیٰ سے براہِ راست دُعا نہیں مانگتے وہ متکبّر لوگ ہیں جو ذلیل وخوار ہوکر رہیں گے۔

(۴)۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں دعا کو عبادت کے معنی میں بیان کیا ہے بلکہ حدیث میں دُعا کو عبادت کا مغز کہا گیا ہے۔ اب جو شخص خدا کے آگے دُعا کرنے کے بجائے کسی دُوسرے کے آگے دُعا کرتا ہے خواہ وُہ خدا کا نیک بندہ ہی کیوں نہ ہو تو یہ اس کی عبادت شرک قرار پائے گی کیونکہ خدا کے سوا کسی کی عبادت کرنا اور اس سے دُعا مانگنا سراسر شرک ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے آگے براہِ راست دُعا نہیں کرتا وہ داصلِ جہنّم ہوگا۔

حاصلِ مُدعا یہ ہے کہ خدا کا تقرب حاصل کرنے کے لیے وہ طریقہ اختیار کیا جائے۔ جو خدا تعالیٰ نے اسوۂ حسنہ (کتاب وسنّت) کے ذریعہ سے بتلایا ہے کہ پُوری زندگی میں خدا کی اطاعت کی جائے اور براہِ راست اسی سے دعا کی جائے کیونکہ وُہی داتا ہے اور وُہی غنی ہے۔ باقی سب اسی کے محتاج بندے ہیں۔

(ج) **تقرّبِ الٰہی کا مسنون طریقہ** | لوگوں کا اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ اختیارات کو اس کی مرضی کے خلاف استعمال کرنا نہ صرف تقربِ الٰہی کے منافی ہے۔ بلکہ اس کے ساتھ بغاوت اور شرکِ عظیم بھی ہے پھر مزید یہ ستم ظریفی یہ ہے کہ یہ اپنی تکالیف و حاجات میں بھی

براہ راست اُس سے نہیں مانگتے ۔ بلکہ دُوسروں کو اس کا شریک بنا کر اس کا تقرب حاصل کرنے کی بے جا کوشش شروع کر دیتے ہیں تاکہ ان کے ذریعہ سے اس کی مدد مل سکے یہ سراسر جاہلیت کا طریقہ ہے ۔حضورؐ کی تشریف آوری سے پہلے بھی لوگ اس قسم کے شرک میں مبتلا تھے اور آج بھی لوگوں کی اکثریت اسی طریقہ پر چل رہی ہے ۔اس کے برعکس آپؐ کی سُنت یہ ہے کہ سب سے پہلے اپنے تمام ذرائع و وسائل خدا کی راہ میں لگا دو پھر خدا پر بھروسہ کرتے ہوئے براہِ راست اسی سے مدد طلب کرو جیسا کہ جنگ بدر میں آپؐ کی سنت سے ثابت ہوتا ہے کہ سب سے پہلے آپؐ اپنے تمام ممکنہ وسائل کو دشمنانِ اسلام کے مقابلہ میں لے آتے ہیں ۔پھر جب آپؐ دیکھتے ہیں کہ دشمنانِ اسلام کی تعداد بھی زیادہ ہے اور ساز و سامان بھی ان کے پاس زیادہ ہے تو آپؐ اپنی اس کمی کو محسوس کرتے ہُوئے اللہ تعالیٰ کے حضور یہ دُعا فرماتے ہیں :

اے اللہ ! یہ ہیں قریش ! یہ اپنے کبر و اعجاب کے نشے میں سرشار ہو کر اس غرض سے آئے ہیں کہ تیرے بندوں کو تیری اطاعت سے باز رکھیں اور تیرے رسولؐ کو جھٹلائیں ۔ پس اے اللہ اپنی نصرت بھیج جس کا تو نے مجھ سے وعدہ کر رکھا ہے ۔ اے اللہ ! کل ان کو ہلاکت میں ڈال دے ۔ خداوندا ! اگر یہ چند جانیں آج ختم ہو گئیں تو پھر قیامت تک تیری عبادت نہ ہو گی[1]
(ابن اسحاق و ابن ہشام)

اب اگر آپؐ اپنے جانثار صحابہ کرامؓ کے ساتھ سرے سے میدانِ جنگ میں تشریف ہی نہ لاتے اور مدینہ ہی میں اپنے گھروں میں بیٹھ کر دُعائیں کرتے رہتے تو وُہ مقصد پورا نہ ہوتا جو میدانِ بدر میں پہنچ کر پُورا ہُوا تھا ۔جب آپؐ نے اپنا تمام سرمایہ تحریک میدانِ عمل میں لا کر رکھ دیا اور اسکے بعد یہ رقت آمیز دُعا مانگی تو خداوند تعالیٰ نے فتح و نصرت کے لیے آسمان سے فرشتوں کی فوجیں بھیج کر مادی وسائل کی کمی کو پُورا کر دیا جیسا کہ قرآن میں مذکور ہے :

بَلٰٓی اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَیَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا یُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِیْنَ ۔ (آل عمران ، ۱۲۵)

---

[1] محسن انسانیت

Marfat.com
Marfat.com

بے شک اگر تم صبر کرو اور خدا سے ڈرتے ہوئے کام کرو تو جس آن دشمن تمہارے اُوپر چڑھ کر آئیں گے اُسی آن تمہارا رب (تین ہزار نہیں) پانچ ہزار صاحب نشان فرشتوں سے تمہاری مدد کرے گا۔

فَلَمْ تَقْتُلُوهُمْ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ قَتَلَهُمْ وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ وَلِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِينَ مِنْهُ بَلَاءً حَسَنًا إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ (الانفال-۱۷)

پس حقیقت یہ ہے کہ تم نے انہیں قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے قتل کیا اور اے نبیؐ تُو نے نہیں پھینکا بلکہ اللہ نے پھینکا (اور مومنوں کے ہاتھ جو اس کام میں استعمال کیے گئے ہیں) تو یہ اس لیے تھا کہ اللہ مومنوں کو ایک بہترین آزمائش سے کامیابی کے ساتھ گزار دے۔ یقیناً اللہ سُننے والا اور جاننے والا ہے۔

وضاحت: (۱) جب معرکۂ بدر میں اہلِ ایمان اور کفارِ مکہ کے لشکر ایک دُوسرے کے مدِ مقابل ہوئے اور عام زد و خورد کا موقع آگیا تو حضورؐ نے مٹھی بھر ریت ہاتھ میں لے کر "شاھت الوجوہ" کے الفاظ اپنی زبانِ مبارک سے فرماتے ہوئے کفار کی طرف پھینکی اور اس کے ساتھ ہی آپؐ کے اشارے سے مسلمان یکبارگی کفار پر حملہ آور ہوئے تو اللہ تعالیٰ کی غیبی فوج مدد کے لیے آگئی جس نے مادی وسائل کی کمی کا ازالہ کر دیا۔

(۲)۔ اس واقعہ سے خدا کی نصرت اور اس کا تقرب حاصل کرنے کا طریقہ معلوم ہو جاتا ہے کہ حضورؐ کا اسوۂ حسنہ ہماری یہ راہنمائی کرتا ہے کہ سب سے پہلے مومن اپنے تمام ذرائع و وسائل جو اس کے اختیار میں ہیں ان کو بروئے کار لائے پھر خدا کی نصرت کا طلبگار ہو۔ تو اس مسنون طریقہ سے دونوں چیزیں حاصل ہوں گی نصرتِ الٰہی بھی اور تقربِ الٰہی بھی۔

۹۔ صحابۂ کرامؓ کا مرکزِ اُمید: صحابۂ کرامؓ نے بھی اپنی امیدوں کا مرکز و محور صرف اللہ تعالیٰ ہی کو بنائے رکھا تھا وہ صرف اسی پر توکل اور بھروسہ رکھتے تھے جیسا کہ حضرت کعب بن مالکؓ، بلال بن اُمیہ اور مرارہ بن رُبیع کے بارے میں قرآن میں آتا ہے کہ

Marfat.com
Marfat.com

دہ غزوۂ تبوک میں بوجہ سستی شریک نہیں ہو سکے تھے۔ انہوں نے اپنے قائد کی طرف سے دی گئی سزا کے دوران اپنی اُمیدوں کی پناہ گاہ صرف خدا ہی کو سمجھا جیسا کہ قرآن میں مذکور ہے:

" اور اُن تینوں کو بھی اس نے معاف کیا۔ جن کے معاملہ کو ملتوی کر دیا گیا جب زمین اپنی ساری وسعت کے باوجود اُن پر تنگ ہو گئی۔ اور اُن کی اپنی جانیں بھی اُن پہ بار ہونے لگیں۔ اور اُنہوں نے جان لیا کہ اللہ سے بچنے کے لیے کوئی جائے پناہ خود اللہ ہی کے دامنِ رحمت کے سوا نہیں ہے تو اللہ اپنی مہربانی سے اُن کی طرف پلٹا۔ تاکہ وُہ اُس کی طرف پلٹ آئیں، یقیناً وُہ معاف کرنے والا اور رحیم ہے۔" (توبہ - ۱۱۸)

۱۰۔ **حضرت کعبؓ بن مالک کا سبق آموز واقعہ:** حضرت کعبؓ بن مالک نے اپنا قصّہ بہت تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے جو غایت درجہ سبق آموز ہے۔ اپنے بڑھاپے کے زمانہ میں جب کہ وہ نابینا ہو چکے تھے۔ انہوں نے اپنے صاحبزادے عبداللہ سے جو اُن کا ہاتھ پکڑ کر اُنہیں چلایا کرتے تھے، یہ قصّہ خود بیان کیا۔

(۱) **حکم ماننے میں تساہل:** غزوۂ تبوک کی تیاری کے زمانہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلّم جب کبھی مسلمانوں سے شرکتِ جنگ کی اپیل کرتے تھے۔ میں اپنے دل میں ارادہ کر لیتا تھا کہ چلنے کی تیاری کروں گا۔ مگر پھر واپس آکر سستی کر جاتا تھا اور کہتا تھا کہ ابھی کیا ہے، جب چلنے کا وقت آئے گا تو تیار ہوتے کیا دیر لگتی ہے۔ اِس طرح بات ٹلتی رہی۔ یہاں تک کہ لشکر کی روانگی کا وقت آگیا اور میں تیار نہ تھا۔ میں نے دل میں کہا کہ لشکر کو چلنے دو، میں ایک دو روز بعد راستہ ہی میں اُس سے جا ملوں گا۔ مگر پھر وہی سستی مانع ہوئی حتیٰ کہ وقت نکل گیا۔

(۲) **مدینہ میں پیچھے رہ جانے والے لوگ:** اس زمانہ میں جب کہ میں مدینہ میں رہا۔ میرا دل یہ دیکھ کر بے حد کڑھتا تھا کہ میں پیچھے جن لوگوں کے ساتھ رہ گیا ہوں وُہ یا تو منافقین ہیں یا وُہ ضعیف اور مجبور لوگ ہیں جن کو اللہ نے معذور کر رکھا ہے۔

(۳) **غزوۂ تبوک سے واپسی پر بازپرس:** جب نبی صلی اللہ علیہ وسلّم تبوک سے واپس تشریف لائے تو حسبِ معمول آپؐ نے پہلے مسجد میں آکر دو رکعت نماز پڑھی، پھر لوگوں سے ملاقات کے لیے

Marfat.com
Marfat.com

بیٹھے۔ اس مجلس میں منافقین نے آ آ کر اپنے عذرات لمبی چوڑی قسموں کے ساتھ پیش کرنے شروع کیے۔ یہ ۸۰ سے زیادہ آدمی تھے۔ حضورؐ نے اُن میں سے ایک ایک کی بناوٹی باتیں سُنیں۔ اُن کے ظاہری عذرات کو قبول کر لیا۔ اور اُن کے باطن کو خدا پر چھوڑ کر فرمایا۔ خُدا تمہیں معاف کرے۔

(۴) حضرت کعبؓ کی صدق بیانی: پھر میری باری آئی۔ مَیں نے آگے بڑھ کر سلام عرض کیا۔ آپؐ میری طرف دیکھ کر مُسکرائے اور فرمایا "تشریف لائیے! آپ کو کس چیز نے روکا تھا؟" مَیں نے عرض کیا۔ "خُدا کی قسم اگر میں اہلِ دُنیا میں سے کسی کے سامنے حاضر ہُوا ہوتا۔ تو ضرور کوئی نہ کوئی بات بنا کر اُس کو راضی کرنے کی کوشش کرتا، باتیں بنانی تو مجھے بھی آتی ہیں مگر آپؐ کے متعلق میں یقین رکھتا ہوں، کہ اگر اس وقت کوئی جھوٹا عُذر پیش کر کے مَیں نے آپؐ کو راضی بھی کر لیا۔ تو اللہ ضرور آپؐ کو مجھ سے پھر ناراض کر دے گا۔ البتہ اگر سچ کہوں تو چاہے آپؐ ناراض ہی کیوں نہ ہوں مجھے اُمید ہے کہ اللہ میرے لیے معافی کی کوئی صُورت پیدا فرما دے گا۔ واقعہ یہ ہے کہ میرے پاس کوئی عذر نہیں ہے جسے پیش کر سکوں، میں جانے پر پُوری طرح قادر تھا۔"

(۵) صدق بیانی پر استقامت: اس پر حضورؐ نے کہا "یہ شخص ہے جس نے سچی بات کہی۔ اچھا اُٹھ جاؤ اور انتظار کرو۔ یہاں تک کہ اللہ تمہارے معاملہ میں کوئی فیصلہ کرے"۔ مَیں اُٹھا اور اپنے قبیلے کے لوگوں میں جا بیٹھا۔ یہاں سب کے سب میرے پیچھے پڑ گئے اور مجھے بہت ملامت کی۔ کہ تو نے کوئی عُذر کیوں نہ کیا۔ یہ باتیں سُن کر میرا نفس بھی کچھ آمادہ ہونے لگا کہ پھر حاضر ہو کر کوئی بات بنا دوں مگر جب معلوم ہُوا کہ دو اور صالح آدمیوں (مرارہ بن ربیع اور ہلال بنی اُمیہ) نے بھی وہی سچی بات کہی ہے تو مجھے تسکین ہو گئی اور مَیں اپنی سچائی پر جا رہا۔

(۶) حضورؐ کی تادیبی کارروائی: "اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عام حکم دیدیا کہ ہم تینوں آدمیوں سے کوئی بات نہ کرے۔ چنانچہ وہ دونوں تو گھر آ کر بیٹھ گئے۔ مگر میں نکلتا تھا، جماعت کے ساتھ نماز پڑھتا تھا، بازاروں میں چلتا پھرتا تھا۔ اور کوئی آدمی مجھ سے بات نہ کرتا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہ زمین بالکل بدل گئی ہے، میں اجنبی ہُوں اور اس بستی میں میرا کوئی واقف نہیں۔"

(۷) حضورؐ کی نگاہِ التفات: مَیں مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے جاتا تو حسب معمول نبی صلی اللہ

Marfat.com
Marfat.com

علیہ وسلم کو سلام کرتا تھا۔ مگر مَیں انتظار ہی کرتا رہ جاتا تھا کہ جواب کے لیے آپؐ کے ہونٹ جنبش کریں نمازوں میں نظریں چرا کر حضور کو دیکھتا تھا کہ آپؐ کی نگاہیں مجھ پر کیسی پڑتی ہیں۔ مگر وہاں حال یہ تھا کہ جب تک مَیں نماز پڑھتا۔ آپؐ میری طرف دیکھتے رہتے اور جہاں میں نے سلام پھیرا کہ آپؐ نے میری طرف سے نظر ہٹالی۔

(۸) دوست کی بے رُخی: ایک روز مَیں گھبرا کر اپنے چچا زاد بھائی اور بچپن کے یار ابو قتادہؓ کے پاس گیا۔ اور ان کے باغ کی دیوار پر چڑھ کر انہیں سلام کیا۔ مگر اُس اللہ کے بندے نے سلام کا جواب تک نہ دیا۔ مَیں نے کہا۔ "ابو قتادہؓ۔ مَیں تم کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں۔ کیا مَیں خدا اور اُس کے رسولؐ سے محبت نہیں رکھتا؟" وُہ خاموش رہے۔ مَیں نے پھر پوچھا۔ وہ پھر خاموش رہے۔ تیسری مرتبہ جب مَیں نے قسم دے کر یہی سوال کیا تو اُنہوں نے بس اتنا کہا کہ "اللہ اور اُس کا رسول ہی بہتر جانتا ہے۔" اس پر میری آنکھوں سے آنسو نکل آئے۔ اور مَیں دیوار سے اُتر آیا۔

(۹) شاہ غسان کی پیش کش: اُن ہی دنوں ایک دفعہ مَیں بازار سے گزر رہا تھا کہ شام کے نبطیوں کا ایک شخص مجھے ملا۔ اور اس نے شاہ غسان کا خط حریر میں لپٹا ہُوا مجھے دیا۔ مَیں نے کھول کر پڑھا تو اُس میں لکھا تھا کہ "ہم نے سُنا ہے تمہارے صاحب نے تم پر ستم توڑ رکھا ہے تم کوئی ذلیل آدمی نہیں ہو۔ نہ اس لائق ہو کہ تمہیں ضائع کیا جائے۔ ہمارے پاس آجاؤ، ہم تمہاری قدر کریں گے" مَیں نے کہا یہ ایک اور بلا نازل ہُوئی اور اُسی وقت اُس خط کو چولہے میں جھونک دیا۔

(۱۰) بیوی سے علیحدگی: چالیسؓ دن اس حالت میں گزر گئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا آدمی حکم لے کر آیا کہ اپنی بیوی سے بھی علیحدہ ہو جاؤ۔" مَیں نے پوچھا کیا طلاق دے دوں"؟ جواب ملا نہیں۔ بس الگ رہو۔ چنانچہ مَیں نے اپنی بیوی سے کہہ دیا کہ تم اپنے میکے میں چلی جاؤ۔ اور انتظار کرو۔ یہاں تک کہ اللہ اس معاملے کا فیصلہ کر دے۔

(۱۱) توبہ قبول ہونے کی بشارت: پچاسویں دن صبح کی نماز کے بعد میں اپنے مکان کی چھت

Marfat.com
Marfat.com

پر بیٹھا ہوا تھا اور اپنی جان سے بیزار ہو رہا تھا کہ یکایک کسی شخص نے پکار کر کہا "مبارک ہو کعب بن مالکؓ!" میں یہ سنتے ہی سجدے میں گر گیا اور میں نے جان لیا کہ میری معافی کا حکم ہو گیا ہے۔

(۱۲) اسلامی اخوت کا منظر پھر تو فوج در فوج لوگ بھاگے چلے آ رہے تھے اور ہر ایک دوسرے سے پہلے پہنچ کر مجھ کو مبارکباد دے رہا تھا کہ تیری توبہ قبول ہو گئی۔ میں اٹھا اور سیدھا مسجد نبوی کی طرف چلا۔ دیکھا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا چہرہ خوشی سے دمک رہا ہے۔ میں نے سلام کیا تو فرمایا "تجھے مبارک ہو، یہ دن تیری زندگی میں سب سے بہتر ہے"۔ میں نے پوچھا یہ معافی حضورؐ کی طرف سے ہے یا خدا کی طرف سے؟ فرمایا خدا کی طرف سے اور وہ آیات سنائیں جن کا ترجمہ اوپر دیا گیا ہے۔

(۱۳) راہِ خدا میں صدقہ میں نے عرض کیا "یا رسول اللہ! میری توبہ میں یہ بھی شامل ہے کہ میں اپنا سارا مال خدا کی راہ میں صدقہ کر دوں۔ فرمایا کچھ رہنے دو کہ یہ تمہارے لیے بہتر ہے"۔ میں نے اس ارشاد کے مطابق اپنا خیبر کا حصہ رکھا، باقی سب صدقہ کر دیا۔

(۱۴) خدا سے عہد پھر میں نے خدا سے عہد کیا کہ جس راست گفتاری کے صلے میں اللہ نے مجھے معافی دی ہے۔ اس پر تمام عمر قائم رہوں گا۔ چنانچہ آج تک میں نے کوئی بات جان بوجھ کر خلافِ واقعہ نہیں کی اور خدا سے امید رکھتا ہوں کہ وہ آئندہ بھی مجھے اس پر ثابت قدم رکھے گا۔ (تلخیص تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۲۴۵ تا ۲۴۷)

۱۱۔ سبق آموز باتیں: اس واقعہ میں اہلِ ایمان کے لیے بے شمار سبق آموز باتیں ہیں۔ جن کا خلاصہ یہ ہے:

(۱) **مومن اور منافق کا فرق**: سب سے پہلی بات یہ ہے کہ وہ معاشرہ جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں بنا تھا۔ اور آپؐ کی تربیت سے پروان چڑھا تھا وہاں ایک طرف منافقین کا کردار سامنے آتا ہے جو عذرات لنگ پیش کر کے خدا اور اس کے رسول کی گرفت سے بچ جاتے ہیں اور انہیں درگزر کیا جاتا ہے مگر دوسری طرف آزمودہ کار مومن ہے جس کی سابقہ زندگی

Marfat.com
Marfat.com

اُس کے اخلاص پر گواہ ہے۔ وُہ اپنے قصور کا اعتراف کرتا ہے مگر اُس پر غضب کی بارش برسا دی جاتی ہے۔ نہ اِس بنا پر کہ اُس کے مومن ہونے میں کوئی شبہ ہو گیا ہے بلکہ اِس بنا پر کہ مومن ہو کر وُہ کام بُرا کیا۔ جو منافقوں کے کرنے کا تھا۔

(۲) حق و باطل کی جنگ میں حق کا ساتھ نہ دینا ایک سنگین جُرم دوسری بات یہ ہے کہ جب حق و باطل کی جنگ برپا ہو اُس وقت حق کا ساتھ نہ دینا ایک سنگین اور قابلِ گرفت جُرم ہے جو شخص اسلام کا ساتھ دینے میں بدنیّتی سے بھی نہیں نیک نیّتی سے، تمام عمر بھی نہیں کسی ایک موقع ہی پر کوتاہی برت دیتا ہے اُس کی بھی زندگی بھر کی عبادت گزاریاں اور دینداریاں خطرے میں پڑجاتی ہیں۔ حتّٰی کہ ایسے عالی قدر لوگ بھی گرفت سے نہیں بچ سکتے، جو بدر و اُحد اور احزاب و حُنین کے سخت معرکوں میں جانبازی کے جوہر دکھا چکے تھے اور جن کے ایمان و اخلاص پر ذرّہ برابر بھی شبہ نہ تھا۔

(۳) فرض کی ادائیگی میں تساہل کا ایک قابلِ گرفت جُرم = تیسری بات یہ ہے کہ ادائیگی فرض میں تساہل کوئی معمولی بات نہیں ہے بلکہ بسا اوقات محض تساہل ہی تساہل میں آدمی ایسے قصور کا مرتکب ہو جاتا ہے۔ جس کا شمار بڑے گناہوں میں ہوتا ہے، اور اس وقت یہ بات اُسے پکڑے سے نہیں بچا سکتی کہ اُس نے اس قصور کا ارتکاب بدنیّتی سے نہیں کیا تھا۔

(۴) تادیبی سزا پر تمام معاشرہ کا بہترین عملی مظاہرہ: چوتھی بات یہ ہے کہ ایک طرف اسلامی جماعت کا قائد اپنی جماعت کے ایک فرد کو اس کے قصور پر سزا نافذ کرتا ہے۔ تو دوسری طرف اس سزا کو قصور وار فرد اسے خندہ پیشانی سے قبول کرتا ہے اور تیسری طرف پوری جماعت اس سزا کو نافذ کرتی ہے۔ اس میں ہر ایک کا کردار قابلِ تعریف ہے۔

(۵) لیڈر: لیڈر نہایت سخت سزا دے رہا ہے مگر غصّے اور نفرت کے ساتھ نہیں۔ گہری محبت کے ساتھ دے رہا ہے۔ باپ کی طرح شعلہ بار نگاہوں کا ایک گوشہ ہر وقت یہ خبر دیے جاتا ہے کہ تجھ سے دشمنی نہیں ہے بلکہ تیرے قصور پر تیری ہی خاطر دل دُکھا ہے تُو درست ہو جائے تو یہ سینہ تجھے چمٹا لینے کے لیے بے چین ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

۱۰۔ **چہیتا**: پیر و مرشد کی محبت پر تڑپ رہا ہے مگر صرف یہی نہیں کہ اس کا قدم جادۂ اطاعت سے ایک موقعے سے بھی نہیں ڈگمگاتا۔ اور صرف یہی نہیں کہ اس پر غرور، فسق اور حمیت جاہلیہ کا کوئی دورہ نہیں پڑتا اور علانیہ استکبار نہیں کرتا، تو درکنار وہ دل میں اپنے محبوب لیڈر کے خلاف کوئی شکایت تک نہیں آنے دیتا۔ جیسا کہ اس کے برعکس وہ لیڈر کی محبت میں اور زیادہ سرشار ہوگیا ہے۔ لیڈر کے ان پرانے ساتھیوں کی دعوت میں اس کی نظریں سب سے زیادہ بے تابی کے ساتھ جس چیز کو تلاش کر رہی تھیں وہ یہ تھی۔ ہزاروں آنکھوں میں وہ نظر التفات اس کے لیے باقی ہے یا نہیں؟ جو اس کی امیدوں کا آخری سہارا ہے، گویا وہ ایک قحط زدہ کسان تھا جس کی ساری امید صرف اس ذرا سے بادل پر لگی تھی جو آسمان کے کنارے پر نظر آتا تھا۔

۱۱۔ **پوری جماعت**: جماعت کے عام مسلمانوں کو دیکھیے تو ان کے تقویٰ، ضبط، ڈسپلن اور سخت اخلاقی سیرت پر انسان عش عش کر جاتا ہے۔ ڈسپلن کا یہ حال کہ ادھر لیڈر کی زبان سے بائیکاٹ کا حکم ہوا، ادھر پوری جماعت نے نظریں پھیر لیں۔ بات چیت تو درکنار، خلوت تک میں کوئی قریب سے قریب رشتہ دار اور دیرینہ گہرے سے گہرا دوست بھی اس سے بات نہیں کرتا۔ بیوی تک اس سے الگ ہو جاتی ہے۔ خدا کا واسطہ دے دے کر پوچھتا ہے کہ میرے خلوص میں تو تم کو کوئی شبہ نہیں ہے، مگر وہ لوگ بھی جو مدت عمر سے اس کو مخلص جانتے تھے صاف کہہ دیتے ہیں کہ ہم سے نہیں، خدا اور اس کے رسول سے اپنے خلوص کی سند حاصل کرو۔ دوسری طرف اخلاقی سیرت اتنی بلند اور پاکیزہ کہ ایک شخص کی بگڑی ہوئی کمان اترتے ہی مردار خواروں کا کوئی گروہ اس کا گوشت نوچنے اور چباڑ کھانے کے لیے نہیں لپکتا، بلکہ اس پورے زمانۂ عتاب میں جماعت کا ہر ایک فرد اپنے اس معتوب بھائی کی مصیبت پر رنجیدہ اور اس کو پھر سے اٹھا کر گلے لگا لینے کے لیے بے تاب رہتا ہے اور معافی کا اعلان ہوتے ہی لوگ دوڑ پڑتے ہیں کہ جلد سے جلد پہنچ کر اس سے ملیں اور اسے خوشخبری پہنچائیں۔ یہ نمونہ ہے اس صالح جماعت کا جسے قرآن دنیا میں قائم کرنا چاہتا ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

(۸) **خدا پرستی کا مومنانہ کردار**: آٹھویں بات یہ ہے کہ اس واقعہ سے واضح ہو جاتا ہے کہ یہ تینوں اہلِ ایمان اپنے دعوائے ایمان میں مخلص تھے۔ ان کو اللہ کے دربار سے جو معافی ملی ہے اور اس معافی کے اندازِ بیان میں جو لُطف و محبت اور شفقت ٹپک رہی ہے، اُس کی وجہ اُن کا وُہ اخلاص ہے۔ جس کا ثبوت انہوں نے پچاس دن سخت سزا کے دوران میں دیا تھا۔ اگر قصُور کر کے وُہ اکڑتے اور اپنے لیڈر کی ناراضی کا جواب غصّے سے دیتے۔ اور سزا ملنے پر اس طرح بھڑتے جس طرح کسی خود پرست انسان کا غرورِ نفس زخم کھا کر بھڑا کرتا ہے۔ اور مقاطعہ کے دوران کا پُورا زمانہ وُہ اس دوڑ دھوپ میں گذارتے کہ جماعت کے اندر بددلی پھیلائیں اور بددل لوگوں کو ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر اپنے ساتھ ملائیں تاکہ ایک جتھا تیار ہو تو معافی کیسی، انہیں تو بالیقین جماعت سے کاٹ پھینکا جاتا۔ اور اس سزا کے بعد ان کی مُنہ مانگی سزا اُن کو یہ دی جاتی کہ جاؤ۔ کہ اب اپنی خودی کے بُت ہی کو پُوجتے رہو اعلائے کلمۃ الحق کی جدوجہد میں حصّہ لینے کی سعادت اب تمہارے نصیب میں کبھی نہ آئے گی۔ لیکن ان تینوں صاحبوں نے اس کڑی آزمائش کے موقع پر یہ راستہ اختیار نہیں کیا، اگرچہ یہ بھی اُن کے لیے کھلا ہُوا تھا۔

(۹) **خدا واحد پناہ گاہِ مومن**: اس کے برعکس انہوں نے وُہ روش اختیار کی جس کا ذکر اُوپر ہُوا ہے۔ اس روش کو اختیار کر کے اُنہوں نے ثابت کر دیا کہ خُدا پرستی نے اُن کے سینے میں کوئی بُت باقی نہیں چھوڑا ہے۔ جس کو وہ پُوجیں، بلکہ اپنی پُوری شخصیت کو انہوں نے راہِ خُدا کی جدوجہد میں جھونک دیا ہے اور وُہ اپنی واپسی کی کشتیاں اس طرح جلا کر اسلامی جماعت میں آئے ہیں کہ اب یہاں سے پلٹ کر کہیں اور نہیں جا سکتے۔ یہاں ہی ٹھوکریں کھائیں گے اور یہیں مریں گے اور کھپیں گے۔ دُوسری جگہ بڑی سے بڑی عزت بھی ملتی ہو تو یہاں کی ذلت چھوڑ کر اُسے لینے کے لیے نہ جائیں گے۔ اس کے بعد اگر انہیں اُٹھا کر سینے سے لگا نہ لیا جاتا تو اور کیا کیا جا سکتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالٰی اُن کی معافی کا ذکر ایسے شفقت بھرے الفاظ میں فرماتا ہے "ہم ان کی طرف پلٹے تاکہ وُہ ہماری طرف پلٹ آئیں"۔ ان چند لفظوں میں اس حالت کی تصویر کھینچ

Marfat.com
Marfat.com

... نے پیچھے تو ان ... سے ... غزوۂ تبوک میں پیچھے رہ جانے کی بنا پر
... تھی۔ جب وہ ... گئے ... دل شکستہ ہو کر ... اپنی امیدوں کا مرکز
سمجھتے ہوئے بیٹھ گئے تو اللہ ... شان ... دیکھ کر ... سے خود نہ رہا گیا۔ جوشِ محبت
سے ... ان ... سے ... ۔

رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ ۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اس سے
راضی ہوئے۔
(... تفہیم القرآن جلد ...)

۱۰۔ بشری کمزوری اور غلطی کا تدارک: حضرت کعب بن مالک ... تفصیلی واقعہ ... یہاں ذکر کیا ... امت ... کے ہر فرد کو معلوم ہو جائے ... مومن ... اپنی امیدوں کا مرکز و محور صرف اللہ تعالیٰ ہی کو سمجھتا ہے اور اگر کسی وقت کسی بشری کمزوری کی بنا پر اس سے کوئی فروگزاشت اور غلطی ہو جائے تو وہ اس کا تدارک ... کرتا ہے کہ وہ صرف اپنے رب ہی کو آخر وقت تک راضی کرنے اور اس سے معافی مانگنے کی مسلسل کوشش کرتا رہتا ہے۔

۱۱۔ خدا سے پُرامید رہنے کا صلہ: یہ واقعہ اس حقیقت کی طرف بھی اشارہ کرتا ہے کہ مومن آدمی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے کبھی بھی مایوس نہیں ہوتا بلکہ وہ ہر وقت اللہ تعالیٰ ہی کی رحمت کا اُمیدوار ہوتا ہے اور یہی وہ سب سے بڑا سبق ہے جو اس واقعہ سے ایک مومن کو ملتا ہے۔

۱۲۔ تمام برگزیدہ ہستیوں کی امیدوں کا مرکز و محور: جیسا کہ اس سے قبل بیان کیا گیا ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنی پوری زندگی میں صرف اللہ تعالیٰ ہی کے آگے دستِ سوال دراز فرماتے تھے۔ جب بھی اُن پر کوئی تکلیف یا مصیبت آئی تو انہوں نے صرف اللہ تعالیٰ ہی کو پکارا۔ اور اُسی کے آگے فریاد کی۔ کیونکہ آپ کی اُمیدوں کا مرکز و محور صرف اللہ تعالیٰ تھا۔ اسی طرح ہمیں قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام برگزیدہ ہستیاں خواہ وہ فرشتے ہوں یا انبیاء یا اولیاء، وہ سب کی سب اللہ تعالیٰ ہی کے آگے ہر ضرورت اور مشکل اور مُصیبت کے وقت دُعا کرتی

Marfat.com
Marfat.com

تھیں۔ کیوں کہ اُن سب نے اُسی کو مختارِ کُل اور نافع و ضار سمجھ رکھا تھا۔ قرآن میں بعض برگزیدہ پیغمبروں کا ذکر اسی لیے کیا گیا ہے تاکہ اُن پر ایمان رکھنے والوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ جو خدا تمام مخلوق کا خالق و مالک اور حاکم و بادشاہ ہے وہی ان برگزیدہ ہستیوں کا بھی ہے اسلیے اہلِ ایمان کو بھی اپنی امیدوں کا مرکز و محور صرف اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک ہی کو سمجھنا چاہیے کیونکہ ایسے ہی منبعے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوہ حسنہ سے بھی استفادہ کر سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اپنے برگزیدہ بندوں کی دُعاؤں کا ذکر کیا ہے جو انہوں نے صرف اللہ تعالیٰ ہی کے حضور کی ہیں اور ان دعاؤں میں انہوں نے کسی دُوسری برگزیدہ ہستی کو شریک نہیں کیا اور وُہ دُعائیں یہ ہیں۔

ا۔ انبیاء علیہم السلام کی دعائیں:

(۱)۔ دُعائے آدمؑ و حوّاؑ: یہ دُعا ان دونوں نے اُس وقت مانگی تھی۔ جب خلافت کے منصب پر سرفراز ہونے کے بعد انہیں جنت میں ایک امتحان کے لیے رہنے دیا گیا تھا۔ اور وُہ امتحان یہ تھا کہ یہ کہاں تک اللہ تعالیٰ کے حکم کی پابندی کرتے ہیں۔ چنانچہ انہیں وہاں ایک درخت کا پھل کھانے سے منع کر دیا گیا تھا۔ آخر شیطان کی وسوسہ اندازی سے انہوں نے اُس شجرِ ممنوعہ کا پھل کھا لیا۔ پھل کا کھانا ہی تھا کہ اُن پر ان کی اپنی شرمگاہیں کُھل گئیں اور وُہ انہیں ڈھانپنے کے لیے کوشش کرنے لگے ساتھ ہی وُہ اپنی غلطی پر ندامت بھی محسوس کرنے لگے۔ اور خداوند تعالیٰ سے جسے کہ وُہ اپنی امیدوں کا مرکز سمجھتے تھے۔ اُس سے معافی کے لیے یہ دُعا مانگی:

"اے ہمارے رب! ہم نے اپنے اوپر ستم کیا۔ اب اگر تو نے ہم سے درگزر نہ فرمایا اور رحم نہ کیا۔ تو یقیناً ہم تباہ ہو جائیں گے۔" (الاعراف۔ ۲۳)

(۲)۔ دُعائے نوحؑ: ا۔ یہ دعا حضرت نوحؑ نے اس وقت مانگی تھی جب آپؑ کو دعوتِ حق دیتے ہوئے ساڑھے نو سو سال گزر گئے تھے مگر قوم ایمان لانے کی بجائے اور زیادہ ہٹ دھرم بنتی جا رہی تھی: ا۔ پروردگار! میں مغلوب ہو چکا ہوں۔ اے میرے رب تو ان سے انتقام لے۔ (القمر۔ ۱۰)

ب۔ پروردگار! ان لوگوں نے میری تکذیب کی ہے اس پر تو میری نصرت فرما (المؤمنون۔ ۲۶)

Marfat.com
Marfat.com

(۲) یہ دُعا حضرت نوحؑ نے اس وقت مانگی تھی جب طوفان آگیا اور وہ اہلِ ایمان سمیت کشتی میں سوار ہونے لگے :

" اللہ ہی کے نام سے ہے اس کا چلنا بھی اور اس کا ٹھہرنا بھی، میرا رب بڑا ہی غفور رحیم ہے"۔
(ہود - ۴۱)

(۳) یہ دُعا حضرت نوحؑ نے اس وقت مانگی تھی جب انہوں نے اپنے کافر بیٹے کی سفارش کے لیے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی تھی کہ اسے غرق ہونے سے بچا لیا جائے۔ اس پر اللہ کی طرف سے تنبیہ کی گئی کہ آئندہ ایسی غلطی نہ کریں ورنہ نادانوں میں سے ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کی اس تنبیہ پر انہوں نے یہ دُعا مانگی تھی۔

(حضرت نوحؑ نے فوراً عرض کیا) "اے میرے رب، میں تیری پناہ مانگتا ہوں، اس سے کہ وہ چیز تجھ سے مانگوں جس کا مجھے علم نہیں، اگر تو نے مجھے معاف نہ کیا اور رحم نہ فرمایا تو میں برباد ہو جاؤں گا۔ (ہود - ۴۷)

(۴) یہ دُعا حضرت نوحؑ نے اس وقت مانگی تھی جب ظالم لوگ غرق ہو گئے اور طوفان ختم گیا:
شکر ہے اس خدا کا جس نے ہمیں ظالم لوگوں سے نجات دی۔
پروردگار، مجھ کو برکت والی جگہ اتار اور تو بہترین جگہ دینے والا ہے۔ (المومنون ۲۸ - ۲۹)

(۳) **دُعائے ابراہیمؑ:** جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو اولاد عطا کی تو صرف خدا ہی کا شکر ادا کرتے ہوئے وہ یہ دُعا مانگتے ہیں:

(۱) "شکر ہے اُس خدا کا جس نے مجھے اس بڑھاپے میں اسمٰعیلؑ اور اسحاقؑ جیسے بیٹے دیے حقیقت یہ ہے کہ میرا رب ضرور دُعا سُنتا ہے۔ اے میرے پروردگار! مجھے نماز قائم کرنیوالا بنا اور میری اولاد سے بھی (ایسے لوگ اٹھا جو یہ کام کریں)۔ پروردگار، میری دُعا قبول فرما۔
پروردگار، مجھے اور میرے والدین کو اور سب ایمان والوں کو اُس دن معاف کر دیجیو، جب کہ حساب قائم ہو گا۔" (ابراہیمؑ ۳۹ تا ۴۱)

Marfat.com
Marfat.com

(۲) "اے ہمارے رب، تیرے ہی اُوپر ہم نے بھروسہ کیا اور تیری ہی طرف ہم نے رجوع کیا۔ اور تیرے ہی حضور ہمیں پلٹنا ہے۔ اے ہمارے رب، قصوروں سے درگزر فرما۔ تو ہی زبردست اور دانا ہے"۔
(الممتحنۃ۔ ۴ تا ۵)

(۴) دعائے موسیٰؑ (۱) جب اُن سے ایک قبطی اتفاقیہ مارا گیا تو اُس وقت انہوں نے اللہ تعالےٰ سے یہ دُعا مانگی۔

"اے میرے پروردگار۔ میں نے اپنے نفس پر ظلم کر ڈالا میری مغفرت فرما" (القصص۔ ۱۶)

(۲) جب وُہ مدین شہر پہنچے تو یہ دُعا کی:

"پروردگار، جو خیر بھی تو مجھ پر نازل کر دے۔ میں اُس کا محتاج ہوں"۔ (القصص۔ ۲۴)

(۳) یہ دُعا اُس وقت مانگی جب اُنہیں فرعون کے پاس دعوتِ حق پیش کرنے کے لیے بھیجا جا رہا تھا

"اے پروردگار: میرا سینہ کھول دے اور میرے کام کو میرے لیے آسان کر دے اور میری زبان کی گرہ سُلجھا دے تا کہ میری بات لوگ سمجھ سکیں اور میرے لیے میرے اپنے کُنبے سے ایک وزیر مقرر کر دے۔ ہارون جو میرا بھائی ہے، اُس کے ذریعہ سے میرا ہاتھ مضبوط کر اور اس کو میرے کام میں شریک کر دے، تا کہ ہم خُوب تیری پاکی بیان کریں اور خوب تیرا چرچا کریں تو ہمیشہ ہمارے حال پر نگران رہا ہے۔ (طٰہٰ ۲۵ تا ۳۵)

(۴) یہ اُس وقت کی دُعا ہے۔ جب اُنہوں نے دیدارِ الٰہی کی درخواست کی تھی۔ اُس کے بعد جب اللہ تعالیٰ نے کوہِ طور پر اپنی تھوڑی سی تجلّی ڈالی تو موسیٰ علیہ السلام بیہوش ہو کر گر پڑے۔ جب ہوش میں آئے تو پھر یہ دُعا مانگی: پاک ہے تیری ذات، میں تیرے حضور توبہ کرتا ہوں، اور سب سے پہلا ایمان لانیوالا میں ہوں"۔ (الاعراف۔ ۱۴۳)

(۵) یہ اُس وقت کی دُعا ہے جب وُہ کوہِ طُور سے واپس اپنی قوم میں تشریف لائے تو اپنی قوم کو گوسالہ پرستی میں مبتلا دیکھا۔ قوم کی اس مُشرکانہ صورتِ حال کو دیکھ کر وُہ اپنے بھائی حضرت ہارونؑ پر غضبناک ہو گئے اور اُن سے اُس بارے میں سخت باز پُرس کی تحقیق کے بعد معلوم ہُوا کہ وُہ اس میں بالکل بے گناہ

Marfat.com
Marfat.com

ہیں۔ چنانچہ خُدا سے اپنے لیئے اور اپنے بھائی کے لیے یہ دُعا مانگتے ہیں:

"اسے میرے ربّ! مجھے اور میرے بھائی کو معاف کر اور ہمیں اپنی رحمت میں داخل فرما، تو سب سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے"۔ (الاعراف۔ ۱۵۱)

(۲)۔ یہ دُعا انہوں نے اُس وقت مانگی تھی جب اپنی قوم کے ستر افراد کو کوہِ سینا پر پیشئ خداوندی کے لیے لے گئے تھے۔ تاکہ وہاں حاضر ہو کر قوم کی طرف سے گوسالہ پرستی کے جرم کی معافی مانگیں اور از سرِ نو اطاعت کا عہد کریں۔ مگر جب وُہ وہاں پہنچے تو ایک سخت زلزلہ نے آپکڑا اور وہاں یہ سب کے سب موسیٰ علیہ السّلام کے علاوہ ہلاک ہو گئے تو اُس وقت خُدا سے یہ دُعا مانگی گئی:

"اے میرے ربّ! آپ چاہتے تو پہلے ہی اُن کو اور مجھے ہلاک کر سکتے تھے۔ کیا آپ اس قصور (شرک) کی وجہ سے جو ہم سے چند نادانوں نے کیا تھا، ہم سب کو ہلاک کر دیں گے؟ یہ تو آپ کی ڈالی ہُوئی ایک آزمائش تھی جس کے ذریعے سے آپ جسے چاہتے ہیں گمراہی میں مبتلا کر دیتے ہیں اور جسے چاہتے ہیں ہدایت بخش دیتے ہیں۔ ہمارے سرپرست تو آپ ہی ہیں۔ پس آپ سب سے بڑھ کر معاف فرمانے والے ہیں۔ اور ہمارے لیے اس دُنیا کی بھلائی بھی لکھ دیجئے اور آخرت کی بھی۔ ہم نے آپ کی طرف رجوع کر لیا"۔ (الاعراف۔ ۵۵۔۵۶)

(۵) دُعائے یُوسفؑ یہ دُعا انہوں نے اُس وقت مانگی تھی جب کہ عزیزِ مصر کی بیوی نے شہر کی بیگمات کے سامنے ان کو دھمکی دی تھی کہ "اگر اس نے میری بات نہ مانی تو میں اسے جیل بھیج دوں گی"۔

(۱) "اسے میرے ربّ! قید مجھے منظور ہے بہ نسبت اس کے کہ مَیں وُہ کام کروں جو یہ لوگ مجھ سے چاہتے ہیں۔ اور اگر تُو نے اُن کی چالوں کو مجھ سے دفع نہ کیا۔ تو میں ان کے دام میں پھنس جاؤں گا اور جاہلوں میں شامل ہو رہوں گا"۔ (یوسف۔۳۳)

(۲) یہ دُعا انہوں نے اُس وقت مانگی تھی جب اللہ تعالیٰ نے اُنہیں ملک مصر کی حکومت عطا فرمائی تھی۔

Marfat.com
Marfat.com

"اے میرے رب: تو نے مجھے حکومت بخشی اور مجھ کو باتوں کی تہہ تک پہنچنا سکھایا۔ زمین و آسمان کے بنانے والے، تو ہی دُنیا اور آخرت میں میرا سرپرست ہے میرا خاتمہ اسلام پر کر اور انجام کار صالحین کے ساتھ ملا۔ (یوسف۔۱۰۱)

(۶) دُعائے داؤدؑ و سلیمانؑ

(۱) یہ دونوں باپ بیٹے کی اجتماعی دُعا ہے جو اُنہوں نے خدا کی اُن مخصوص نعمتوں کا شکر ادا کرنے کے سلسلہ میں مانگی تھی۔ جو اُس نے نبوت اور حکومت کے علاوہ بھی عطا کی تھیں۔

"شکر ہے اُس خدا کا جس نے ہم کو اپنے بہت سے مومن بندوں پر فضیلت عطا کی ہے"۔

(۲) یہ اُس وقت کی دُعا ہے جب حضرت داؤد کو دُنبیوں والے مقدمہ میں فیصلہ کرتے وقت اپنی اجتہادی لغزش کے بارے میں تنبیہ ہُوا تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز ہو کر فوراً معافی کیلئے دُعا کی۔

(۳) (دُنبیوں کے سلسلہ میں فریقین کا فیصلہ سُناتے ہوئے) داؤدؑ سمجھ گئے کہ یہ تو ہم نے دراصل اس کی آزمائش کی ہے۔ چنانچہ اُس نے اپنے رب سے معافی مانگی اور سجدے میں گر گیا اور رجوع کر لیا۔ تب ہم نے اُس کا قصور مُعاف کیا اور یقیناً ہمارے ہاں اُس کے لیے تقرّب کا مقام اور بہتر انجام ہے"۔ (ص ۲۴۰۔ ۲۵)

(۴) یہ اُس وقت کی دُعا ہے جب اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو چیونٹی کی بات سے آگاہ فرما دیا تھا۔

"اے میرے رب، مجھے قابو میں رکھ کہ میں تیرے اُس احسان کا شکر ادا کرتا رہُوں جو تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر کیا ہے اور ایسا عمل صالح کروں جو تجھے پسند آئے اور اپنی رحمت سے مجھ کو اپنے صالح بندوں میں داخل کر"۔ (النمل۔۱۹)

(۵) یہ دُعا حضرت سلیمان علیہ السلام نے اُس وقت مانگی جب آپ نے اپنے بیٹے رُحبُعام کے بارے میں محسوس کیا کہ وُہ تخت کے نااہل ہے تو آپ نے اُس کی تخت نشینی کا خیال جو پہلے دل میں رکھے ہوئے

Marfat.com
Marfat.com

بخشے ترک کرکے یہ دُعا مانگی۔

"اے میرے ربّ! مجھے معاف کردے اور مجھے وُہ بادشاہی دے جو میرے بعد کسی کے لیے سزاوار نہ ہو۔ بے شک تو ہی اصل داتا ہے" (ص۔ ۳۵)

(۷) دُعائے ایوبؑ یہ دُعا آپ نے اس وقت مانگی تھی جب آپ بیمار ہوگئے تھے اور آپ کے جسم میں کیڑے پڑ گئے تھے۔

(۱) "(اے میرے ربّ) مجھے بیماری لگ گئی اور تو ارحم الراحمین ہے"۔ (الانبیاء۔ ۸۳)

(۲) "(اے میرے ربّ) شیطان نے مجھے تکلیف اور عذاب میں ڈال دیا ہے"۔ (ص۔ ۴۱)

(۸) دُعائے یونسؑ آپ نے یہ دُعا اُس وقت اللہ سے مانگی تھی۔ جب آپ اپنی قوم سے ناراض ہوگئے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ کے حکم کا انتظار کیے بغیر اپنے مستقر کو چھوڑ کر غصّہ کی حالت میں چلے گئے۔ دوران سفر آپ کو کشتی پر سوار ہونا پڑا۔ کشتی پانی میں ہچکولے کھانے لگی تو ملاحوں نے قرعہ اندازی کی۔ اُس میں آپ ہی کا نام نکلا تو انہوں نے آپ کو پانی میں پھینک دیا۔ وہاں آپ کو ایک مچھلی نگل گئی۔ مچھلی کے پیٹ میں یہ خیال کرتے ہوئے کہ اُمیدوں کا مرکز و محور اور حاجت روا اور مشکل کشا سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں ہے۔ یہ دُعا مانگی:

"نہیں ہے کوئی خدا مگر تُو، پاک ہے تیری ذات، بیشک میں نے قصور کیا"۔ (الانبیاء ۸۷)۔

(۹) دُعائے زکریاؑ یہ دُعا آپ نے اُس وقت مانگی تھی۔ جب آپ بے اولاد تھے اور آپ کی بیوی بانجھ تھی۔ اور آپ اُس وقت بوڑھے ہو چکے تھے۔ تو اُس وقت صالح اولاد کے لیے آپ نے یہ دُعا مانگی۔

(۱) "اے پروردگار مجھے اکیلا نہ چھوڑ اور بہترین وارث تو تُو ہی ہے" (الانبیاء۔ ۸۹)

(۲) "اے پروردگار میری ہڈیاں تک گھل گئی ہیں اور میرا سر بڑھاپے سے بھڑک اُٹھا ہے"۔

"اے پروردگار، میں تجھ سے دُعا مانگ کر نامُراد نہیں رہا۔ مجھے اپنے پیچھے اپنے بھائی بندوں

Marfat.com
Marfat.com

کی بُرائیوں کا خوف ہے۔اور میری بیوی بانجھ ہے۔تو مجھے اپنے فضلِ خاص سے ایک وارث عطا کر دے ،جو میرا وارث بھی ہو اور آلِ یعقوب کی میراث بھی پائے۔

"اے پروردگار، اس کو ایک پسندیدہ انسان بنا" (کھٰیٰعص۔ ۱-۶)

۳۔ "اے پروردگار، اپنی قدرت سے مجھے نیک اولاد عطا کر تو ہی دُعا سننے والا ہے"

(آلِ عمران۔ ۳۱)

(۱۰) دُعائے حضورِ اکرمؐ آپؐ نے یہ دُعا اُس وقت مانگی تھی۔ جب اہلِ مکّہ کی اکثریت خُدا کی نافرمانی پر ڈٹی ہوئی تھی اور انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب کی دھمکی دی جا رہی تھی۔

"پروردگار، جس عذاب کی ان کو دھمکی دی جا رہی ہے وہ اگر میری موجودگی میں تو لائے تو اے میرے رب! مجھے ان ظالم لوگوں میں شامل نہ کیجیو" (المومنون۔ ۹۴)

باقی آپؐ کی چند دُعائیں اس باب کے آگے (صفحہ ۴۹۹) پر آ رہی ہیں اور کچھ اسی باب کے شروع میں بیان کر دی گئی ہیں۔

(ب) اہلِ ایمان کی دعائیں (۱) یہ دُعا فرعون کی بیوی نے اُس وقت مانگی تھی جب وہ حضرت موسیٰؑ پر ایمان لے آئی تھی۔

"اے میرے رب: میرے لیے اپنے ہاں جنّت میں ایک گھر بنا دے اور مجھے فرعون اور اُس کے عمل سے بچالے اور ظالم قوم سے مجھے نجات دے" (التحریم۔ ۱۱)

(۲)۔ یہ دُعا ان کی بیوی نے اس وقت مانگی جب کہ وہ ابھی حاملہ تھی۔

"میرے پروردگار، میں اس بچّے کو جو میرے پیٹ میں ہے تیری نذر کرتی ہوں، یہ تیرے ہی کام کے لیے وقف ہوگا۔ میری اس پیش کش کو قبول فرما۔ تو سننے والا اور جاننے والا ہے۔ اور میں اسے اور اس کی آئندہ نسل کو شیطان مردود کے فتنے سے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔

(آلِ عمران۔ ۳۵ تا ۳۶)

Marfat.com
Marfat.com

(۳) یہ دُعا اُن سات نوجوانوں کی ہے جو اپنے دین وایمان کو بچانے کے لیے ایک غار میں چلے گئے تھے اور جن کو قرآن میں اصحاب کہف کہا گیا ہے۔

"اے پروردگار ہم کو اپنی رحمتِ خاص سے نواز اور ہمارا معاملہ درست کر دے" (الکہف ۱۰)

(۴)۔ یہ دُعا حضرت طالوتؑ اور ان کے فوجی مجاہدین نے اُس وقت مانگی تھی جب وہ میدانِ جنگ میں اپنے دُشمن جالوت اور اس کے لشکر سے نبرد آزما اور صف آرا تھے۔

"اے ہمارے ربّ! ہم پر صبر کا فیضان کر، ہمارے قدم جما دے اور اس کافر گروہ پر ہمیں فتح نصیب فرما۔ (البقرہ ۲۵۰)

(۵) یہ دُعا اُن مومن نوجوانوں کی ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے تھے اور اس ایمان کی وجہ سے فرعون کے زیرِ عتاب تھے۔

"اے ہمارے ربّ! ہمیں ظالم لوگوں کے لیے فتنہ نہ بنا اور اپنی رحمت سے ہم کو کافروں سے نجات دے"۔ (الاعراف ۸۵ تا ۸۶)

ان تمام قرآنی دُعاؤں سے معلوم ہو جاتا ہے کہ ہماری امیدوں کا مرکز و محور صرف ذاتِ خداوندی ہے۔ اسلیے اُسی سے براہِ راست دُعا کرنی چاہیے۔ جیساکہ اللہ کے پیغمبروں اور اُس کے نیک بندوں کے طریقہ اور حضور کے اُسوہ حسنہ سے ثابت ہوتا ہے۔

۱۳۔ زلّاتِ انبیاء میں حکمت

(ا) اللہ تعالیٰ نے قرآن میں انبیاء علیہم السّلام کی زلّات (لغزشوں) کا ذکر بھی کیا ہے جیساکہ اُوپر دعائے انبیاءؑ میں مذکور ہے۔ اگر اللہ چاہتا تو یہ چند خلافِ اولیٰ امور بھی ان سے سرزد نہ ہونے دیتا مگر وہ لوگوں کو اس حقیقت سے آگاہ کرنا چاہتا ہے کہ خدا جو سب کا خالق ہے اور انسان جو اس کی مخلوق ہے ان دونوں (خالق و مخلوق، آقا و غلام، حاکم و محکوم اور عبد و معبود) کا فرق اچھی طرح معلوم ہو جائے۔ یہی وہ حکمت ہے جس کی وجہ سے مشیّتِ الٰہی نے اپنے پیغمبروں سے بالارادہ دوچار باتیں خلافِ اولیٰ سرزد ہونے دی ہیں تاکہ خدا کے برگزیدہ پیغمبروں کے عقیدت مندوں کو اچھی طرح معلوم ہو جائے کہ ایک بڑے سے بڑا

Marfat.com
Marfat.com

انسان خواہ وہ خدا کا برگزیدہ پیغمبر ہی کیوں نہ ہو وہ بھی خُدا کی حفاظت اور اس کی مدد کا ہر وقت اور ہر لمحہ محتاج ہوتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی حفاظت ایک لمحہ بھر بھی اُن سے اُٹھ جائے تو وہ بھی عام انسانوں ہی کی طرح حرکات و سکنات کرنے لگیں گے۔ اس طرح اللہ تعالےٰ نے لوگوں کو صرف خدا ہی کا بندہ بننے اور ہر وقت صرف اسی پر توکّل کرنے اور صرف اسکے فضل و رحمت کا اُمیدوار ہونے کا سبق خود اپنے ان برگزیدہ پیغمبروں کی سیرتوں ہی کے ذریعے دے دیا ہے تاکہ قیامت کے دن لوگوں پر پوری طرح اتمام حجت ہو سکے کہ جو پیغمبر خود خُدا کی حفاظت کے ہر وقت اور ہر لمحہ محتاج تھے تم نے انہیں خدا یا خدا کی ذات و صفات اور حقوق و اختیارات میں کس دلیل پر شریک و سہیم اور حصے دار بنا رکھا تھا۔

۱۴۔ **انبیاء پر خدا کا خصوصی فضل و کرم** چونکہ پیغمبروں کی امیدوں کا مرکز و محور صرف اللہ تعالیٰ ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے بطور نمونہ ان کو لوگوں کے سامنے پیش کرنا ہوتا ہے اسلیے وہ خود اپنے پیغمبروں کی خصوصی حفاظت و عصمت کا اہتمام فرماتا ہے جیسا کہ اس کا ذکر قرآن میں کئی مقامات پر کیا گیا ہے۔

(۱) (اے پیغمبرؐ) یہ اللہ کی بڑی رحمت ہے کہ تم اُن کے لیے بہت نرم مزاج واقع ہوئے ہو۔ ورنہ اگر کہیں تم تند خو اور سنگدل ہوتے تو یہ سب تمہارے گردو پیش سے چھٹ جاتے۔ (آل عمران۔ ۱۵۹)

(۲) اے نبیؐ! اگر اللہ کا فضل تم پر نہ ہوتا اور اس کی رحمت تمہارے شامل حال نہ ہوتی۔ تو ان میں سے ایک گروہ نے تو تمہیں غلط فہمی میں مبتلا کرنے کا فیصلہ کر ہی لیا تھا حالانکہ درحقیقت وہ خود اپنے سوا کسی کو غلط فہمی میں مبتلا نہیں کر رہے تھے اور تمہارا کوئی نقصان نہ کر سکتے تھے۔ اللہ نے تم پر کتاب اور حکمت نازل کی ہے اور تم کو وہ کچھ بتایا ہے جو تمہیں معلوم نہ تھا اور اس کا فضل تم پر بہت ہے۔ (النساء۔ ۱۱۳)

(۳) اے نبیؐ: ان لوگوں نے اس کوشش میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی کہ تمہیں فتنے میں ڈال کر اس وحی سے پھیر دیں جو ہم نے تمہاری طرف بھیجی ہے تاکہ تم ہمارے نام پر اپنی طرف سے

Marfat.com
Marfat.com

کوئی بات گھڑ لو۔ اگر تم ایسا کرتے تو وُہ ضرور تمہیں اپنا دوست بنا لیتے اور بعید نہ تھا کہ اگر ہم تمہیں مضبوط نہ رکھتے تو تم ان کی طرف کچھ نہ کچھ جُھک جاتے۔ اگر تم ایسا کرتے تو ہم تمہیں دُنیا میں بھی دوہرے عذاب کا مزا چکھاتے اور آخرت میں بھی دوہرے عذاب کا' پھر ہمارے مقابلے میں تم کوئی مددگار نہ پاتے۔ (بنی اسرائیل۔ ۷۱، ۷۵)

(۴)۔ وُہ (زلیخا) اس کی طرف بڑھی اور یُوسفؑ بھی اس کی طرف بڑھتا اگر وہ اپنے رب کی بُرہان نہ دیکھ لیتا۔ ایسا ہوا "تاکہ ہم اس سے بدی اور بے حیائی کو دُور کر دیں' درحقیقت وُہ ہمارے چُنے ہُوئے بندوں میں سے تھا۔ (یوسفؑ۔ ۲۴)

وضاحت: برہان کا معنیٰ ہے دلیل اور حجت۔ رب کی بُرہان سے مراد خدا کی سجھائی ہوئی وہ دلیل ہے۔ جس کی بنا پر حضرت یوسفؑ کے ضمیر نے ان کے نفس کو اس بات کا قائل کیا کہ اس عورت کی دعوتِ عیش قبول کرنا تجھے زیبا نہیں ہے' اور وُہ دلیل پچھلی آیت میں گزر چکی ہے کہ "میرے ربّ نے تو مجھے یہ منزلت بخشی اور میں ایسا بُرا کام کروں' ایسے ظالموں کو کبھی فلاح نصیب نہیں ہُوا کرتی"۔ (تفہیم القرآن جلد-۲)

(۵)۔ یوسفؑ نے کہا' "میرے رب! قید مجھے منظور ہے بہ نسبت اس کے کہ مَیں وُہ کام کرُوں جو یہ لوگ مجھ سے چاہتے ہیں اور اگر تو نے ان کی چالوں کو مجھ سے رفع نہ کیا تو مَیں اُن کے دام میں پھنس جاؤں گا اور جاہلوں میں شامل ہو رہوں گا۔ اس کے رب نے اس کی دُعا قبول کی اور اُن عورتوں کی چالیں اس سے دفع کر دیں' بے شک وہی ہے جو سب کی سُنتا اور سب کچھ جانتا ہے۔ (یوسف۔ ۳۲)

(یُوسفؑ نے کہا) "اس سے میری غرض یہ تھی کہ (عزیز) یہ جان لے کہ مَیں نے در پردہ اس کی خیانت نہیں کی' اور یہ کہ جو خیانت کرتے ہیں ان کی چالوں کو اللہ کامیابی کی راہ پہ نہیں لگاتا۔ میں کچھ اپنے نفس کی براۃ نہیں کر رہا ہوں' نفس تو بدی پر اُکساتا ہی ہے۔ اِلّا یہ کہ کسی پر میرے رب کی رحمت ہو' بے شک میرا ربّ بڑا غفور و رحیم ہے"۔ (یوسف۔ ۵۲، ۵۳)

Marfat.com
Marfat.com

وضاحت: آیاتِ مذکورہ بالا سے یہ حقیقت اچھی طرح سے واضح ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالےٰ کے پیغمبر اپنے بارے میں خود اعتراف کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا خصوصی فضل و کرم اور اس کی رحمت و حفاظت ان کے شاملِ حال نہ ہو تو وہ نفسِ امارہ کی شرارت سے نہیں بچ سکتے کیونکہ یہ تو بدی پر اُکساتا ہی رہتا ہے اس کی مزید تائید حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلّم کی وُہ حدیث کرتی ہے جس میں آپؐ اللہ تعالیٰ سے نفسِ امّارہ سے بچنے کی دُعا فرمایا کرتے تھے اور جسے ہر مومن کو بھی آپؐ کی پیروی کرتے ہوئے ہر وقت اللہ تعالیٰ سے دُعا کرتے رہنا چاہیئے۔

"اَللّٰھُمَّ لَا تَکِلْنِیْ اِلٰی نَفْسِیْ طَرْفَۃَ عَیْنٍ"

خداوندا! چشم زدن کے لیے بھی مجھ کو میرے نفس کے حوالہ نہ کیجئے یعنی ہمیشہ اپنی ہی حفاظت و نگہبانی میں رکھیئے۔

پھر اس حدیث کی تائید خود قرآن کی یہ آخری دونوں سُورتیں بھی کرتی ہیں جس میں اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کی شرارت سے بچنے کی دُعا مانگنے کی ہدایت فرمائی ہے۔

کہو، مَیں پناہ مانگتا ہُوں صبح کے رب کی، ہر اُس چیز کے شر سے جو اُس نے پیدا کی ہے اور رات کی تاریکی کے شر سے جب کہ وُہ چھا جائے اور گرہوں میں پھونکنے والوں (یا والیوں) کے شر سے اور حاسد کے شر سے جب کہ وُہ حسد کرے۔ (فلق ۱ تا ۵)

کہو مَیں پناہ مانگتا ہُوں انسانوں کے رب، انسانوں کے بادشاہ، انسانوں کے حقیقی معبُود کی اُس وسوسہ ڈالنے والے کے شر سے جو بار بار پلٹ کر آتا ہے، جو لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتا ہے خواہ وہ جنّوں میں سے ہو یا انسانوں میں سے۔ (الناس ۱ تا ۶)

وضاحت: مذکورہ بالا تشریحات سے ہمیں یہ رہنمائی ملتی ہے کہ اگر اہلِ ایمان حضورؐ کے اُسوۂ حسنہ سے استفادہ کرنا چاہتے ہیں تو پھر انہیں بھی اپنی امیدوں کا مرکز و محور حضورؐ کی طرح صرف اللہ تعالیٰ کو بنانا ہو گا۔ اس کے سوا دُوسروں سے امیدیں وابستہ کرنا سراسر مشرکانہ طرزِ عمل ہے جس سے اس اُمتِ مسلمہ کے ہر فرد کو بچنا چاہیے۔

Marfat.com
Marfat.com

(۲) حضورؐ کے اُسوۂ حسنہ سے یہ حقیقت اچھی طرح واضح ہوجاتی ہے کہ تمام لوگ خواہ وہ خدا کے برگزیدہ بندے ہی کیوں نہ ہوں، اسی کے محتاج اور اسی کے فضل وکرم کے طلبگار ہوتے ہیں۔ اور وہ خود ایسا مختارِ مطلق اور شہنشاہِ کل ہے کہ وہ اپنی ساری خلائق میں سب سے غنی و بے نیاز ہے۔ (الفاطر - ۱۵)

۲۔ فلاحِ اُخروی، منزلِ فوز و فلاحِ مومن

۱۔ یومِ آخرت پر یقینِ محکم دُوسری خصوصیت جو اہلِ ایمان میں آپؐ کی سیرتِ طیبہ سے فائدہ اُٹھانے کے لیے بہت ضروری ہے وُہ یہ ہے کہ وہ یومِ آخرت کے اُمیدوار ہوں۔ وُہ اِس بات پر یقینِ محکم رکھتے ہوں کہ ہم سب کو ایک دن لازماً مرنا ہے اور پھر اپنی پُوری زندگی کا حساب وکتاب دینے کے لیے آخرت کے دن اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہونا ہے جو اُس دن کامیاب ہوگا وہ ہمیشہ کے لیے کامیاب رہے گا۔ اور اُسکے لیے ابدی اقامت گاہ جنت الفردوس ہوگی اور جو اُس دن ناکام ہوگیا وہ ہمیشہ کے لیے نامُراد ہی رہے گا۔ اور اُس کا اَبدی ٹھکانہ جہنّم میں ہوگا۔ جس میں وُہ ہمیشہ کے لیے موت و حیات کی کشمکش میں مبتلا رہے گا۔ یومِ آخرت پر یہ عقیدہ اور یومِ حساب پر پختہ یقین رکھنے والا شخص ہی آپؐ کی سیرتِ طیبہ سے فائدہ اُٹھا سکتا ہے۔

۲۔ جوابدہی کا احساس صحیحین کی روایت مشکوٰۃ شریف "کتاب فضائل قرآن" میں آتی ہے کہ ایک دن حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم حضرت عبداللہؓ بن مسعود کو فرماتے ہیں کہ "اے عبداللہ! قرآن مجید کی تلاوت کرو، تاکہ میں سُنوں"۔ وہ عرض کرتے ہیں کہ "میں قرآن کی تلاوت کروں، حالانکہ قرآن تو آپؐ پر نازل ہوتا ہے!" آپؐ فرماتے ہیں "میں چاہتا ہُوں کہ کوئی دُوسرا قرآن پڑھے اور میں سُنوں" چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سورۂ نساء کا کچھ حصّہ تلاوت کرتے ہیں اور جب وُہ اس آیت کی تلاوت کرتے ہیں:

فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ شَهِيدًا۔ (النساء-۴۱)

Marfat.com
Marfat.com

پھر سوچو کہ اُس وقت یہ کیا کریں گے۔ جب ہم ہر اُمت میں سے ایک گواہ لائیں گے اور ان لوگوں پر تمہیں (اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) گواہ کی حیثیت سے کھڑا کریں گے۔

تو آپؐ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو فرماتے ہیں کہ 'اے عبداللہ بس' اتنا ہی کافی ہے" اور آپؐ لرزہ براندام ہو جاتے ہیں۔ آپؐ کی آنکھوں سے آنسو بہنے شروع ہو جاتے ہیں۔ آخر کیوں؟ اسلیے کہ یہ آیات سُنکر آپؐ کو آخرت کی جواب دہی کا احساس پریشان کرنے لگا تھا کہ ہر دَور کا پیغمبر اپنے دَور کے لوگوں پر اللہ کی عدالت میں یہ گواہی دے گا کہ "زندگی کا وہ سیدھا راستہ اور فکر و عمل کا صحیح طریقہ' جس کی تعلیم اے اللہ تو نے مجھے دی تھی' اسے میں نے اِن لوگوں تک پہنچا دیا تھا۔" پھر یہی شہادت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دَور کے لوگوں پر دیں گے۔ اور قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ کا دَور آپؐ کی بعثت کے وقت سے قیامت تک کے لیے ہے اسی احساسِ ذمہ داری نے آپؐ کو پریشان کر دیا تھا۔

۳۔ رسُولوں اور اُن کی امتوں سے باز پُرس:

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تمام پیغمبروں اور اُن کی اُمتوں سے باز پرس کریگا۔ جیسا کہ قرآن میں بیان کیا گیا ہے۔

فَلَنَسْئَلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ وَلَنَسْئَلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ۔ (الاعراف۔ ۶)

"پس یہ کام ضرور ہو کر رہنا ہے کہ ہم اُن لوگوں سے باز پُرس کریں گے۔ جن کی طرف ہم نے پیغمبر بھیجے ہیں اور رسُولوں سے بھی پُوچھیں گے (کہ انہوں نے پیغام رسانی کا فرض کہاں تک انجام دیا اور انہیں اس کا کیا جواب ملا)۔

وضاحت: اس سے معلوم ہُوا کہ آخرت کی باز پُرس سراسر رسالت ہی کی بنیاد پر ہو گی۔ ایک طرف پیغمبروں سے پُوچھا جائے گا کہ تُم نے نوعِ انسانی تک خدا کا پیغام پہنچانے کے لیے کیا کچھ کیا۔ دُوسری طرف جن لوگوں تک رسولوں کا پیغام پہنچا۔ اُن سے سوال کیا جائے گا۔ کہ اس پیغام کے ساتھ تُم نے کیا برتاؤ کیا۔ جس شخص یا جن انسانی گروہوں تک انبیاء کا پیغام پہنچا

Marfat.com
Marfat.com

ہی نہیں ان کے بارے میں تو قرآن ہمیں کچھ نہیں بتاتا کہ اُن کے مقدمہ کا کیا فیصلہ کیا جائیگا؛ اس معاملہ میں اللہ نے اپنا فیصلہ محفوظ رکھا ہوا ہے لیکن جن اشخاص و اقوام تک پیغمبروں کی تعلیم پہنچ چکی ہے اُن کے متعلق قرآن صاف کہتا ہے کہ وُہ اپنے کفر و انکار، فسق و نافرمانی کے لیے کوئی حجت نہ پیش کر سکیں گے۔

اِن آیات کی روشنی میں جب یوم حساب اور اس دن کی باز پُرس کا تصوّر حضورِ اکرمؐ اپنے ذہن میں لاتے ہیں۔ حالانکہ آپؐ ہر گناہ سے پاک ہیں اور اپنی زندگی میں پیغامِ حق بے کم و کاست صرف پہنچاتے ہی نہیں ہیں بلکہ اپنی زندگی کے ذریعے سے عملی شہادت بھی دیتے ہیں، تو اس کے باوجود اُن کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگتے ہیں۔

اِس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وُہ دن کتنا سخت ہوگا۔ اب جو شخص اُس دن کی جوابدہی کا احساس اپنے اندر رکھتا ہے۔ دراصل وہی آپؐ کی سیرتِ طیّبہ سے فائدہ اٹھا سکتا ہے: کیونکہ پھر تو اسے اس دنیا میں اپنے اُس مقصد کو پُورا کرنا پڑے گا۔ جس کے لیے وُہ پیدا ہُوا ہے۔ اور وُہ مقصد صرف آپؐ کی سیرتِ طیبہ کے مطابق زندگی گزارنے ہی سے پُورا ہو سکتا ہے۔

۴۔ خُدا کی گرفت کا خوف

آخرت کے حساب و کتاب کے بارے میں آپؐ کی سیرت طیّبہ مزید اس طرح راہنمائی کرتی ہے:

"اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰۤى اِلَیَّ ؕ اِنِّیْۤ اَخَافُ اِنْ عَصَیْتُ رَبِّیْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ۔" (یونس۔ ۱۵)

مَیں تو بس اُس وحی کا پیرو ہوں جو میرے پاس بھیجی جاتی ہے۔ اگر مَیں اپنے ربّ کی نافرمانی کروں تو مجھے ایک بڑے ہولناک دن کے عذاب کا ڈر ہے۔

۵۔ خدا کے ہاں دوہری سزا کا خوف

اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر قرآن میں فرما دیا ہے کہ اگر خود حضورؐ بھی وحی کے خلاف عمل کریں گے تو آپؐ بھی اللہ کی گرفت سے بچ نہیں سکتے۔ بلکہ دوہری سزا کے حق دار ہونگے۔

Marfat.com
Marfat.com

اے محمدؐ، اِن لوگوں نے اِس کوشش میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی کہ تمہیں فتنے میں ڈال کر اُس وحی سے پھیر دیں جو ہم نے تیری طرف بھیجی ہے تاکہ تم ہمارے نام پر اپنی طرف سے کوئی بات گھڑو۔ اگر تم ایسا کرتے تو وُہ ضرور تمہیں اپنا دوست بنا لیتے اور بعید نہیں تھا کہ اگر ہم تمہیں مضبوط نہ رکھتے تو تم اُن کی طرف کچھ نہ کچھ جھک جاتے لیکن اگر تم ایسا کرتے تو ہم تمہیں دُنیا میں بھی دوہرے عذاب کا مزہ چکھاتے اور آخرت میں بھی دوہرے عذاب کا، پھر ہمارے مقابلے میں تم کوئی مددگار نہ پاتے۔ (بنی اسرائیل ۷۰ تا ۷۵)

وضاحت : یہ اُن حالات کی طرف اشارہ ہے جو پچھلے دس سال سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ میں پیش آ رہے تھے۔ کفارِ مکہ اس بات کے درپے تھے کہ جس طرح بھی ہو آپؐ کو توحید کی اُس دعوت سے ہٹا دیں۔ جسے آپؐ پیش کر رہے تھے اور کسی نہ کسی طرح آپؐ کو مجبور کر دیں۔ کہ آپؐ اُن کے شرک اور رسوم جاہلیہ سے کچھ نہ کچھ مصالحت کریں۔ اس غرض سے اُنہوں نے آپؐ کو فتنے میں ڈالنے کی ہر ممکن کوشش کی، فریب بھی دیے، لالچ بھی دلائے، دھمکیاں بھی دیں جھوٹے پروپیگنڈے کا طوفان بھی اُٹھایا، ظلم وستم بھی کیا، معاشی دباؤ بھی ڈالا۔ معاشرتی مقاطعہ بھی کیا اور وُہ سب کچھ کر ڈالا۔ جو کسی انسان کے عزم کو شکست دینے کے لیے کیا جا سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اِس ساری روئیداد پر تبصرہ کرتے ہوئے دو باتیں ارشاد فرماتا ہے:

ایک یہ کہ اگر تم حق کو حق جان لینے کے بعد باطل سے کوئی سمجھوتہ کر لیتے تو یہ بگڑی ہوئی قوم تو ضرور تم سے خوش ہو جاتی مگر خدا کا غضب تم پر بھڑک اُٹھتا اور تمہیں دنیا و آخرت میں دوہری سزا دی جاتی۔ دُوسرے یہ کہ انسان خواہ وُہ پیغمبر ہی کیوں نہ ہو۔ خود اپنے بل بوتے پر باطل کے ان طوفانوں کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ جبتک کہ اللہ تعالیٰ کی مدد اور اُس کی توفیق شامل حال نہ ہو یہ سراسر اللہ کا بخشا ہوا صبر وثبات ہی تھا جس کی بدولت نبی صلی اللہ علیہ وسلم خود صداقت کے مؤقف پر پہاڑ کی طرح جمے رہے اور کوئی سیلاب بلا آپؐ کو بال برابر بھی اپنی جگہ سے نہ ہٹا سکا۔ (تلخیص تفہیم القرآن جلد ۲)

Marfat.com
Marfat.com

۶۔ تمام پیغمبروں سے جواب طلبی

آپؐ کی سیرت طیبہ ہمیں بتلاتی ہے کہ میدان حشر میں اللہ تعالیٰ کے تمام پیغمبروں کو اُس کے سامنے جواب دہی کے لیے پیش ہونا پڑے گا جیسا کہ قرآن میں ذکر ہے۔

يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اُجِبْتُمْ ؕ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ۔ (المائدہ۔ ۱۰۹)

جس روز اللہ تعالیٰ رسولوں کو جمع کر کے پوچھے گا کہ تمہیں کیا جواب دیا گیا تو وہ عرض کرینگے کہ ہمیں کچھ علم نہیں۔ آپ ہی تمام حقیقتوں کو جانتے ہیں۔

وضاحت:

یعنی اللہ کے تمام پیغمبروں کی طرف سے یہ جواب ہوگا۔ کہ ہم تو صرف اس محدود ظاہر جواب کو جانتے ہیں جو ہمیں اپنی زندگی میں ملتا ہوا محسوس ہوا تھا۔ باقی رہا یہ کہ فی الحقیقت ہماری دعوت کا ردِ عمل کہاں، کس صورت میں کتنا ہوا۔ تو اُس کا صحیح علم آپ کے سوا کسی کو نہیں ہو سکتا۔

۷۔ حضرت عیسیٰؑ سے جواب طلبی

اہل کتاب میں سب سے زیادہ مشرکانہ عقیدہ عیسائیوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں پیدا ہوا ہے کہ انہوں نے حضرت عیسیٰؑ کو خدا کا بیٹا بلکہ تین خداؤں میں سے ایک خدا بھی بنا دیا تھا اسیلیے قیامت کے دن حضرت عیسیٰؑ سے بھی پوچھا جائے گا جسے قرآن اس طرح بیان کرتا ہے؛

غرض جب (یہ احسانات جن کا ذکر سورۃ مائدہ کے گذشتہ رکوع ۔۱۵ میں گزرا ہے۔ یاد دلا کر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اے عیسیٰؑ ابن مریم کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ خدا کے سوا مجھے اور میری ماں کو بھی خدا بنا لو"؟ تو وہ جواب میں عرض کرے گا۔ کہ "اے اللہ تو پاک ہے میرا یہ کام نہ تھا کہ وہ بات کہتا جس کے کہنے کا مجھے حق نہ تھا۔ اگر میں نے ایسی بات کہی ہوتی۔ تو آپ

Marfat.com
Marfat.com

کو ضرور علم ہوتا۔

آپ جانتے ہیں جو کچھ میرے دل میں ہے اور میں نہیں جانتا جو کچھ آپ کے دل میں ہے۔ آپ تو ساری پوشیدہ حقیقتوں کے عالم ہیں۔ میں نے اُن سے اُس کے سوا کچھ نہیں کہا جس کا آپ نے حکم دیا تھا۔ یہ کہ "اللہ کی بندگی کرو، جو میرا رب بھی ہے اور تمہارا رب بھی" میں اُسی وقت تک اُن کا نگران تھا۔ جب تک کہ میں اُن کے درمیان تھا۔ جب آپ نے مجھے واپس بلا لیا۔ تو آپ اُن پر نگران تھے اور آپ تو ساری ہی چیزوں پر نگران ہیں۔ اب اگر آپ انہیں سزا دیں تو وہ آپ کے بندے ہیں۔ اگر معاف کر دیں تو آپ غالب اور دانا ہیں۔ (المائدہ ۱۱۷۔۱۱۸)

۸۔ بدعتیوں سے اظہارِ نفرت (۱) یہ آخرت کی جوابدہی کا احساس ہی تو تھا کہ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے آیات بالا کی وضاحت فرماتے ہوئے اپنے بارے میں یہ فرمایا کہ جب قیامت کے دن میری اُمت کے بعض لوگ پکڑ کر دوزخ کی طرف لے جائیں گے تو میں اللہ تعالیٰ سے عرض کروں گا کہ "یہ تو میرے اُمتی ہیں" تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ "تو نہیں جانتا کہ تیرے بعد اُنہوں نے کیا کیا بدعتیں کیں" تو آپؐ فرماتے ہیں کہ میں بھی اُس دن وہی جواب دوں گا جو عیسےٰ ابن مریم نے اُوپر دیا ہے کہ

" وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ ۚ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ ۚ وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ۔ (بخاری و مسلم)

"میں اس وقت تک اُن کا نگران تھا جبتک کہ میں اُن کے درمیان تھا۔ جب تُو نے مجھے واپس بلا لیا۔ تو تُو خود ہی ان پر نگران تھا۔ اور تُو تو ساری ہی چیزوں پر نگران ہے" تو یہ ہے آخرت کی جوابدہی اور یوم حساب کے بارے میں احساس ذمہ داری جس کی نشاندہی آپؐ کی سیرتِ طیبہ کرتی ہے۔ اسلیے جو شخص آخرت پر ایمان اور یقین رکھتا ہے اُس کے لیے آپؐ کی سیرتِ طیبہ ہی بہترین نمونہ بن سکتی ہے اور ایسے ہی شخص کو آپؐ کی سیرت سے استفادہ کرنیکی

Marfat.com
Marfat.com

ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ اس کے برعکس جس کا آخرت پر ایمان ہی نہیں ہے، اور جسے یقین ہی نہیں ہے کہ اُس کو بھی اپنی زندگی کا حساب وکتاب دینے کے لیے اپنے رب کے حضور ایک دن پیش ہونا ہے، وُہ آپؐ کی سیرت طیبہ سے راہنمائی حاصل نہیں کر سکتا۔

(۲)۔ قیامت والے دن حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم بھی بدعتیوں سے اظہار نفرت فرمائیں گے۔

اس کی تائید میں بخاری اور مسلم میں ایک اور حدیث بھی آتی ہے کہ:

"رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم نے اپنی اُمت کو خطاب کر کے ارشاد فرمایا، میں حوضِ کوثر پر تُم سے پہلے پہنچ کر تمہارا استقبال کروں گا اور تمہیں پانی پلانے کا انتظام کروں گا۔ جو میرے پاس آئے گا اور کوثر کا پانی پیئے گا تو پھر اُسے کبھی پیاس نہ لگے گی، اور کچھ لوگ میرے پاس آئیں گے، میں انہیں پہچانتا ہوں گا اور وہ مجھے پہچانتے ہوں گے لیکن انہیں میرے پاس پہنچنے سے روک دیا جائے گا۔ تو میں کہوں گا، یہ میرے آدمی ہیں (اِنَّهُمْ مِنِّيْ، یہ تو ہیں ہی میرے آدمی) انہیں مجھ تک آنے دو تو جواب میں مجھ سے کہا جائے گا کہ آپؐ نہیں جانتے کہ انھوں نے آپؐ کی وفات کے بعد آپؐ کے دین میں کتنی (مَا اَحْدَثُوْا) نئی چیزیں (بدعات) داخل کر دی تھیں۔ تو (یہ سُن کر) میں کہوں گا، دُوری ہو دُوری ہو۔ ان لوگوں کے لیے جنہوں نے میرے بعد دین کے نقشے کو بدل ڈالا۔

وضاحت: یہ حدیث اپنے اندر سب سے بڑی بشارت بھی رکھتی ہے اور بہت بڑا ڈراوا بھی۔ بشارت یہ کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلّم اُن لوگوں کا استقبال فرمائیں گے جنہوں نے آپؐ کے لائے ہوئے دین کو بلا کمی بیشی کے قبول کیا اور اس پر عمل کیا اور جو لوگ جان بُوجھ کر دین میں نئی چیزیں دین کے نام پر داخل کریں گے جو دین سے ٹکراتی ہیں، تو ایسے لوگ حضورؐ تک پہنچنے اور کوثر کا پانی پینے سے محروم رہ جائیں گے بلکہ جب حضورؐ کو ان کی بدعات کا علم ہو گا تو آپؐ اُن سے اظہارِ نفرت کرتے ہوئے ان سے برأت اور بے زاری کا اظہار فرمائیں گے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ شرک وبدعت کتنی بُری چیز ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب مومنوں کو اس سے محفوظ رکھے تاکہ ہم سب

Marfat.com
Marfat.com

قیامت کے دن حوضِ کوثر کے پانی سے مستفید ہو سکیں۔

۹۔ قیامت، حسب و نسب کی بے بسی کا عالم

دنیا میں تو حسب نسب اور رشتہ دار مصیبت کے وقت مدد کو پہنچ جاتے ہیں اور اکثر فائدہ بھی دیتے ہیں مگر قیامت کو ایسا نہ ہوگا وہاں انسان کے اعمال ہی کام آئیں گے وہ اعمال جن کی بنیاد ایمان و اخلاص پر اور حضورؐ کے اُسوۂ حسنہ کے مطابق ہوگی۔ قرآن میں اس کے بارے میں بڑی تفصیل سے بیان کر دیا گیا ہے تاکہ کوئی آدمی ایمان اور اعمال صالحہ سے غافل نہ ہونے پائے۔

۱۔ پھر جونہی صُور پھونک دیا جائے گا' ان کے درمیان پھر کوئی رشتہ نہ رہے گا اور نہ وہ ایک دُوسرے کو پُوچھیں گے۔ (المؤمنون - ۱۰۱)

۲۔ جب کہ لوگ زندہ کر کے اُٹھائے جائیں گے۔ اُس دن نہ مال کوئی فائدہ دے گا نہ اولاد بجز اس کے کہ کوئی شخص قلبِ سلیم لیے ہُوئے اللہ کے حضور حاضر ہو۔ (الشعراء۔ ۸۷ تا ۸۹)

۳۔ اور ڈرو اُس دن سے جب کوئی کسی کے ذرا کام نہ آئے گا۔ نہ کسی کی طرف سے سفارش قبول ہوگی' نہ کسی کو فدیہ لے کر چھوڑا جائے گا' اور نہ مجرموں کو کہیں سے مدد مل سکے گی۔ (البقرہ ۴۸)

۴۔ آخر کار جب کان بہرے کر دینے والی قیامت خیز آواز بلند ہوگی۔ اُس روز آدمی اپنے بھائی' ماں باپ' بیوی اور اپنی اولاد سے بھاگے گا۔ اُن میں سے ہر شخص پر اُس دن ایسا وقت آپڑے گا کہ اسے اپنے سوا کسی کا ہوش نہ ہوگا۔ (عبس۔ ۳۳ تا ۳۷)

یہی وہ آیات ہیں جن کے پیشِ نظر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حقیقی رشتہ داروں کو مخاطب کر کے ایمان اور اعمالِ صالحہ کرنے کی سخت تاکید فرمائی تھی جیسا کہ بخاری اور مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب سورہ شعراء کی یہ آیت ۲۱۴:

"وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ"

(اپنے قریبی اہلِ خاندان کو ڈراؤ) نازل ہوئی تو آپؐ نے قریش کو جمع کیا اور فرمایا:

Marfat.com
Marfat.com

"اے گروہ قریش! اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے بچانے کی فکر کرو، میں خدا کے عذاب کو تم سے ذرا بھی نہیں ٹال سکتا۔"

"اے عبد مناف کے خاندان والو! میں تم سے اللہ کے عذاب کو کچھ بھی نہیں ٹال سکتا۔"

"اے عباسؓ بن عبدالمطلب! میرے حقیقی چچا! میں اللہ کے عذاب کو تم سے ذرا بھی نہیں ہٹا سکتا۔"

"اے صفیہؓ! میری حقیقی پھوپھی! میں تم سے اللہ کے عذاب کو ذرا بھی نہیں ہٹا سکتا۔"

"اے میری بیٹی فاطمہؓ! تو میرے مال سے جتنا بھی مانگے میں دے سکتا ہوں لیکن اللہ کے عذاب کو نہیں ٹال سکتا۔" (پس اپنے آپ کو بچانے کی فکر کر کہ ایمان اور عمل ہی وہاں کام آئیں گے۔

(بخاری، مسلم)

آپؐ کا اُسوۂ حسنہ ہر مسلمان کو اس طرف توجہ دلاتا ہے کہ خدا کے ہاں قیامت کے دن جواب دہی کے احساس کا تقاضا یہ ہے کہ دُنیا میں وُہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے اُسوۂ حسنہ کے مطابق اپنی پوری زندگی بسر کرے کیونکہ اسی صورت میں وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچ سکتا ہے اور اس کے لیے جنت کا دروازہ کھل سکتا ہے۔ اس کے برعکس جس نے آپؐ کے اُسوۂ حسنہ کو چھوڑ کر دوسری راہ اختیار کی وہ منزلِ مقصود کو کسی صورت میں بھی نہیں پہنچ سکتا۔

خلاف پیمبر کسے راہ گزید
ہرگز بمنزل نخواہد رسید (سعدیؒ)

(جس کسی نے پیغمبر کے خلاف راہ اختیار کی وہ ہرگز منزلِ مقصود کو نہ پہنچ سکے گا۔)

۱۰۔ آخرت کی کامیابی مرکزِ امیدِ اَلشّورا ل دُنیا میں اصل دانشمند لوگ خدا کے نزدیک وہ اہلِ ایمان ہیں جن کو ہر وقت یہ کھٹکا لگا رہتا ہے کہ اگر ہماری زندگی خدا کی مرضی کے مطابق نہ ہوئی تو ہم یومِ آخرت میں بُری طرح ناکام ہو جائیں گے۔ اُس وقت ہم کو خدا کی گرفت سے کوئی بچا نہ سکے گا۔ اسی وجہ سے وُہ دُنیا میں اپنا رویّہ زندگی اُس ہدایت کے مطابق بناتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے نازل فرمائی تھی

Marfat.com
Marfat.com

ایسے عقلمندوں کے اوصاف قرآن میں اس طرح آتے ہیں۔

(۱)۔ نصیحت تو دانشمند لوگ ہی قبول کرتے ہیں۔ اور اُن کا طرزِ عمل یہ ہوتا ہے کہ اللہ کے ساتھ اپنے عہد کو پُورا کرتے ہیں اُسے مضبوط باندھنے کے بعد توڑ نہیں ڈالتے۔ اُن کی روش یہ ہوتی ہے کہ اللہ نے جن جن روابط کو برقرار رکھنے کا حکم دیا ہے۔ اُنہیں برقرار رکھتے ہیں۔ اپنے ربّ سے ڈرتے ہیں۔ اور اس بات کا خوف رکھتے ہیں کہ کہیں اُن سے بُری طرح حساب نہ لیا جائے۔ اُن کا حال یہ ہوتا ہے کہ اپنے ربّ کی رضا کے لیے صبر کرتے ہیں۔ نماز قائم کرتے ہیں۔ ہمارے دیے ہوئے رزق میں سے علانیہ اور پوشیدہ خرچ کرتے ہیں اور برائی کو بھلائی سے دفع کرتے ہیں۔ آخرت کا گھر اُنہی لوگوں کے لیے ہے۔ (الرعد۔ ۱۹ تا ۲۲)

(۲)۔ زمین اور آسمانوں کی پیدائش میں اور رات اور دن کے باری باری سے آنے میں اُن ہوش مند لوگوں کے لیے بہت نشانیاں ہیں جو اُٹھتے بیٹھتے اور لیٹتے ہر حال میں خدا کو یاد کرتے ہیں اور زمین اور آسمان کی ساخت میں غور و فکر کرتے ہیں (وہ بے اختیار بول اُٹھتے ہیں) "پروردگار یہ سب کچھ تُو نے فضول اور بے مقصد نہیں بنایا تو پاک ہے اس سے کہ عبث کام کرے۔ پس اے ربّ، ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالے تو نے جسے دوزخ میں ڈالا اُسے درحقیقت بڑی ذلت اور رُسوائی میں ڈال دیا۔ اور پھر ایسے ظالموں کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔ مالک، ہم نے ایک پکارنے والے کو سُنا جو ایمان کی طرف بُلاتا تھا اور کہتا تھا کہ اپنے ربّ کو مانو۔ ہم نے اُس کی دعوت قبول کر لی۔ پس اے ہمارے ربّ، جو قصور ہم سے ہوئے ہیں اُن سے درگزر فرما۔ جو برائیاں ہم میں ہیں اُنہیں دُور کر دے اور ہمارا خاتمہ نیک لوگوں کے ساتھ کر۔ خداوندا! جو وعدے تُو نے اپنے رسولوں کے ذریعے سے کیے ہیں۔ اُن کو ہمارے ساتھ پُورا کر اور قیامت کے دن ہمیں رُسوائی میں نہ ڈال۔ بے شک تو اپنے وعدے کے خلاف کرنے والا نہیں ہے"۔
(آل عمران۔ ۱۹۰ تا ۱۹۴)

(۳)۔ اور سچ یہ ہے کہ کسی چیز سے صحیح سبق صرف دانشمند لوگ ہی حاصل کرتے ہیں وہ اللہ سے

Marfat.com
Marfat.com

دُعا کرتے رہتے ہیں کہ "پروردگار، جب تو ہمیں سیدھے راستہ پر لگا چکا ہے تو کہیں ہمارے دلوں کو کجی میں مُبتلا نہ کیجیو۔ ہمیں اپنے خزانۂ فیض سے رحمت عطا کر کہ" تُو ہی فیاضِ حقیقی ہے۔ "پروردگار، تو یقیناً سب لوگوں کو ایک روز جمع کرنے والا ہے۔ جس کے آنے میں کوئی شبہ نہیں ہے تو ہرگز اپنے وعدے سے ٹلنے والا نہیں ہے۔ (آل عمران ۷ تا ۹)

مذکورہ بالا آیات سے معلوم ہو جاتا ہے کہ آخرت کے دن کے اُمیدوار لوگ ہی عقلمند ہیں ان کے اوصاف کا خلاصہ یہ ہے:

(۱)۔ سبق آموز باتوں سے نصیحت صرف عقلمند لوگ ہی لیتے ہیں۔

(۲)۔ وُہ زمین و آسمان کی پیدائش میں دن اور رات کے آنے اور جانے میں غور و فکر کرتے رہتے ہیں۔

(۳)۔ وُہ اپنے اس غور و فکر سے اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ خدائے حکیم کا یہ کارخانۂ ہست و بود بے مقصد نہیں ہے اور نہ خود اُن کی اپنی زندگی بے مقصد ہے۔

(۴)۔ وُہ اپنا مقصدِ زندگی پُورا کرنے کے لیے کھڑے بیٹھے اور لیٹے خدا کا ذکر اُس کے نازل کردہ قانون کے مطابق زندگی بسر کر کے کرتے رہتے ہیں۔

(۵)۔ وُہ خدا سے دُعا مانگتے ہیں کہ ہمیں آگ کے عذاب سے بچالیا جائے کیونکہ وہ رُسواکن عذاب ہوگا۔

(۶)۔ اسلیے وہ داعیِ حق کی پکار پر لبیک کہتے ہوئے ایمان لے آتے ہیں اور ایمان لانے سے پہلے جو اُن سے خُدا کی نافرمانیاں ہُوئی تھیں۔ اُن کی معافی مانگتے ہیں اور ایمان کے بعد اُن کو دُور کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتے رہتے ہیں۔

(۷)۔ ان کی یہ دُعا بھی ہوتی ہے کہ ایمان کے بعد اللہ تعالیٰ ہمیں اُس وعدہ کا مصداق بنا دے جو اُس نے اپنے پیغمبروں کے ذریعہ سے ہمارے ساتھ کر رکھا ہے۔ تاکہ قیامت کے دن ہم رُسوا نہ ہوں۔

Marfat.com
Marfat.com

(۸)۔ یہ لوگ ایمان کے بعد اپنے اُس عہد کو پُورا کرنے کی مرتے دم تک کوشش کرتے رہتے ہیں جو انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کر رکھا ہے۔

(۹)۔ وُہ کبھی ایسا کام نہیں کرتے۔ جس سے وُہ رشتہ ٹوٹ جائے جسے اللہ تعالیٰ نے جوڑنے کا حکم دے رکھا ہے۔

(۱۰)۔ وُہ خدا کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔

(۱۱)۔ وُہ اِس زندگی میں زیادہ سے زیادہ خُدا کی رضا کے طلبگار ہوتے ہیں۔ نماز کو قائم کرتے ہیں۔ اور اُس کی راہ میں دل کھول کر خرچ کرتے رہتے ہیں۔ اور جو بھی اُس راہ میں تکلیف آئے اُس کو خندہ پیشانی سے برداشت کرتے ہوئے صبر و تحمّل کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ اور بُرائی کو بھلائی کے ذریعہ سے دفع کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔

(۱۲)۔ یہ عقلمند اللہ تعالیٰ سے مزید یہ دُعا بھی مانگا کرتے ہیں کہ وُہ انہیں صراطِ مستقیم پر استقامت عطا فرمائے اور اپنے فضل و کرم اور رحمت و برکت کا نزول کرے۔ کیونکہ اصل میں فیاضِ حقیقی تو اللہ ہی ہے

(۱۳)۔ انہیں اِس بات کا پختہ یقین ہے کہ ایک نہ ایک دن اُس کے حضور جواب دہی کیلئے پیش ہونا ہے کیونکہ اُس نے اپنے پیغمبروں کے ذریعہ سے اس دن کے آنے کا وعدہ کر رکھا ہے اور وُہ لازماً آ کر رہے گا۔

(۱۴)۔ یہ ہیں وہ عقلمند لوگ جن کے لیے اللہ تعالیٰ نے جنت الفردوس میں سامانِ ضیافت مہیا کر رکھا ہے۔

۱۱۔ باشعور مومنوں کی آخرت نگاہ

آخرت کے دن کے اُمیدوار وُہ لوگ ہوتے ہیں جنہوں نے سوچ سمجھ کر اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا ہو اور اسلام کو قبول کیا ہو کیونکہ ایسے باشعور مومن ہی راہِ حق میں آنے والے مصائب کا سامنا کر سکتے ہیں اور اگر ضرورت پڑے تو وُہ جان کی بازی لگا کر بھی اپنے ایمان کو بچانے

Marfat.com
Marfat.com

کی کوشش کرتے ہیں۔ جیسا کہ نیچے بیان کیا گیا ہے :

(۱) **جادو سے توبہ کرنیوالے مومن :** وہ اہلِ ایمان جادوگر جو جادو سے توبہ کرنے کے بعد شعوری طور پر حضرت موسیٰ علیہ السّلام پر ایمان لے آئے تھے وہ اپنے اس شعوری ایمان کے مقابلہ میں فرعون کی ہر سزا کو بھگتنے کے لیے تیار ہو گئے تھے۔ فرعون نے انہیں یہ زبردست دھمکی بھی دی تھی کہ

"میں تمہارے ہاتھ پاؤں مخالف سمتوں سے کٹوا دوں گا اور اس کے بعد تم سب کو سُولی پر چڑھا دوں گا"

مگر فرعون کی اس دھمکی کے جواب میں جادُوگروں نے بڑی جرأت سے جواب دیا کہ

ا۔ "بہرحال ہمیں پلٹنا اپنے رب ہی کی طرف ہے۔ تُو جس بات پر ہم سے انتقام لینا چاہتا ہے وُہ اُس کے سوا کچھ نہیں کہ ہمارے رب کی نشانیاں جب ہمارے سامنے آگئیں تو ہم نے انہیں مان لیا۔ اے رب ہم پر صبر کا فیضان کر اور ہمیں دُنیا سے اُٹھا تو اس حال میں کہ ہم تیرے ہی فرمانبردار بندے ہوں"۔ (الاعراف ۱۲۴ تا ۱۲۶)

قرآن میں ایک اور جگہ ان مومن جادوگروں کا ذکر اس طرح آتا ہے۔

ب۔ "قسم ہے اُس ذات کی جس نے ہمیں پیدا کیا یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ ہم روشن نشانیاں سامنے آجانے کے بعد ایسی واضح صداقت پر بھی تجھے ترجیح دیں۔ تُو جو کچھ کرنا چاہتا ہے کرلے تو زیادہ سے زیادہ بس اس دُنیا کی زندگی کا فیصلہ کر سکتا ہے ہم تو اپنے رب پر شعوری ایمان لے آئے تاکہ وہ ہماری خطائیں معاف کرے اور اُس جادوگری (کے گناہ) سے، جس پر تُو نے ہمیں مجبور کیا تھا' درگزر فرمائے۔ اللہ ہی سب سے اچھا ہے اور وہی باقی رہنے والا ہے۔ (طٰہٰ ۔ ۷۲ ' ۷۴)

(۲) **کلمۂ حق کہنے والا مومن :** جس مومن کا آخرت پر ایمان ہوتا ہے۔ وُہ دعوتِ حق سے کبھی باز نہیں آئے گا اگرچہ اُسے ظالم حاکم ہی کے سامنے کلمۂ حق کیوں نہ پیش کرنا پڑے

Marfat.com
Marfat.com

اور اس راہ میں اسے اپنی جان ہی کیوں نہ قربان کرنی پڑے۔ جیساکہ ایک مردِ مومن نے جو آلِ فرعون میں سے تھا۔ اپنی دعوتِ حق فرعون کے شاہی دربار میں اُس وقت پیش کی تھی جبکہ وہاں موسیٰ علیہ السلام کے قتل کے لیے قرارداد پیش کی جارہی تھی۔ اس وقت ایک بھرے دربار میں اُس مردِ مومن نے جو پہلے اپنے ایمان کو چھپاتے ہوئے تھا، مظلوم کے حق میں اور ظلم کے خلاف بے دھڑک آواز اُٹھائی کہ

(۱) "کیا تم ایک شخص کو صرف اس بنا پر قتل کر دو گے کہ وُہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے؟ حالانکہ وُہ تمہارے رب کی طرف سے تمہاری طرف بیّنات لے کر آیا ہے اگر وُہ جھوٹا ہے تو اُس کا جھوٹ خود اُسی پر پلٹ پڑے گا لیکن اگر وُہ سچا ہے تو جن ہولناک نتائج کا وُہ تم کو خوف دلاتا ہے۔ اُن میں سے کچھ تو تم پر ضرور ہی آجائیں گے۔ اللہ کسی ایسے شخص کو ہدایت نہیں دیتا جو حد سے گذر جانے والا اور کذاب ہو لیکن اگر خدا کا عذاب ہم پر آگیا تو پھر کون ہے جو ہماری مدد کر سکے گا۔

(المؤمن ۲۸ تا ۲۹)

(۲)۔ اے میری قوم کے لوگو! مجھے خوف ہے کہ کہیں تم پر بھی وُہ دن نہ آجائے جو اس سے پہلے بہت سے جتھوں پر آچکا ہے۔ جیسا دن قوم نوحؑ اور عادؔ اور ثمودؔ اور اُن کے بعد والی قوموں پر آیا تھا اور یہ حقیقت ہے کہ اللہ اپنے بندوں پر ظلم کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا۔ اے قوم، مجھے ڈر ہے کہ کہیں تم پر فریاد و فغاں کا دن نہ آجائے۔ جب تم ایک دُوسرے کو پکارو گے اور بھاگے بھاگے پھرو گے مگر اُس وقت اللہ سے بچانے والا کوئی نہ ہوگا۔ سچ یہ ہے کہ جسے اللہ بھٹکا دے اُسے پھر کوئی راستہ دکھانے والا نہیں ہوتا۔ اس سے پہلے حضرت یوسفؑ تمہارے پاس بیّنات لے کر آئے تھے مگر تم اُن کی لائی ہوئی تعلیم کی طرف سے شک ہی میں پڑے رہے پھر جب اُن کا انتقال ہو گیا تو تم نے کہا۔ اب اُن کے بعد اللہ کوئی رسُول ہرگز نہ بھیجے گا"

(المومن ۳۱ تا ۳۴)

(۳)۔ "اے میری قوم کے لوگو، میری بات مانو، میں تمہیں صحیح راستہ بتاتا ہوں۔ اے قوم، یہ دُنیا

Marfat.com
Marfat.com

کی زندگی تو چند روزہ ہے۔ ہمیشہ کے قیام کی جگہ آخرت ہی ہے۔ جو بُرائی کرے گا اُس کو اتنا ہی بدلہ ملے گا۔ جتنی اُس نے برائی کی ہوگی اور جو نیک عمل کرے گا خواہ وُہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ ہو وُہ مومن' ایسے سب لوگ جنت میں داخل ہوں گے جہاں اُن کو بے حساب رزق دیا جائے گا۔ اے قوم! آخر یہ کیا ماجرا ہے؟ کہ مَیں تو تم لوگوں کو نجات کی طرف بلاتا ہُوں اور تُم لوگ مجھے آگ کی طرف دعوت دیتے ہو۔ تم مجھے اِس بات کی طرف دعوت دیتے ہو کہ مَیں اللہ سے کُفر کروں اور اُس کے ساتھ اُن ہستیوں کو شریک ٹھہراؤں جنہیں مَیں نہیں جانتا۔ حالانکہ میں تمہیں اُس زبردست مغفرت کرنے والے خدا کی طرف بُلا رہا ہُوں۔ نہیں' حق یہ ہے اور اُس کے خلاف نہیں ہوسکتا کہ جن کی طرف تُم مجھے بُلا رہے ہو۔ اُن کے لیے نہ دُنیا میں کوئی دعوت ہے' نہ آخرت میں اور ہم سب کو پلٹنا اللہ ہی کی طرف ہے۔ اور حد سے گزرنے والے آگ میں جانیوالے ہیں۔ آج جو کچھ میں کہہ رہا ہوں عنقریب وُہ وقت آئیگا۔ جب تم اُسے یاد کروگے اور میں اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہُوں' وُہ اپنے بندوں کا نگہبان ہے۔ (المومن۔ ۳۸ تا ۴۴)

سبق آموز باتیں مردِ مومن کی اِس دعوت سے کئی ایک سبق آموز باتیں حاصل ہوتی ہیں:

(۱) ۔ اِس مردِ مومن کا اللہ اور آخرت پر بڑا مضبوط اور پختہ ایمان تھا۔

(۲) اس ایمانی جذبے کے بل بوتے پر وُہ اس قوم کو دعوتِ حق دے رہا تھا جو ملک کی حکمران تھی اور اُسکے سامنے وہ کلمۂ حق کہہ رہا تھا جو اُس کے ظلم و تشدّد اور بربریّت پر ضرب کاری لگا رہا تھا اور اُس مظلوم کے حق میں کہہ رہا تھا جو مادّی لحاظ سے ایک پسی ہُوئی اور غلام قوم کا نمائندہ تھا جسکے پاس کوئی مادّی قوت نہ تھی۔

(۳) ۔ اپنی قوم کے سامنے وہ بار بار خُدا کا ذکر کرتا ہے۔ اب اگر فی الواقع اُس قوم میں خُدا کا تصوّر نہیں تھا جیسا کہ فرعون کے ان الفاظ "اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی" سے بعض اہلِ علم کو مغالطہ لگا ہے کہ وُہ خدا کا قائل نہ تھا تو پھر تو قوم کو اس مردِ مومن کا مُنہ بند کرنے

Marfat.com
Marfat.com

کے لیے ذرا کہنا چاہیے تھا" کہ تو جس خدا کا ذکر کرتا ہے ہم تو اُس خدا کے قائل ہی نہیں۔ ہم تو فرعون کو خدا سمجھتے ہیں مگر اُس کو قوم نے یہ جواب نہیں دیا۔ اور نہ ہی وُہ یہ دے سکتی تھی کیونکہ اُس قوم میں مُوسیٰؑ سے پہلے حضرت یُوسفؑ دینِ حق کی دعوت دے چکے تھے۔ اسی وجہ سے یہ مردِ مومن نو دس بار خدا کا نام لے کر بار بار قوم کو دعوتِ حق کے ٹھکرانے کے نتائج کے بارے میں آگاہ کر رہا تھا اور آخرت کے عذاب سے ڈرا رہا تھا۔ بلکہ سورۂ اعراف آیت ۱۲۷ سے تو یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ خود فرعون کے بے شمار معبود (الٰہ) تھے اور یہ ایک مسلّمہ حقیقت ہے کہ ان بے شمار معبودوں کو ماننے والے ہر زمانہ میں اس بات کے قائل رہے ہیں کہ ان معبودوں میں سے ایک بڑا معبود اللہ تعالیٰ بھی ہے۔

(۴)۔ فرعون اور اُس کی قوم سب ہی دراصل مُوسیٰؑ اور مردِ مومن کی دعوت کو دل سے صحیح معنوں میں تسلیم کرتے تھے کہ یہ دعوت بالکل حق ہے مگر زبان پر اُسے تسلیم کرنے کے لیے اس لیے تیار نہ تھے کہ انہیں معلوم تھا کہ اگر وُہ مُوسیٰ کی رسالت کو مان لیں تو اُنہیں اقتدار سے دستبردار ہونا پڑے گا اور مُلک کا مقتدرِ اعلیٰ پھر خُدا کو تسلیم کرنا پڑے گا۔ یہی وجہ ہے کہ مُلک کے اقتدار کا یہ نشہ فرعون کو جھوٹ بولنے، دعوتِ حق کو ٹھکرانے اور خدا کا مذاق اُڑانے پر مجبور کر رہا تھا۔ ورنہ وُہ دل سے تو دعوتِ حق کو مان رہا تھا کہ یہ سچّی دعوت ہے جیسا کہ سُورت نمل میں آتا ہے۔

"مگر جب ہماری کھُلی کھُلی نشانیاں اُن لوگوں کے سامنے آئیں تو اُنہوں نے کہا یہ تو کھُلا جادُو ہے، انہوں نے سراسر ظُلم اور غُرور کی راہ سے اُن نشانیوں کا انکار کیا۔ حالانکہ دل اُن کے قائل ہو چکے تھے۔ اب دیکھ لو کہ اُن مفسدوں کا انجام کیسا ہُوا ہے۔ (النمل ۱۳،۱۴)

(۵)۔ یہ مردِ مومن اپنی قوم کو بار بار آخرت کے بارے میں بھی آگاہ کرتا ہے کہ اگر تُم نے اِس دعوتِ حق کو ٹھکرا دیا تو تم آخرت کے عذاب سے بچ نہیں سکتے اور جو انجام خدا کی نافرمان قوموں کا ہُوا ہے۔ وُہی تمہارا بھی ہوگا۔

(۳) <u>شہادتِ حق</u> ایک اور مردِ مومن جسے مفسّرین حبیب نجّار کہتے ہیں اور جس نے

Marfat.com
Marfat.com

دینِ حق کو شعوری طور پر قبول کیا ہوا تھا اور جو اللہ اور روزِ آخرت پر پختہ ایمان رکھتا تھا۔ وہ بھی پورے خلوص سے شہادتِ حق دیتا ہے اور وہ اپنی قوم کو بڑے خیر خواہانہ انداز میں دعوتِ حق دیتا ہے اور جو مبلغینِ اسلام اس کی بستی میں دعوتِ حق لے کر آئے تھے اُن کی پوری پوری تائید وحمایت کرتا ہے جیسا کہ قرآن میں مذکور ہے؛

"استنے میں شہر کے دُور دراز گوشے سے ایک شخص دوڑتا ہوا آیا۔ اور بولا" اے میری قوم کے لوگو، رسولوں کی پیروی اختیار کرلو۔ پیروی کرو اُن لوگوں کی جو تم سے کوئی اجر نہیں چاہتے اور ٹھیک راستے پر ہیں۔ آخر کیوں نہ میں خود بھی اُس ہستی کی بندگی کروں جس نے مجھے پیدا کیا ہے اور جس کی طرف تم سب کو پلٹ کر جانا ہے؟ کیا میں اُسے چھوڑ کر دُوسرے معبود بناؤں؟ حالانکہ اگر خدائے رحمٰن مجھے نقصان پہنچانا چاہے تو نہ ان کی شفاعت میرے کسی کام آسکتی ہے اور نہ وہ مجھے چھڑا ہی سکتے ہیں۔ اگر میں ایسا کروں تو صریح گمراہی میں مبتلا ہو جاؤں گا۔ میں تمہارے رب پر ایمان لے آیا، تم بھی میری بات سُن لو۔" (آخر کار اُن لوگوں نے اُسے قتل کر دیا اور) اُس شخص سے کہہ دیا گیا کہ "داخل ہو جا جنت میں"۔ اُس نے کہا " کاش میری قوم کو یہ معلوم ہوتا کہ میرے رب نے کس چیز کی بدولت میری مغفرت فرمادی اور مجھے باعزت لوگوں میں داخل فرمایا۔"

نصیحت آموز باتیں:

(۱) اس مردِ مومن کی طرح تمام مومنوں کو حق بات کی تائید کرنی چاہیئے خواہ اُس میں جان بھی دینی پڑے۔

(۲)۔ شہادتِ حق اور دعوتِ حق پورے اخلاص اور خیر خواہی کے جذبہ کے ساتھ دینی چاہیئے۔

(۳)۔ داعیِ حق کا سیرت وکردار نیک ہونے کے ساتھ ساتھ اُس کی دعوتِ دین بھی بے لوث ہونی چاہیئے

(۴)۔ اِس مردِ مومن کا یومِ آخرت پر ایسا پختہ ایمان تھا اور اس کے عمل میں ایسا اخلاص تھا کہ شہید ہوتے ہی اُسے دخولِ جنت کی سعادت نصیب ہو گئی۔

Marfat.com
Marfat.com

(۵۵)۔ مرنے کے بعد آدمی ختم نہیں ہوتا بلکہ اُس کی رُوح عالمِ برزخ میں زندہ رہتی ہے۔ اگرچہ اُس کا دُنیوی عمل منقطع ہو جاتا ہے مگر اس کی رُوح عالمِ برزخ میں اپنے سابقہ ایمان و عمل کے مطابق جنّت اور دوزخ کے مناظر کو محسوس کرتی رہتی ہے۔

۳۔ اللہ کا ذکرِ کثیر۔ مقصدِ حیاتِ مومن

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوۂ حسنہ سے مستفید ہونے والے میں تیسری خصوصیت یہ بھی ہونی چاہیے کہ وُہ اپنی زندگی میں اللہ تعالیٰ کا ذکرِ کثیر کرنے والا ہو۔ یہ ذکرِ کثیر صرف زبان کی حد تک نہ ہو بلکہ مسلمان کا قلب و دماغ اور اس کے تمام اعضاء و جوارح اس طرح ذکرِ الٰہی میں رطب اللسان ہوں کہ اس کی زندگی کا ہر شعبہ خُدا کی حدود کا پابند ہو جائے اور وُہ اپنی پوری زندگی میں تادمِ زیست اُس قانون کا پابند بنا رہے جو خُدا نے اپنے آخری پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا تھا یہی وُہ ذکرِ کثیر ہے جو حضورؐ کے اُسوۂ حسنہ میں بدرجۂ اتم پایا جاتا ہے۔ اور جو شخص دُنیا میں یہ ذکرِ کثیر کرنا چاہتا ہو اُسے لازماً حضورؐ ہی کے اُسوۂ حسنہ کا اتباع کرنا پڑے گا۔

یہاں ذکرِ کثیر کو سمجھنے سے قبل "ذکرِ کثیر" کی وضاحت کی جاتی ہے:

۱۔ ذِکر سے مُراد یاد، یاد کرنا، شہرت، تعریف، حمد و ثنا، شرف و بزرگی، نماز و دعا، بلند و سنجیدہ قول، خود قرآن میں بھی یہ کئی معنوں میں آیا ہے:

(ا) قرآن: (الف) وَ قَالُوْا يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْ نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ اِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌ۔ (الحجر-۶)

یہ لوگ کہتے ہیں "اے شخص جس پر (یہ) "ذکر" (قرآن) نازل ہُوا ہے تو یقیناً دیوانہ ہے۔

(ب)۔ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (الحجر-۹)

رہا یہ ذکر (قرآن) تو اس کو ہم نے نازل کیا ہے اور ہم خود اس کے نگہبان ہیں۔

(۲) رسولؐ: يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا رَّسُوْلًا

Marfat.com
Marfat.com

يَتْلُوا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ مُبَيِّنٰتٍ۔ (الطلاق - ۱۱)

اے صاحب عقل لوگو جو ایمان لائے ہو۔ اللہ نے تمہاری طرف ایک ذکر نازل کر دیا ہے (یعنی) ایک ایسا رسولؐ جو تم کو اللہ کی صاف صاف ہدایات دینے والی آیات سناتا ہے۔

(۳) یاد: فَاذْكُرُوْنِیْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِیْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ۔ (البقرہ ۱۵۲)

لہٰذا تم مجھے یاد رکھو، میں تمہیں یاد رکھوں گا، اور میرا شکر ادا کرو، کفرانِ نعمت نہ کرو۔

(۴) اعمالِ صالحہ: اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ ؕ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ۔ (الرعد ۲۸)

جنہوں نے (اس نبی کی دعوت کو) مان لیا اور دلوں کو اللہ کی یاد سے اطمینان ہوتا ہے خبردار! اللہ کی یاد ہی وہ چیز ہے جس سے دلوں کو اطمینان نصیب ہوا کرتا ہے۔

وضاحت: یہاں ایمان کے بعد اعمالِ صالحہ کی جگہ "ذکر اللہ" کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں یعنی ایمان کے تقاضے پورے کرنا ہی ذکر اللہ ہے۔

(۵) نصیحت: وَالْقُرْاٰنِ ذِی الذِّكْرِ۔ (ص - ۱)

قسم ہے نصیحت بھرے قرآن کی۔

فَذَكِّرْ ؕ اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ (الغاشیہ - ۲۱)

اچھا تو (اے نبیؐ) نصیحت کیے جاؤ، تم بس نصیحت ہی کرنیوالے ہو۔

(۶) خطبہ و نمازِ جمعہ: یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَیْعَ (الجمعہ - ۱۰)

اے لوگو! جو ایمان لائے ہو جب پکارا جائے نماز کے لیے جمعہ کے دن تو اللہ کے ذکر (خطبہ و نمازِ جمعہ) کی طرف دوڑو اور خرید و فروخت چھوڑ دو۔

(۷) اذکارِ مسنونہ: ذکر کا لفظ اذکارِ مسنونہ کے لیے بھی بولا جاتا ہے یہ وہ اذکار ہیں جن پر حضورؐ مختلف اوقات میں خود بھی عمل کیا کرتے تھے اور صحابہ کرامؓ

Marfat.com
Marfat.com

کو بھی ان پر عمل کرنے کی تلقین فرمایا کرتے تھے۔ ان اذکار سے اچھی طرح معلوم ہو جاتا ہے کہ آپؐ نے اپنی پوری زندگی میں صرف اللہ تعالیٰ ہی کو اپنی امیدوں کا مرکز و محور بنائے رکھا تھا اور آپؐ صرف اسی کی اطاعت و بندگی کیا کرتے تھے۔ نیز ان اذکار سے یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ آپؐ دنیا میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کثیر کرنے والے تھے۔ یہاں آپؐ کے بعض اذکار بیان کیے جاتے ہیں تاکہ اہل ایمان بھی آپؐ کے نقش قدم پر چل کر اپنی پوری زندگی میں خدا تعالیٰ کی حمد و ثناء اور اطاعت و بندگی کر کے اپنے ایمان کے عملی تقاضے پورے کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتے رہیں۔

(۱) خدا قادر مطلق:

قُلِ اللّٰھُمَّ مٰلِکَ الْمُلْکِ تُؤْتِی الْمُلْکَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْکَ مِمَّنْ تَشَآءُ ز وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ط بِیَدِکَ الْخَیْرُ ط اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔

(آل عمران۔ ۲۶)

"کہو، خدایا ملک کے مالک، تو جسے چاہے، حکومت دے اور جس سے چاہے چھین لے۔ جسے چاہے، عزت بخشے اور جس کو چاہے، ذلیل کر دے۔ بھلائی تیرے اختیار میں ہے۔ بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔"

(۲) دانشمندوں کی دعا:

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ ھَدَیْتَنَا وَھَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَۃً ج اِنَّکَ اَنْتَ الْوَھَّابُ (۸) رَبَّنَا اِنَّکَ جَامِعُ النَّاسِ لِیَوْمٍ لَّا رَیْبَ فِیْہِ ط اِنَّ اللّٰہَ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادَ۔

(آل عمران۔ ۷ تا ۹)

"پروردگار! جب تو ہمیں سیدھے رستہ پر لگا چکا ہے، تو پھر ہمارے دلوں کو کجی میں مبتلا نہ کر دیجیو۔ ہمیں اپنے خزانۂ فیض سے رحمت عطا کر کہ تو ہی فیاضِ حقیقی ہے۔

"پروردگار! تو یقیناً سب لوگوں کو ایک روز جمع کرنیوالا ہے جس کے آنے میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ تو ہرگز اپنے وعدہ سے ٹلنے والا نہیں ہے۔"

Marfat.com
Marfat.com

(۳) سیدالاستغفار: حضورؐ نے اس دُعا کو سید الاستغفار (سب سے جامع دعائے مغفرت) فرمایا ہے:

اَللّٰھُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِیْ وَاَنَا عَبْدُكَ وَاَنَا عَلٰی عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ اَبُوْءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَیَّ وَاَبُوْءُ بِذَنْبِیْ فَاغْفِرْلِیْ فَاِنَّهٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ (بخاری۔ ترمذی)

اے اللہ! تو میرا پروردگار ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو نے مجھے پیدا کیا اور میں تیرا بندہ ہوں، اور جتنی مجھ میں استطاعت ہے میں تیرے عہد و پیمان (اقرار اطاعت) پر قائم ہوں، اور جو کچھ بھی میں نے کیا اس کی برائی سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ جن نعمتوں سے تو نے مجھے نوازا ہے ان کا اعتراف کرتا ہوں۔ اپنے گناہوں کا اقرار کرتا ہوں۔ تو مجھے بخش دے کہ تیرے سوا گناہوں کو کوئی نہیں بخش سکتا۔

(۴) ہر چیز کی تکلیف سے بچنے کی دُعا: بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِیْ لَا یَضُرُّ مَعَ اِسْمِهٖ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَاءِ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ۔ (ترمذی۔ ابوداؤد)

اللہ کے نام سے (آغاز کار) ہے، جس کے نام کے ساتھ زمین و آسمان کی کوئی چیز گزند نہیں پہنچا سکتی۔ وہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

(۵) کلمہ رضا: رَضِیْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ (صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ) نَبِیًّا۔ (ترمذی۔ ابوداؤد)

میں اللہ کو اپنا رب، اسلام کو اپنا دین اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنا نبی ماننے پر راضی ہو گیا۔

(۶) جب کسی دشمن سے خطرہ ہو: اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجْعَلُكَ فِیْ نُحُوْرِهِمْ وَنَعُوْذُبِكَ مِنْ

Marfat.com
Marfat.com

بُرُوْرِهِمْ (ابوداؤد۔نسائی)

اے اللہ! دشمنوں کے مقابلے میں ہم تجھے ہی اپنی ڈھال بناتے ہیں اور اُن کی شرارتوں سے تیری ہی پناہ چاہتے ہیں۔

(۷) غم والم اور بے چینی کی حالت: يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِيْثُ (ترمذی)

اے زندۂ جاوید ہستی! اے کائنات کے منتظم! تیری رحمت سے فریاد کرتا ہوں۔

(۸) شفائے مرض وتکلیف: اَللّٰهُمَّ رَبَّ النَّاسِ اَذْهِبِ الْبَاسَ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِيْ لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَاؤُكَ شِفَاءً لَّا يُغَادِرُ سَقَمًا (بخاری ومسلم)

اے اللہ! انسانوں کے پروردگار! تکلیف دُور فرما اور شفا عنایت کر تو ہی شفا دینے والا ہے' تیری شفا کے سوا کوئی شفا نہیں۔ایسی شفا دے جو بیماری کا نام ونشان نہ چھوڑے۔

(۹) غم والم اور قرض سے بچنے کیلئے: حضور یہ دُعا کثرت سے مانگا کرتے تھے۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْهَمِّ وَ الْحُزْنِ وَالْعِجْزِ وَالْكَسَلِ' وَالْبُخْلِ وَالْجُبْنِ وَضَلَعِ الدَّيْنِ وَغَلَبَةِ الرِّجَالِ (صحیحین)

اے اللہ! میں فکر وغم سے' درماندگی' وتساہل سے' بخل وبزدلی سے' قرض کے بار سے اور لوگوں کے دباؤ سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

(۱۰) غیر نافع چیزوں سے بچنے کیلئے: اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ قَلْبٍ لَّا يَخْشَعُ وَنَفْسٍ لَّا تَشْبَعُ وَعِلْمٍ لَّا يُنْفَعُ' وَدَعْوَةٍ لَّا يُسْتَجَابُ لَهَا۔ (مسلم' نسائی)

اے اللہ! میں بے حضور دل سے' بے صبر نفس سے' بے سُود علم سے اور نامقبول دُعا سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔

Marfat.com
Marfat.com

(۱۱)۔ نعمت و عافیت کے لیے: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ زَوَالِ نِعْمَتِکَ وَتَحَوُّلِ عَافِیَتِکَ، وَمِنْ فُجَاءَۃِ نِقْمَتِکَ وَمِنْ جَمِیْعِ سَخَطِکَ۔ (مسلم)

اے اللہ! میں تیری نعمت کے چھٹ جانے، تیری عافیت کے پلٹ جانے، تیری سزا کے اچانک وارد ہو جانے اور تیری ہر ناراضی سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

(۱۲)۔ حسن عبادت کے لیے: اَللّٰھُمَّ اَعِنَّا عَلٰی ذِکْرِکَ وَشُکْرِکَ وَحُسْنِ عِبَادَتِکَ (صحیح حاکم)

اے اللہ! اپنے ذکر و شکر اور اچھی عبادت کرنے میں ہماری مدد فرما۔

(۱۳)۔ نو مسلم کی دعا: اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ وَاھْدِنِیْ وَعَافِنِیْ وَارْزُقْنِیْ

اے اللہ! میری مغفرت فرما، مجھ پر رحم کر، عافیت بخش اور روزی عطا

(۱۵) اسمائے حسنیٰ: اپنے قلب و دماغ میں اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ کو جگہ دینا اور شعوری طور پر زبان سے اُن کا وظیفہ کرتے رہنا بھی ذکر ہی کہلاتا ہے جیسا کہ قرآن و حدیث میں مذکور ہے:

(ا) وَاذْکُرْ رَّبَّکَ اِذَا نَسِیْتَ (الکہف۔۲۴)

اور جب بھول جاؤ تو فوراً اپنے رب کو یاد کرو

(ب)۔ وَاذْکُرِ اسْمَ رَبِّکَ وَتَبَتَّلْ اِلَیْہِ تَبْتِیْلًا۔ (المزمل۔۸)

اور اپنے رب کا ذکر کیا کرو اور سب سے کٹ کر اس کے ہو رہو۔

(ج)۔ اسمائے حسنیٰ کے بارے میں حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ننانوے صفاتی نام ہیں۔ جس نے ان کو یاد کیا وہ جنت میں داخل ہوگا (ترمذی) اور وہ یہ ہیں۔ ھُوَ اللّٰہُ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ: وہ اللہ (تعالیٰ ہی ایک ایسی ہستی ہے) جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

(۱) اَلرَّحْمٰنُ: بہت ہی زیادہ مہربانی کرنیوالا۔ جو ہر نیک و بد پر رحمت کرنیوالا ہو۔ جس کی دنیا میں رحمت عام ہو۔

(۲) اَلرَّحِیْمُ: نہایت رحم کرنے والا۔ جو صرف اہلِ ایمان پر رحمت کرنیوالا ہو جسکی آخرت میں رحمت خاص ہو۔ جو اعمال کی جزا دینے میں اپنا خصوصی فضل و کرم کرنیوالا ہو۔

(۳) اَلْمَلِکُ: بادشاہِ حقیقی۔ بادشاہِ کون و مکان۔ ساری کائنات کا بادشاہ۔

(۴) اَلْقُدُّوْسُ: تمام عیوب سے منزّہ اور پاکیزہ ترین ہستی۔

وضاحت: یہاں حاکمیت اور قدوسیت دونوں لازم و ملزوم صفات ہیں۔ کیونکہ مقتدرِ اعلیٰ اور حاکمِ اعلیٰ وہ ہستی ہونی چاہیئے جو ہر عیب سے پاک ہو۔ اسلئے اللہ تعالیٰ ہی بادشاہ اور قدوس ہے اس کے سوا نہ کوئی بادشاہ ہے اور نہ ہی قدوس ہے۔

(۵) اَلسَّلَامُ: سراسر سلامتی یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات اس سے بالاتر ہے کہ کوئی آفت یا کمزوری یا خامی اس کو لاحق ہو یا کبھی اس کے کمال میں زوال آئے۔

(۶) اَلْمُؤْمِنُ: امن دینے والا۔ جس کا امن ساری کائنات اور اس کی ہر چیز کیلئے ہو۔

(۷) اَلْمُهَيْمِنُ: اس کے تین معنیٰ ہیں، ایک نگہبانی اور حفاظت کرنیوالا، دوسرے شاہد جو دیکھ رہا ہو، کہ کون کیا کرتا ہے، تیسرے قائم بامور الخلق، یعنی جس نے لوگوں کی ضروریات اور حاجات پوری کرنے کا ذمہ اٹھا رکھا ہو۔ یہاں اس کے یہ تینوں مفہوم مراد ہیں۔ یعنی وہ تمام مخلوقات کی نگہبانی و حفاظت بھی کر رہا ہے، سب کے اعمال کو دیکھ بھی رہا ہے، اور کائنات کی ہر مخلوق کی خبر گیری، پرورش اور ضروریات کی فراہمی کا اس نے ذمہ بھی اٹھا رکھا ہے۔

(۸) اَلْعَزِیْزُ: ایسی زبردست ہستی جس کے مقابلہ میں کوئی سر نہ اٹھا سکتا ہو۔ جس کے فیصلوں کی مزاحمت کرنا کسی کے بس میں نہ ہو، جس کے آگے سب بے بس اور بے زور ہوں۔

(۹) اَلْجَبَّارُ: عربی میں لفظ جبر اصلاح اور زبردستی دونوں کے لیے بولا جاتا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ اپنی کائنات کا نظم بزور درست رکھنے والا، اپنے ارادے کو جبراً نافذ کرنیوالا ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

نیز اس میں اگر ایک طرف عظمت وشان کا مفہوم شامل ہے تو دوسری طرف نقصان اور کمزوریوں کی تلافی کرنے اور ٹوٹے دلوں اور شکستہ اعضاء کو جوڑنے کا مفہوم بھی پایا جاتا ہے۔

(۱۰)۔ اَلْمُتَکَبِّرُ: اس کے دو مفہوم ہیں: ایک وہ جو فی الحقیقت بڑا نہ ہو مگر خواہ مخواہ بڑا بنے۔ دوسرے وہ جو حقیقت میں بڑا ہو اور بڑا ہی ہو کر رہے۔ انسان ہو یا شیطان، یا کوئی اور مخلوق چونکہ بڑائی فی الواقع اس کے لیے نہیں ہے، اسلیے اس کا اپنے آپ کو بڑا سمجھنا اور دوسروں پر اپنی بڑائی جتانا ایک جھوٹا ادعا اور بدترین عیب ہے۔ اس کے برعکس اللہ تعالیٰ حقیقت میں بڑا ہے اور بڑائی فی الواقع اسی کے لیے ہے۔ اور کائنات کی ہر چیز اس کے مقابلے میں حقیر و ذلیل ہے۔

(۱۱)۔ اَلْخَالِقُ: نیست سے ہست کرنے والا، تخلیق کا منصوبہ بنانے والا۔

(۱۲)۔ اَلْبَارِئُ: پیدا کرنے والا، تخلیق کے منصوبے کو نافذ کرنے والا، عیوب سے بری کرنے والا۔ شفا بخشنے والا۔

(۱۳)۔ اَلْمُصَوِّرُ: نافذ شدہ منصوبہ کے مطابق صورت گری کرنے والا۔ مخلوق کو صورت اور شکل بخشنے والا۔ ہر ایک کو اپنی اپنی صورت دینے والا۔

وضاحت: اللہ تعالیٰ کے فعل کے تین مراتب ان تینوں اسمائے حسنیٰ (الخالق، البارئ اور المصورُ) میں بیان کیے گئے ہیں۔ پہلا مرتبہ خَلق ہے جس کے معنیٰ تقدیر یا منصوبہ سازی کے ہیں جیسے انجنیئر ایک عمارت بنانے سے پہلے یہ ارادہ کرتا ہے کہ اسے ایسی اور ایسی عمارت فلاں فلاں مقصد کے لیے بنانی ہے اور وہ اپنے ذہن میں اس کا ایک نقشہ (Design) سوچتا ہے کہ اس مقصد کے لیے زیر تجویز عمارت کی تفصیلی صورت اور مجموعی شکل یہ ہونی چاہیے۔ دوسرا مرتبہ ہے بَرْءٌ۔ جس کے اصل معنیٰ ہیں جدا کرنا، چاک کرنا، پھاڑ کر الگ کرنا۔ خالق کے لیے بارئ کا لفظ اس معنی میں استعمال کیا گیا ہے کہ وہ اپنے سوچے سمجھے ہوئے نقشے کو نافذ کرتا اور اس چیز کو، جس کا نقشہ اس نے سوچا ہے عدم سے نکال کر وجود میں لاتا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے انجنیئر نے

Marfat.com
Marfat.com

عمارت کا جو نقشہ ذہن میں بنایا تھا اس کے مطابق وہ ٹھیک ناپ تول کر کے زمین پر خط کشی کرتا ہے۔ پھر بنیادیں کھودتا ہے، دیواریں اٹھاتا ہے اور تعمیر کے سارے عملی مراحل طے کرتا ہے۔ تیسرا مرتبہ تصویر ہے جس کے معنی ہیں صورت بنانا، اور یہاں اس سے مراد ایک شئے کو اس کی آخری صورت میں بنا دینا۔ ان تینوں مراتب میں اللہ تعالیٰ کے کام اور انسانی کاموں کے درمیان سرے سے کوئی مشابہت نہیں ہے۔ انسان کا کوئی منصوبہ بھی ایسا نہیں ہے جو سابق نمونوں سے ماخوذ نہ ہو۔ مگر اللہ تعالیٰ کا ہر منصوبہ بے مثال اور اُس کی اپنی ایجاد ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی تمام اشیاء کو عدم سے وُجود میں لایا ہے اور وہ مادہ بھی بجائے خود اُس کا پیدا کردہ ہے جس سے اُس نے یہ دنیا بنائی ہے۔ اسی طرح صورت گری کے معاملہ میں بھی انسان مُوجد نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی صورتوں کا ایک ادنیٰ اور بھونڈا نقال ہے۔ اصل مصوّر اللہ تعالیٰ ہے۔ جس نے ہر جنس، ہر نوع اور ہر فرد کی صورت لاجواب بنائی ہے اور کبھی ایک صُورت کی ہُو بہو تکرار نہیں کی ہے۔ (تلخیص تفہیم القرآن سورۂ حشر۔ ۲۳، ۲۴)

(۱۴)۔ اَلْغَفَّارُ: بخشش کرنیوالا۔ سب سے زیادہ مغفرت کرنیوالا۔ گناہوں پر پردہ ڈالنے والا محفوظ رکھنے والا۔

(۱۵)۔ اَلْقَهَّارُ وَالْقَاهِرُ: بہت زیادہ قدرت رکھنے والا۔ زبردست۔ طاقتور۔ غلبہ عطا کرنیوالا۔

(۱۶)۔ اَلْوَهَّابُ، نیاضِ حقیقی۔ بہت زیادہ نوازش کرنیوالا۔ بہت زیادہ عطا اور بخشش کرنیوالا۔ اولاد اور ملک بخشنے والا اور بے منت اور بے انتہا عطا کرنیوالا۔

(۱۷)۔ اَلرَّزَّاقُ: بہت زیادہ رزق دینے والا۔ عطا کرنیوالا۔

(۱۸)۔ اَلْفَتَّاحُ: کھولنے والا۔ حاکم، قاضی۔ بند دروازے کھولنے والا۔

(۱۹)۔ اَلْعَلِيْمُ: جاننے والا اور علم دینے والا

(۲۰)۔ اَلْقَابِضُ: بند کرنیوالا۔ قبضہ میں رکھنے والا۔ تنگ پکڑنے والا

(۲۱)۔ اَلْبَاسِطُ: فراخی کرنیوالا، کشائش کرنیوالا۔ با فراخ رزق عطا کرنیوالا۔

Marfat.com
Marfat.com

(۲۲) اَلْخَافِضُ: پست کرنیوالا (مغرور کو)

(۲۳) اَلرَّافِعُ: بلند کرنے والا (اپنے فرمانبردار بندوں کو)

(۲۴) اَلْمُعِزُّ: عزت دینے والا۔ اعداء اور دشمنوں کے مقابلہ میں اپنے ماننے والے بندوں کو غالب کرنیوالا۔

(۲۵) اَلْمُذِلُّ: ذلت دینے والا۔ اپنے ماننے والے بندوں کے مقابلہ میں اعداء کو ذلیل اور رسوا کرنے والا

(۲۶) اَلسَّمِیْعُ: سننے والا بندوں کی پکار اور التجائیں سننے والا۔

(۲۷) اَلْبَصِیْرُ: دیکھنے والا۔ اپنی مخلوق پر نگاہ رکھنے والا اور اس کی تمام حرکات و سکنات کو دیکھنے والا۔

(۲۸) اَلْحَکَمُ: حکم کرنے والا۔ فیصل

(۲۹) اَلْعَدَلُ: عدل کرنے والا۔ مجسم انصاف

(۳۰) اَللَّطِیْفُ: باریک بین۔ لطف کرنے والا۔ لطافتوں کا مالک۔

(۳۱) اَلْخَبِیْرُ: اپنی مخلوق کی خبر رکھنے والا۔ باخبر بنانے والا

(۳۲) اَلْحَلِیْمُ: حلم والا۔ حوصلہ کا مالک۔ حلم عطا کرنے والا۔

(۳۳) اَلْعَظِیْمُ: عظمت والا۔ بڑی شان والا اور شان بخشنے والا۔

(۳۴) اَلْغَفُوْرُ: گناہ بخشنے والا۔ گناہوں سے محفوظ رکھنے والا اور بچانے والا۔

(۳۵) اَلشَّکُوْرُ: شکر کرنے والا کوشش اور سعی کو قبول کرنے والا۔ تھوڑے سے عمل پر زیادہ اجر دینے والا۔

(۳۶) اَلْعَلِیُّ: بلند و بالا۔ اونچی شان والا۔ عالی بارگاہ والا۔ اونچا کرنے والا۔

(۳۷) اَلْکَبِیْرُ: بڑا، بڑائی کا مالک اور بڑا بنانے والا۔

(۳۸) اَلْحَفِیْظُ: محافظ۔ نگہبان، حفاظت کرنے والا۔

Marfat.com
Marfat.com

(۳۹) اَلْمُقِیْتُ : تقدیر بنانے والا ۔ گواہ ۔ قدرت والا ۔ محافظ ۔ نگہبان ۔ قوت و رزق بخشنے والا

(۴۰) اَلْحَسِیْبُ : کفایت کرنیوالا ۔ تمام اشیاء کی گنتی رکھنے والا ۔ حساب کرنیوالا ۔ کفایت کرنیوالا خیال میں رکھنے والا ۔

(۴۱) اَلْجَلِیْلُ : جلالت والا ۔ جلیل القدر

(۴۲) اَلْکَرِیْمُ : کریم ۔ بزرگی والا ۔ عزت والا ۔ دُعاؤں کو منظور کرنے والا

(۴۳) اَلرَّقِیْبُ : نگہبان ۔ حفیظ ۔ نگران

(۴۴) اَلْمُجِیْبُ : پکار کو قبول کرنیوالا ۔ دُعاؤں کو منظور کرنیوالا ۔

(۴۵) اَلْوَاسِعُ : فراخ کرنیوالا ۔ ملک اور دولت کو فراخی سے بندوں کو عطا کرنیوالا علم کو فراخ کرنے والا ۔

(۴۶) اَلْحَکِیْمُ : دانا ۔ دانائی بخشنے والا ۔ حکمتوں کا مالک ۔

(۴۷) اَلْوَدُوْدُ : دوست رکھنے والا ۔ لوگوں میں دوستی اور محبت پیدا کرنے اور بڑھانے والا ۔

(۴۸) اَلْمَجِیْدُ : مجد و شرف اور عزت کا مالک اور مجد و عزت عطا کرنے والا ۔ بزرگ

(۴۹) اَلْبَاعِثُ : مردوں کو پھر اٹھانے والا ۔ سوتوں کو جگانے والا ۔ نبوت اور پیغمبری کے عہدہ پر مقرر کرنے والا ۔

(۵۰) اَلشَّهِیْدُ : حاضر و ناظر ، گواہ ، بندوں کو دیکھنے والا ۔ اپنی توحید کی شہادت دینے والا ۔

(۵۱) اَلْحَقُّ : حق یعنی اللہ تعالیٰ حق ہے جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ ہی رہے گا ۔

(۵۲) اَلْوَکِیْلُ : کارساز ۔ لوگوں کو اپنی وکالت اور سپردگی میں رکھنے والا ۔

(۵۳) اَلْقَوِیُّ : طاقت ور اور زور آور ۔ قوت بخشنے والا ۔ کمزور کو طاقت ور بنانیوالا ۔

(۵۴) اَلْمَتِیْنُ : بہت قدرت والا ، ایسا مضبوط اور طاقت ور جس کو اپنے کاموں میں تکلیف اور مشقت محسوس نہ ہو ۔

(۵۵) اَلْوَلِیُّ : دوست ، کارساز ، سرپرست

Marfat.com
Marfat.com

(۵۶)۔ اَلْحَمِیْدُ : حمد اور تعریف والا۔ ستودہ شدہ۔ جس کی تعریف کی جائے۔

(۵۷)۔ اَلْمُحْصِیْ : شمار کرنے والا۔ جس کے شمار سے کوئی چیز باہر نہ ہو۔

(۵۸)۔ اَلْمُبْدِئُ : شروع کرنیوالا۔ از سرِ نو چیزوں کو ظاہر کرنے والا۔

(۵۹)۔ اَلْمُعِیْدُ : واپس آنے والا۔ آخرت میں پھر پیدا کرنیوالا۔ لوٹانے والا۔ اعادہ کرنے والا

(۶۰)۔ اَلْمُحْیِیْ : زندہ کرنیوالا۔ زندگی بخشنے والا۔ الہام کرنیوالا۔ نیند سے بیدار کرنیوالا۔

(۶۱)۔ اَلْمُمِیْتُ : مارنے والا۔ طاقت ور کو مٹانے والا۔ آباد علاقوں کو ویران کرنے والا۔ دشمن کو مارنے والا۔

(۶۲)۔ اَلْحَیُّ : زندہ۔ دائمی زندگی والا۔

(۶۳) اَلْقَیُّوْمُ : قائم کرنے والا۔ ہر چیز کا نگہبان نگران۔ دنیا کو قائم رکھنے والا۔ حق کے قیام کا ذمّہ دار۔ بے مثل و بے ہمتا۔ جو ابدی ہو اور قائم بالذات ہو۔

(۶۴)۔ اَلْوَاجِدُ : پانے والا۔ معلوم کرنے والا۔

(۶۵)۔ اَلْمَاجِدُ : بزرگ۔ مجد و عزّت والا۔ شرف و بزرگی والا۔

(۶۶)۔ اَلْوَاحِدُ : واحد جو ہمیشہ سے ایک ہی رہے۔

(۶۷)۔ اَلْاَحَدُ : ایک جس کا شریک نہ ہو۔ یکتا و یگانہ۔ جس سے پہلے کوئی نہ ہو۔

(۶۸)۔ اَلصَّمَدُ : جس سے بالاتر کوئی نہ ہو۔ وہ سردار جس کی سیاست کامل ہو اور انتہا کو پہنچی ہو۔ جس کی طرف لوگ بلا یا مصیبت کے نازل ہونے پر مدد کے لیے رجوع کریں۔ وہ سردار جو اپنی سیادت، شرف، عظمت، حلم، علم اور حکمت میں کامل ہو۔ جو سب سے بے نیاز ہو اور سب اس کے محتاج ہوں۔ وہ جس میں سے کوئی چیز نہ نکلتی ہو، جو نہ کھاتا ہو نہ پیتا ہو، جو اپنی تمام صفات اور اعمال میں کامل ہو، جس پر کوئی آفت نہ آتی ہو۔ جو بے عیب ہو۔ جس کی صفت سے کوئی دوسرا متصف نہ ہو۔ جو باقی رہنے والا لازوال ہو۔ جو اپنی مرضی کے مطابق جو چاہے فیصلہ کرے اور جو کام

Marfat.com
Marfat.com

چاہے کرے اور اُس کے حکم اور فیصلے پر نظرِ ثانی کرنے والا کوئی نہ ہو۔ ان معانی سے معلوم ہُوا کہ اللہ تعالیٰ کی صمدیت ہر حیثیت سے کامل ہے۔ ساری دنیا اُس کی محتاج ہے اور وہ کسی کا محتاج نہیں ہے۔ دُنیا کی ہر چیز اپنے وجود و بقا اور اپنی حاجات و ضروریات کے لیے شعوری یا غیر شعوری طور پر اُس کی طرف رجوع کرتی ہے اور اُن سب کی تمام حاجات پوری کرنے والا وُہی ہے۔ ساری کائنات پر اُسکی سیادت قائم ہے اور وُہ سب سے برتر ہے۔ وُہ غیر فانی اور لازوال ہے۔ رزق دیتا ہے لیتا نہیں ہے۔ وُہ مفرد ہے مرکّب نہیں ہے کہ قابلِ تجزیہ و تقسیم ہو بلکہ وُہ یکتا اور یگانہ ہے، نیز اس کے الصَّمَد ہونے سے یہ بھی لازم آتا ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہ ہو، کیونکہ جو حاجت روائی کی طاقت اور اختیارات ہی نہ رکھتا ہو اس کی بندگی و عبادت کوئی ہوش مند نہیں کر سکتا۔[1]

(۶۹)۔ اَلْقَادِرُ: قادر۔ قدرت بخشنے والا۔ قدرت والا۔

(۷۰)۔ اَلْمُقْتَدِرُ: قوت و اختیار اور اقتدار والا۔

(۷۱)۔ اَلْمُقَدِّمُ: تقدیم کرنے والا۔ آگے بڑھانے والا۔

(۷۲)۔ اَلْمُؤَخِّرُ: تاخیر کرنے والا۔

(۷۳)۔ اَلْاَوَّلُ: اوّل سب سے پہلا جس سے قبل کچھ نہیں۔

(۷۴)۔ اَلْاٰخِرُ: آخر سب سے آخر جس کے بعد کچھ نہیں۔

(۷۵)۔ اَلظَّاهِرُ: ظاہر۔ جس کے وجود میں شک نہ ہو۔ دنیا میں جو کچھ ظہور ہے اُس کی صفات اُس کے افعال اور اس کے نور کا ظہور ہے۔

(۷۶)۔ اَلْبَاطِنُ: باطن۔ مخفی۔ پوشیدہ جس کی ذات کو حواس سے محسوس کرنا تو درکنار عقل و شعور اور فکر و خیال تک اس کی کنہ و حقیقت کو نہیں پا سکتے۔

(۷۷)۔ اَلْوَالِيُ: والی۔ مالک، ولایت اور مُلک کا مالک۔

---

[1] تفہیم القرآن جلد ۶ سورۃ الاخلاص آیت ۲۔

Marfat.com
Marfat.com

(۷۸)۔ المتعالی : بلندی والا۔ اُونچی شان والا۔

(۷۹)۔ اَلْبَرُّ : احسان کرنے والا۔ تمام نیکیوں اور خوبیوں کا مالک

(۸۰)۔ اَلتَّوَّاب: رجُوع کرنے والا۔ نظرِ رحمت کرنے والا۔ توبہ قبول کرنے والا۔

(۸۱) اَلْمُنْتَقِمُ : بدلہ لینے والا۔ انتقامی کاروائی کرنے والا۔

(۸۲)۔ اَلْعَفُوُّ : معاف کرنے والا۔ بڑھانے والا۔

(۸۳)۔ اَلرَّؤُوْفُ: شفقت کرنے والا۔ بہت پیار اور اُلفت کرنے والا۔

(۸۴)۔ مَالِكُ الْمُلْكِ: تمام ملک کا مالک۔ اقتدار و حکومت کا مالک اور مختار۔

(۸۵)۔ ذُوالْجَلَالِ وَالْاِكْرَام : بزرگی اور بخشش والا۔ جلیل و کریم۔ جلالت اور عزّت والا۔

(۸۶) اَلْمُقْسِطُ : انصاف کرنے والا۔ عادل اور منصف۔

(۸۷)۔ اَلْجَامِعُ : جمع کرنے والا (دُنیا و آخرت میں) پراگندہ لوگوں کو اکٹھا کرنیوالا۔
مختلف الخیال افراد کو ایک جماعت میں منظم کرنے والا۔

(۸۸)۔ اَلْغَنِيُّ : بے نیاز۔ دولت مند۔ دولت عطا کرنیوالا۔

(۸۹)۔ اَلْمُغْنِيُ : غنی کرنے والا۔ بے پرواہ کرنے والا۔ (محتاجوں کو غنی کرنیوالا)

(۹۰)۔ اَلْمُعْطِيُ : عطا کرنے والا۔ دینے والا۔

(۹۱) اَلْمَانِعُ : منع کرنے والا۔ روکنے والا۔ محافظت کرنے والا۔

(۹۲)۔ اَلضَّارُّ، ضرر دینے والا۔ دُکھ دینے والا یا نقصان پہنچانے والا (نافرمانوں کو)

(۹۳)۔ اَلنَّافِعُ : نفع دینے والا۔ فرمانبرداروں کو نفع پہنچانے والا۔

(۹۴)۔ اَلنُّوْرُ ، نور۔ روشنی۔ ہدایت و راہنمائی۔ مجسّم روشنی۔ روشنی بخشنے والا۔

(۹۵)۔ اَلْهَادِيُ: ہدایت دینے والا۔ راہ دکھانے والا۔ اور چلانے والا۔

(۹۶)۔ اَلْبَدِيْعُ : پیدا کرنے والا۔ نئی اور عجیب چیزیں پیدا کرنیوالا۔ آسمانوں اور زمین
کا پیدا کرنے والا۔

Marfat.com
Marfat.com

(۹۷)۔ اَلْبَاقِیُ : باقی رہنے والا۔ بقا کا مالک۔

(۹۸)۔ اَلْوَارِثُ : وارث۔ زمین کا مالک، زمین کی وراثت بخشنے والا۔

(۹۹)۔ اَلرَّشِیْدُ : رُشد کو گمراہی سے الگ کرنے والا۔ رشد و ہدایت کا مالک۔

(۱۰۰)۔ اَلصَّبُوْرُ : صبر کرنے والا، صبر کی طاقت بخشنے والا۔ ثابت قدم رہنے والا۔

(۱۰۱)۔ اَلسَّتَّارُ : پردہ پوش۔ لوگوں کے عیوب پر پردہ ڈالنے والا۔ پردے کا ذمہ دار۔

جَلَّ جَلَالُهٗ وَعَمَّ نَوَالُهٗ وَ تَعَالٰی شَانُهٗ : بڑائی ہے اُس (اللہ) کی، عام ہے بخشش اس کی اور بلند ہے شان اس کی۔

یہ ہیں وُہ اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ جن کا ذکر قرآن و حدیث میں مذکور ہے اور جن کے بارے میں حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلّم نے بشارت دی ہے کہ اگر کوئی مومن ان کو زبانی یاد کرلے تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ ان کو یاد کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ان کو شعوری طور پر سمجھا جائے، انہیں قلب و دماغ میں اچھی طرح ذہن نشین کیا جائے، ان کے مطابق اپنے عقائد و نظریات بنائے جائیں اور پھر انہی پر اپنی عملی زندگی کی بنیاد رکھی جائے تو یقیناً ایسا مومن جنت میں داخل ہوگا۔ اگر ان اسمائے حسنیٰ پر اچھی طرح تدبر کیا جائے تو یہ حقیقت اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے یہ وُہ عظیم الشان صفاتی نام ہیں جن سے انسانی زندگی کو ہر وقت اور ہر لمحہ ضرورت و احتیاج رہتی ہے اور یہ انسانی زندگی کے تمام شعبوں پر حاوی ہیں، اُنکی موجودگی میں اُسے اپنی حاجت روائی کے لیے کسی دوسرے دروازہ پر دستک دینے کی قطعاً ضرورت نہیں رہتی۔ چونکہ حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے خود بھی اپنی پوری زندگی میں صرف اللہ تعالےٰ کے ان اسماء حُسنیٰ ہی کی طرف رجوع کیا تھا اس لیے آپؐ کے ہر پیروکار اور عقیدت مند اُمتی پر بھی فرض عائد ہوتا ہے کہ وُہ بھی آپؐ ہی کے اسوہ حسنہ کا اتباع کرے اور اپنی ہر حاجت و مشکل میں صرف خدا ہی سے مدد مانگے کیوں کہ وہی غنی و وہاب اور فیاض حقیقی ہے اس کے سوا نہ کوئی داتا ہے اور نہ ہی کوئی مشکل کشا ہے۔ بلکہ سب اس کی مخلوق اور اسی کے

Marfat.com
Marfat.com

محتاج بندے ہیں۔

۲۔ ذکرِ کثیر کا مطلب: (۱) اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرنے کا مطلب یہ بھی ہے کہ آدمی کی زبان پر ہر وقت اور زندگی کے ہر معاملے میں کسی نہ کسی طرح خدا کا نام آتا رہے۔ یہ کیفیت آدمی پر اس وقت تک طاری نہیں ہوتی جب تک اُس کے دل میں خدا کا خیال بس کر نہ رہ گیا ہو۔ جب انسان کے شعور سے گزر کر اُس کے تحت الشعور تک میں یہ خیال گہرا اتر جاتا ہے تب ہی اُس کا یہ حال ہوتا ہے کہ جو کام اور جو بات بھی وہ کریگا اُس میں خدا کا نام ضرور آئے گا۔ کھائے گا تو بسم اللہ کہہ کر۔ فارغ ہوگا تو الحمد للہ کہے گا۔ سوئے گا تو اللہ کو یاد کر کے اور اُٹھے گا تو اللہ ہی کا نام لیتے ہوئے۔ بات چیت میں بار بار اُس کی زبان سے بسم اللہ، الحمد للہ، انشاء اللہ، ماشاء اللہ اور اسی طرح دُوسرے کلمات نکلتے رہیں گے۔ اپنے ہر معاملے میں اللہ سے مدد مانگے گا۔ ہر نعمت ملنے پر اُس کا شکر کرے گا۔ ہر آفت آنے پر اُس کی رحمت کا طلب گار ہوگا۔ ہر مشکل میں اُسی کی طرف رجوع کرے گا۔ ہر بُرائی کا موقع سامنے آنے پر اُس سے ڈرے گا۔ ہر قصور سرزد ہو جانے پر اُس سے معافی چاہے گا۔ ہر حاجت پیش آنے پر اُس سے دُعا مانگے گا۔ غرض اُٹھتے بیٹھتے اور دُنیا کے سارے کام کاج کرتے ہوئے اُس کا وظیفہ خدا ہی کا ذکر ہوگا۔" (تلخیص حاشیہ از تفہیم القرآن۔ الاحزاب۔ ۲۱)

اب جو شخص مذکورہ بالا کے مطابق اللہ کا ذکرِ کثیر کرنا چاہتا ہو تو اُس کے لیے آپ کی سیرتِ طیبہ ہی بہترین رہنمائی کر سکتی ہے کیونکہ صرف آپ ہی کی پُوری زندگی اللہ تعالیٰ کے ذکرِ کثیر سے لبریز تھی۔ اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرنے پر قرآن کی حسب ذیل آیات دلالت کرتی ہیں۔

(۲) فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (الجمعہ۔ ۱۰)

پھر جب نماز پوری ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ۔ اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور

Marfat.com
Marfat.com

اللہ کو کثرت سے یاد کرو. شائد کہ تمہیں فلاح نصیب ہوجائے۔

(۳) فَاِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ

(النساء۔۱۰۳)

پھر جب نماز سے فارغ ہوجاؤ تو کھڑے بیٹھے اور لیٹے ہر حال میں اللہ کو یاد کرتے رہو۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا

(الاحزاب۔۴۲)

اے لوگو! جو ایمان لائے ہو اللہ کو کثرت سے یاد کرو اور صبح و شام اسکی تسبیح کرتے رہو۔

وضاحت: یہاں صبح شام تسبیح کرنے سے مراد نماز ادا کرتے رہنا ہے اور ذکر کثیر سے مراد نماز سے فارغ ہوکر زندگی کے تمام شعبوں کو اسلام کے مطابق بنا کر عمل پیرا ہونا ہے. جیسا کہ قرآن میں خدا کا ارشاد ہے:

"اے ایمان لانے والو! پورے کے پورے اسلام میں داخل ہوجاؤ اور شیطان کی پیروی نہ کرو. کیونکہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔" (البقرہ۔۲۰۸)

گویا پوری زندگی میں پورے اسلام پر عمل پیرا ہونا ہی ذکر کثیر کہلاتا ہے۔

۳۔ ذکر الٰہی میں شفاء: حضرت امام مکحولؒ کا قول ہے کہ خدا تعالیٰ کا ذکر کرنا سراسر شفاء ہے اس کے برعکس کسی انسان کا نام جپنا اور ذکر کرنا سراسر بیماری ہے۔

اگر (بوقت تکلیف) اللہ کا نام لوگے تو وہ تمہیں شفا بخشے گا. اور تندرستی سے نوازے گا اور اگر غفلت کروگے تو بیماری عود کر آئے گی (تلخیص اذکار مسنونہ) حضرت امام مکحولؒ کے اس قول کی تائید خود قرآن بھی کرتا ہے. جو سراسر چشمہ شفاء و رحمت ہے۔

(۱) وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا. (بنی اسرائیل۔۸۲)

ہم قرآن کے سلسلۂ تنزیل میں وہ کچھ نازل کر رہے ہیں. جو ماننے والوں کے لیے شفا اور

Marfat.com
Marfat.com

رحمت ہے۔ مگر ظالموں کے لیے یہ خسارے کے سوا اور کسی چیز میں اضافہ نہیں کرتا۔

(۲) يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ ۙ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ (۵۷) قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ۭ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ۔ (یونس ۔ ۵۷، ۵۸)

لوگو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نصیحت آگئی ہے۔ یہ وہ چیز ہے جو دلوں کے امراض کی شفا ہے۔ اور جو اسے قبول کریں اُن کے لیے رہنمائی اور رحمت ہے۔ اے نبیؐ! کہو کہ یہ اللہ کا فضل اور اس کی مہربانی ہے کہ یہ چیز اس نے بھیجی ہے۔ اس پر تو لوگوں کو خوشی منانی چاہیے۔ یہ اُن سب چیزوں سے بہتر ہے جنہیں لوگ سمیٹ رہے ہیں۔

وضاحت: یعنی قرآن جو خدا کے ذکر سے لبریز ہے یہ اپنے اندر انسان کے تمام رُوحانی، اخلاقی اور فکری ونظری امراض کے لیے ایک شفا بخش تریاق کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس لیے اس میں سراسر شفا ہی شفا ہے۔

۴۔ ذکرِ اکبر: حسب ذیل آیت میں ذکرِ اکبر سے مُراد ہے: (۱) نماز (۲) اللہ کی یاد (۳) اللہ کا اپنے بندوں کو یاد کرنا (۴) پُوری زندگی میں اطاعتِ خداوندی کرنا:

وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ ۭ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاۗءِ وَالْمُنْكَرِ ۭ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ ۔ (العنکبوت ۔ ۴۵)

اور نماز قائم کرو۔ یقیناً نماز فحش اور بُرے کاموں سے روکتی ہے، اور اللہ کا ذکر اس سے بھی زیادہ بڑی چیز ہے۔ اللہ جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔

(۱) نماز: اس آیت میں ذکرِ اکبر سے مُراد نماز ہے یعنی اس کا فائدہ صرف اتنا ہی نہیں ہے کہ یہ بُرائیوں سے روکتی ہے بلکہ اس سے بڑھ کر اس کا یہ فائدہ بھی ہے کہ یہ نیکیوں پر اُبھارتی ہے۔

(۲) خدا کی یاد: اللہ کی یاد بذاتِ خود ایک بہت بڑی چیز ہے۔ انسان کا کوئی عمل بھی

Marfat.com
Marfat.com

اس سے افضل نہیں ہے۔

(۳) بندوں کی یاد از جانبِ خدا۔ بندوں کی طرف سے خدا کو یاد کرنے کے مقابلہ میں خود اُس کا انھیں یاد کرنا زیادہ قابلِ قدر چیز ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں مذکور ہے :

فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ (البقرہ ۔ ۱۵۲)

پس تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا ! !

(۴)۔ ذکرِ کثیر (پوری زندگی میں خدا کی اطاعت) یہ ذکرِ اکبر کا ایک چوتھا مفہوم ہے جسے حضرت ابودرداؓ کی اہلیہ محترمہ نے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی یاد صرف نماز تک محدود نہیں ہے بلکہ اس کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ جب آدمی روزہ رکھتا ہے یا زکوٰۃ دیتا ہے یا کوئی نیک کام کرتا ہے تو لامحالہ اللہ تعالیٰ ہی کو یاد کرتا ہے تبھی تو اُس سے وہ نیک عمل صادر ہوتا ہے۔ اسی طرح جب آدمی برائی کے مواقع سامنے آنے سے پرہیز کرتا ہے تو یہ بھی اللہ ہی کی یاد کا نتیجہ ہوتا ہے۔ اس لیے یادِ الٰہی مومن کی پوری زندگی پر حاوی ہے۔ (تلخیص تفہیم القرآن سورۃ العنکبوت آیت ۴۷)

(۵) ذکرِ الٰہی کا ایک جامع تصور :

(۱) اس باب میں ذکرِ کثیر کے بارے میں جو وضاحت کی گئی ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک مومن کی زندگی شعوری طور پر کلمہ پڑھنے اور اسلام میں داخل ہونے کے بعد کتاب وسنت کے مطابق بسر ہونی چاہیے اگر مومن اپنی پوری زندگی کتاب وسنت کے مطابق پورے خلوص کے ساتھ بسر کرتا ہے تو پھر وہ اپنے قلب ودماغ اور اعضاء وجوارح سمیت اللہ تعالیٰ کا ذکرِ کثیر کر رہا ہے۔ اس کے برعکس اگر اُس کی زندگی کتاب وسنت کے خلاف چل رہی ہو تو وہ ہر روز خواہ زبان سے لاکھ تسبیح کے دانے بھی گنتی کرتا رہے۔ اُسے کسی صورت بھی حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ سے فائدہ اُٹھانے کی سعادت حاصل نہیں ہو سکے گی۔ کیونکہ وہ ذکرِ کثیر سے محروم ہے۔ ہاں اگر وہ اپنے اندر اس بات کا داعیہ رکھتا ہو کہ اس نے اپنی پوری زندگی میں صرف

Marfat.com
Marfat.com

اللہ تعالیٰ ہی کا ذکرِ کثیر کرنا ہے تو پھر اس کے لیے بہترین اُسوۂ حسنہ اور نمونۂ زندگی حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلّم کی سیرتِ طیبہ ہی ہو سکتی ہے اور آپؐ ہی کی سیرت طیبہ کے ذریعے سے اُسے اللہ تعالیٰ کا ذکرِ کثیر کرنے کے بارے میں پُوری پُوری راہنمائی مل سکتی ہے۔

(۲) حضرت سعید بن جُبیرؓ کا قول ہے کہ " ذکرِ الٰہی صرف یہ نہیں ہے کہ زبان سے تسبیح و تہلیل اور تکبیر و تحمید کے کلمات ادا کر دیے جائیں۔ بلکہ ہر وہ شخص ذاکر ہے، جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے تحت اپنا نظامِ زندگی اُستوار کرتا ہے" (کتاب الاذکار از نودی)

(۳) حضرت سعید بن جبیرؓ کے اس قول کی تائید خود اللہ کا ذکر (یعنی قرآن اور رسولؐ) بھی کرتا ہے کہ جو شخص ان دونوں (قرآن و سُنّت) سے راہنمائی حاصل کرتا ہے وُہی شخص اپنی پُوری زندگی میں اللہ کا ذکر کثیر کر رہا ہے جیسا کہ اس کتاب کے چوتھے باب میں بیان کیا گیا ہے کہ حضورِ اکرمؐ کا خُلقِ عظیم خود قرآن تھا یعنی آپؐ کی پُوری زندگی قرآن کے مطابق تھی اور قرآن میں بڑی تاکید کے ساتھ مومن کو اپنی پُوری زندگی اسلام کے مطابق گزارنے کا حکم دیا گیا ہے:

(ا) یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ (آل عمران ۱۰۲)

"اے لوگو! جو ایمان لائے ہو اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے تم کو موت نہ آئے مگر اس حال میں کہ تم مسلم ہو۔" یعنی اصل میں ذاکر وہی مومن ہے جو مرتے دم تک اپنی پُوری زندگی متقیانہ اور اسلام کے مطابق گزارتا ہو۔

(ب) وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا (آل عمران ۱۰۳)

سب مل کر اللہ کی رسّی کو مضبوط پکڑ لو اور تفرقہ میں نہ پڑو۔

(ج) یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ كَآفَّةً وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ (البقرہ ۲۰۸)

اے ایمان والو! تم پُورے کے پُورے اسلام میں آجاؤ اور شیطان کی پیروی نہ کرو کہ وہ

Marfat.com
Marfat.com

تمہارا کھلا دشمن ہے۔

وضاحت: یعنی کسی استثنار اور تحفظ کے بغیر اپنی پوری زندگی کو اسلام کے تحت لے آؤ۔ ایسا نہ ہو کہ تم اپنی پوری زندگی کو مختلف حصّوں میں تقسیم کر کے بعض حصّوں میں اسلام کی پیروی کرو اور بعض حصّوں کو اُس کی پیروی سے مستثنےٰ رکھو۔

ج۔ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِيٓ أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ۔ (النساء۔ ۶۵)

نہیں (اے محمدؐ) تمہارے رب کی قسم یہ کبھی مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ اپنے باہمی اختلافات میں تم کو فیصلہ کرنیوالا نہ مان لیں، پھر جو کچھ تم فیصلہ کرو۔ اُس پر اپنے دلوں میں بھی کوئی تنگی نہ محسوس کریں، بلکہ سر بسر تسلیم کر لیں۔

۶۔ اُسوۂ حسنہ اور ذکرِ کثیر: مذکورہ بالا آیات سے ذکرِ الٰہی کا مفہوم بالکل واضح ہو جاتا ہے۔ ان آیات کے مطابق سب سے پہلے خود حضورِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے عمل کر کے اُمتِ مسلمہ کے سامنے ذکرِ کثیر کی ایک بہترین عملی شہادت پیش کی ہے۔ اب جو مومن دنیا میں اللہ تعالیٰ کا ذکرِ کثیر کرنا چاہتا ہے اُس کے لیے لازمی ہے کہ وہ حسبِ ذیل اُصولوں کو اپنی عملی زندگی میں مدِنظر رکھے:

(۱) ہر مومن دنیا میں تقویٰ کی روش اختیار کرے اور اللہ تعالیٰ کے سمیع و بصیر اور اس کے حاضر و ناظر ہونے کا تصور اپنے قلب و دماغ میں بٹھائے رکھے۔

(۲) ایسے صاحبِ تقویٰ مومن کی پوری زندگی مرتے دم تک اسلام کے مطابق بسر ہونی چاہیئے۔

(۳) ذکرِ الٰہی کا صحیح طریقہ اسلام کے مطابق عمل پیرا ہونا ہے۔ اس پر وُہ جس قدر استقامت اختیار کرے گا اتنا ہی وُہ زیادہ سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا ذکرِ کثیر کرنے والا ہوگا۔

(۴)۔ حبل اللہ (یعنی دینِ اسلام) ایک ایسا رشتہ ہے جو ایک طرف مومن کا براہِ راست تعلق اللہ تعالیٰ کے ساتھ مضبوط کرتا ہے تو دوسری طرف اہلِ ایمان کو انتشار و افتراق سے

Marfat.com
Marfat.com

بچاکر اُن کے اندر اسلامی اخوت کے تعلق کو بھی مضبوط کرتا ہے۔

(۵) اہلِ ایمان کو خدا کا ذکرِ کثیر کرنے کے لیے ایک طرف اپنے آپ کو پورے کا پورا اسلام میں داخل کرنا پڑے گا اور دوسری طرف اپنے اصل دشمن (شیطان) کے نقشِ قدم پر چلنے سے اجتناب بھی کرنا پڑے گا۔

(۶) مومن کے ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوۂ حسنہ کو اپنے تمام معاملات کے لیے فیصل تسلیم کرے اور آپؐ کی سیرت طیبہ پر پورے خلوص کے ساتھ عمل پیرا ہو۔

(۷) دینِ اسلام مشتمل ہے اللہ کی کتاب اور اُس کے رسول کی سنّت پر۔ اب اگر مومن دُنیا میں فی الواقع اللہ تعالیٰ کا ذکرِ کثیر کرنا چاہتا ہے تو اس پر لازم ہے کہ وہ سب سے پہلے اسلام (کتاب و سنّت) کو سمجھے اور پھر اس کے مطابق اپنی پوری زندگی بسر کرے کیونکہ یہی وہ ذکرِ کثیر ہے جو آپؐ کے اسوۂ حسنہ میں مکمل طور پر پایا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ ایک بہت بڑا احسان ہے کہ حضورؐ کا مکمل اسوۂ حسنہ آج ہمارے پاس کتاب و سنّت (قرآن و حدیث) میں بالکل مستند طریقہ سے محفوظ ہے۔ اب ایک طرف تو ہم پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ ہم بحیثیت اُمتِ مسلمہ سب سے پہلے خود اسے سمجھیں، اسے اپنی زندگیوں کا نصب العین بنائیں اور پھر اسے اپنے ماحول، معاشرہ اور ملک میں قائم و نافذ کریں، دُوسری طرف خدا کی توحید کا جھنڈا لے کر اُٹھیں اور پھر اسے ساری دُنیا میں لہرا دیں۔ ہمیں شہادتِ حق کا یہ فریضہ اِس احساس و فکر کے ساتھ سرانجام دینا چاہیے کہ روزِ محشر جہاں اللہ تعالیٰ کے ہاں انبیاء علیہم السّلام سے بازپرس ہونی ہے وہاں ہمیں بھی لازماً جواب دہ ہونا پڑے گا۔ اِس کی ایک خاص وجہ یہ بھی ہے کہ اب کسی نئے نبی نے مبعوث ہو کر دینِ حق کی دعوت و تبلیغ کے لیے نہیں آنا ہے۔ اب چونکہ تا قیامت تاجدارِ ختمِ نبوّت و رسالت ہونے کا اعزاز و شرف صرف حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس ہی کو عطا ہو چکا ہے اس لیے اب آپؐ کے بعد دُنیا کی قیادت و امامت کا منصب بھی آپؐ ہی کی اس اُمتِ مسلمہ

Marfat.com
Marfat.com

کو بخشا گیا ہے اور اب شہادتِ حق کا فریضہ سرانجام دینا بھی آپؐ کے بعد صرف آپؐ ہی کی اس اُمتِ مُسلمہ کے سپرد کیا گیا ہے۔

اب جہاں اس ملتِ اسلامیہ کے لیے یہ ایک بہت بڑا اعزاز ہے کہ اسے دنیا میں اُمت وسط اور اُمت خیر کا خطاب دیا گیا ہے وہاں اس کے کندھوں پر یہ ایک بہت بڑی ذمہ داری بھی ڈالی گئی ہے کہ اس نے شہداء علی الناس کا اہم فریضہ بھی دنیا میں ادا کرنا ہے۔ اب اس پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ یہ اپنے سیرت و کردار اور دعوت و تبلیغ کے ذریعہ سے دینِ حق کی لوگوں کے سامنے اُسی طرح عملی شہادت پیش کرے جس طرح خود حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے اسوۂ حسنہ کے ذریعہ سے اس کے سامنے پیش کی تھی۔ صرف یہی ایک ایسا طریقہ ہے جس کے ذریعہ سے یہ دُنیا میں خدا کا ذکر کثیر کر سکتی ہے۔ اور پھر آخرت میں بھی یہ اس کے ہاں سرخرو ہو سکتی ہے۔

۷۔ لمحۂ فکریہ: اب اِس اُمتِ مسلمہ کے لیے یہ ایک بہت بڑا لمحۂ فکریہ ہے کہ آیا یہ دُنیا میں شہادتِ حق کا فریضہ سرانجام دے کر اللہ تعالیٰ کے ہاں سُرخرو ہونے کی کوشش کرتی ہے یا کہ نہیں۔ اگر یہ سابقہ اُمتوں کی طرح اس میں تساہل اور غفلت کرے گی تو اللہ تعالےٰ کی گرفت سے بچنا اس کے لیے بھی بہت مشکل ہوگا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں تو بے لاگ فیصلہ ہوتا ہے وہ یہ نہیں دیکھتا کہ اس کا نام و نسب کیسا ہے بلکہ وُہ تو یہ دیکھتا ہے کہ اس کے دل کی کیفیت کیسی ہے اور پھر اس کے اعمال کیسے ہیں۔ جیسا کہ حضورؐ کا ارشاد ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَنْظُرُ اِلٰى صُوَرِكُمْ وَاَمْوَالِكُمْ وَلٰكِنْ يَّنْظُرُ اِلٰى قُلُوْبِكُمْ وَاَعْمَالِكُمْ۔ (مسلم۔ ابوہریرہؓ)

"اللہ تعالیٰ تمہاری شکل صُورت اور تمہارے اموال کو نہ دیکھے گا بلکہ تمہارے دلوں کو اور تمہارے اعمال کو دیکھے گا۔"

پھر اُمتِ مسلمہ کو اس حقیقت سے مزید اچھی طرح آگاہ کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے بعض برگزیدہ بندوں کی لغزشوں پر صرف گرفت ہی نہیں فرمائی بلکہ ان کا ذکر اپنی اس مقدس کتاب

Marfat.com
Marfat.com

قرآنِ حکیم میں بھی کر دیا ہے جو تا قیامت نہ صرف باقی رہنے والی ہے بلکہ ساری دُنیا میں سب سے زیادہ پڑھی بھی جانے والی ہے تاکہ حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ عظیم تعلق و نسبت رکھنے والی یہ امتِ مُسلمہ کسی زعم باطل میں مُبتلا ہو کر اپنی اصل ذمہ داری سے غافل نہ ہونے پائے جیسا کہ قرآن میں مذکور ہے،

(۱) "وہ کچھ لوگ تھے، جو گزر گئے۔ جو کچھ انہوں نے کمایا، وہ ان کے لیے ہے اور جو کچھ تم کماؤ گے، وہ تمہارے لیے ہے تم سے یہ نہ پوچھا جائے گا کہ وہ کیا کرتے تھے"۔ (البقرہ: ۱۳۴)

(۲) اور ڈرو اس دن سے جب کوئی کسی کے ذرا کام نہ آئے گا، نہ کسی سے فدیہ قبول کیا جائیگا۔ نہ کوئی سفارش ہی آدمی کو فائدہ دے گی، اور نہ مجرموں کو کہیں سے کوئی مدد پہنچ سکے گی۔ (البقرہ ۱۲۳)۔

(۳) (اے مسلمانو) انجام کار نہ تمہاری آرزوں پر موقوف ہے نہ اہل کتاب کی آرزوں پر جو بھی بُرائی کرے گا اس کا پھل پائے گا اور اللہ کے مقابلہ میں اپنے لیے کوئی حامی و مددگار نہ پا سکے گا۔ (النساء ۱۲۳)

نصیحت آموز سبق: مذکورہ بالا اور قرآنِ حکیم کی دیگر آیات میں اس اُمتِ مُسلمہ کے لیے بڑے بڑے نصیحت آموز اسباق ہیں۔ خود اسی قرآنِ حکیم میں اللہ تعالےٰ نے اپنے ایک جلیل القدر پیغمبر حضرت یونس علیہ السّلام اور ان کی قوم کا واقعہ مختلف پیرائے میں کئی بار ذکر فرمایا ہے کہ وہ جس عظیم مقام عظمت و منزلت پر فائز تھے اس کا تقاضا تھا کہ وہ پورے صبر سے کام کرتے رہتے مگر وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکمِ ہجرت ملنے سے قبل ہی اپنی قوم کو محض اس لیے چھوڑ کر تشریف لے گئے تھے کہ اب یہ قوم تو خدا کی نافرمانی کی وجہ سے اُسکے عذاب کی لپیٹ میں آ ہی جانے والی ہے اسلیے اب یہاں ٹھہرنے کی ضرورت نہیں ہے مگر ان کی اس معمولی سی اجتہادی فروگزاشت پر بھی اللہ تعالیٰ نے انہیں فوراً گرفت فرمائی کہ انہوں نے بغیر اذنِ الٰہی اپنی جگہ سے ہجرت کیوں فرمائی تھی؟ پھر خدا کا یہ ارشاد بھی اس اُمتِ مسلمہ

Marfat.com
Marfat.com

کے لیے بڑا ہی سبق آموز ہے کہ" اگر وُہ (حضرت یونسؑ) مچھلی کے پیٹ میں اللہ تعالیٰ سے اپنے قصور کی معافی نہ مانگتے تو وُہ تا قیامت مچھلی کے پیٹ ہی میں رہتے جہاں انہوں نے " لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ " (اے میرے رب! تیرے سوا کوئی معبود (حاکم) نہیں ہے، تو پاک ہے، بیشک میں قصوروار رہوں (الانبیاء ۸۷) کے الفاظ ادا کر کے اپنے قصور کا اعتراف کیا۔ اب جبکہ سابقہ انبیاء علیہم السلام کی طرح دُنیا میں تا قیامت شہادتِ حق کا فریضہ سرانجام دینے کی ذمہ داری اسی امتِ مُسلمہ کے کندھوں پر ڈالی گئی ہے۔ اس کے بعد اگر یہ اپنی اس ذمہ داری کو پورا کرنے میں کوتاہی کرتی ہے تو پھر یہ خدا کی گرفت سے نہیں بچ سکے گی جو قیامت کے دن اس سے ہونے والی ہے۔ (البقرہ - ۱۴۳)

۸۔ **یوم حشر کی باز پرس:** اللہ تعالیٰ کو جہاں حشر کے دن اپنے پیغمبروں سے باز پرس کرنی ہے وہاں وہ ان اُمتوں اور قوموں سے بھی باز پرس کرے گا۔

جن کی طرف اُس نے اپنے پیغمبروں کو مبعوث کیا تھا۔ پھر وُہ اس امتِ مسلمہ کو بھی اس کی اُس ذمہ داری کے بارے میں پوچھے گا جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضورؐ کے انتقالِ اقدس کے بعد اسکے کندھوں پر ڈالی گئی ہے وہ اس سے یہ سوال کرے گا کہ" اے اُمتِ مسلمہ، تمہارے پاس میرا نازل کردہ قانون بھی محفوظ تھا اور میرے حبیبؐ کا اسوۂ حسنہ بھی قرآن و احادیث میں موجود تھا، تم کتاب و سُنت کے حامل اور امین بھی تھے، تمہیں تو دنیا میں اُمتِ وسط ' اُمتِ خیر اور شہداء علی الناس کے عظیم الشان منصب پر فائز کیا گیا تھا' تمہیں تو اقوامِ عالم کا امام و پیشوا بنایا گیا تھا، تم تو دُنیا میں دینِ حق کے علمبردار اور محافظ و انصار تھے، تم نے اس ذمہ داری کو کیسے، کس طرح اور کہاں تک پورا کیا؟ تم نے خود براہِ راست کہاں تک کتاب و سُنت کو سمجھنے کی کوشش کی؟ اس کے حصول کے لیے کتنا وقت دیا، کتنا مال خرچ کیا اور کیا کیا تکالیف اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑا؟ اس پر خود کہاں تک عمل پیرا ہوئے اور اسے اپنے معاشرہ اور ملک میں قائم و نافذ کرنے کے لیے کس قدر جدوجہد کی اور پھر غیر مسلم اقوامِ عالم پر کس حد تک اتمامِ حجت کا فریضہ سرانجام دیا؟

Marfat.com
Marfat.com

تم اس سوال کا بھی جواب دو کہ جب تم خود بھی مسلمان ہی تھے تمہارا معاشرہ بھی مسلمانوں ہی کا معاشرہ تھا اور تمہارے ملک کے حکمران بھی مسلمان ہی تھے تو پھر کیا وجہ ہے کہ تم کتاب و سنت پر عمل پیرا نہیں ہو سکے۔ اسے اپنے ملک اور معاشرہ میں قائم و نافذ نہیں کر سکے۔ اس وقت اسلامی نظام کے راستہ میں اندرونی اور بیرونی کیا کیا مشکلات حائل تھیں اور انہیں دور کرنے کی تم نے کہاں تک کوشش کی تھی؟

تم مجھے اس سوال کا بھی جواب دو کہ جب تمہارے گرد و نواح میں، ماحول اور معاشرہ میں اور ملک و وطن میں کفر و شرک، بدعت و نفاق، فتنہ و فساد، فسق و فجور، ظلم و ستم اور بدمعاشی و بے حیائی ایک وبا کی طرح عام پھیل رہی تھی، جب میری زمین پر میرے باغی قابض تھے، جب میری مخلوق پر میرے غیروں کا قانون نافذ و جاری تھا اور شب و روز جب انہی کی اطاعت و فرمانبرداری انہی کی پوجا پاٹ، پرستش اور انہی کی بندگی و غلامی ہو رہی تھی تو اس وقت دنیا میں خود تمہاری اپنی مصروفیات اور دلچسپیاں کیا تھیں؟ اس وقت تمہارے پیش نظر کن پروگراموں کو زیادہ اہمیت حاصل تھی؛ کیا اس وقت تمہارے نزدیک اقامت دین اور شہادت حق کا فریضہ سرانجام دینا غیر اہم ہو گیا تھا؟ آخر کیوں: کیا اس وقت تمہارے دلوں میں نورِ ایمان کی شمع گل تو نہیں ہو گئی تھی؟ کیا تمہیں اس وقت یہ شعور بھی تھا کہ تم نے کلمہ طیبہ پڑھ کر اپنے خدا سے اپنی جان و مال کا سودا کر رکھا ہے؟ کیا اس وقت تم اس عہد و پیمان سے پھر گئے تھے؟ کیا تمہیں اس وقت اسلامی نظام کے بارے میں کبھی یہ فکر بھی لاحق ہوئی تھی کہ اگر اس میں کوتاہی کی گئی تو خدا کے ہاں گرفت بھی ہو گی؟ کیا اس وقت تم اپنی غیرت ایمان کے ساتھ زندہ بھی تھے یا کہ تم مر کر قبروں میں مدفون ہو چکے تھے؟

اے میرے حبیب کے ساتھ عشق محبت کا دعویٰ کرنے والو! آج مجھے جواب دو کہ جب دنیا میں باطل نظام کا تسلط تھا اور اس وقت تم بھی زندہ ہی تھے اور تمہارے اندر نورِ ایمان بھی موجود تھا تو پھر تم نے طاغوت کے خلاف جہاد کیوں نہیں کیا؟ تم نے اسلامی نظام کے قیام کیلئے اپنا تن من دھن سب کچھ قربان کیوں نہیں کر دیا تھا؟ تم اس وقت خواہشات کے بندے کیسے بن گئے

Marfat.com
Marfat.com

تھے؟ تم نے میرے حبیب کے اسوۂ حسنہ کو فراموش کیسے کر دیا تھا؟ تم اس اہم فریضہ کو چھوڑ کر دوسرے غیر اہم اُمور کی طرف مشغول کیوں ہو گئے تھے؟ تم نے مذہب کے نام پر بے شمار فرقے پیدا کر کے اُمتِ مسلمہ کو ٹکڑے ٹکڑے کیوں کر دیا تھا؟ کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ تم اپنا اور اپنی قوم کا قیمتی وقت اسلامی نظام کو نافذ کرنے کی بجائے ان باتوں میں صرف کرنے لگے کہ حضورؐ حاضر و ناظر ہیں یا نہیں، سمیع و بصیر ہیں یا نہیں، نور ہیں یا بشر، عالم الغیب ہیں یا نہیں، ان باتوں پر تم نے کتابیں لکھیں، مناظرے کیے، بحثیں کیں، کافی مال اور وقت صرف کیا، مسجدیں اور نمازیں الگ کر لیں۔ ایک دوسرے کے خلاف دشنام طرازی اور فتویٰ بازی کی۔ اور اتحادِ امتِ مسلمہ کو پارہ پارہ کر کے فرقہ بندی اور گروہ بندی پیدا کی اور وہ قوت و طاقت جو خدا کے باغیوں کے خلاف استعمال ہونی چاہیئے تھی اُسے تم خود اپنے ہی کلمہ گو بھائیوں کے خلاف استعمال کر کے نظامِ طاغوت کو خوب فروغ دینے کا باعث بن گئے؟ آج تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ تم تو شیطان کے آلۂ کار بن چکے تھے۔ آج تمہیں اس اہم سوال کا بھی جواب دینا ہو گا کہ جس دینِ حق کو غالب کرنے کے لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا تن من دھن سب کچھ قربان کر دیا تھا۔ اُسے قائم کرنے کے لیے تم نے کتنا وقت دیا، کتنا مال صرف کیا اور زندگی کا کتنا حصّہ اس اہم کام کے لیے وقف کر رکھا تھا؟ اس جواب سے معلوم ہو جائے گا کہ تمہیں میرے حبیب کے ساتھ کتنی محبت و عقیدت اور خیر خواہی تھی؟

اے میرے آخری نبیؐ کے عقیدت مندو، آج مجھے ذرا وضاحت سے جواب دو کہ جب تم نے کتاب و سنت سے معلوم کر لیا تھا کہ ایمان کا دعویٰ کرنے کے ساتھ ہی دنیا میں آزمائش بھی ہو گی جیسا کہ سابقہ انبیاء علیہم السلام اور اُن کے ماننے والوں کی ہوتی رہی ہے تو پھر ذرا یہ تو مجھے بتاؤ کہ شہادتِ حق کا فریضہ سرانجام دینے میں تمہیں کس کس آزمائش و ابتلا سے دوچار ہونا پڑا، تمہیں اس راہ میں کیا کیا جانی و مالی قربانی کرنی پڑی، کن کن طاغوتوں کا مقابلہ کرنا پڑا؟ کن کن مفادات کو قربان کرنا پڑا۔ اور اس راہ میں کیا کیا نقصانات اٹھانے پڑے کتنے ابوجہلوں، ابولہبوں اور کتنے عبداللہ بن

Marfat.com
Marfat.com

اُبی جیسے منافقین کے ساتھ تصادم کرنا پڑا ؟ کیا تمہیں دعوت و تبلیغ کے لیے کسی طائف جیسی وادی میں بھی جانا پڑا ؟ حق و باطل کی کشمکش میں کوئی مرحلہ بدر و احد، معرکۂ احزاب و حُنین بھی آیا تھا یا نہیں ؟ آخر اس کی کیا وجہ ہے ؟ کیا مجھے اپنے حبیبؐ اور اُس کے صحابہ کرامؓ کے ساتھ کوئی عداوت اور دشمنی تھی کہ ان کے سامنے تو یہ سارے مرحلے آئیں اور تب ان کو جنت کا پروانہ دیا جائے مگر تمہیں دعوائے ایمان کرنے کے بعد کسی ایسی آزمائش سے دوچار بھی نہ ہونا پڑے اور پھر تمہیں یونہی جنت میں داخل ہونے کی سند بھی دے دی جائے آخر کیوں ؟ میری عدالت میں تو بے لاگ فیصلہ ہوتا ہے ۔ تمہیں اس حقیقت سے آگاہی کیوں نہیں ہو سکی ؟ ہاں ، مجھے ذرا اس آخری سوال کا بھی جواب دو کہ جب اسی اُمّت مسلمہ میں سے کچھ لوگ شہادتِ حق کا فریضہ سرانجام دینے کے لیے میدانِ عمل میں آ گئے تھے جو صرف میری خوشنودی کے لیے اپنا سب کچھ اس راہ میں قربان کر رہے تھے اور منظم ہو کر دُنیا میں دعوتِ اسلامی کا کام کر رہے تھے ، تمہارا وجدان اور ضمیر خود بھی دل سے اعتراف کرتا تھا کہ یہ خالص دینِ حق کی دعوت دے رہے ہیں اور اسلامی نظام کو غالب کرنے کے لیے ہر ممکن کوشش کر رہے ہیں تو اس اعتراف کے باوجود تم نے ان کا ساتھ کیوں نہ دیا ؟ تم نے اس کام میں ان کا ہاتھ کیوں نہ بٹایا ؟ تم نے مختلف حیلوں اور بہانوں میں پہلو تہی کیوں کر رکھی تھی ۔ اس راہ میں اُن کا ساتھ دینے میں آخر کیا کیا مذہبی و سیاسی اور ذاتی و گروہی مفادات حائل تھے ؟ اس وقت تم کس کبر و نخوت اور کس زعمِ باطل میں گرفتار تھے ؟ اس وقت ان کا ساتھ دینے میں کوئی علمی گھمنڈ ، جہالت ، مذہبی اجارہ داری و سیاسی چودھراہٹ اور کوئی کرسئ اقتدار تو رکاوٹ نہیں بن گئی تھی ؟ کیا انہی وجوہ کی بنا پر تم ان کا ساتھ دینے کے بجائے اُلٹے سدِّ راہ تو نہیں بنے ہوئے تھے ؟ کیا اس وقت تمہاری آرام طلبی اور حرام خوری تو رکاوٹ نہیں بنی ہوئی تھی ؟ کیا اس وقت تمہارے اندر آخرت کی جواب دہی کا احساس بیدار تھا یا مُردہ ہو چکا تھا ؟

۹ - یوم حساب : آج یوم حساب ہے اس لیے آج تو تم کو مذکورہ بالا سوالوں میں سے ایک ایک سوال کا جواب لازماً دینا پڑے گا ۔ پھر ان جوابات کا جائزہ

لے النمل - ۱۴

Marfat.com
Marfat.com

لینے کے بعد ہی تمہارے بارے میں بے لاگ فیصلہ کیا جائے گا اور تمہاری پرسش کے ساتھ ہی دوسری اقوامِ عالم سے بھی باز پرس کی جائے گی کہ اگر ان کے پاس حق کی دعوت پہنچ گئی تھی تو پھر انہوں نے اسے قبول کیوں نہیں کیا اور اگر اُنکے پاس براہِ راست حق نہیں پہنچا تھا تو اس میں وہ کہاں تک بری الذمہ ہیں۔ اس کا فیصلہ بھی اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام اور ان کی امتوں سے باز پرس کرنے کے بعد ہی صادر فرمائے گا۔

۱۰۔ اتباعِ اُسوۂ حسنہ ضمانتِ فوز و فلاح

(۱) چونکہ اللہ تعالیٰ ہی نے حضرت انسان کو یہاں منصب خلافت پر فائز کیا ہے اس لیے اسکے پاس جو اختیارات ہیں یہ اس کے ذاتی نہیں ہیں بلکہ اسی مالک الملک کے عطا کردہ ہیں۔ جس نے اسے دنیا میں اپنا نائب اور خلیفہ بنا کر بھیجا ہے۔ یہ زمین اس کی عشرت کدہ نہیں ہے بلکہ ایک امتحان گاہ ہے جو اس کے لیے ایک کمرۂ امتحان کی حیثیت رکھتی ہے۔ جہاں اُسے اپنی دائمی خلافت کے لیے امتحان دینا ہے۔ یہاں اسے جو اختیارات اور وسائلِ زندگی عطا کیے گئے ہیں وہ اس کے لیے برائے کھیل کود نہیں ہیں۔ بلکہ مختلف نوعیت کے پرچہ ہائے زندگی ہیں جنہیں ٹھیک طریقہ سے حل کرنے پر ہی اسے ضمانتِ فوز و فلاح مل سکتی ہے۔ یہاں اسے جو وقت ملا ہے وہ برائے عیش و عشرت نہیں ہے۔ بلکہ یہ ایک محدود سی مدتِ امتحان ہے جس میں اُسے ان پرچوں کو پوری تندہی اور شعور سے حل کرنا ہے۔

(۲) اللہ تعالیٰ جو اس کا خالق، رازق اور بادشاہ حقیقی ہے وہی اس کا محسنِ حقیقی بھی ہے جس نے اس پر یہ ایک بہت بڑا احسان کیا ہے کہ اس نے اسے اندھیرے میں نہیں رکھا ہے بلکہ پرچہ ہائے زندگی کو حل کرنے کے لیے اپنے آخری رسول، محسنِ انسانیتؐ کے ذریعہ ایک مستند کتابِ ہدایت (AUTHENTICATED GUIDE BOOK) بھی عنایت فرمائی ہے۔ جس سے استفادہ کرکے وہ اپنے امتحانِ زندگی میں پورے وثوق سے کامیاب ہو سکتا ہے۔ مگر یہ انسان کس قدر احسان فراموش اور ناعاقبت اندیش ہے کہ اپنے امتحانِ زندگی سے بالکل غافل، ایک حیوانی زندگی گزارنے میں ہمہ تن مصروف ہے اور اسے یہ شعور بھی نہیں ہوتا ہے کہ وہ اس وقت کمرۂ امتحان میں بیٹھا امتحان دے رہا ہے اور اس کا علیم و خبیر اور سمیع و بصیر خدا اس کی تمام حرکات و سکنات کی نگرانی کر رہا ہے کہ جونہی اس کی مدتِ امتحان ختم ہو تو اس کے ہاتھ سے تمام پرچہ ہائے

لے الاعراف۔ ۶

Marfat.com
Marfat.com

زندگی لے لیے جائیں۔ پھر یہ اس حقیقت سے بھی بے خبر ہے کہ یہ متاعِ عزیز جو خود اس کی اپنی غفلت سے برباد ہوتا جا رہا ہے۔ اس کے بارے میں خدا کے ہاں زبردست بازپرس ہونے والی ہے۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے :

اِنَّ اِلَيۡنَاۤ اِيَابَهُمۡ ۙ ثُمَّ اِنَّ عَلَيۡنَا حِسَابَهُمۡ ۝ (الغاشیہ)

انھیں لازماً ہمارے پاس لوٹ کر آنا ہے۔ پھر ہمیں ہی ان سے حساب بھی لینا ہے۔

ثُمَّ لَتُسۡـَٔـلُنَّ يَوۡمَئِذٍ عَنِ النَّعِيۡمِ ۝ (التکاثر۔۸)

پھر ضرور اس دن تم سے (خدا کی طرف سے عطا کردہ) نعمتوں کے بارے میں بازپرس کی جائے گی۔

(۳) مادہ پرست انسانوں کا مقصدِ حیات صرف دنیوی زندگی کی کامیابی تک محدود ہوتا ہے اور وہ ہمہ تن اسی کے لیے کوشاں رہتے ہیں۔ اس کے برعکس خدا کے نزدیک انسان کی اصل کامیابی فلاحِ اخروی ہے اور اس کی ضمانت صرف اتباعِ اسوۂ حسنہ کے ساتھ مشروط ہے۔ مگر اتباعِ اسوۂ حسنہ اسی صورت میں ممکن ہے جب انسان صرف اللہ تعالیٰ ہی کو اپنا مرکزِ امید، اس کے ذکرِ کثیر (اسلامی نظام) کو اپنا مقصدِ حیات اور فلاحِ اخروی کو اپنی منزلِ مقصود بنا لے۔ کیونکہ اتباعِ اسوۂ حسنہ کے لیے یہی وہ مستحکم بنیادیں ہیں جن پر اعمالِ انسانی کی ایک ایسی مضبوط اور پائیدار عمارت کھڑی ہوتی ہے جس میں ایک بندۂ مومن نہ صرف فرائضِ خلافت خدا کی مرضی کے مطابق سرانجام دینے لگتا ہے بلکہ اس کے نتیجے میں اسے ضمانتِ فوز و فلاح برائے حیاتِ جاوداں بھی مل جاتی ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں مذکور ہے :

(۱) "درحقیقت تم لوگوں کے لیے اللہ کے رسولؐ میں ایک بہترین نمونہ ہے۔ ہر اس شخص کے لیے جو اللہ اور یومِ آخر کا امیدوار ہو اور کثرت سے اللہ کو یاد کرے۔" (الاحزاب : ۲۱)

(۲) "لہٰذا جو لوگ اس (حضور اکرمؐ) پر ایمان لائیں اور اس کی حمایت و نصرت کریں۔ اور اس روشنی کی پیروی اختیار کریں جو اس کے ساتھ نازل کی گئی ہے۔ وہی فلاح پانے والے ہیں۔" (الاعراف : ۱۵۷)

سُبۡحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الۡعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوۡنَ ۝ وَسَلٰمٌ عَلَى الۡمُرۡسَلِيۡنَ ۝ وَالۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ۝

Marfat.com
Marfat.com

کتابیات

مدارک التنزیل (تفسیر نسفی) : ابوالبرکات عبداللہ بن احمدؒ بن محمود النسفی

جلالین : جلال الدینؒ محلی و جلال الدین سیوطیؒ

بیان القرآن : مولٰنا اشرف علیؒ تھانوی

تفسیر بیضاوی ابوالخیر ناصر الدین عبداللہ بن محمد

تفہیم القرآن : مولٰنا سیّد ابوالاعلیٰ مودودیؒ

فتح الحمید مولٰنا فتح محمد خاںؒ جالندھر

قرآن موضح الفرقان مع فوائد : مولٰنا محمود الحسنؒ و مولٰنا شبیر احمد عثمانیؒ

قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں مولٰنا سید ابوالاعلیٰ مودودی

قرآنِ پاک (انگریزی ترجمہ مع حواشی): پروفیسر عبداللہ یوسف

قرآنِ پاک (انگریزی ترجمہ) : مرمڈیوک پکتھال

الاتقان (اردو ترجمہ) : جلال الدین سیوطیؒ

بخاری شریف : امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بخاریؒ

مسلم شریف : امام ابوالحسین مسلم بن الحجاج القشیریؒ

ترمذی شریف : امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذیؒ

ابوداؤد : امام ابوداؤد سلیمان بن الاشعث سجستانیؒ

نسائی : امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب النسائیؒ

ابن ماجہ : امام ابوعبداللہ محمد بن یزید بن ماجہ القزوینیؒ

مؤطا امام مالک : امام ابوعبداللہ مالک بن انس الاصبحیؒ

مشکوٰۃ شریف : شیخ ولی الدین ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الخطیب

Marfat.com
Marfat.com

حجۃ اللہ البالغہ	:	شاہ ولی اللہ دہلوی ؒ
سیرۃ النبی	:	ابنِ ہشام ؒ
البدایہ والنھایہ	:	حافظ ابنِ کثیر ؒ
ابنِ جریر طبری	:	ابنِ جریر ؒ
سیرۃ النبی	:	شبلی نعمانی ؒ و سید سلیمان ندوی ؒ
رحمت اللعالمین ؐ	:	قاضی سلیمان منصور پوری
سیرت سرورِ عالم ؐ	:	مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی ؒ
محسنِ انسانیت ؐ	:	جناب نعیم صدیقی صاحب
خلافت و ملوکیت	:	مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی ؒ
تاریخ اسلام	:	عبدالرحمٰن طارق امرتسری
اذکار مسنونہ	:	مولانا خلیل حامدی صاحب
قرآن سے ایک انٹرویو	:	محمد رفیق چوہدری صاحب
نوائے بُردہ	:	پروفیسر فروغ احمد صاحب
بنیادی حقوق	:	جناب محمد صلاح الدین صاحب
خطبات، الجہاد فی الاسلام اور اسلامی ریاست	:	مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی ؒ

Marfat.com
Marfat.com

Marfat.com
Marfat.com

سیرت النبی پر ہماری چند خوبصورت کتب

سیرت النبی ﷺ
مولانا شبلی نعمانی اور سید سلیمان ندوی کی شاہکار تالیف

⊙ — اپنے موضوع پر مستند ترین کتاب، چھ شاندار جلدوں میں

سیرت المختار ﷺ
تالیف: شیخ مصطفٰی الغلاییني مترجم: جسٹس ملک غلام علی (وفاقی شرعی عدالت)

⊙ — سیرت پاک پر مختصر مگر جامع کتاب، سید مودودیؒ کے پیش لفظ کے ساتھ

عرب کا چاند
سوامی لکشمن پرشاد

⊙ — سیرت نبویؐ پر ایک ہندو نوجوان کی ادبی پیش کش

محسنِ اعظم ﷺ اور محسنین
فقیر وحید الدین

⊙ — حضور پاک اور خلفائے راشدین کی حیاتِ طیبہ نئے رنگ اور نئے انداز میں

حیاتِ رسولؐ
سوالاً جواباً — علی اصغر چودھری

⊙ — ریڈیو، ٹی وی اور دیگر معلوماتی مقابلوں کے لیے ۹۰۰ سوالات وجوابات کا مجموعہ

سید البشر ﷺ
قاضی محمد سلیمان منصور پوری

⊙ — رحمۃ للعالمینؐ جیسی شہرت یافتہ تصنیف کے مصنف کے قلم سے

محسنِ اعداء ﷺ
مولانا ابوالقاسم رفیق دلاوری

⊙ — نبی کریمؐ کا دشمنوں کے ساتھ حسن سلوک، اپنے موضوع کی واحد کتاب

ارشاداتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم
ظفر اللہ خان

⊙ — رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات کا مجموعہ

قولِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم
ابن قمر

⊙ — حضورؐ کے ارشاداتِ گرامی کا مجموعہ

درود و سلام
سید مودودیؒ

⊙ — آقا کے حضور ایک غلام کا ہدیۂ عقیدت

مکتبہ تعمیرِ انسانیت
اردو بازار — لاہور ۲

Marfat.com
Marfat.com